بسم اللہ الرحمن الرحیم

الف لیلیٰ مع تتمہ

بر چہار جلد

حصۂ دوم

[illegible] صاحب [illegible] سے بطور تکملہ انجام دیا [illegible]
[illegible] قصے عجیب [illegible] الف لیلہ میں [illegible]
[illegible] الف لیلاؤں میں نہیں [illegible] ناظرین جب مطالعہ
فرمائینگے لطف [illegible] پائینگے

بمقام لکھنؤ
مطبع منشی نولکشور میں زیور طبع سے مزین ہوئی
سنہ ۱۹۰۱ع

ترجمہ الف لیلہ مع تصاویر بہ چہار جلد

۴۱

حصہ دوم

جسکو یکتا زبان خوش بیانی مضمار فارس سخندانی گل سرسبد بلاغت بلبل
شیدا زبان فصاحت نقش بہار و دقیقہ شناس شاعر عطارد رقم شیرین کلام طلاقت نظام
منشی پنڈت رتن ناتھ صاحب در متخلص بہ سرشار مصنف فسانہ آزاد
و جام سرشار و سیر کہسار وغیرہ نے

بزبان اردو

کمال خوش اسلوبی سے بطرز ناول ترتیب دیا تھا اور زیور نظم و نثر و عبارت مقفی و مسجع سے
مثل عروس ہفت کیا تھا مگر چند قصے جو نہایت دلچسپ و پسندیدہ خاص و عام ہیں وہ رہ گئے تھے
ان قصص کو [illegible] اثر وابستہ قدیم مطبع اودھ اخبار
حسب الحکم جناب [illegible] منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع کے بطور تکملہ انجام دیا اب دو حصہ
میں الف لیلہ [illegible] سے قصے دلچسپ اس الف لیلہ میں زائد
ہیں جو دیگر الف لیلاؤں میں نہیں ہیں ناظرین جب معائنہ
فرمائیں گے لطف مزید پائیں گے

بمقام لکھنؤ

مطبع منشی نول کشور میں زیور طبع سے مزین ہوئی
سنہ ۱۹۰۱ع

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی مفصل فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب ناول وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانونکو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

نام کتاب	قیمت
کتب ناول مرغوب اہل اردو	
خدائی فوجدار۔ ترجمہ کتاب ڈائن کوئکسائٹ ڈی لامان جلد اول و دوم یکجائی۔ مترجمہ پنڈت رتن ناتھ صاحب۔	[illegible]
ناول زیب النسا از بابو براجی داس صاحب بھارگو۔	[illegible]
فسانۂ آزاد۔ کامل ہر چہار جلد مصنفہ پنڈت رتن ناتھ در لکھنوی۔ یہ تمام ہندوستانی ناولون [illegible]	[illegible]
متفرق جلدین بھی بنا بر فروخت ذیل مین درج ہین۔	
۱۔ جلد اول۔	[illegible]
۲۔ جلد دوم	[illegible]
۳۔ جلد سوم۔	[illegible]
۴۔ جلد چہارم	[illegible]
فسانۂ آزاد۔ جلد ثانی و جلد ثالث کے ماہواری رسالہ بھی علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر فروخت کے لیے موجود ہین۔	
۱۔ جلد ثانی من ابتدائے ماہ جولائی ۱۸۸۱ء لغایت ماہ دسمبر ۱۸۸۰ء و اپریل ۱۸۸۱ء سے لغایت ماہ دسمبر ۱۸۸۱ء کا فی پرچہ فی رسالہ۔	۲ روپیہ
۲۔ جلد ثالث من ابتدائے ماہ مارچ و ماہ مئی و جون و جولائی و ستمبر ۱۸۸۲ء لغایت ماہ نومبر ۱۸۸۲ء کا فی پرچہ فی رسالہ۔	۳ روپیہ
۳۔ جلد ثالث بابت ماہ دسمبر ۱۸۸۲ء۔	۶ روپیہ
سیر کوہسار۔ کامل در دو جلد مصنفہ پنڈت صاحب موصوف اس کتاب مین مضامین نصیحت کو افسانہ کے پیرایہ مین مصنف علام نے ظاہر فرمایا ہی اور رئیسان خاکسار اور اُنکے رفقاے غدار و مکار کا نمونہ ناظرین کے پیشکش کیا ہی ایک رئیس کی بیوقوفیان و مصاحبین کی آبلہ فریبیان اس انداز سے درج ہین کہ باید و شاید۔	[illegible]
جام سرشار با تصویر جسکا پہلے نام فسانۂ جدید تھا بنظر ثانی پنڈت صاحب موصوف چھپا۔	[illegible]
فسانۂ جدید کے متفرق رسالہ ماہواری بابت ماہ جون و اگست لغایت دسمبر ۱۸۸۰ء علیحدہ علیحدہ فی ماہ۔	۲/۶

[illegible] الف لیلہ اردو

جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گہر افشانی خامہ [illegible] نگار و [illegible] پردازی عندلیب کلک شیرین منقار [illegible]

[illegible] در بیان افسانہ شہزادہ زین الاصنام اور بادشاہ جن سلیمان حشم

[illegible] ساقی لالہ فام
[illegible] شوقی [illegible]
[illegible] جام [illegible]
[illegible] بہار
[illegible] شغل
[illegible] کا رنگ
[illegible] کا شوق
[illegible] کر
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وہ سامنے جلد لا مجھ کو جام
رہے تشنہ [illegible]
کہ اٹھ جائیں سب ساقی سے حجاب
کروں دختر رز سے بوس و کنار
[illegible] عید رات شب برات تھی [illegible]
کا نام [illegible]
[illegible] رنگ ڈھنگ
[illegible] اشعار رنگین کا ذوق
رہے نشہ بادہ آٹھوں پہر
کرم اپنا ساقی دکھا دے مجھے
بھلا اب کہاں طاقت [illegible]
نویسم یکے داستان [illegible]

[illegible] داستان [illegible]

کہتے ہیں کہ زمانہ سلف میں ملک بالسرائین ایک تاجدار زرین کمر فرید و حید ہشم سکندر حشم جم پایہ [illegible] سلطنت تھا بڑا اولو العزم صاحب شوکت و صولت تھا خزانہ بے شمار فوج جرار [illegible] اہلکار جان نثار [illegible] فرمان بردار کارپردازان سلطنت عقل مند [illegible] فروغ کاشانہ دولت ملک زرخیز [illegible] آباد رعایا نہایت خوش و شاد [illegible]

پہلے دور اکا [illegible] آیا تھا نام	اسکے سرہنگوں کا جب دفتر کھلا

پرستاران ماہ لقا و کنیزان شیرین ادا سرگرم خدمت گذاری شاعران شیرین زبان [illegible] مصروف مدحت طرازی و نغز گفتاری تھے

ہمہ اسباب شاہی حاصل او	نماندہ آرزوئے در دل او

مگر کاشانۂ امید بے چراغ تھا لاولدی کا دل پر داغ تھا بادشاہ ہمیشہ خاطر حزین [illegible] رکھتا تھا مگر از بسکہ نہایت رحمدل و رعایا پرور تھا ساکنین ملک اسکے لیے شب و روز دست بدعا رہتے تھے کہ اس شاہ عالی جاہ کے شجرۂ امید میں بار آئے غنچۂ دل شاہ مثل گل شگفتہ ہو جائے گلشن امید بہار تازہ سے پھولے پھلے جام آرزو بادۂ عشرت سے مملو رہے وارث تاج و تخت پیدا [illegible] سلطنت ہویدا ہو آخرالامر تیر دعا انکا ہدف اجابت پر لگا معشوق [illegible] امید [illegible] ہر مخلوق ہوا بادشاہ بیگم حاملہ ہوئیں اور بعد انقضائے مدت معہودہ اختر برج شاہی [illegible] نادر بے مثل خورشید خاوری تابان و درخشان ہوا اس خوشی کا کیا بیان کیا جائے کہ [illegible] شمع اقبال [illegible] جاہ و جلال میں فروزاں ہوئی تمام رعایا مسرور و شادمان ہوئی [illegible] جان فزا و طرب افزا کی خبر سنتے ہی بادشاہ جم جاہ والا اقتدار مارے خوشی کے جامے میں [illegible] تھے [illegible] ارسطو فطرت و ارکان سلطنت رعایا و برایا مبارکباد کی صدا [illegible] کے [illegible] نے اپنا اپنا دامن زر و سیم سے بھرا [illegible] صاحب انعام و اکرام تقسیم ہوا کہ سایل کا سوال سے کام نہیں [illegible] زر جعفری سے بھر دیا دریا [illegible] کے موتیوں [illegible] در خزانہ [illegible] صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا [illegible] حاجت کا زمانے میں نام نہیں رہا دامن گدا [illegible] سے لبریز کیا ہے

بفیض بخشش حاتم [illegible] است	کہ ایوان ستم از پا درشد
بجود بخشش چرخ ز انجم مایہ دار است	جہان در دہر داد معدلت داد

[illegible] عالم نو اسے تہنیت و مبارکبادی [illegible] ہر شہر و دیار کوچہ و بازار میں صدائے رقص و رنگ [illegible] لا گوش فلک نے کبھی کانوں سے نہ سنا [illegible] ہر جلوۂ روشنی کا عالم [illegible]

آنکھوں سے نہ دیکھا چراغوں کی تنویر کا عجب عالم جسکے روبرو جلوۂ خورشید کم گیلاس نور کے تارے ہیں یا ستارے شیشوں میں اُتارے ہیں روشنی کا عالم چشم بد دور زمین سے آسمان تک نورٌ علیٰ نور آتشبازی کے بیان نے عجیب کیفیت دکھائی قلم کی زبان پھل جھڑی ہوائی انار چھوٹتے ہیں یا پیہم تارے ٹوٹتے ہیں چرخی جو زمین پر چرخ کھاتی ہے آسمان کے چہرے کی ہوائیاں اُڑاتی ہے ماہتاب کے فروغ سے ماہ عالم تاب کا منھ دھواں ہوا بنفشہ کی ٹٹی سے بنفشہ زار کا عالم عیان ہوا رقاصان مہر طلعت زہرہ جبین ناچنے لگین خوش آوازی کے ساتھ گانے لگین طبلون پر تھاپ پڑی آواز نوشانوش کی بلند ہوئی سارنگی کا لہرا یا ٹین کی گمک آسمان کو جانے لگی رباب چنگ و دف اور جھانجھ کی آواز کانون میں آنے لگی ستار و بار و نیا انواع انواع کے باجے بجنے لگے مغنیان سراپا ناز و لولیان کرشمہ ساز سماں رکھا دکھانے لگے

	مضراب از لحن ہائے داؤدی گشت رقص تخنیان که دریده		دل ہمی بر دو جان ہمی بخشید پردۂ صبر عاشقان بدرید	

حضار محفل مثل عاشقان بسمل اور مشتاقان بیدل سے بدل غلغلہ برپا رکھتے جان و دل سے مشتاق از خود فراموش و جان نثار تھے

فغان کین لولیان شوخ و شیرین کار شہر آشوب	چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

ساقیان مہر طلعت جام و صراحی زمردین ہاتھوں میں لیے دورۂ جام شراب یاقوت رنگ چل رہا تھا حاضرین کا دل اس جلسہ جان فزا سے بہل رہا تھا

	ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما من در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ام		مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما این بیخبر ز لذت شرب مدام ما	

مختصر یہ کہ اس محفل نشاط کے آگے بزم جمشیدی مات تھی دن عید رات شب برات تھی بادشاہ نے بعد انفراغ جشن چھٹی وغیرہ کے اُس شہزادہ ماہ لقا کا نام زین الصنم رکھا اور واسطے استخراج احکام نجوم و ترتیب زائچہ مولود مسعود کے نجومیون و اختر شناسون کو طلب فرمایا کہ شہزادہ کے طالع کا حال نظرات کواکب سے استنباط کر کے من و عن حضور شاہی میں عرض کرین چنانچہ بالاتفاق سب نے حضور سلطانی میں عرض کیا کہ شہزادہ عالم کی عمر دراز ہوگی بڑے صاحب اقبال کمال شوکت و اجلال ہمت و جرات میں فرد جود و سخا میں لاثانی ہونگے مگر خطرات موحش و امور ہولناک بھی ایسے درپیش ہونگے کہ جسکی وجہ سے آئینہ خاطر ارجمند شاہزادۂ فلک شکوہ غبار کدورت سے زنگ آلود ہوگا اگرچہ انجام اسکا قرین عیش و سرور ہے مگر آن مکارہ کا لاحق ہونا بھی ضرور ہے شاہ جم جاہ نے

فرمایا مجھے اس امر کا کچھ اندیشہ نہین ہے کیونکہ فرزند میرا صاحب ہمت و جرات ہوگا اور شاہان اولوالعزم کو مصائب خطرات و شدائد ہولناک سے گریز نہین بلکہ بعض موقعون پر یہ امور باعث عبرت و موجب خیرت ہوا کرتے ہین تھوڑے مصائب جلاے نگین جہانبانی و جوہر شمشیر فرمانروائی بلکہ صیقل تیغ دانائی ہین اسکا اندیشہ فضول ہے متعرض خطرات ہر ذوی العقول ہے پھر سلطان دارا دربان نے نجومیون و رمالون کو رخصت کیا علے قدر حیثیت انعام و اکرام زر و جواہر سے مالامال کر دیا جب کہ وہ مہر سپہر سلطنت قابل ضیاء تعلیم و تربیت کے ہوا استادان ماہر فن اسکی تعلیم کو اور آداب شناسی کے لیے اتالیق مقرر کیے گئے چند عرصہ مین وہ درشاہوار شہریاری ہر علم و فن مین طاق بلکہ شہرہ آفاق ہوا ع ہر فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا ؎

ہر علم مین با کمال تھا وہ ۔ ہر فن مین بھی بے مثال تھا وہ
تھا علم و ہنر مین سب سے یکتا ۔ رکھتا نہ تھا وہ نظیر اپنا
مشتاق تھا وہ سخنوری کا ۔ ماہر تھا فن سپہ گری کا
تھا افسر فرق تاجداری ۔ زینت وہ بزم کامگاری
صید افگن و شہسوار تھا وہ ۔ ذی قوت و ذی وقار تھا وہ
ماں باپ کی آنکھ کا تھا تارا ۔ مشتاق لقا تھا ملک سارا

اتفاقات قضا و قدر سے پدر عالی مقدار اس رشک قمر کا مبتلاے عوارض شدید ہوا امزاج شہنشاہ کا جادہ اعتدال سے بعید ہوا ہرچند حکماے حاذق یادگار ارسطو و بقراط نے علاج و معالجہ مین کوئی بات اٹھا نہ رکھی مگر قضاے الٰہی سے کوئی تدبیر مفید نہ ہوئی ع مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی ٭ آخر الامر چند روز بستر علالت پر علیل رہ کر رہ گراے عالم بقا ہوا تمام ملک مین شور گریہ و ماتم بپا ہوا قریب وقت احتضار اس شاہ عالی وقار نے ولی عہد سلطنت پروردہ ناز و نعم شہزادہ زین الاصنام کو طلب کرکے چند وصیتین کی تھین کہ اے فرزند ارجمند صلاح و تقوے اپنا شعار کرنا خوشامدیون اور غرض گویون کی بات پر ہرگز کان نہ دھرنا جود و سخا مین اسقدر افراط نہ کرنا کہ انجام مین پریشانی لاحق ہو جو بات ہو طریق مساوات کے موافق ہو خیر الامور اوسطہا پر عمل ہوتا کہ انتظام سلطنت مین نہ خلل ہو ظلم و ستم پر مائل نہ ہونا دشمن اگرچہ ضعیف ہو اس سے غافل نہ ہونا تاکہ نام بد عالم مین مشہور نہ ہو شہرۂ بد انتظامی نزدیک و دور نہ ہو خزانہ و فوج کا انتظام رہے ان نصائح پر عمل صبح و شام رہے غرض کہ یہ چند وصیتین کرکے

نشاہ جم جاہ راہی ملک عدم ہوا شاہزادہ مورد صدمات لاام وغم ہوا سات روز تک شہزادہ نے لباس ماتمی پہن کر اظہار رنج وغم کیا تمام ارکان سلطنت و اعیان مملکت نے مراسم تعزیت میں بپا نوحہ و ماتم کیا بعد ادائے رسومات سوگواری شہزادہ زین الصنم رونق افزاے تخت شاہی ہوا زیر نگین از ماہ تا ماہی ہوا سریر آراے سلطنت ہوتے ہی باپ کی سب نصیحتین بھول گیا خزانہ وافر و دولت لازوال دیکھکر پھول گیا دن رات مصروف عیش و نشاط رہنے لگا طبلے پر تھاپ پڑنے لگی بادہ ارغوانی کا دور ہوا سوا سے نا و نوش کے اور کوئی شغل نہ رہا ؎

عجب تا دان ہین جن کو ہی عجب تاج سلطانی | فلک بال ہما کو پل مین سونپے ہی مگس رانی

آغاز مین انجام کا خیال نہین رہتا ایک روش پر زمانے کا حال نہین رہتا آج کچھ ہی کل کچھ اور رہی یہی زمانے کا طور ہی ؎

از مین چمن گل کھلائی ہی کیا کیا | بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے

چند روز مین ڈھیر ے اڑ گئے فضول خرچی سے آگے خزانہ قارون ہو تب بھی وفا نہ کرے ؎

اک وضع پر نہین ہی زمانے کا طور تو | معلوم ہو گیا ہمین لیل و نہار سے

عرصۂ قلیل مین وہ مال کثیر خرچ ہو گیا خزانہ سلطانی کیوڑے گلاب سے دھو گیا مادر زین الصنم نہایت عاقبت اندیش و عقیل تھی مہمات سلطنت کی کفیل تھی اکثر اوقات نصیحت کرتی تھی لیکن نہالش اسکی کچھ اثر پذیر نہ ہوتی تھی ع تربیت نا اہل را چون گردگان برگنبد ست + حتی کہ انتظام سلطنت اور کاروبار مملکت مین تخلل عظیم واقع ہوا اور شہرۂ غفلت و عیش پسندی والی ملک کا تمام ملکون مین شائع ہو گیا اور چرچا ان بے انتظامیون کا زبان زد خلائق ہونے لگا سلطنت ضعیف ہونے لگی دشمنان اطراف وجوانب نے قوت پکڑی خزانہ تو خالی ہو ہی گیا تھا فوج بھی تتر بتر ہونی شروع ہوئی جسکا جدھر سینگ سمایا اُسنے اپنا رستہ لیا چارون طرف سے در فتنہ باز ہوا لیکن شاہ عیش پسند اپنی غفلت سے نہ باز رہا رفتہ رفتہ دشمنون نے سر اٹھایا تنگ دستی نے اپنا رنگ جمایا اب زین الصنم خواب غفلت سے چونکا اور اپنی مدہوشی پر کمال متاسف ہوا ع اب پچھتائے کیا ہوت ہی جب چڑیان چگئین کھیت + ہر چند ابتری امور مملکت پر بخوبی مطلع و آگاہ ہوا اور سر ندامت گریبان انفعال مین ڈالا اور اپنے صرف بیجا سے نہایت پشیمان ہوا مگر وقت از دست رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید دن رات فکر و تردد مین اوقات بسر کرنے لگا سر زانوے تفکر پر دھرنے لگا جب زمانہ عیش و نشاط کو یاد کرتا تھا آٹھ آٹھ آنسو روتا تھا نہ دن کو چین تھا نہ رات کو

کو نیند بھرکے سوتا تھا اُسی عالم پریشانی مین ذرا سی آنکھ لگ گئی تو خواب مین کیا دیکھتا ہی کہ ایک پیرمرد نورانی شکل اسکے بالین پر تشریف لائے ہین اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے ہین کہ ای زین الصنم تو کیون اسقدر ملول واندوہناک ہی خدا کو یاد کر فکر وتردد کے کانٹون مین کیون اُلجھا ہوا ہی اپنے خاطر حزین کو شاد کر

کارساز ما بفکر کار ما — فکر ما در کار ما آزار ما

اگر تو چاہتا ہی کہ اس قید غم والم سے رہائی حاصل ہو تو شہر کیرو مین کہ تخت گاہ قدیم ملک مصر کا ہی وہان کا عازم ہو سب کلفتین تیری دور ہو جائینگی اختر اقبال تیرا وہان چمکیگا طالع کی رسائی سے اوج رفعت پر ساطع ہوگا نیر جاہ وجلال تیرا اُس سرزمین مین ضرور لامع ہوگا اپنے تئین جلد وہان پہونچا اور قدرت خدا کا مشاہدہ کر

پل مین چاہے تو گدا کو وہ کرے تخت نشین — کچھ اچنبھا نہین اسکا کہ خدا قادر ہی

زین الصنم یہ خواب دیکھکر بیدار ہوا ماں سے سب کیفیت خواب کی بیان کی اُسنے جواب دیا بیٹا خواب وخیال کی باتین اعتماد کے لائق نہین اتنے بڑے سفر دور ودراز پر قدم مارنا عقل مصلحت اندیش سے سراسر خلاف ہی دور از اعتساف ہی زین الصنم نے کہا ای مادر مہربان آپکا ارشاد بہت بجا اور درست ہی بسر وچشم منظور مگر بسا اوقات صرف خواب وخیال ہی نہین ہوتے اکثر رویاے صادقہ بھی ہوتے ہین اور تعبیر اُسکی مطابق واقع کے ظہور پذیر ہوتی ہی مین بہرنہج قسمت آزمائی کرونگا عزم سفر پر قدم ہمت دھرونگا ع یا قسمت یا نصیب یا بخت + ارشاد پیر روشن ضمیر پر عمل کرنا فرض ہی فرمودہ جناب باری بھی قل سیروا فی الارض ہی المختصر اُسکی مان نے چاہا کہ فرزند میرا مصائب سفر سے محفوظ رہے اس عزم کی تصمیم نہ کرے مگر افہام وتفہیم اُسکی کچھ سودمند نہ ہوئی کوئی تدبیر پیش رفت نہ گئی آخرکار زین الصنم توکل بخدا کرکے کل امور سلطنت وکاروبار مملکت کو وزرا کے سپرد کرکے خود بنفس نفیس ایک رات کو پوشیدہ طور پر محل سے نکل کر جانب کیرو روانہ ہوا مصائب سفر اپنے اوپر گوارا کیا

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی — نکل شہر سے راہ جنگل کی لی +

بعد قطع منازل وطی مراحل اُس شہر مینو سواد مین پہونچا دیکھا کہ شہر کمال دلچسپ وآباد ہی دُکانین دیانرار قرینہ سے آراستہ ہین ہر شہر ودیار کے اسباب نادر ونایاب کمال زیب وزینت سے سجے ہوے مکانات خوش قطع قصرہاے عالی شان محکم وپایدار ہین لطافت سرشت ونزہت بار ہین محلات

معلی کی وہ رفعت ہی کہ اُسکے کنگرے تک ذہن رسا کا حوصلہ پست جانا محال ہی استواری و استحکام در و بام سے دال ہی شہزادۂ زین الصنم شہر کی سیر کرتا ہوا چلا جاتا ہی کہ ایک مسجد وسط شہر مین واقع تھی یہ ازبسکہ نہایت کسل مند تھا صعوبت پیادہ روی سے سخت درد مند تھا جا کر بے تکلف مسجد مین لیٹ رہا دفعتہً نیند آگئی سو گیا پھر دوبارہ وہی پیرمرد خواب مین نظر آئے اور اُسی صورت سے گویا ہوئے کہ ای میرے فرزند مین اس بات سے نہایت خوش ہوا کہ تو نے میرے کہنے پر عمل کیا تجکو یہان آنے کی تکلیف دینا صرف امتحان کی غرض سے تھا مین نے تجھے نہایت ثابت قدم پایا بیشک تو بڑا عالی ہمت و اولوالعزم ہی ع آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو ۔ اب تو بحکم خداے عزوجل بڑی حشمت و اقتدار کو پہونچے گا اور بہت بڑا بادشاہ جلیل القدر ہوگا ؎

مقابل نہ ہوگا تمھارا کوئی | تمھارے سوا اور نہ ہوگا کوئی

لے اب تو یہان سے اُلٹے پیرون جانب بانسرا پھر جا کہ تیرا وطن مالوف ہی یاوری بخت سے تیرے وہین دن پھر ینگے نقش مراد کرسی نشین ہوگا مال و زر سے مالا مال ہوگا اوج پر ستارۂ اقبال ہوگا زین الصنم خواب سے بیدار ہوا اس رجعت قہقری پر سخت لاچار ہوا دل مین سوچنے لگا کہ اس پیرمرد نے مفت مین مجکو زحمت دی ناحق میری اوقات ضائع کی اگر شہر بانسرا ہی مین میری مطلب برآری بھی تو بیفائدہ ملک مصر کی مجکو تکلیف دی فضول یہ سب اذیت سہی ؎

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہی | صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہی

مگر خوب ہوا کہ سواے مادر مہربان کے اور کسی سے اس امر کا اظہار نہ کیا تھا ورنہ مفت مین خفت ہوتی ناحق کی ذلت ہوتی میری فہم و دانش پر لوگون کو خندہ زنی کا موقع ملتا ہر شخص اُلو بناتا عقل پر حرف آتا الغرض زین الصنم اُلٹے پیرون کیرو سے پھرا اور بانسرے کا رستہ لیا چندروز مین پھر اپنے شہر مین آیا مادر مہجور دیدار فرزند سے مسرور ہوئی بیٹے کو گلے سے لگایا مستفسر حال ہوئی کہ بیٹا اس قدر جلد واپس آنے کا کیا باعث ہوا جلد بیان کر تھکانے میرے اوسان کر اُسنے کیفیت دوسرے خواب کی بیان کی من وعن کل حقیقت عیان کی ملکہ نے دل مین خیال کیا کہ ملال کرنا فرزند شکستہ دل کا قرین مصلحت نہین ہی یہ تصور کر کے بہ تسلی و دلاسا پیش آئی کہنے لگی بیٹا تو مضمحل و ملول نہو اگر حصول دولت تیرے مقدر مین ہی تو یہین گھر بیٹھے تجھے دولت لازوال ملے گی دل مایوس کی کلی جو غنچۂ سربستہ کی طرح منقبض ہو رہی ہی نسیم فرحت و انبساط سے کھلے گی لیکن میری نصیحت اس قدر یاد رکھنا کہ اس مرتبہ اگر خداوند کریم تیرے حال پر مہربان ہو کر اپنا فضل و کرم فرمائے اور

مال وزر ہاتھ آئے تو زمانہ ماضی کی طرح عیاشی و نفس پروری مین صرف نہ کرنا جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ دھرنا سچ ہے

بر احوال آن کس بباید گریست ... کہ حاصل شود نوزده خرج بیست

انجام بینی کا دل مین خیال رہے دور اندیشی بدرجہ کمال رہے ع گر بدولت برسی مست نگردی مردی زین الصنم نے نصیحت اپنی مادر مہربان کی بگوش دل سُنکر کلمہ سمعاً و طاعتاً زبان پر جاری کیا عذر مافات و ماضی کیا آب ارباب بصیرت قدرت خداوندی کا مشاہدہ فرمائین کہ زین الصنم جس روز ملک بانسرا مین پہونچا اُسی شب کو وہ پیر روشن ضمیر پھر خواب مین نمودار ہوے اور یہ مضمون بشارت آمیز ارشاد فرمایا کہ اے زین الصنم کل علی الصباح تم اپنے باپ کے خلوت خانہ مین جاکر اُس زمین کو کھودنا بڑا خزانہ وافر تم کو ملے گا شہزادہ جب بیدار ہوا تو اپنی مان سے کل کیفیت خواب دوشنبہ کی عرض کی ملکہ سُنکر اکر گویا ہوئی کہ وہ بڈھا بھی عجب دل لگی باز آدمی ہے کہ دو مرتبہ بہکانے پر پیٹ نہ بھرا پھر ایلہ فریبی پر کمر باندھی چاہتا ہے کہ تجھکو سبز باغ دکھا کر کانٹون مین اُلجھائے خراب و خستہ کرکے سڑی و سودائی بنائے ؎

لبھاتا ہے بہت دل کو جو خط رخسار جانان کا ... گھسیٹے گا تجھے کانٹون مین سبزہ اس گلستان کا

الغرض زین الصنم نے اپنے حسب حال دل یہ تمنا کی ؎

پری شیشہ مین ہے جو ساقیا بند ... عنایت کر مجھے تا دل ہو خرسند

یہ خیال کرکے بدون اطلاع در آنہ خلوت خانہ پدر مین چلا آیا اور زمین کھودنا شروع کی بہت سی خاک چھانی مگر ایک حبہ بھی ہاتھ نہ لگی تھک کر بیٹھ رہا مگر بد دل نہوا پھر دوبارہ اُٹھکر اُسی زمین کو کھودنے لگا دفعۃً ایک چٹان سفید سنگ مرمر کی نظر پڑی زین الصنم نے اُسے سرکایا دیکھا کہ اُسکے نیچے ایک دروازہ مقفل ہے اسکو یقین واثق ہوگیا کہ یہ خزانہ ہے جھٹ پٹ قفل توڑکر اندر دروازے کے قدم رکھا دیکھا ایک زینہ سنگ مرمر کا تعمیر ہے مگر تاریکی حد سے زیادہ زین الصنم شمع جلاکر اُسکی روشنی مین زینے کی راہ سے تہ خانے مین اُترا دیکھا کہ ایک دالان بہت وسیع اور رفیع بنا ہوا ہے اور دیوارین اُسکی چینی سے تعبیہ کی ہوئی ہین زمین اور چھت بلور سے بنائی ہے نگار خانہ چینی کی صنعت دکھائی ہے نقش و نگار سے بوقلمون رشک قصر فریدون ہے زین الصنم اُسکے اندر پہونچا چار تپائیان نایاب سیپ کی بنی ہوئی نظر پڑین اور ہر ایک تپائی پر دس دس خم سنگ سماق کے بڑے بڑے بے نظیر برابر رکھے ہوے دیکھے زین الصنم نے خوش ہوکر اپنے دل مین تصور کیا

کہ ان خمون مین شراب نفیس وخوشگوار ہوگی پھر اُسنے قریب جاکر ایک خم پسے سرپوش کو دیکھا کہ تمام اشرفیون سے مملو ہی نہایت مسرور ومحظوظ ہوکر سب خمون کے سرپوش ہٹا ہٹا کر دیکھے سب کو اشرفیون سے بھرا پایا زر سرخ سے مملو دیکھکر منھہ مین پانی بھر آیا پھر ایک مٹھی اشرفیون سے بھرکر اپنی مادر مہربان کے پاس لے گیا اور حقیقت حال بیان کی ملکہ اُن اشرفیون کو دیکھکر نہایت خوش ہوئی اور خوش ہوکر کہنے لگی کہ بیٹا مجکو بھی لے چل تاکہ وہ خزانہ عامرہ اپنی آنکھون سے دیکھ لون القصہ زین الصنم اپنی مان کا ہاتھ پکڑکر خلوتخانہ پدر مین لایا اور اُسی راہ سے بذریعہ نردبان دالان مین پہونچا تمام خمین جو دینار سرخ سے بھری ہوئی تھین دکھلائین ملکہ دیکھکر نہایت خوش ہوئی شکر خدا بجا لائی اور کہا ؎

الحمد لله ہر آن چیز کہ خاطر می خواست ۔۔ آمد آخر ز پس پردہ تقدیر پدید

ناگاہ نظر اُسکی کہ کمال دوری مین تھی ایک اور خم پر جا پڑی کہ وہ بھی سنگ سماق کا بنا ہوا تھا اور گوشہ دالان مین رکھا تھا نگاہ سے اوجھل تھا غرض کہ اُس خم کا منھ کھولکر جو دیکھا تو اُسمین ایک کنجی طلائی نظر آئی ملکہ نے کہا ای بیٹا معلوم ہوتا ہی کہ یہ سونے کی کنجی کسی دوسرے خزانے کی کلید ہی اگر وہان بھی خزانہ وافر ہو تو کیا بعید ہی ؎

درمیخانہ کیون مدت سے ہی بند ۔۔ کھلے اب ساقیا تا دل ہو خرسند
تعجب کیا ملے گر یان خزانہ ۔۔ طلسمی ہی جہان کا کارخانہ

زین الصنم دالان کے چارون طرف تلاش کرنے لگا دوسرے خزانہ کی سراغ رسانی مین بہت کچھ جستجو کی ناگاہ ایک جانب اُس دالان مین تختہ بندی کا ایک دروازہ مقفل نظر آیا شہزادے نے اُسی کلید طلائی سے قفل کھولا ایک مکان وسیع مربع ظاہر ہوا کہ وسط مین اُسکے نو پیلپائے طلا ار احمر کے بہت سُڈول اور خوش وضع تعمیر کیے ہوئے تھے منجملہ اُسکے آٹھ پیلپایون پر ایک ایک تصویر آدمی کی بہت شکیل ایک ایک ٹکڑہ الماس سے تراشی ہوئی رکھی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ سراپا حسن کے سانچے مین ڈھلی ہوئی ہین اور اب بولا چاہتی ہین اور اُنکی چمک سے سارا مکان روشن ومنور تھا زین الصنم دل مین تصور کرتا تھا کہ خداوندا ایسی نادر ونایاب تصویرین میرے باپ کو کہان سے دستیاب ہوئین زیادہ تر طبیعت اسی شش وپنج مین مبتلا تھی کہ نوان پیلپایہ کیون تصویر سے خالی ہی ہرچند عقل دوڑائی مگر کوئی بات ذہن مین نہ آئی۔

زین الصنم دریاے تحیر مین غوطہ زن تھا کہ دیکھا نوان پیلپایہ سفید بنا تسے منڈھا ہوا ہی اور اُسپر یہ عبارت بخط جلی مرقوم ہی کہ اے میرے پیارے فرزند یہ آٹھ تصویرین اگرچہ شش جہت عالم مین نایاب

اور عدیم المثال ہین اور کمال صنعت اور استادی سے بنی ہین لیکن نوین تصویر ان آٹھون سے بدرجہا خوبصورت اور خوش وضع ہزار درجے قیمت مین افزون تر ہی جلا و ضیا مین رشک شمس و قمر ہی ہفت اقلیم مین اُسکا نظیر نہین اگر تو چاہتا ہی کہ وہ تصویر بھی تیرے ہاتھ آئے تو پانون گھر سے باہر نکال اور کیر ولایت مصر مین جا وہان ایک بڈھا غلام مبارک نامے رہتا ہی اور وہ بہت مشہور و معروف ہی ہر شخص پتہ و نشان اُسکا بتا سکتا ہی تو اُسکے پاس جا کر اپنا حال بیان کرنا اور جو کیفیت تجھپر گذری ہی بے کم و کاست اُس سے کہنا وہ تجکو میرا فرزند سمجھکر ایسی جگہ لیجائیگا کہ جہان سے یہ نوین تصویر الماس تراش بسہولیت تجھے دستیاب ہو جائے گی۔

تصویر ہیل پاؤن کی جنہیر تصویرین تھین



پس ۔۔۔ اس حال سے واقف ہو کر ملکہ یعنی اپنی مان سے ملتمس ہوا کہ ای مادر مہربان اب میرا عزم بالجزم ہے کہ اپنے تئین کیر و دار السلطنت مصر مین پہونچاؤن آپ مجکو بخوشی اجازت دین ملکہ نے کہا کہ تم جو بموجب حکم ایسے بزرگ کے عمل کرتے ہو ضرور کامیاب مقاصد دلی ہوگے بسم اللہ سفر وسیلۃ الظفر ہی شوق سے قصد ملک مصر کا کرو ہم اور وزیر اعظم انتظام سلطنت دیکھ لینگے ۔

	بسفر رفتنت مبارک باد		بسلامت روی و باز آئی	

الغرض بادشاہ کئی غلام ہمراہ لے کر اسپ تیز گام پر سوار ہو کر جانب کیر روانہ ہوا چند عرصے مین

قطع مسافت کرکے بخیر وخوبی وہان داخل ہوا بعد استفسار حال معلوم ہوا کہ مبارک نامے ایک امر کبیر عمائد شہر مصر سے ہی نہایت خلیق اور صاحب توقیر ہی چنانچہ زین الصنم نے بوساطت ایک شخص متوطن کیر وکے مبارک کے مکان عالی شان پر پہونچ [illegible] دستک دی ایک غلام زرین کمر اندر سے نکلا اور زین الصنم کو قصر معلی مین لے گیا دیکھا تو ایک مکان نہایت نفیس فرش فروش سے آراستہ شیشہ آلات سے سجا ہوا ہر ایک طرح کا اسباب تحفہ ونادر روزگار قرینہ سے میزون پر دھرا ہوا انواع واقسام کے تکلفات سے فرین ہی چھت پر دے بوقلمون گلدستے کیسے کیسے خوشنما طاقون مین چنے ہوے مسند ہاے زرین جابجا گسترده قالین نایاب زمانہ ہر ایک کمرے مین بچھے ہوے دُلھن کی طرح وہ قصر رفیع آراستہ وپیراستہ ہی اگر نمونۂ فردوس برین کہیے تو زیبا ہی ہر مقام پر فرش اطلس ودیبا ہی شہزادہ مکانات کی سجاوٹ وطرح عمارت دیکھکر عش عش کرنے لگا۔

مبارک ایک کمرہ مین علیحدہ منتظر قدوم میمنت لزوم مہمان عالی وقار تھا زین الصنم جسوقت اُس کمرے مین پہونچا اوسنگاہ مبارک کی شہزادۂ عالم پر پڑی سروقد تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور مراسم تعظیم وتکریم بجا لاکر صاحب سلامت کی اور نہایت تپاک وگرمجوشی سے مزاج کی خیروعافیت دریافت کرکے شہزادۂ کو مقام صدر پر بٹھایا اور آپ دست ادب بستہ مودب خدمت مین حاضر رہا گرد وپیش غلامان زرین کمر رشک قمر عہدے ہاتھون مین لیے اپنے اپنے کامون اور خدمتون پر مستعد وآمادہ تھے کمال ادب سے روبرو استادہ تھے۔

مبارک بڑا مسافر نواز ومہمان دوست تھا نہایت خاطرداری سے پیش آیا اور بکمال تعظیم وتکریم مستفسر حال ہوا کہ حضور نے غریب خانہ کو سرفراز فرمایا مین نہایت شکرگذار ہوا زین الصنم نے فرمایا کہ تم نے مجھے نہ پہچانا میرا نام زین الصنم ہی اور مین شاہ بانسرا کا لخت جگر ونور نظر ہون مبارک نے عرض کیا کہ حضرت مین تو اُنکا زرخرید غلام ہون اور نے خانہ زاد نمک پروردۂ قدیم شاہ عالیجاہ فردوس آرامگاہ کا ہون ؎

	من بندۂ حضرت قدیمم		پروردۂ نعمت قدیمم	

لیکن اس بات سے محض لاعلم ہون کہ اُس شاہ جم جاہ کے کوئی فرزند تھا یا نہین آپ اپنے سن وسال سے مجکو مطلع فرمائیے زین الصنم نے کہا عمر میری بیس برس کی ہی تم کو کس قدر مدت مفارقت کی میرے پدر عالی مقدار سے ہوئی ہی مبارک نے کہا کہ بیسوان سال ہی مین کیونکر یقین کرون کہ آپ اُنکے فرزند دلبند ہین زین الصنم نے کہا مین تم کو ایک نشان کا پتا دیتا ہون کہ میرے

پیر بزرگوار نے ایک عالیشان خانہ گنبد نما بڑے حسن و تکلف سے تعمیر کیا تھا چنانچہ اب تک موجود ہی مین نے اُس قصر مین چالیس خم سنگ سماق کے اشرفیون سے بھرے ہوے پائے ہین مبارک نے عرض کیا کہ سوا اُن چالیس خمون کے اور بھی کچھ آپ کو دستیاب ہوا زین الاصنام نے کہا ہان نو ستون طلائی بھی پائے ہین اُنمین سے آٹھ ستون پہ آٹھ تصویرین الماس کی ایک ڈال تراشی ہوئی نہایت خوبصورت رکھی ہین اور نوان ستون سفید ساٹن سے منڈھا ہوا کچھ عبارت اُسپر بخط جلی تحریر ہی اب فرمائیے کہ وہ نوین تصویر جو اُن تصویرون سے بدرجہا عمدہ ہی مجکو کہان سے ملے گی وہ مقام تم کو معلوم ہی مجکو وہان لے چلو یہ بات سنکر مبارک شہزادہ کے قدمون پر گر پڑا اور ہاتھون کو بوسہ دے کر عرض کرنے لگا کہ اب مجھے یقین واثق ہوا کہ آپ اُس شاہ جنت آرامگاہ کے فرزند دلبند ہین مین بے تکلف حضور کو وہان لے چلونگا جہان سے وہ نوین تصویر دستیاب ہوگی لیکن یہ کام عجلت کا نہین ہی اگر قصد وہان کا مدنظر ہی تو یہان چندے توقف فرمائیے کلبۂ خانہ کو اپنے قدم مبارک سے رونق تازہ بخشیے اے مرشدزادے یہ غلام دیرینہ ہر وقت حضوری مین حاضر سرگرم خدمت گذاری خدام ذوی الاحترام ہی حضور کا سرفراز فرمانا غلام کے لیے باعث صد گونہ فخر و مباہات ہی زہے طالع میرے کہ یہ کاشانۂ ظلمت نشانہ حضور کے نور قدم سے منور و تابان ہوا ؎

ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم	ز التفات بمہمان سرائے دہقانے
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید	کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانے

مبارک نے دست بستہ عرض کیا کہ آج غلام نے روسا شہر کی دعوت کی ہی چنانچہ سب صاحب رونق بزم ہین اگر حضور بھی بنظر عنایت رونق افزاے بزم احباب ہون تو زہے فخر و سعادت اس ذرۂ بیمقدار کی ہی مناسب ہو تو حضور بھی اپنے نور قدم سے دیدۂ دل مشتاقان کو منور فرمائین اور ماحضر جو ہین تناول فرماکر اہل بزم کو اپنے جمال مبارک سے مشرف فرمائین کہ سب چشم در انتظار ہین زین الاصنام نے کہا کیا مضائقہ ہی بسم اللہ۔

مبارک شہزادہ زین الاصنام کو بالاخانہ پر جہان سب مہمان جمع تھے لے گیا اور مقام صدر مین بٹھایا آپ مانند غلامون کے دست بستہ زین الاصنام کی خدمت مین حاضر رہا حضار مجلس یہ احترام دیکھکر متحیر ہوے کہ یہ جوان تازہ وارد [illegible] معلوم ہوتا ہی ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ باہم سرگوشی کرنے لگا [illegible] مبارک اُس جماعت کی طرف مخاطب ہوکر گوہر فشان ہوا کہ صاحبان [illegible] اور پاس آداب بوجہ نسبت اس بزرگوار کے ظہور مین آیا مقام حیرت

اور استعجاب کا نہین یہ فرزند دلبند شاہ بالنسر اکا ہی جو میرا آقا اور خداوند نعمت تھا مین غلام زرخرید بادشاہ مرحوم کا ہون ابھی خط آزادی مجھے نہ ملا تھا کہ وہ جنت آرام گاہ قید ہستی سے آزاد ہوا اب یہ مرشدزادۂ نوجوان میری ذات و مال و متاع کا مالک اور شاہ والا دودمان فردوس مکان کے تخت و تاج کا وارث ہی۔

زین الصنم بعد قطع کلام مبارک کے منظر ہوا کہ مین نے روز و اس جماعت روساے عالی وقار کے بخوشی خاطر اسی وقت تم کو حلقۂ غلامی سے آزاد کیا لیکن سواے ایک خدمت کے کہ جسکی نسبت مین نے تم سے ابھی درخواست کی ہی اور کچھ نہین چاہتا اس باب مین جان فشانی کے ساتھ اس خدمت کی انجام دہی ضرور ہی مبارک آداب بجا لایا اور شراب خوش گوار حاضر کی تا شام بزم مے کشی منعقد رہی ساغر مل اور رایحۂ عطر و گل اور صراحی کی صداے قلقل نے بزم طرب مین وہ سمان باندھا کہ محفل جمشید وکی کا نقشہ نظروں کے سامنے کھنچ گیا۔

اسی کو چھپا کہیے یہ جو قلقل ہی شیشے مین	مے گلرنگ بھی ساقی عجب بلبل ہی شیشے مین
جو کچھ دیکھا تو چاہے دیکھ لے دو قطرے مے بیکر	بسان جام جم احوال جزو و کل ہی شیشے مین
بغیر از مے جہان کے باغ مین کیا سے حاصل	یقین تو جان نسود احسن ہر اک گل ہی شیشے مین

نغمہ چنگ و رباب کی دلکش صدائین عجب لطف دے رہی تھین اور بتان ناہید نغمہ کی شیرین ادائیان غنچہ خاطر کو شگفتہ کر رہی تھین غرض کہ شام کو یہ جلسہ فرخ نشان و مجمع نشاط عنوان برخاست ہوا ہر ایک کو علی قدر مراتب کشتیان تحفہ و تحائف کی دیکر رخصت کیا۔

دوسرے دن زین الصنم مبارک سے ترزبان ہوا کہ اس شہر مین مجکو فقط تمنا اُس تصویر کی کھینچ لائی ہی اب مناسب ہی کہ حصول مطلب مین پیروی کیجائے نقش مراد کرسی نشین ہو جائے۔

مبارک نے عرض کی بہت مبارک مین بسر و چشم حاضر ہون لیکن یہ امر بھی ملحوظ خاطر والا ہو کہ وہ راہ نہایت پرخطر ہی اور ایذائین و زحمتین ایسی پیش آئینگی کہ اُنکا تحمل کرنا بہت دشوار ہی لیکن اپنے دل کو مضبوط رکھیے گا کسی امر عجیب کو دیکھکر ڈر نجائیگا ورنہ در مطلب کا ہاتھ آنا مشکل ہوگا مدعا نہ حاصل ہوگا زین الصنم نے جواب دیا کہ ہولناک راہون سے مجھے ہرگز خوف و ہراس نہین کسی طرح کا وہم و وسواس نہین۔

مرد باید کہ ہراسان نشود	مشکلے نیست کہ آسان نشود

خداوند کریم مسبب الاسباب ہی جو چاہے گا کرے گا تقدیر کا لکھا کسی طرح نہین مٹے گا یہ تحمس

سر سے حسب حال ہے زبان ناطقہ لال ہے سو

جو بات مقرر کی حق نے وہ نہین ٹلتی | قسمت کے سوا ہرگز کوشش نہین چلتی
ہے عقل بشر حیران ہاتھون کو نہین ملتی | بن حکم ازل اُسکے پات کا وہ نہین ہلتی
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

سلطان ملائک تھا اُستاد و بادب تھا | سر تا بقدم نوری جسم اُسکا مرکب تھا
لعنت بھی نصیبون مین جنت کا عمل سب تھا | مردود ہوا آخر ہر چند مقرب تھا
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

ہر چند کہ آدم نے کچھ کھائے نہ تھے گندم | اُستاد ہوا اُنکا ابلیس جو تھا بیدم
ہونی تھی خطا سرزد عقل اُنکی ہوئی سب گم | جنت سے یہان آئے جب پیدا ہوے ہم تم
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

فرعون کہ رکھتا تھا وہ دعوی یکتائی | اُسکے سنی موسی نے کی مرتبہ زک پائی
جب وقت ہلاک آیا اُسنے جو خبر پائی | قائل ہوا ایمان کا تب فکر یہ بن آئی
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

سلطان سکندر تھا سردار و زور آور | مشتاق ہو حیوان کا کر خضر کے تئین رہبر
پہونچا تھا ٹھکانے تک ظلمات کی رہ طے کر | قسمت مین نہ تھا پانی محروم پھرا مضطر
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہین چلتی

جب مبارک نے زین الصنم کو اپنے قول پر ثابت قدم پایا خدام کو اجازت دی کہ جلد تر سامان سفر تیار کرو حکم کی دیر تھی طرفۃ العین مین اسباب سفر مہیا ہوگیا دوسرے روز علی الصباح مبارک نے غسل کیا اور بعد ادائے فریضہ سحری زین الصنم کو فیلی تیز گام صرصر خرام پر سوار کیا اور خود بھی ایک اشہب سباک رو پر سوار ہوکر ہمراہ رکاب شہزادۂ بلند ارادہ عازم منزل مقصود ہوا زین الصنم اور مبارک دونون سرگرم طی مراحل اور قطع منازل تھے اور عجائب و غرائب کا مشاہدہ کرتے ہوے چلے جاتے تھے کہ ایک ایسی راہ تنگ و دشوار گذار مین پہونچے کہ جہان طائر نظر کو مجال بلند پروازی نہ تھی لیکن مبارک راہ سے آشنا تھا اُسنے تمام اسباب سفر مع اسپان خوش خرام کے جنپر سوار تھے اُسی مقام پر چھوڑا اور چند سپاہی محافظت کے لیے مقرر کیے کہ تا ہنگام مراجعت اس اسباب کی نگہبانی کرین سرگرم پاسبانی رہین اب دونون شخص پا پیادہ رہروی پر آمادہ ہوے جب کسی قدر مسافت طے کی تھی کہ مبارک نے

عرض کیا کہ اب وہ مقام ہولناک قریب تر ہی جہان نوین تصویر کے دستیاب ہونے کی خبر ہی یہ کہکر وہ دونون شخص آگے بڑھے رفتہ رفتہ کنارے ایک دریاے زخار کے پہونچے کہ جہان پل و کشتی کا نام تھا نہ پایا وہ روی سے کام تھا س

آب کیسا کہ بحر تھا ذخار	سخت مواج و تیرہ و تہ دار
گذر موج اب نہ تب دیکھا	ساحل اُسکا نہ خشک لب دیکھا

مبارک اس بحر کی ماہیت سے آشنا تھا لب دریا بیٹھ گیا اور زین الصنم کو بھی اپنے پاس بٹھا لیا اور مشتہر ہوا کہ حضور ہم کو دریا کے اُس پار جانا ضرور ہی زین الصنم نے کہا عبور اس دریاے ناپید اکنار سے درحالیکہ کشتی کا کہین نام و نشان نہین ایسا دشوار بلکہ قریب محال ہی بشر کی کیا مجال ہی مبارک نے عرض کیا آپ اندیشہ نہ فرمائین ابھی طرفۃ العین مین ایک زورق طلسمی ہوا کی طرح سنسناتی ہوئی فرستادہ بادشاہ جن یہان آئے گی آپ خاموشی کو کام فرمائیے گا اُسکے ملاح عجیب الخلقت اور مہیب صورت کو دیکھکر ڈر نجائیے گا سکوت کے سوا اُس سے کچھ کلام نہ کیجیے گا پہلے سے مین آگاہ کیے دیتا ہون ورنہ کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا بعد سوار ہونے کے اگر آپ نے زبان ہلائی اور کوئی بات لب تک آئی فی الفور وہ کشتی ڈوب جائے گی سواے غرق دریاے ندامت و حسرت ہونے کے اور کوئی بات بن نہ آئے گی زین الصنم نے کہا مین ہرگز نہ بولونگا مہر خاموشی کے سوا لب تک نہ کھولونگا یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ سامنے سے کشتی نمودار ہوئی ۔

تصویر کشتی کی مع ملاح عجیب کے اور مبارک اور زین الصنم کا اُسپر سوار ہونا



نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک ناو صندلی کی نہایت خوبصورت و خوش وضع سڈول بنی ہوئی جسکا مستول عنبر کا اور بادبان نیلی ساٹھن کا ہی دریا مین اُنکی طرف چلی آتی ہی اُس کشتی کو فقط ایک ملاح کھیتا تھا جو نہایت مہیب صورت و عجیب الخلقت تھا کہ سر اُسکا بصورت فیل اور جسم اُسکا مثل شیر کے تھا ہر چند شہزادہ اُس ملاح کی خوفناک ہئیت کو دیکھکر نہایت متعجب و متحیر ہوا مگر خاموش رہا کوئی حرف زبان سے نہ نکالا دل ہی دل مین کہتا تھا

درین دریاے بیپایان درین طوفان موج افزا	دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

جب وہ کشتی اُنکے قریب پہونچی ملاح نے اپنے خرطوم سے ایک ایک کو پکڑ کے سوار کیا اور ایک چشم زدن مین اُس دریاے ناپیدا کنار سے پار اُتار دیا پھر وہ کشتی غائب ہو گئی۔

مبارک نے زین الاصنام سے کہا کہ یہ جزیرہ بادشاہ جنات کا ہی اب آپ بغور دیکھیے کہ تمام زمین یہان کی کس قدر سرسبز و شاداب ہی طرح طرح کے گلہاے رنگا رنگ شگفتہ ہین اور انواع و اقسام کے غنچے کھلے ہوے ہین شاخین درختہاے میوہ دار کی بار اثمار سے سربسجود و مرغان خوش الحان نوا سنج و نغمہ پرداز حمد رب ودود

اگر فردوس بر روے زمین ست	ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست
دم مسیح کا باد بہار مین ہی اثر	یہ کسطرح سے ہو زائل تپ درون خیار
وفور عیش سے بزم نشاط ہی گلشن	کلی جو چٹکے تو آئے صداے نغمۂ تار
نظر پڑے گل نورستہ شاخسار سے یون	عیان ہو شیشے سے جیسے شراب سُرخ اے یار
گمان غلط ہی کہ بار ثمر سے ہو گئے خم	جھکے ہین شکر کے سجدے کو باغ مین اشجار
عجب نہین پر پروانہ ہو پر طوطی	نہال شمع تلک سبز ہو کے لائے بار
چمن مین نام خدا ہی ہجوم گل ایسا	جگہ نہین جو کرے عندلیب و منقار

آب و ہوا اُس جزیرے کی ایسی خوشگوار اور لطیف تھی کہ طبیعت بہت محظوظ ہوئی ہر قدم پر نیا طلسم اور تازہ تماشا دیکھتے ہوے وہ دونون اُس مقام فرحت افزا مین پہونچے کہ جہان سے عمارت قلعہ فلک رفعت کی نظر پڑی سبحان اللہ عجب قلعہ پرشکوہ سر سے پانون تک تمام زمرد کا بنا ہوا اور گرد اُسکے ایک خندق وسیع و عمیق واقع تھی اور حصار مین اُس خندق کے تھوڑے فاصلہ پر بہت سے درخت گنجان و شاداب و سایہ دار لگے ہوے تھے اُنپر طائران خوش نوا چہچہے کرتے تھے بلبلین چہک رہی تھین غنچے چٹک رہے تھے طاؤسان صحرائی کی وہ صدا قمریون کی کوکو فاختہ کا وہ دم بھرنا

دل کو وجد مین لاتا تھا پیر فلک بھی یہ صدا سنکے جھوم جاتا تھا اور پھاٹک پر اس قلعہ کے چھوٹا سا پل عجیب و غریب ایک سیسے کا بنا ہوا جسکا طول بارہ گز اور عرض چھ گز کا تھا اُسے دیکھکر قدرت خدا نظر آتی تھی اور پھر پل پر ایک جنگی پہرہ جنات کا مقرر تھا جنکی جسامت اور درازی قد کی کچھ انتہا نہ تھی ہوا کی بھی مجال نہ تھی کہ بے حکم بادشاہ جنات کے وہان قدم رکھ سکے پرندہ تک پر نہین مار سکتا تھا تو بھلا آدمی کی تو کیا قدرت تھی کہ دم بھر وہان ٹھہر سکے ۔

مبارک نے پھر وہان پر زین الصنم سے کہا کہ حضور اگر ہم سر مو قدم بڑھائین اور حد ادب سے تجاوز کرین تو یہ جنات جو قلعہ کے فیل بند دروازے پر مامور ہین بے تامل ہمارے اوپر ہاتھ صاف کرین زندگی دشوار ہو جائیگی ۔

اگر یک سر موے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

ناگزیر حفاظت جان کے واسطے مجھے کچھ افسون پڑھنا لازم آیا کہ یہ اجنہ ہمارے قریب نہ آسکین نہ کچھ ضرر ہم پر پہونچا سکین ۔

بعد ازان مبارک نے اپنی کمر سے ایک تھیلی نکالی جسمین چار بند زرد تافتے کے تھے ایک بند کو اپنی کمر سے لپیٹا اور دوسرے بند کو پشت پر اور باقی دو بند زین الصنم کو دیے کہ آپنے بھی اُسی طرح پشت و کمر مین نصب کیے ۔

جب مبارک ان تدبیرون سے مطمئن ہوا دو چادرین گزی کی نکال کر زمین پر بچھائین اور گوشون پر اُنکے پھر فرش نادر و نایاب بیش بہا مشک و عنبر کے رکھے ایک چادر پر آپ بیٹھا اور دوسری چادر پر زین الصنم کو جلوہ افروز کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ای شاہزادۂ عالی قدر مین اب فرمان روا ے جنات کو کہ اس قصر عالی شان مین رونق افروز ہے بلاتا ہون خدا نخواستہ اگر وہ غضب ناک آیا تو یہ سمجھ لیجیے کہ سخت مصیبت اور نہایت زحمت مین گرفتار ہوے کمال تکلیف جھیلنی پڑے گی خشمگین صورت مین اُسکا ظاہر ہونا دلیل کامل اس بات کی ہے کہ ہمارا آنا اُسکو ناپسند و ناگوار ہوا اور وہ ایسی شکل مہیب و ہولناک بن کر آئیگا جسکے دیکھنے سے تمام اندام مین لرزہ پڑ جائیگا اور مارے خوف کے رونگٹے کل جسم کے کھڑے ہو جائینگے ۔

پھر مبارک متفکر ہوا کہ اگر وہ بادشاہ جنات برعکس میرے اظہار کے ظہور مین آیا یعنی اچھی صورت و لباس انسانی مین محظوظ و خندہ پیشانی وارد ہوا تو تصور کر لیجیے گا کہ دامن آرزو گلہاے مراد سے بھر جائیگا جام تمنا صہباے حصول مقاصد سے مملو نظر آئیگا شاد کام و فائض المرام مراجعت

کرینگے ورنہ کف افسوس ملینگے لیکن یہ امر ضرور ملحوظ خاطر اقدس رہے کہ جب وہ بادشاہ سلیمان جاہ تمہارے
بالائے سر آئے تو ضرور سر و قد اٹھکر سلام کرنا نہایت ادب سے تعظیم و تکریم بجا لانا اور یہ چادر جسپر آپ
بیٹھے ہین ہرگز اپنے بدن سے جدا نہ کیجیے گا ورنہ فی الفور ہلاک ہو جائیے گا پھر جسوقت وہ بادشاہ قریب
آئے تب آپ کمال ادب سے عرض کیجیے گا کہ اے سلطان جنات میرا باپ جو آپ کا خادم قدیم تھا وہ
رہ گرا ے عالم بقا ہوا امیدوار ہون کہ جو عنایت و نوازش خسروانہ اُنکے حال پر مبذول تھی اب
یہ کمترین اُسکا سزاوار ہے ؎

نہ تحسر وم گر دید زین بارگاہ
چہ روے سپید و چہ بخت سیاہ

وہ شاہ اجنہ کمال الطاف و مہربانی سے مستفسر ہوگا کہ اے فرزند تو کونسی مہربانی کی مجھ سے درخواست
رکھتا ہے آپ عرض کیجیے گا کہ وہ نوین تصویر الماس کی مجکو عنایت ہو مین اُسکے اشتیاق مین بالسرے
حضور کے قدمون تک آیا ہون انشاء اللہ تعالے تمہاری مراد دلی بر آئے گی المختصر مبارک نے
زین الاصنام کو یہ سب باتین تعلیم کرکے افسون پڑھنا شروع کیا کہ دفعتہ برق شرربار بڑے جوش و خروش
سے چمکنے لگی اُسکے بعد آواز سخت بادل گرجنے کی ایسے زور و شور سے پیدا ہوئی کہ تمام زمین جزیرہ کی
تزلزل مین آگئی اور صاعقہ و رعد کی آواز سے در و دیوار ہلنے لگے اور ایک سیاہی ظلمات سے بڑھکر
چارون طرف چھا گئی آثار طوفان شدید کے ظاہر ہونے لگے ازمان در تحفیظ ہر ایک جانب سے
آوازین ہولناک آنے لگین اور زمین نے دریا کے مانند موجین مارنا شروع کیا بساعت بساعت طوفان
دریا سے طلسم زور و شور پر تھا قریب تھا کہ آثار حشر نمودار ہون یہ طوفان عظیم زین الاصنام نے جب مشاہدہ
کیا مارے خوف کے دل اُسکا دھڑکنے لگا اور رنگ چہرہ کا فق ہو گیا مبارک نے دیکھا کہ حال شہزادہ کا
متغیر ہے مسکرا کر کہنے لگا کہ حضور گھبرائیے نہین عنان صبر و شکیب ہاتھ سے نہ دین کسی طرح کا خوف و
ہراس اپنے دل مین لائیے نہین خداوند کریم کارساز ہے رحیم و بندہ نواز ہے ؎

کارساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

جلد یہ حالت برطرف ہوئی جاتی ہے تسلاے دلی صورت دکھاتی ہے ؎

مشکلے نیست کہ آسان نشود
مرد باید کہ ہراسان نشود

یہ سخن در دہان تھا کہ گرمی ہنگامہ طوفان سرد ہونے لگی گرد و کلفت آپہی آپ مرد و دھونے لگی
معلوم ہوا کہ بڑے شان و شوکت سے کسی بادشاہ جم جاہ کی سواری آتی ہے باغ امید مین فصل
خزان کے بعد باد بہاری آتی ہے ؎

اس طرح سے سواری آتی ہے | ساتھ بادبہاری آتی ہے

کہ دفعۃً بادشاہ جنات بصورت انسان شکیل و حسین بنکر نمودار ہوا زین الاصنام اور مبارک کو نصیب اُسکا دیدار پُر انوار ہوا

تصویر بادشاہ جنات کی آدمی کی شکل بنکر آنے کی



پھر دو دو چار ہونے کے جس طرح کہ مبارک نے شہزادے کو سمجھا دیا تھا اسی طرح زین الاصنام نے مؤدب ہو کر سر تسلیم جھکایا بادشاہ جن مسکراتا ہوا اُسکے قریب آیا اور یون درفشان ہوا کہ اے لو بادہ حدیقہ سلطنت مین تمھارے باپ سے کمال لطف و محبت رکھتا تھا اور یہ معمول تھا کہ جب وہ میرے پاس آتا تھا مین ایک تصویر ہیرے کی بطور ہدیہ و سوغات کے دیتا تھا وہ اُسکو بڑے شوق سے اپنے ہمراہ لے جاتا تھا حضرت سلیمان نے چاہا تو وہی الفت و محبت تمھارے ساتھ قائم رہے گی اور مرنے سے چند روز قبل تمھارے باپ کو مین نے ہدایت کی تھی کہ سفید ساٹن پر نوین ستون [illegible] لکھ کر نصب کر دینا جسکو اے شہزادے تم پڑھکر آئے ہو اور ہم نے تمھارے باپ سے قرار کیا تھا کہ یہ نوین تصویر مین تمھارے بیٹے کو دونگا اور یہ نوین تصویر اُن آٹھون سے جو تمھارے پاس ہین خوبصورتی مین ہزار حصے بڑھی ہوئی ہے مین نے اپنے ایفاے وعدہ کے لیے صورت پیر مردی بن کر تمھین خواب مین آگاہ کیا تھا وہ پیر مرد مین ہی تھا اور مین نے ہی تم کو اُس خزانہ مخفی سے آگاہ کیا [illegible]

اشرفیوں کی اور آٹھ تصویریں الماس کی پائیں اور مجھکو تمہارا مطلب معلوم ہی جسکے لیے تم اس مقام پر آئے ہو خاطر جمع رکھو تم اپنے مطلب پر فائز ہوگے اگر تمہارے والد سے وعدہ میں نہ بھی کرتا تو بھی تم کو دیتا لیکن ایک شرط ہی اُس امر کا تم مجھسے وعدہ کرو اور قسم کھاؤ وہ امر یہ ہی کہ تم پھر اسی جزیرے میں آؤ اور ایک لڑکی دوشیزہ پندرہ برس کی نہایت حسین و جمیل صاحب عصمت و عفت میرے لیے لاؤ سہ

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن ۔ مرادوں کی راتیں جوانی کے دن

مگر خبردار اسکے ساتھ کوئی اور خیال بد و ارادہ فاسد نہ کرنا زین الصنم نے کلام بادشاہ جنات کا بسر و چشم قبول و منظور کیا اور قسمیں سخت کھائیں کہ ہرگز وعدہ خلافی مجھسے ظہور میں نہ آئے گی شہزادہ نے عرض کیا کہ اگر ایسی لڑکی جیسی آپ نے فرمائی مجھے بہم پہونچے تو ظاہر حال اسکا تو حسن و جمال سے معلوم کر سکتا ہوں لیکن باطن کا حال اسکا کیونکر معلوم ہوگا کہ وہ پاک دامن و صاحب عفت ہی یا نہیں بادشاہ جن نے مسکرا کر کہا سچ ہی واسطے دریافت کرنے حال باطن کے بنی آدم کو علم نہیں بلکہ ہم بھی حال دل ایک دوسرے کا اپنے ابنائے جنس سے دریافت نہیں کر سکتے مگر ہم تمہیں ایک آئینہ دیتے ہیں کہ اس سے تمہیں حال باطن کا بھی معلوم ہو جائے گا جب کوئی لڑکی حسین پندرہ برس کی تمہیں بہم پہونچے تو تم اسکی صورت اس آئینہ میں دیکھنا اگر وہ نازنین حسینہ صاحب عصمت و عفت فسق و فجور کے زنگ سے پاک و صاف ہوگی تم کو اسکی صورت اس آئینے میں بھی پاک و صاف نظر آئے گی ورنہ وہ آئینہ ایسا مکدر و تیرہ معلوم ہوگا کہ ہرگز شکل اسکی تم کو اس آئینے میں محسوس نہ ہوگی سب قلعی کھل جائے گی خبردار اس عہد و پیمان پر ثابت قدم رہنا ایفاء عہد کرنا ورنہ یہ سمجھ لو کہ تمہاری جان جاتی رہے گی صورت مرگ آئینہ خاطر میں صاف نظر آئے گی نقض عہد سے جان پر بنجائیگی بلکہ روح قالب خاکی سے نکل جائے گی صورت حیات ممات سے بدل جائے گی زین الصنم نے بادشاہ جن کی خدمت میں عرض کیا کہ قول مردان جان دارد آپ اطمینان رکھیں خلاف عہد مجھسے ظہور میں نہ آئے گا خادم شرط وفاداری بجا لائے گا زین الصنم نے مکرر تجدید عہد کی اور قسمیں شدید کھائیں القصہ شاہ جن نے ایک آئینہ طلسمی زین الصنم کو دے کر رخصت کیا اور کہا کہ اس آئینہ کے سبب سے تم کو شاہد مراد کی صورت بہت جلد جلوہ دکھائے گی اپنے مطلب پر کامیاب کر کے شاخ تمنا بار لائے گی۔

نخل امید بارور ہوگا + تازہ گلشن کا ہر شجر ہوگا

زین الصنم و مبارک بعزت و حرمت بادشاہ جنات سے خوشی خوشی رخصت ہوکر اُسی قلزم ذخار دریاے ناپید اکنار پر پہونچے وہی ملاح فیل چہرہ کشتی طلسمی لے کر حاضر ہوا اور بدستور سابق دونون کو اپنی خرطوم سے اُٹھا کر کشتی مین بٹھا دیا اور ایک ساعت مین اُنکو اُتار لیا ؎

آوے سن عمر روان ایسا ہی گرچالاک ہے — گرد سان برباد اکدن میری مشت خاک ہے
شغل رونے کا نہ چھوٹا مجھ سے بعد از مرگ بھی — ابر سان دوش ہوا پر قطرہ افشان خاک ہے
آئینے کو دوست رکھتے ہین جہان کے خوب و زشت — دل ہوا جب صاف بس عالم سے جھگڑا پاک ہے

مبارک نے وہان سے اپنے سپاہیون اور کل ہمراہیون کو جنکو کنارہ دریا پر چھوڑ دیا تھا ساتھ لیا اور بخیر و خوبی مع شہزادہ زین الصنم کے شہر کیرو کو روانہ ہوے بعد قطع منازل چند روز مین داخل شہر کیرو ہوے شہزادہ نے کسل راہ کی وجہ سے کچھ دن کیرو مین قیام کیا جب ماندگی سفر دور ہوگی شہزادہ نے مبارک سے بغداد جانے کی رخصت چاہی تاکہ وہان چل کر فرمائش شاہ جن کی جستجو کرے مبارک نے عرض کیا کیا یہان لڑکیان حسین و جمیل دستیاب نہین ہوسکتین اس شہر حسن خیز مین جسقدر دختران دوشیزہ زہرہ جبین مہر تمکین کم حسن دستیاب ہونگی اور شہر مین ویسی نہین مل سکتین زین الصنم نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر مجھے کیا معلوم ہے کہ اس قسم کی لڑکیان صاحب جمال کہان سے بہم پہونچینگی مبارک نے کہا آپ اس سے خاطر جمع رکھین یہان ایک پیرزن ہے کہ اُسکو تمام شہر کی لڑکیون کا خوب حال معلوم ہے بخوبی مفہوم ہے ع قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالہ ؎

غافل مشو ز عشوۂ دنیا کہ این عجوز — مکارہ می نشیند و محتالہ میرود

مین اُسکو بلوا کر اس کام کے لیے مقرر کرتا ہون امید ہے کہ جس قسم کی لڑکی چاہوگے وہ دستیاب کر دے گی غرض اُس پیرزال نے کہ فی الواقع دلالہ کامل اس فن مین اور اُستاد بے نظیر تھی عرصۂ قلیل مین بہت سی لڑکیان پندرہ پندرہ برس کی کہ حسن و جمال مین مانند آفتاب و مہتاب کے تھین بہم پہونچائین مگر جب شہزادہ نے اُنکے چہرہ زیبا کو اُس آئینہ مین دیکھا تو اُسکو تیرہ و تار پایا ایسا کسی کو اُنمین نہ دیکھا کہ جسکی صورت آئینہ مین دیکھنے سے صاف نظر آتی ؎

آئینہ در برِ حسن مگر بر خویش کشید اکر دہ است — طرزے کہ با ما می سزد آئینہ پیدا کردہ است

آخر الامر جب مبارک اور زین الصنم نے آئینہ نما طرز مین صورت شاہد مقصود جلوہ افگن نہ دیکھی کیرو سے شہر بغداد مین گئے جو اُس وقت مین حسینان صاحب جمال زہرہ تمثال بلکہ ہر اہل کمال کا معدن تھا اور اس شہر لطائف بہر مین ایک بڑا مکان عالی شان کرایہ کو لیکر اُترے اور بڑی عظمت و

نشان اور جود و سخاوت سے بسر کرنے لگے انکا دسترخوان ایسا وسیع تھا کہ ہر وقت بچھا رہتا تھا اور سیکڑوں آدمی اس شہر کے انکے ساتھ کھانا تناول کرتے اور نعمتین انواع و اقسام کی فواکہات و میوہ جات تر و تازہ کھاتے جو کھانا کہ بچ رہتا غریبون اور محتاجون کو تقسیم کر دیا جاتا غرض کہ اُسکے جود و انعام سے ایک خلق بہرہ یاب و آسودہ رہتی اور اُسکی فیاضی و سیرچشمی کا شہرہ اُس شہر مین ہر کوچہ و برزن مین ہونے لگا الغرض اُسی محلہ مین جہان یہ فروکش تھے ایک موذن نامراد مردِ ذمامے رہتا تھا ع برعکس نہند نام زنگی کافور ۔ نہایت مغرور و حاسد بدنفس و زشت خو اہل دول اور تونگرون کو دیکھکر آتش حسد مین جل جاتا تھا اور ناتوان بینی کے باعث سے کہ خود مفلوک و محتاج اور شامت اعمال کے سبب سے بلاے حسد مین گرفتار تھا اپنے اہل محلہ سے کہ ذی مقدور تھے بغض و عداوت رکھتا ع ولد الزناست حاسد چو ستارہ یمانی ۔ وہ نامراد زین الصنم کی سخاوت کا حال سُنکے انگارون پر لوٹنے لگا دل آتش حسد سے جل کر خاکستر ہو گیا ع حسود را چہ کنم کو زخود برنج درست ۔

ایک دن اُسنے بعد نماز مغرب کے مسجد مین بیٹھکر اپنے یاران طریقت سے جو نماز کے واسطے اُس مسجد مین آیا کرتے تھے یون مذکور کیا اے یارو مین نے سُنا ہے کہ ایک شخص ہمارے محلے مین آکر مقیم ہوا ہے ہزارون سیکڑون روپے صرف کرتا ہے کسی کو مین نہین پاتا کہ جو اسکے فیض و احسان سے شکر گزار ہوا نہو اُسکے خوان نعمت کا زلہ ربا نہو قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید چور یا رہزن یا قطاع الطریق مین سے ہے جو اس شہر مین غارتگری کے واسطے آیا ہے اور اس داد و دہش کے پردے مین اُسنے اپنا رنگ جمایا ہے تم سب اپنے تئین اُسکے شر سے بچاؤ اس لیے کہ خلیفہ کو اگر معلوم ہو گیا کہ ہمارے شہر مین ایسا بدمعاش شخص اس محلے مین رہتا ہے تو مبادا ہم بھی اس چپیٹ مین آجائین گیہون کے ساتھ گھن بھی کہیں نہ پس جائین سارے محلے پر آفت آئے کل اہل محلہ اس جرم مین ماخوذ ہو کر مورد عتاب سلطانی ہون مفت مبتلاے بلاے ناگہانی ہون ۔

سبھون نے اُسکی باتین سُنکر کان کھڑے کیے کہا فی الحقیقت ایسے مسرف و بدکردار آدمی سے احتراز واجب ہے بلکہ ہم کو لازم ہے کہ ایسے شخص کی مخبری کوتوال شہر سے کرین خوب کان بھر دین موذن بدباطن یہ گفتگو کرکے اپنے گھر آیا اور دل مین یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ کل ضرور کوتوال شہر سے جاکر حال بدمعاشی اس تازہ وارد یعنی زین الصنم کا ظاہر کرے اتفاقاً مبارک بھی نماز مغرب کے لیے اُسی مسجد مین گیا تھا اور ہمراہ اُن نمازیون کے بیٹھکر سب گفتگو اُس موذن بدباطن کی سُنی فی الفور مسجد سے آکر ایک تھیلی پانسو دینار کی لی اور کچھ تھان اقمشہ ریشمی نفیس و بیش قیمت کے ایک دستہ بقچے مین

موذن کے مکان پر گیا وہ اُسکے آنے کی خبر سُنکر باہر آیا اور ترش رو ہوکر مبارک سے کہا کیا تیرا کام ہی جو میرے گھر پر آیا اور مجھسے کس امر کا طالب ہی

مبارک نے نہایت نرمی اور عاجزی سے کہا کہ مین مسافر تازہ وارد تمھارے ہمسائے مین آکر اترا ہون یہ کہکر وہ تھیلی اشرفیون کی اور وہ گٹھری ریشمی تھانون کی اُسکے حوالے کی اور کہا زین الصنم نے جو تمھارے پڑوس مین آکر رہا ہی تمھارا حال بزرگی اور زہد و تقوی کا سُنکر مجھے تمھارے پاس بھیجا ہی اور نہایت مشتاق آپ کی ملاقات کا ہی اور عرض کیا ہی کہ یہ ہدیہ مختصر قبول ہو اور مجھے ہمیشہ اپنا خادم دلی اور نیازمند قلبی سمجھا کرو مین آپ کا ممنون منت مشکور لطف و محبت ہون مراد کی تو یہی مراد تھی اُس ہدیہ کو لیکر نہایت خوش ہوا اور مبارک سے کہا میرا سلام نیاز اپنے شہزادے سے کہنا اور میری جانب سے عذر کرنا کہ مین بسبب نہ حاضر ہونے کے آپ کے حضور مین کمال نادم و محجوب ہون صبح کو خود خدمت فیض درجت مین حاضر ہوکر قصور عدم حاضری معاف کراونگا اور یہ شعر اپنے حسب حال سناونگا

من بندۂ حضرت کریمم		پروردۂ نعمت قدیمم	

الغرض دوسرے روز علی الصباح موذن مذکور نے اپنے احباب نمازیون سے کہا بھائیو مجھے خوب معلوم ہوا کہ وہ شخص جسکا حال کل مین نے تم سے مذکور کیا تھا بہت اچھا آدمی ہی بد وضع و بد معاش نہین ہی بلکہ وہ کسی ملک کا شاہزادۂ عالی خاندان ہی اب اُسکی نسبت کوئی بُری بات حاکم سے جاکر کہنا کچھ ضرور نہین ہی

غرض مراد نے زین الصنم کی بُرائی جو اگلے دن ان لوگون کے دلون مین مرتکز کردی تھی بالکل رفع کر دی اور اُن سب کے دلون کو جنپر گرد کدورت جما دی تھی پاک و صاف کر دیا پھر مسجد سے گھر مین گیا اور لباس پر تکلف پہن کر شہزادہ زین الصنم کی ملاقات کیلیے آیا شہزادہ بھی نہایت لطف و خلاق سے پیش آیا اور مراد کی بہت خاطر داری کی مراد نے زین الصنم سے پوچھا کہ آپ کے بغداد مین تشریف لانے کا کیا سبب ہی اور بہت عرصہ سے آپ کس مطلب کے لیے فروکش ہین شہزادہ نے کہا مین واسطے تلاش ایک بی بی کے کہ جو نہایت حسین و جمیل زیور عفت و عصمت سے آراستہ و پیراستہ ہو اور سن بھی اُسکا پندرہ برس سے زائد نہو آیا ہون مراد نے عرض کیا کہ ملنا ایسی بی بی کا جو ان صفتون سے موصوف ہو بہت دشوار ہی لیکن ایک لڑکی ان صفات حمیدہ کے ساتھ جیسا کہ تم بیان کرتے ہو میری دانست مین ہی اُسکا باپ سابق مین وزیر تھا اب وہ مدت سے عہدہ وزارت

سے تارک ہوکر گوشہ نشین ہو گیا ہی اور اُسنے اپنی لڑکی کو نماز وروزے اور صلاح وتقوے کی خوب تعلیم کی ہی چنانچہ وہ دختر علاوہ حسن وجمال ظاہری کے کمالات باطنی بھی رکھتی ہی مین یقین کرتا ہون کہ اگر آپ وزیر کے پاس اُسکی درخواست کیجیے تو وہ البتہ اُس لڑکی کو آپکے ساتھ منسوب کر دے گا زین الصنم نے کہا جب تک کہ یہ صفات اُسمین دیکھ نہ لونگا ہرگز قصد نکاح کا اُسکے ساتھ نہ کرونگا مراد نے کہا کیونکر بادی النظر مین آپ سب صفات اُسمین دیکھ سکتے ہین یہ باتین بے مدت تک رہنے سہنے اور میل جول کے بی بی مین معلوم نہین ہوسکتین کسی طرح مفہوم نہین ہوسکتین

ع کہ خبث نفس نگر دد بسالہا معلوم ۔

زین الصنم نے کہا مین اُسکی صورت دیکھنے سے دریافت کر سکتا ہون کہ وہ بی بی ان صفات حمیدہ کے متصف ہی یا نہین ۔

مراد نے ہنس کر کہا آپ کو قیافہ شناسی مین بڑا ملکہ ہی کہ صورت دیکھتے ہی آپ اُسکے سب صفات دریافت کر سکتے ہین بہرکیف مین اُسکے باپ سے ایکبار اجازت لڑکی کے مُنھ دیکھنے کی حاصل کرونگا آپ اپنا امتحان اور اطمینان اُسوقت کرلین غرض کہ شہزادہ نے مراد موذن کے ہمراہ جاکر وزیر سے ملاقات کی وزیر وجاہت ظاہری دیکھکر اور حال عالی نسبی وشرافت خاندانی کا دریافت کرکے اپنی لڑکی کی شادی کرنے کو زین الصنم کے ساتھ راضی ہوا اور لڑکی کو اجازت دی کہ ایکبار اس شہزادہ کے سامنے ہوکر نقاب اپنے چہرۂ نازنین سے ہٹا لینا ۔

الغرض جب اس وزیرزادی نے لباس فاخرہ زیب جسم نازنین کیا اور جواہر گران بہا سے آراستہ وپیراستہ ہوکر شہزادہ کے سامنے آئی اور برقع اپنے رُخ پرنور سے علحدہ کیا ایک آفتاب تھا کہ مشرق حسن وجمال سے تابان ودرخشان ہوگیا شہزادہ زین الصنم اُسکی صورت زیبا دیکھکر ہزار جان سے فریفتہ وعاشق زار ہوا تیر عشق کلیجے کے پار ہوا ۔

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی
وہ نظر ہی وداع طاقت تھی
صبر جاتا رہا اک آہ کے ساتھ
ہوش رخصت ہوا نگاہ کے ساتھ
دل پہ کرنے لگا چشمک ناز
رنگ چہرے سے کر گیا پرواز

شہزادہ نے باوصف بیقراری دل پر جبر اختیار کرکے خیال کیا کہ جو ہو سو ہو مین خود اِس ماہ پارہ کے ساتھ شادی کرونگا اور بادشاہ جن کو نہ دونگا پھر زین الصنم نے آئینے مین اُسکی شکل دیکھی نہایت صفائی سے نظر پڑی اور وہ آئینہ عکس جمال پری تمثال سے مثل خورشید

تھا ویسی چمکنے لگا اس تھان سے بھی شہزادہ کی دلجمعی ہوئی اور جیسا ڈھونڈھتا تھا ویسا ہی اُسے پایا سجدۂ شکر رب معبود بجا لایا ۔

آئینہ کیا مجال تری تاب لا سکے
خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

ازین مہ پارۂ عابد فریبے
ملایک صورتے طاؤس زیبے

کہ بعد از دیدنش صورت نہ بندد
وجود پارسایان را شکیبے

اُس پری وش کی تناسب اعضا اور چہرہ زیبا رخ انور اور جمال مبین دیکھکر دنگ تھا کہ وہ کیا ماہ لقا مہر سیما ہی کیا شان کیا ادا ہی ۔

خمدار وہ بھوین وہ جبین قمر مثال
تابندہ ایک چاند کے پیچھے ہین دو ہلال

مطلع ہی صاف نور سے پیدا کرین خیال
نقطہ ہی نور حسن کا ابرو پہ ہی جو خال ہی

خوبی مین یہ تو وہ ہمہ تن لاجواب ہی
دیوان حسن مین یہی بیت انتخاب ہی

ابرو نہین یا کھچی ہوئی شمشیر تیز دم
پایا بھلا کمان کیانی نے کیا یہ خم

صانع نے ایک لوح پہ رکھے ہین دو قلم
کیا متصل ہی گوشہ سے گوشہ رہے چشم

مدت کھچے تو پھر کشش انکی بیان نہ ہو
قربان ہو لاکھ بار تو خالی نشان نہ ہو

رخسار کو قمر جو کہون اسمین داغ ہی
ذرون کو سر چڑھائے یہ کسکا دماغ ہی

خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہی
وہ گل ہین جنکے ذکر سے دل باغ باغ ہی

دنیا مین کوئی شی نہین اس آب و تاب کی
رنگت ہی سیوطی کی تو خوشبو گلاب کی

آنکھین وہ نرگسی جسے دیکھے سے ہو سرور
یا صاف دو ستارون کا ہی ایک جا ظہور

روشن میان کعبہ ہین یا دو چراغ طور
کوثر سے یا بھرے ہوئے ہین ساغر بلور

پتلی نہین یہ چشم سیہ کے حجاب مین
پنہان ہی روے حضرت یوسف نقاب مین

کیون زلف کی ثنا مین الجھتے ہین مو شگاف
سلجھا ہوا بیان تو مضمون ہی صاف صاف

تعقید سر بسر ہی فصاحت کے برخلاف
باریک اس سخن کی ہین راہین خطا معاف

فکرین رسا ہین جنکی یہان وہ بھی ہیچ ہین
رستہ تو بال بھر کا ہی اور لاکھ پیچ ہین

اُس ماہ برج رعنائی اور گوہر درج خوش ادائی کو دیکھکر یہی جی چاہتا تھا کہ لپٹ جائیے اور خوب دل کھول کے گلے لگائیے جوبن کے مزے اڑائیے ۔
الحاصل وزیر نے قاضی کو طلب کیا اور بموجب حکم شرع شریف کے وزیرزادی کا عقد شہزادہ کے

ساتھ کر دیا جام تمنا صہبائے عیش و نشاط سے بھر دیا۔ وزیر نے تین روز شہزادے کو اپنے گھر مہمان رکھ کے جملہ رسوم شادی کے بڑے تکلف سے کہ مروج اُس ملک کے تھے عمل مین لایا بعد ازان شہزادہ زین الاصنام نے اپنے مکان پر جا کر بہت کچھ زیور مرصع بیش بہا قیمتی لاکھون روپیہ کا وزیر کے گھر پر مبارک کے ہاتھ بطور رونمائی عروس کے لیے بھیجا [illegible] نے لڑکی کو نقد و جنس بے شمار جہیز مین دے کر مبارک کے ہمراہ رخصت کیا وہ شادی بہت دھوم دھام کے ساتھ شہر بغداد مین مشہور ہوئی بلکہ معروف نزدیک و دور ہوئی زین الاصنام نے وہان کے امرا و روسا کی دعوت بڑے تجمل شاہانہ کے ساتھ مرتب کی محفل عیش و نشاط منعقد ہوئی جام بادۂ ارغوانی چلنے لگا تین روز تک یہ جشن جمشیدی برپا رہا ہر طرف قلقل مینا کی صدا ہی نوشانوش کا غل [illegible] مہ جبینان دلنواز و مطربان خوش آواز نے بکمال لحن داؤدی گانا شروع کیا حضار محفل کو اپنی جانب رجوع کیا۔

ہون مست جام چشم بت لالہ فام خاص
کیونکر نہ ہو سکے مجھے ہوس دور جام خاص

زاہد کہان نصیب ہے تجھے لطف مے کشی
رندون کے واسطے ہے مے لالہ فام خاص

رہتا ہے دن مین صبح بناگوش کا خیال
ہے پھر یاد زلف بتان وقت شام خاص

قلزم سے تر نہ ہو کبھی اپنا گلوے خشک
قاتل پلا کہین اسے آب حسام خاص

خالی اثر سے شربت عناب لب نہین
ہے پھر رفع تشنگی خاص و عام خاص

کسکو دماغ منت زاہد اٹھائیے
ہے پیر مغ ازل سے ہمارا امام خاص

کعبے سے شیخ حرمت میخانہ کم نہین
رندون کے واسطے ہے یہ بیت الحرام خاص

رخصت ہوئی خزان چمن روزگار سے
ہے موسم بہار کا اب انتظام خاص

منعم یہ چند روز ہین دنیا کی عشرتین
آخر کنار قبر ہے اور ہے مقام خاص

جب جلسۂ شادی سے فراغت حاصل ہوئی مبارک نے شہزادہ سے کہا اب یہان رہنا کچھ ضرور نہین ہے کیرو کا عزم کرو زیادہ قیام خالی از فتور نہین ہے جو معاہدہ تم نے بادشاہ اجنہ کے ساتھ کیا ہے اُس پر ثابت قدم رہو فراموش نہ کرو۔

قول سے پھرتے نہین قول کے کرنے والے
جنگ سے ہٹتے نہین جنگ مین مرنے والے

زین الاصنام نے کہا مین تو اس عروس مہر طلعت پر عاشق و شیدا ہون جان و دل سے فریفتہ ہون کیونکر اُسے بادشاہ جن کو دے دون۔

با سایہ ترا نمے پسندم
عشق ست و ہزار بدگمانی

اب اس شاخسار گل رخسار رشک بتان فرخار کو بانسرے مین سے جاکر ملکہ بناؤنگا وا دعیش و کامرانی دونگا مبارک نے کہا زنہار ایسا کام نہ کرنا بھولے سے اس راہ مین قدم نہ دھرنا بادشاہ جن کو یہ راز مخفی نہ رہیگا وہ دشمن جانی ہوجائے گا اور قبل اس سے کہ آپ اُس زہرہ جمال سے تمتع حاصل کرین وہ آپکو ہلاک کرے گا جامۂ حیات چاک کرے گا وزیرزادی کو اپنے ساتھ لیجائے گا آپکو داغ حسرت وناکامی دیجائے گا حاشا وکلا اس خیال محال کو اپنے دل سے نکالیے اور جس طرح سے موافق اپنے قول وقرار وقسم کے اس گل اندام نازک خرام کو اُسکے پاس پہونچائیے کہ اُسکے موافق رہنے مین آپ کے لیے فلاح وبہبود ہی اُسکی مخالفت محض بے سود ہی —

یہ کلام مبارک کا سُنکے شہزادے کے ہوش وحواس بجا نہ رہے ہاتھون کے طوطے اُڑگئے عنان صبر و شکیب ہاتھ سے چھوٹ گئی امید وصال دلدار ٹوٹ گئی مگر دل پر سنگ صبر رکھکر جبرًا وقہرًا مبارک سے کہا کہ اس نازنین کو میری نظر سے اوجھل رکھو راہ بھر مین اسکو دیکھنے نہ پاؤن ورنہ دل مشتاق سینہ سے نکل جائے گا نقشۂ حیات بدل جائے گا پھر زندہ نہ پاؤگے کف افسوس ملتے جاوگے زین الصنم حسب حال یہ اشعار پڑھے اور خوب دل مین روئے ؎

نہ دار دلستی تو بھیہ داد خواہ کیا کرتا ۔ خدا کے سامنے عذر گناہ کیا کرتا
خلاف عدل عدالت پناہ کیا کرتا ۔ نگاہ قہر سوے بیگناہ کیا کرتا
جو دل پہ رنج ہی اللہ خوب واقف ہی ۔ فراق یار مین حالت تباہ کیا کرتا
ازل سے رنج شب ہجر تھا مقدر مین ۔ بھلا مین شکوہ روز سیاہ کیا کرتا
شہید کرتے ہین بے لشتہ انکھون کے دورے ۔ چڑھا کے سان پہ تیغ نگاہ کیا کرتا
وہ ناتوان ہون نظر پہ چڑھا نہ قاتل کے ۔ شہید جوہر تیغ نگاہ کیا کرتا
برنگ دانہ مجھے پیستا تھا نہیں چکا ۔ مین نالہ کش فلک کج کلاہ کیا کرتا
تو وہ حسین ہی کہ خورشید کو نہین نسبت ۔ نکل کے رات کو گردون پہ ماہ کیا کرتا
ہلا دیا دل جانان کو صورت گردون ۔ بس اور توڑ بھلا تیر آہ کیا کرتا
عدو تھے تفرقہ پرداز عین صحبت مین ۔ وہ نور لطف کی مجھپر نگاہ کیا کرتا

مبارک جھٹ پٹ تیاری سفر کرکے اُس عروس سیمبر سمیت کیرد کو روانہ ہوا اور وہان سے جزیرۂ جنات کی راہ لی اثناے راہ مین وہ عروس گلفام نازک اندام صعوبت سفر دور ودراز سے بہت ماندی ہوگئی اور شہزادہ زین الصنم کی مفارقت وبھی باعث علالت ہوئی قریب ہلاکت ہوئی

روز عقد سے اپنے شوہر کو نہ دیکھا تھا گھبرا کر مبارک سے مستفسر ہوئی کہ باوجود اس قدر سفر دور و دراز طے کرنے کے ہم اب تک اپنے شوہر کے ملک مین نہین پہونچے اور روز نکاح سے مین نے اُسکی صورت زیبا نہین دیکھی اسکا کیا سبب ہی —

مبارک نے اُس صنم دلفریب سے کہا بی بی اب محل دروغ کہنے کا نہین ہی سچ یون ہی کہ تم صورت شہزادہ زین الصنم کی کبھی نہ دیکھو گی اُسنے جو تمھارے ساتھ عقد کیا ہی با نسر اپنے جانے کیلیے نہ تھا بلکہ تم کو بادشاہ جن کے واسطے کہ اُسنے زین الصنم سے تم ایسی بی بی حور طلعت کی درخواست کی تھی بغداد سے لایا ہی یہ کلمہ مبارک سے سُنکے اُسکے ہوش اُڑ گئے حواس بجا نہ رہے زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگی اشک حسرت سے آنکھین دھونے لگی ؎

غمسم دادی و غم خواری نہ کردی ۔ دلم بردی و دلداری نہ کردی

اسکی گریہ و زاری و حالت بیقراری دیکھکر مبارک اور زین الصنم دونون رونے لگے دامن دستین اشکون سے بھگونے لگے پھر اُس بی بی نے کہا لللہ میرے حال زار پر رحم کرو میرا اس عالم غربت مین کوئی مونس و غمگسار نہین تم جو فریب سے مجکو یہان پر لا کر ارادہ میری ہلاکت کا رکھتے ہو خدا ے قادر و توانا کو روز حشر کیا جواب دوگے —

بہرکیف اسی گریہ و زاری کی حالت مین اُس عروس رشک حور کو بادشاہ جنات کے حضور مین لے گئے اور اُس ماہ طلعت کو اُسکے تفویض کر دیا —

بادشاہ اجنہ بھی اُس رشک پری کو دیکھکر اُسکے نظارۂ جمال جہان آرا سے بہت محظوظ ہوا اور خوش ہوکے بکمال شیرین زبانی کہنے لگا ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ۔ نظارہ ز گلچیدن فرگان گلہ دارد

پھر زین الصنم کی طرف مخاطب ہوکر گویا ہوا کہ فی الحقیقت تم بڑے صادق الاقرار ہو اور اپنے عہد پر نہایت ثابت قدم ہو جیسی بی بی صاحب حسن و جمال پری تمثال عفت و عصمت مین بیمثال مین چاہتا تھا تم نے میرے حسب دلخواہ بہم پہونچائی مین تم سے کمال رضامند ہوا اب تم اپنے وطن مالوف مین جاؤ وہان تمکو وہ نوین تصویر دستیاب ہوگی جسکی تمنا مین تم نے اسقدر صعوبت اُٹھائی اب تمھاری امید بر آئی صورت زیبا اُسکی مرات شہود مین جلوہ افگن ہوگی دور سب تکلیف رنج و محن ہوگی جس تہ خانہ مین تم کو خزانہ ملا ہی وہین تم کو نوین تصویر الماس بھی ہاتھ آئیگی شاہد تمنا ہم آغوش ہوگا سب رنج و غم فراموش ہوگا —

القصہ زین الصنم بادشاہ جن سے رخصت ہوکر سمت کیر و قطراہ زن ہوا وہان پہونچکر چندے توقف

کیا اور پھر اشتیاق میں نوین تصویر دہ تنویر کے فی الفور عنان عزیمت بانسرے کی طرف منعطف کر دی مگر تمام راہ اُس عروس مہ لقا کو یاد کر کے اشکبار رہتا مونس وہمدم غم فراق دلدار تھا

اے غم یار میں بندہ ہوں رفاقت کا تری ۔ نہ کیا تو نے گوارا مری تنہائی کو

کبھی دل میں خیال کرتا کہ افسوس ہے ہم فریب سے اُس محبوب دل فریب کو اسکے والدین سے جدا کر کے قتل کرنے کے لیے بادشاہ جن کو دے آئے بڑا غضب کیا خون بیگناہ ایسی نازنین مہ جبین کا تا روز حشر گردن پر رہا اسی فکر و تردد میں وہ بانسرے پہونچا اُسکے وزرا امرا صغیر و کبیر رعایا و بیر نہایت خوش ہوے استقبال کر کے بڑی آؤ بھگت سے اُس یوسف مصر جہان داری کو کنعان پایہ تخت شہنشاہی میں لائے زر سرخ و سفید تصدق میں نثار کیا خیرات مبرات سے غربا و مساکین کو مالامال کر دیا پہلے زین الصنم اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اُسکے دیدار فرحت آثار سے دیدۂ دل منور کیا اور کل حالات سفر اول سے آخر تک ماں سے بیان کیے دیدار فرزند سعادت توام سے ماں کا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا قلب کو سرور آنکھوں میں نور آگیا صدقے قربان ہوئی بلائیں لے کر گرد پھرنے لگی اور یوں گویا ہوئی کہ اے فرزند اب تم جلد اُس نوین تصویر کو یاد کرکے اُس تہ خانہ میں چلو جہاں بادشاہ جن نے تمہیں اُسکے دینے کا وعدہ کیا ہے مگر زین الصنم فراق میں وزیرزادی کے ایسا افسردہ خاطر تھا کہ آرزو نوین تصویر کی بھول گیا دنیا کی سب بہار فراق میں اُس گلعذار کے بدتر از خار تھی طبیعت نہایت بیقرار تھی زخم ناوک عشق وزیرزادی کا شہزادے کے دل پر ایسا کاری لگا تھا کہ دم بھر آہ و زاری سے فرصت نہ تھی ایک لحہ نصیب راحت نہ تھی آہ سرد بھرتا اور یہ رباعی ورد زبان کرتا

کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے ۔ کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی ۔ نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

دل میں کہتا تھا اب میں لے اپنی معشوقہ کے وہ تصویر لے کر کیا کرونگا کیونکر سنگ صبر چھاتی پر دھرونگا میں اُس تصویر سے درگذرا خدا اُس معشوقہ کو کسی طرح مجھ سے ملا دے اُسکی صورت زیبا دکھا دے آخر الامر زین الصنم کمال افسردگی کے ساتھ مع اپنی مادر گرامی کے تصویر لینے کے لیے اُس تہ خانہ میں اُترے جیسے ہی نوین بیلپایہ کے قریب پہونچے بجاے نوین تصویر کے ایک بی بی کو بیٹھے ہوے دیکھا شہزادہ نے دیکھتے ہی اُسے پہچان لیا کہ یہ تو وہی عروس ماہ سیما ہے جسے ہم بادشاہ جن کو دے آئے تھے وہ اس امر کو دیکھکر نہایت حیران و ششدر رہ گیا سکتے کے عالم میں نقش دیوار بن گیا بزبان حال کہتا تھا

عمر سب مفت مین کھویا کیے نادان رہے ٭ دل مین پایا اُسے جسکے لیے حیران رہے
شکر صد شکر وہ صورت نظر آئی تو مجھے ٭ عمر بھر جسکے لیے سخت پریشان رہے
دل کے آئینے مین ہی تصویر یار ٭ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اُس رشک قمر جادو نظر نے شہزادے سے کہا تمھارے استعجاب و تحیر کا شاید یہ باعث ہی کہ بجائے میرے تم اور کسی چیز کے جو مجھ سے اچھی ہی طالب تھے شہزادے نے کہا ای راحت جان مشتاقان یہ سبب میری حیرانی کا نہین ہی جسکو تم نے خیال کیا بلکہ تم ایسی نعمت غیر مترقبہ کو پا کے نہایت سرور و انبساط سے عالم حیرت مجھپر طاری ہی یا الٰہی یہ خواب ہی یا حالت بیداری ہی ؎ انچہ می بینم به بیداری است یا رب یا بخواب ٭ رسائی اور بخت کی یاوری سے تمھارا جمال جہان آرا دیکھنا نصیب ہوا خدا گواہ ہی کہ تمھارے عشق و محبت مین میرا حال عجیب ہوا تمھارے فراق مین تمام دن گریہ و زاری رات بھر اختر شماری تھی طول شب ہجر سے جان عاری تھی شب و روز یہی تصور دل مین رہتا تھا کہ کیا لغو حرکت کی جو ایسی محبوبہ سیمبر رشک قمر کو ایسی خطرناک جگہ مین پھینک آئے مگر کیا کرون کہ اس امر مین مجبور تھا بادشاہ جن سے قول ہار چکا تھا اور اُسنے مجھ سے قسم لے لی تھی کہ تم ایسی بی بی حسین و جمیل عفت و عصمت مین بے عدیل اُسکے پاس لیجاؤن اگر ذرا اس وعدہ مین خلاف ہوتا غضب ہو جاتا مجکو جان سے مار ڈالتا ہرچند اثناے راہ مین مین نے چاہا کہ شاہ جن سے نقض عہد کر کے تمھین اپنے ملک مین لے آؤن اور تو بین تصویر سے ہاتھ اُٹھاؤن مگر میرے رفیق نے بخوف بادشاہ جن کے مجکو اِس ارادے سے باز رکھا خدا نے عوض اُس صبر و شکیبائی کا یہ دیا کہ تمھین گھر بیٹھے مجھے عنایت کیا دلی مراد پائی نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آئی ؎

ہمنشین جب مرے ایام بھلے آئینگے ٭ بن بلائے مرے گھر آپ چلے آئینگے

ای فرزند آدمی تم ہزار درجے ان تصاویر الماس بلکہ تمام دولت روے زمین سے مجھے پسندیدہ و محبوب ہو ان بتان الماس سے خدا گواہ ہی کہ مجھے بدل مرغوب ہو۔

یہ باتین راز و نیاز کی آپس مین ہو ہی رہی تھین کہ دفعتہً ایک آواز رعد کی بڑے زور شور سے آئی تمام تہ خانہ کی در و دیوار ہلنے لگی زلزلہ کے آثار نمایان ہوئے سب خائف و ترسان ہوئے ماورزین السنم ڈر گئی کہ یا خدا یہ کون بلا نازل ہوئی اتنے مین بادشاہ جنات آدمزاد کے لباس مین بہت خوبصورت بنکر ظاہر ہوا اور نہایت لطف و محبت کے ساتھ یہ بات زبان پر لایا کہ ای ملکہ مین تمھارے فرزند کو نہایت عزیز رکھتا ہون جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس نازنین مہ جبین حور تمکین کہ جسکا سن سو

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن   جوانی کی راتین مرادون کے دن

پر دلدادہ ہی فقط اپنا قول پورا کرنے کے واسطے بمجبوری تمام مجھے اُس محبوبہ گل اندام کو دے دیا مین نے بھی بپاس خاطر اُسکے اس بی بی کو یہان لاکر پہونچا دیا اب یہ عروس حسین مہ جبین اسکو مبارک ہو اور خبردار اے شہزادے نہایت محبت و الفت سے اسکے ساتھ پیش آنا اسی پیار و اخلاص سے شاد و کام رہنا اور کوئی بی بی کرکے اُسکو رنجیدہ خاطر نہ کرنا پھر اُس نوین تصویر الماس کو بھی دے کر نظرون سے غائب ہو گیا —

زین الصنم بادشاہ اور وہ ملکہ بانسرا نہایت عیش و عشرت کے ساتھ باغ ہستی مین سرسبز و شاداب ہو کر بسر کرنے لگے جام تمنا بادۂ عیش و سرور سے لبریز ہوا اشہب تیز گام فرحت و انبساط میدان نشاط و طرب مین گرم خیز ہوا زین الصنم مارے خوشی کے جامے مین پھولا نہ سمایا اور یہ اشعار ابدار برزبان پر لایا ہے

تھی پریشان انتظار سے آنکھ   نہین ملتی تھی ایک یار سے آنکھ
شکر ہی ہو گئی قرار سے آنکھ   لڑ گئی یار گلعذار سے آنکھ
اب نہین جھپتی ہزار سے آنکھ

ٹپکی پڑتی ہی اک محبت سی   خود بخود چھا رہی ہی الفت سی
صاف ہی آئینے کی صورت سی   کچھ وہ حیرت سی کچھ وہ حسرت سی
خوب بنتی ہی انتظار سے آنکھ

چار آنسو بھی جب بہائے ہین   دل کے ٹکڑے مژہ پہ آئے ہین
وصل نے رنگ کیا دکھائے ہین   فرط شادی سے اشک آئے ہین
واہ آئی کس بہار سے آنکھ

بزم مین کوئی انجمن آرا   مہربان ہو اگر تو کیا کہنا
دے وہ بھر بھر کے ساغر صہبا   دو بدو یون ہی مے کشی کا مزا
جام سے لب لگے تو یار سے آنکھ

اللہ اللہ ری ناز کی دماغ   گل ہی گل سوجھتے ہین باغ ہی باغ
ہو گیا عیش جاودان سے فراغ   نشہ تیرا اُتر گیا اے داغ
کھل گئی غفلت خمار سے آنکھ

زین الصنم کی مان یہ اشعار آبدار سنکر دوڑی آئی اور خدا کا شکر بجا لائی کہ زین الصنم اپنی مراد کو پہونچا خدا نے یہ دن دکھایا سہ

مے ارغوانی پلا ساقیا ۔۔۔ خدا کے لیے جام بھر بھر کے لا
زمین پہ ہے آج اسطرح کی جھلک ۔۔۔ ستارون کی جیسے فلک پر چمک
ہوا سے بہارین سے گل سے پھلے ۔۔۔ چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
پلا ساقیا مجھکو اک جام مل ۔۔۔ جوانی پہ آیا ہے ایام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان ۔۔۔ کہ گل پنج روزست در بوستان
پلا آتشین آب پیر مغان ۔۔۔ کہ بھولے مجھے سرد و گرم جہان
کدورت مرے دل کی دہو ساقیا ۔۔۔ ابھی شیشۂ مے کو دہو دہا کے لا
درختون نے برگون کے کہولے ورق ۔۔۔ کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
پلا ساقیا مجکو صہبائے عیش ۔۔۔ ملی ہے نصیبون سے یان جائے عیش
بہم مل کے بیٹھے ہین دو رشک مہ ۔۔۔ قمر دان مہ و مہر ہی اس جگہ
ہراک برج رشک گلستان ہے آج ۔۔۔ بہار وصال غریبان ہے آج
مغنی و ساقی و آواز چنگ ۔۔۔ بتے تنگ چشم اندر آغوش تنگ
کسے کین مرادش میسر شود ۔۔۔ اگر جم نباشد سکندر شود

جس طرح غنچہ خاطران دونون طالب و مطلوب کے نسیم لطف ایزدی کے اہتزاز سے کھلے اسی طرح ہر عاشق اپنے معشوق سے ملے سہ

صہبائے مسرت سے لبریز ہو پیمانہ ۔۔۔ آباد رہے ساقی ہر دم ترا میخانہ

قطرہ افشانی ابر نیسان خامۂ عنبرین شمامہ بضمن قصہ شہزادۂ خداداد و شہزادی دریابار گل رخسار پری نژاد

محرران مشکین رقم و منشیان زرین قلم اس داستان فرخت عنوان کو یون زیب رقم کرتے ہین کہ شہر ہیرن مین ایک بادشاہ عظیم الشان سکندر صولت دارا دربان تھا عدل و داد و شجاعت و سخاوت مین ضرب المثل ہمت و جرات مین بے بدل تھا رعیت شاد ملک آباد خزانہ وافر فوج بے شمار لشکر جرار سب سامان سلطنت ارکان دولت مشیران مملکت مہیا تھے غلامان زرین کمر

وکنیزان ماہ پیکر خدمت کے لیے حاضر رہتے تھے اختر دولت و اقبال سپہر عظمت واجلال پر چمکتا تھا لیکن بے اولادی کا داغ دل مین مدام کانٹا سا کھٹکتا تھا اگرچہ سب سامان سلطنت موجود تھا مگر وارث تخت مفقود تھا بے چراغ کاشانۂ دولت بے ثمر نہال سلطنت تھا اگرچہ متعدد محلات و بیگمات صاحب حسن وجمال اُس شاہ والاصفات کی تھین مگر کسی کے بطن سے کوئی دُر شاہوار سلطنت فروغ کاشانۂ دولت نہ تھا ہمیشہ درگاہ مجیب الدعوات مین دست دعا بلند رکھتا تھا خدا کی جناب مین جبہہ سائی کیا کرتا تھا اور جبین نیاز آستانۂ بے نیاز پر جھکا کر عرض تمناے وارث تاج وتخت کرتا تھا یہ اشعار نصید یاس وحسرت پڑھتا اور آہ سرد دلِ پُر درد سے بھرتا تھا ؎

الٰہی غنچۂ امید بکشا	گلے از روضۂ جاوید بنما
بخندان زلب آن غنچہ باغم	وزین گل عطر پرور کن دماغم
درین محنت سراے بے نوا سا	بنعمت ہاے خویشم کن شناسا

ایک شب کو اُسنے خواب مین دیکھا کہ ایک بزرگ مقدس شکل پاکیزہ صورت اُسے بشارت دیتا ہی کہ ای بادشاہ تیر دعا تیرا ہدف اجابت پر مقرون ہوا صبح کو اُٹھکر نماز پڑھ اور دعا مانگ دعا تیری درگاہ بے نیاز مین مستجاب ہوگی اُسکے بعد تو اپنے خانہ باغ مین جا اور باغبان سے ایک انار منگوا کر اُسکے دانے موافق اپنی خواہش کے نوش کر حق تعالے بتجھپر فضل وکرم کرے گا نخل تمنا تیرا بارور ہوگا۔

بادشاہ کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو نور کا تڑکا ہی فوراً اُٹھکر نماز پڑھی اور شکر خدا بجا لایا پھر باغبان کو بلاکر ایک انار منگوایا اور پچاس دانے اُسمین سے شمار کرکے کھائے اس رعایت سے کہ پچاس خاتونان زہرہ جمال مہر تمثال اُسکے مشکوے معلی مین داخل تھین اُس روز سے باری باری ہر محل مین جاکر آرام کرتا اور عیش وکامرانی دیتا خدا کی قدرت سے سب بیبیون کے آثار حمل ظاہر ہوے مگر ایک بی بی کہ اُسکا نام پیروزر تھا کچھ علامت حمل کی نمودار نہوئی اس وجہ سے بادشاہ کو اُس بیگم سے کمال نفرت ہوگئی بالکل دل سے اُتر گئی اور دل مین خیال کیا کہ اسکا بانجھ ہونا اس امر پر دال ہی کہ مشیت ایزدی نے اسے بدبخت ومشوم سمجھکے اقتضا نہ کیا کہ یہ بھی شہزادے کی مان ہو یہ دولت اسکے نصیب مین نہ تھی اس محرومی طالع سے اسکا بدبین ہونا ظاہر ہی پھر بادشاہ نے چاہا کہ پیروزر کو قتل کروادے مگر وزیر ارسطو تدبیر نے اُس اسیر رنج ومحن کی شفاعت کی اور بادشاہ کو سمجھایا کہ شاید پیروزر بھی حاملہ ہو اور قبل اور مخدرات کے اسکا حمل محسوس ہوتا ہو اسس

صورت مین ہلاکی اُسکی درحقیقت ایک شہزادی کی ہلاکت ہی تب شاہ جم جاہ نے یہ حکم دیا کہ اچھا اسکو مار ڈالین مگر میرے شہر مین نہ رہے کہ مجھے اسکے دیکھنے سے نفرت ہوتی ہی آتش غضب کا نون سینہ مین مشتعل ہو جاتی ہی وزیر نے عرض کیا بہت بہتر اس بی بی کو اپنے بھتیجے کے پاس کہ اسکا نام شمیر ہی بھیج دیجیے یہی تدبیر کیجیے۔

بادشاہ جم جاہ نے وزیر کی رائے سے اتفاق کر کے پیروز کو شہر شمیرہ مین بھیجدیا اور اپنے بھتیجے کو ایک نامہ لکھا کہ اس بی بی کو ہم تمھارے پاس روانہ کرتے ہین اگر آثار حمل ظہور مین آوین یا کوئی لڑکا اسکے بطن سے پیدا ہو فوراً اسکی اطلاع ہم کو دینا اور جو کچھ کیفیت ہو من و عن حضور مین لکھ بھیجنا چنانچہ پیروز کے یہان بعد انقضاے ایام حمل کے فرزند نرینہ حسن و جمال مین بے نظیر مثل بدر منیر کے برج حمل سے تابان اور درخشان ہوا ؎

عجب صاحب حسن پیدا ہوا — کہ جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
نظر کو نہو حسن پر اسکے تاب — اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب
سکندر نژاد اور دارا حشم — فلک مرتبت اور عطارد رقم

شہزادہ شمیر نے اطلاع اس مژدۂ فرحت اثر کی بادشاہ ہیرن کے حضور مین لکھ بھیجی کہ ملکہ پیروز کے بطن سے شہزادہ مثل مہر جہان تاب کے فروغ بخش کاشانہ دولت و اقبال ہوا خداوند تعالے آپ کو یہ فرزند دلبند مبارک و مسعود کرے ؎

مبارک ہو اے برج مہر صفا — مبارک ہو اے دُر دُرج علا

بادشاہ کو اس نوید بہجت آمیز سے نہایت مسرت ہوئی اُسکے جواب مین تحریر کیا کہ بابدولت کو اس خبر فرحت اثر کے معلوم ہونے سے نہایت خوشی حاصل ہوئی یہان بھی خدا کے فضل و کرم سے سب مخدرات شاہی کے بطن سے ایک ایک شہزادہ پیدا ہوا ہی ہر ایک برج حشمت و اجلال سے ایک ایک فرزند مثل اختر تابندہ کے طالع و ہویدا ہوا ہی میری طرف سے ملکہ پیروز سے اظہار شادمانی کرنا اور اس گوہر گرانمایہ جہانداری گل نو دمیدہ گلزار شاہی نوبادہ حدیقہ تاجداری کا نام خداداد رکھنا اس شہزادہ کی پرورش و حفاظت بخوبی عمل مین آئے اور جو کچھ تم کو اس فرزند کے تولد مین اداے مراسم تہنیت کے لیے درکار ہو سرکار عالی سے طلب کیا جاے غربا اور محتاجین کو علی قدر مراتب انعام تقسیم کیا جاے فی الفور یہان سے زر کثیر روانہ ہوگا اس مژدۂ جان بخش سے مسرور زمانہ ہوگا۔

الغرض شہزادۂ شمیر اُس نونہال حدیقہ فرمان روائی کی پرورش مین بدل معروف رہتا تھا جب شہزادہ خداداد بڑا ہوا اور تعلیم و تربیت کے لائق ہوا ہر فن کے اُستاد و اتالیق اُسکی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر کیے گئے چند روز مین جملہ علوم و فنون مین ماہر ہوا تیر اندازی و شہسواری و دیگر فنون سپہ گری جنکا جاننا شہزادون کے لیے ضروری ہی سب مین دستگاہ کامل حاصل ہوئی اپنے ہمجولیون سے گوے سبقت لے گیا ہمسر اُسکا کوئی جواب دینے والا نہ تھا ـ

جب اُس گوہر دُرج سلطنت کو اٹھارہوان سال شروع ہوا تو وہ حسن و جمال قوت و شجاعت مین بے نظیر ہوا جو دیکھتا تھا عشق کرتا تھا اُسنے اپنے مین ہمت و جرأت پاکے ایک دن اپنی ماں ملکہ پیروزہ سے کہا کہ آپ مجکو اجازت دیجیے کہ مین شہر سُمریہ کو چھوڑ کر نبردگاہ تلاش کرون اور اپنی قوت و شجاعت کو آزماؤن میرے باپ بادشاہ ہیرن سے کئی فرمان روا اطراف و جوانب کے عداوت رکھتے ہین اور فی الحال وہ ارادہ فوج کشی کا کر رہے ہین چاہتے ہین کہ چڑھائی کر کے ملک چھین لین اور دولت و حشمت جاہ و تمکنت اپنے قبض تصرف مین لائین اُس شاہ عالی جاہ فلک بارگاہ کو نیچا دکھائین گلچھرے اُڑائین ـ

مین حیران ہون اور مجکو سخت استعجاب ہی کہ ایسی مہم سخت مین بادشاہ ذوی الاقتدار مجکو کیون نہین طلب فرماتے میرے زور و طاقت خداداد کو کیون نہین آزماتے مجکو مناسب نہین ہی کہ ایسی مشکل صعب مین آرام سے بیٹھا رہون اور اپنے باپ کی امداد نہ کرون اگرچہ ظل سبحانی میری شجاعت ہمت و جرأت سے واقف نہین اور اسی وجہ سے مجکو یاد نہین فرمایا مگر مجپر فرض ہی کہ مین اپنے باپ کے حضور مین حاضر ہوکر جوہر شجاعت دکھاؤن دشمن شاہ کو روز بد دکھاؤن اُنکی حسرتین مین سر افتخار بلند کرون عدوے سلطنت کو زمین کا پیوند کرون سہ

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
این منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

سع نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد ❊ مین چاہتا ہون کہ جب تک اور بھائی میرے قابل نبرد حریف ہون مین اس خدمت کو بجالاؤن دشمن سخت سے مقابلہ کر کے اپنے باپ کا ملک و مال بچاؤن ماں نے کہا ای میرے پیارے فرزند اگرچہ مجکو تیری مفارقت کسی طرح گوارا نہین ایک دم تیری جدائی مجپر شاق ہوگی زندگی دشوار ہو جائے گی روز مصیبت شام غم دکھائے گی مگر ایسے وقت مین کہ دشمنون نے چارون طرف سے تمہارے باپ پر یورش کی ہی تم کو وہان جانا ضرور ہی بشرطیکہ وہ سلطان دار اشتم تم کو اپنی امداد کے لیے طلب کرے ـ

شہزادۂ خداداد نے اپنی مادر مہربان سے عرض کیا کہ ایسے وقت مین انتظار اُسکے طلب کا نہین کرسکتا اور قطع نظر اسکے اپنے والد بزرگوار کی قدم بوسی کا اس قدر مجکو اشتیاق ہی کہ اگر اُنکے دیدار فائض الانوار سے مشرف نہ ہون تو کیا عجب ہی کہ ہلاک ہوجاؤن فوراً نہ خاک ہوجاؤن دنیا محض ناپائدار ہی اسکا کیا اعتبار ہی دنیا چندروزہ ہی آخر ایک روز فنا ہی شجاعان کارزار و بہادران نامدار کیسے کیسے سربلند ہوے آخر کو زمین سے پیوند ہوے انسان کی کیا اصل و حقیقت ہی زندگی کی یہ کیفیت ہی کہ بڑے بڑے شاہان جہان اس دنیاے دنی سے حسرت و یاس لے کر گئے اپنی کہی نہ دوسرے کی سنی آخر مر گئے آج کا کام کل پر اُٹھا رکھنا عقل کے خلاف ہی صریح خون انصاف ہی سہ

تخت جمشید و خود جام ہوا نقش فنا — نہ سکندر رہی نہ آئینہ حیرت افسزا
نفس باد سحر سے یہ صدا آتی ہی — کہ سلیمان کا برباد ہوا تخت ہوا
سیکڑون قافلے راہی ہوے اس منزل سے — گرد اُڑتے کبھی دیکھی نہ سنی بانگ درا
کسکی اس بزم مین روشن ہوئی شمع اقبال — جسکو گل کر نہ گئی جنبش دامان قضا
وہ گل تازہ نہ اس باغ مین ہنستے دیکھا — ٹھنڈھی سانسین نہ بھرے جسکے لیے باد صبا
اس خیابان کا ہر اک نخل ہی نخل ماتم — کف افسوس ہر اک برگ ہی اس گلشن کا
لیے پھرتی ہی صبا دوش پہ آج اُنکے غبار — جنکی رفتار سے ہر گام تھے فتنے برپا
ہو ملاقات تو یہ اہل فنا سے پوچھین — اے مقیمان عدم حال کہو کیا گذرا

مین وہان پردیسی و اجنبی بن کر خدمت اُنکی بجا لاؤنگا اور جبتک کوئی کارنمایان مجھ سے ظہور مین نہ آئیگا اُسوقت تک مین ہرگز اپنے تئین اُسکا بیٹا ظاہر نہ کرونگا مثل غیرون کے اُسکی ملازمت اختیار کر کے بجا آوری خدمات مین مستعد و سرگرم رہونگا اور قبل اسکے کہ بادشاہ ذی جاہ مجکو اپنا فرزند جانے ایسی جان فشانی اور عرق ریزی کرونگا کہ بعد افشا و راز ہونے کے نہایت پیار و عنایت میرے حال پر فرمائے۔

ملکہ پیروز یہ کلام اپنے نور نظر کا سنکر خاموش ہو رہی بمقتضاے شفقت مادری اجازت جانے کی ندی اور شہزادہ سیمبر بھی شہزادۂ خداداد سے بہت محبت کرتا تھا اُسکو بھی مفارقت اُسکی گوارا نہ ہوئی جانے سے مانع ہوا مگر ایک دن شہزادۂ خداداد موقع پاکے شکار کے حیلے سے اشہب تیز گام صرصر خرام پر سوار ہوا جسکا ساز و یراق وغیرہ زرین و مرصع کار تھا اور ایک شمشیر آبدار جسکا قبضہ جواہر نگار اور کاٹھی صندلی و زرکار تھی زیب کمر کی اور تیر و کمان مع ترکش زر دوزی

ودش پر آراستہ کر کے مع چند رفقا و مصاحبین کے سمت ہیرن روانہ ہوا بعد طی مراحل و قطع منازل کے رفیقون اور مصاحبون سمیت بڑی آن بان و شوکت و شان سے شہر ہیرن مین پہونچا اور موقع مناسب دیکھکر بادشاہ کا سامنا کیا آداب بجا لایا بادشاہ اُسکا حسن و جمال و وجاہت ظاہری دیکھکر بہت خوش ہوا اور بہ تقاضاے جوش خون نہایت مہربانی و شفقت سے قریب بلا کے نام و حسب نسب آنے کا سبب دریافت کیا شہزادۂ خداداد نے عرض کیا خلق سبحانی مین ایک امیر کا فرزند ہون اور وطن مالوف میرا شہر کبیر ہے سیر و شکار کے شوق مین سیاحی کرتا ہوا آب و دانہ یہان تک کھینچ لایا حضور کی دولت ملازمت سے مالامال ہوا آپ کے جمال جہان آرا کی زیارت سے اوج پر ستارۂ اقبال ہوا فدوی مطلق العنان ہے کسی کا وابستہ نہین شجاعت پیشہ ہون مین نے سُنا ہے کہ حضور کو بالفعل کوئی مہم درپیش ہے جسکی وجہ سے مزاج مبارک پر کچھ گرد تردد و ملال ہے مین چاہتا ہون کہ اس مہم مین اپنے جوہر شجاعت و جوانمردی کے حضور کو دکھاؤن سرخروئی و افتخار اقران و امثال مین حاصل کر کے گوے سبقت لے جاؤن —

بادشاہ اسکی گفتگو سے دلیرانہ اور ہمت مردانہ دیکھکے نہایت خوش ہوا اور دل مین تصور کیا کہ فی الواقع اس نوجوان کی دلیری و جوانمردی اُسکے بشرے سے نمایان ہے بہتر ہے کہ اسکو عہدہ سپہ سالاری فوج شاہی کا عنایت کرون یہ خیال کر کے انکو سرداری فوج ظفر موج کا خلعت عطا کیا اور کل لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔

شہزادۂ خداداد نے تمام فوج کا جائزہ لیا اور افسران فوج و سپاہ کے ساتھ بہت قدر و منزلت سے پیش آئے سب کو اپنے حسن سلوک و مکارم اخلاق سے راضی و خوشنود کر لیا اور فوج کی نگہداشت و سامان حرب و ضرب کی دیکھ بھال ضبط و ربط مہمات فوجی کا ایسا انتظام کیا کہ بادشاہ سلامت اُسکو دیکھکر نہایت خوش ہوے اور شہزادہ کو علاوہ سپہ سالاری فوج کے اپنا مصاحب خاص بنایا عزت خسروانہ سے رتبہ بڑھایا جملہ اراکین دولت و مشیران سلطنت اسکو معزز و ممتاز جان کر تعظیم و تکریم کرنے لگے اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے اسکے مرتبہ و عزت کے سامنے سب شہزادے بادشاہ و خلائق کی نظرون مین حقیر و کم رتبہ ہو گئے کچھ قدر و منزلت اُنکی نہ رہی یہ سامان اعزاز و افتخار دیکھکر آتش رشک و حسد اُنکے سینہ مین مشتعل ہوئی اور شہزادۂ خداداد اپنی فصاحت و بلاغت و اختلاط و لطف صحبت سے بادشاہ کو بہت محظوظ رکھتا اور روز بروز مورد الطاف شاہنشہی ہوتا رہا اور تخم محبت بادشاہ کے مزرعہ دل مین بوتا رہا۔

جو غنیم کہ ملک ہیرن پر ارادہ لشکرکشی کا رکھتا تھا وہ آراستگی لشکر و درستی سامان جنگ کا حال

سُنکے اپنے ارادے سے باز رہا اور عزیمت جدال و قتال کو فسخ کر دیا۔
رفتہ رفتہ بادشاہ کے نزدیک شہزادۂ خداداد کا اعتماد و اقتدار اس قدر بڑھا اور ایسا رسوخ ہوا کہ سب شہزادون کو اُسکے سپرد کر دیا تاکہ تعلیم و تربیت کرے اگرچہ شہزادۂ خداداد سن و سال مین اپنے بھائیون کے برابر تھا لیکن لیاقت ذاتی و جوہر صفاتی کے سبب سے سب پر حاکم مقرر ہوا اس وجہ سے شہزادے اور بھی دشمن ہو گئے اور دل مین جلنے لگے آپس مین کہتے تھے کہ بادشاہ کو کیا ہو گیا ہی کہ ایک اجنبی شخص کو ایسا سر چڑھایا کہ ہمپر حاکم مقرر کر دیا اب ہم اُسکے محکوم ہوے بے اجازت اُسکے کوئی کام نہین کر سکتے یہ امر ہم کو سخت ناگوار ہی باعث رنج و آزار ہی اور موجب ہماری ذلت و کم توقیری کا ہی ایسی کچھ تدبیر کرنا چاہیے کہ اسکو یہان سے رسوا اور ذلیل و خوار کرکے نکالین اور بادشاہ کی نظرون سے گرا دین ؎

بھاگ ان بردہ فروشون سے کہان کے بھائی	بیچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر ہو وے

ایک نے تجویز کیا کہ تنہا پا کر ہم سب مل کے اسکو ہلاک کر ڈالین دوسرے نے کہا اس طرح سے اسکو مارنا صلاح نہین ہی ہمارے مفید مطلب نہ ہوگا بلکہ اس حرکت سے بادشاہ دشمن جانی ہم لوگون کا ہو جاے گا اُسکو یہ امر مخفی نرہے گا ہم سب سے نہایت بدسلوکی سے پیش آئے گا اس سے بہتر یہ ہی کہ اس جوان سے اجازت شکار لے کر کسی طرف نکل جائین اور عرصہ تک کسی شہر مین جو یہان سے فاصلہ بعید پر واقع ہو قیام کرین اس صورت مین بادشاہ کو ہماری مفارقت کا بڑا قلق ہوگا اور اس شخص سے بدگمان ہو کر اسکے قتل کا حکم دیدے گا اس تدبیر سے دفع ہونا اسکا آسانی سے ہو جائے گا اس پردہ مین ہمارا مطلب نکل آئے گا ع ہم لعل بدست آید وہم یار نرنجد ٭

سب شہزادون نے اس رائے کو پسند کیا اور ایک روز خداداد کے پاس جا کر کہا کہ ہماری طبیعت آج کل گھبراتی ہی اگر اجازت دیجیے تو ذرا سیر و شکار سے طبیعت بہلا آئین تھوڑی دور تفریح طبع کر کے شام تک واپس آجائین وہ اُنکے فریب مین آگیا اور اجازت شکار دے دی سب بھائی اس حیلے سے کسی سمت چلے گئے اور پھر واپس نہ آئے۔

جب تین دن گذر گئے اور بادشاہ نے شہزادون کو نہ دیکھا اُسنے استفسار فرمایا کہ کیا باعث ہی کہ سب شہزادے تین روز سے ہماری خدمت مین نہین آئے خداداد نے ہاتھ باندھکر عرض کیا خداوند نعمت تین دن کا عرصہ ہوا کہ سب شہزادے مل کر شکار کھیلنے کے لیے غلام سے ایک دن کی اجازت لے کر گئے ہین آج تیسرا دن ہی کہ شکار گاہ سے واپس نہین آئے خانہ زاد بھی نہایت متردد و پریشان خاطر ہی

جب ایک عرصہ گذر گیا اور شہزادے پھر کر نہ آئے تب تو بادشاہ نہایت دلگیر ہوا اور غصہ کے عالم مین بغیظ وغضب خداداد سے کہنے لگا کہ ای شخص غافل واجنبی تونے بدون میری اطلاع کے ایسی جرأت و دلیری کی کہ میرے شہزادون کو شکار کھیلنے جانے کی اجازت دے دی اور خود اُنکے ہمراہ نہ گیا اب تیرے حق مین بہتر یہی ہی کہ توجا اور جہان سے بنے اُنکو تلاش کرکے لا ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دو اگر شہزادون کو ڈھونڈھ کے نہ لایا تو تجکو جان سے مروا ڈالونگا جیتا ہرگز نہ چھوڑونگا تونے بڑا غضب کیا کہ میرے فرزندون کو مجھسے جدا کر دیا۔

خداداد بادشاہ کا یہ عتاب وخطاب دیکھکر مارے خوف کے کانپنے لگا اور فی الفور تیاری کرکے اسپ صبا رفتار پر سوار ہوکر شہزادون کی تلاش مین شہر سے ایک سمت کو روانہ ہوا شہر بشہر اور دیہ بدیہ مثل چرواہے کے جسنے اپنی بکریون کا گلہ گم کیا ہو جستجو کرنے لگا جب کہین اُنکا پتہ و نشان نہ پایا سخت ملول و دلگیر ہوکر کہنے لگا کہ ای میرے بھائیو تم کو کیا ہوا اور تم کہان ہو شاید کسی دشمن قوی کی قید مین گرفتار ہوگئے ہو کہ جہان سے نکل نہین سکتے جب تک تم مجھسے نہ ملوگے مین شہر ہیرن مین نہ جاؤنگا کہ موجب غم والم بادشاہ کا ہوگا۔ آخر الامر وہ حیران و پریشان جنگل جنگل ڈھونڈھتا ہوا ایک میدان وسیع دپُر فضا مین پہونچا ؎

جو دیکھا تو صحرا ہی ایک لق و دق ‌‌‌‌‌‌‌ ‌ جسے دیکھ رستم کا ہو رنگ فق

نظر کی تو وسط میدان مین ایک عمارت عالی شان سنگ سیاہ کی بنی ہوئی ہی یہ پھرتا ہوا قریب اُس محل کے آیا ناگاہ نگاہ اُسکی ایک کھڑکی پر جا پڑی دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین مہر سپہر رعنائی گل بوستان نازک ادائی بیٹھی ہوئی ہی سبحان اللہ کیا صورت زیبا ہی یا دن کو چاند زمین پر اُتر آیا قدرت خدا نظر آتی ہی ایسی صورت دیکھنے مین نہین آئی ہی ؎

جمال مطلق از قید مظاہر ‌‌ بنور خویشتن بر خویش ظاہر
دل آرا شاہدے در حجلۂ غیب ‌‌ مبرا ذات او از تہمت عیب
نہ با آئینہ رویش در میانہ ‌‌ نہ زلفش را کشیدہ دست شانہ
صبا از طرہ اش نگسستہ تارے ‌‌ ندیدہ سرمہ از چشمش غبارے
نگشتہ با گلش ہمسایہ سنبل ‌‌ نبستہ سبزہ اش پیرایہ بر گل
نوائے دلبری با خویش می ساخت ‌‌ قمار عاشقی با خویش می باخت
ازان لمعہ فروغے بر گل افتاد ‌‌ زگل شورے بجان بلبل افتاد

ز نورش تافت بر خورشید یک تاب	برون آورد نیلوفر سر از آب

تیر عشق کلیجے کے پار ہوا نہایت پریشان حال و بیقرار ہوا مگر سنگ صبر سینے پر رکھکر جو غور کیا تو مثل زلف پریشان حال سر کے بال اُلجھے ہوے کپڑے پھٹے ہوے رنگ چہرۂ ارغوانی کا زرد ہو گیا ہی نہایت افسردہ و مضمحل و پریشان ہی چہرے سے پژمردگی و افسردگی عیان ہی غم و الم مین گرفتار ہی مگر زیر لب کچھ گفتار ہی۔

خداداد نے قریب جاکر کان لگا کے جو سُنا تو معلوم ہوا کہ وہ ماہ رو قوس ابرو زبان درفشان سے یون گہربار ہی کہ ای جوان رعنا اس خوفناک جگہ سے بھاگ ورنہ ابھی ایک ظالم ظلم کے پنجہ مین گرفتار ہو جائے گا جو اس مکان عالی شان کا مکین ہی یہ سب اُسی کی سرزمین ہی وہ ایک زنگی آدم خوار موذی و جفاکار ہی جس مسافر کے سر پہ قضا کھیلتی ہی اجل دامنگیر ہوتی ہی وہ اس صحرا مین آنکلتا ہی یہ کمبخت اُسے ایک تہ خانۂ تنگ و تاریک مین لیجاکر اسیر کرتا ہی چند روز کے بعد کھا لیتا ہی زندہ و سلامت یہان سے نہین جانے دیتا ہی۔

یہ سُنکر خداداد نے کہا ای مہر سپہر دلبری رشک بتان آذری یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیونکر اُس موذی کے دست ستم مین گرفتار ہو گئی ہو اُس محبوب نظر فریب نے کہا کہ مین شہر کیرو کی رہنے والی ہون بغداد جاتی تھی کہ ناگہان میرا گذر اُس دشت ہولناک مین ہو گیا اور اس زنگی سے دوچار ہوئی اُسنے سب میرے ملازمون اور ہمراہیون کو مار کر ہلاک کیا اور مجکو مقید کر کے اس مکان منحوس مین رکھا ہی مجھے اپنی زندگی دشوار ہی جان دوبھر ہو رہی ہی سخت مصیبت مین مبتلا ہون نہ روے رفتن نہ پاے ماندن اسیر دام بلا ہون اسپر طرہ یہ کہ وہ زبون خصال تیرہ روزگار میری ہم بستری کی خواہش رکھتا ہی اب تک تو مین نے شیشۂ عصمت کو سنگ ظلم سے اُس کل موہے کے بلطائف الحیل محفوظ رکھا ہی مگر کل کا دن ٹلنا دشوار نظر آتا ہی مین تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی ہون متاع صبر و ہوش کھو بیٹھی ہون مگر تم شامت کے مارے کیون مفت مین اپنی جان دینے کو یہان آئے ہو جہان تک جلد ممکن ہو سر پر پانون رکھ کے اُلٹے پیرون بھاگو جان بوجھ کے ورطۂ ہلاکت مین نہ پڑو وہ زبون خصال مسافرون کی فکر و تلاش مین گیا ہی قضا نے مبرم کی طرح آتا ہی ہوگا پھر کچھ بنائے بن نہ پڑے گا زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوگے آٹھ آٹھ آنسو روؤگے۔

ہنوز وہ ماہ رخسار یہ کہہ ہی رہی تھی کہ وہ حبشی تیرہ رو غول بیابانی کی طرح آ ہی پہونچا شہزادہ خداداد اُسکی مہیب صورت دیکھکر ڈر گیا دیکھا تو وہ نہایت جسیم بڑا لحیم و شحیم و قوی ہیکل ایک دیو ہی کہ قالب انسانی مین سمایا ہوا ہی نہایت زبردست دورکابہ دلیر گھوڑے پر سوار کمان کیانی در دست پر تیغہ گرانبار بازو

سے لٹکائے ہوئے نیزہ دوسرا ہاتھ مین چلا آتا ہی ایسی مہیب و غضبناک شکل ہی کہ بناہ بخدا شہزادہ سہم کر دست بدعا ہوا کہ خداوندا اس موذی پر مجکو فتحیاب کرنا پھر جی داری کرکے شمشیر آبدار میان سے کھینچ کر ایک مقام پر منتظر اُسکے آنے کا ٹھہر رہا جب وہ حبشی قریب پہونچا شہزادے کو نہایت ضعیف و کم زور سمجھ کے قصد مقابلہ نہ کیا چاہتا تھا کہ زندہ گرفتار کرلے خداداد نے اُسکے بشرے سے دریافت کیا کہ یہ نابکار مجھ سے عزم جنگ و پیکار نہین رکھتا بس اسنے یہ خیال کرکے بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ تیغ شرربار کا اس صفائی سے ایسا مارا کہ اُسکے زانو پر پڑا۔

تصویر شہزادہ خداداد کی حبشی مردم خوار سے لڑنے اور شہزادی کی کھڑکی سے دیکھنے کی



حبشی غصہ مین آکر چلانے لگا کہ اُسکے شور سے سارا میدان گونجنے لگا اور تہلکہ عظیم پڑ گیا حبشی نے بھی جھنجھلا کر ایک ہاتھ تلوار کا خداداد پر ایسا مارا کہ اگر گھوڑے کو کاوے پر لگا کے وہ خالی نہ دیتا تو مع راکب و مرکب چار ٹکڑے ہو جاتا جب زنگی نیچے کا وار خالی گیا پھر شہزادہ خداداد نے جھپٹ کر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا رسید کیا کہ شانہ اُسکا نشانہ ہوا فوراً قلم ہو کر تلوار سمیت زمین پر گر پڑا اور دم بھر مین مضطرب ہو کر خانۂ زین سے زمین پر آرہا یہ معلوم ہوا کہ ایک برج آہنین قلعہ کا سرنگون ہوا۔

شہزادہ نے فوراً گھوڑے سے اُتر کے شمشیر صاعقہ کردار سے سر نجس اُس دیو خصال کا کاٹ کر پھینک دیا اُس ملعون کو جہنم رسید کیا۔

وہ سمن پارۂ عابد فریب کھڑکی سے دیکھ رہی تھی اور شہزادہ کی فتح و نصرت کے لیے خالق بے نیاز کی درگاہ مین دعا مانگ رہی تھی جب شہزادہ کو مظفر و منصور اور زنگی آدم خوار کو مقتول دیکھا نہایت خوش ہوئی سجدۂ شکر باری تعالی بجا لائی اور کہا ؎

عجب تیری قدرت عجب شان ہی	کہ ہر ایک کا تو نگہبان ہے

خدا داد سے پکار کر کہا کہ خدا نے تم کو اس موذی پر فتحیاب کیا اور مجھے قہر جہنم مین پہونچایا اب تم اِس مکان مین میرے پاس آؤ اور قلعہ کی کنجی جو وہ منحوس اپنے پاس رکھتا تھا اُس سے لے کر قلعہ کا پھاٹک کھولو خداداد نے اُسکی جیب سے گچھا کنجیون کا نکال کر قفل قلعے کے دروازے کا کھولا اور اُس مکان عالی شان مین داخل ہوا جب اُس کمرے مین پہونچا جہان وہ سیمبر رشک قمر جلوہ افروز تھی وہ نازنین دیکھتے ہی استقبال کے لیے دوڑی اور نہایت محبت و اخلاص سے شہزادہ کی بلاگردان ہوئی اور قدمبوس ہو کر اُسکے دست و بازو کی ثنا و صفت مین تر زبان ہوئی ۔

جب خداداد نے قریب سے اُس زہرہ جمال پری رخسار کو دیکھا نہایت خوش ہوا پھر دونون بیخوف و خطر آپس مین بیٹھکر باتین کرنے لگے ناگاہ ایک صدا ے دردناک و دل خراش انکے گوش زد ہوئی عورت سے پوچھا کہ یہ آواز گریہ و زاری کہان سے آتی ہی اُسنے ایک دروازہ کی طرف اشارہ کیا جو اُس مکان کے تہ خانہ مین تھا کہنے لگی کہ صدہا اجل گرفتہ اس زندان بلا مین مقید ہین ہر روز حبشی بلاے بیدرمان ایک کو انہین سے نکال کے کباب بنا کر کھاتا تھا خداداد نے یہ کلام سُنکے جواب دیا کہ بڑی خوشی کی بات ہی اور شکر کا مقام ہی کہ وہ بندگان خدا جو بے گناہ اسیر زندان مصیبت ہین میرے ہاتھ سے نجات پائینگے چلو اُس مکان مین مجکو لے چلو جہان وہ محبوس ناکردہ گناہ قید ستم ہین ناحق مبتلاے رنج و الم ہین ۔

یہ سُنکر وہ دلربا اُٹھ کھڑی ہوئی اور خداداد کو اُس مقام پر لائی جہان وہ آفت زدہ مقید تھے ایک کنجی کو قفل مین لگا کر چاہا کہ در زندان کھولین حسب اتفاق وہ کنجی نہ لگی جب تک دوسری کنجی لگائین اور دروازہ تہ خانہ کا کھولین تب تک شور گریہ و زاری زیادہ تر بلند ہونے لگا خداداد کو نہایت رنج و افسوس ہوا کہنے لگا کہ یہ لوگ اسقدر اضطراب کیون کرتے ہین اُس زن نسترن بنا گوش نے کہا کہ ہمارے پانْون کی آہٹ اور قفل کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سُنکر یہ لوگ جانتے ہین کہ حسب معمول وہ زنگی آدم خوار آیا ہی ہم مین سے ایک کو لیجائے گا کباب بنا کے زہر مار کرے گا ہر شخص یہی خیال کرتا ہی کہ شاید آج میری ہی باری ہو یہی سبب اسقدر شور و فریاد کا ہی جان بری چیز ہی خوف کے

مارے گھبراتے ہین زیادہ شور غل مچاتے ہین اور آواز اُن زندانیون کی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوئی زمین کے تلے نشیب مین یا کنوین مین بولتا ہو۔

الغرض جب شہزادہ نے دروازہ اُس قیدخانہ کا کھولا تو ایک زینہ بہت بڑا نظر پڑا اُس زینے سے اُترکر تہ خانہ مین پہونچے نہایت تنگ و تاریک و عمیق پایا اور سو مسافرون سے زیادہ اسمین قید تھے اور ہر ایک کے ہاتھ زنجیر سے بندھے ہوے تھے۔

خداداد نے اُن لوگون سے کہا اب تم ڈرو نہین مین نے اُس موذی کو جہنم واصل کیا شکر خدا بجا لاؤ کہ تمھارا دشمن نیست و نابود ہوا یہ مژدہ جان بخش سُنکے وہ لوگ نہایت مطمئن ہوے چنانچہ شہزادہ دلاور اور اُس ماہ پیکر نے اُن قیدیون کے ہاتھ پانون کھولنا شروع کیے دم بھر مین سب کو کھول کر اُس قید سے باہر نکالا سب خداداد کے قدمون پر گر پڑے اور شکریہ ادا کرکے دعائین دینے لگے

	الٰہی بخت تو بیدار باد		ترا دولت ہمیشہ یار بادا	
	یا الٰہی فرش ہے جبتک زمین بالاے آب		یا الٰہی بے ستون جبتک ہے سقف آسمان	
	دوست شادان مدعی برہم رہین مانند لعب		نقش بند کاف و نون حامی ترے بس ہر زمان	

جب وہ سب قیدی تہ خانے سے دالان مین آئے جہان آفتاب کی روشنی بخوبی تھی خداداد اُن قیدیون مین اپنے بھائیون کو جنکی تلاش مین نکلا تھا پہچان کر بہت متعجب ہوا اُنسے کہنے لگا کہ شکر خدا تم سب صحیح و سالم ملے تمھارا باپ تمھاری مفارقت مین نہایت ملول و اندوہگین ہے خدانخواستہ تم مین سے کسی کو تو اُس موذی نے نہین کھایا پھر سب اپنے بھائیون کو اُس جماعت سے علیحدہ کیا وہ خوشی سے ایک دوسرے کے گلے ملے۔

پھر خداداد نے سب لوگون کی جو قید سے رہا ہوے تھے دعوت کی اور مال و اسباب جو اُس قلعہ مین از قسم قالین ایران و اطلس و کمخواب وغیرہ اقمشہ نادر و نفیس کہ اُس حبشی نے کاروانون سے لوٹ کر جمع کیا تھا سب کو تقسیم کردیا اور خاص اسباب بھی جو اُن اسیران دام بلا کا تھا اُنکے حوالے کیا یعنی جس قدر گٹھریان پوشاک کی اور صندوق مال و اسباب کے تھے سب ایک مقام پر ڈھیر کر دیے اور کہا کہ اپنا اپنا مال پہچان لو چنانچہ ہر شخص کو اُسکا اسباب شناخت کراکے دے دیا اور بلکہ جسقدر نقد و جنس قلعہ مین جمع تھا وہ بھی سب کو بانٹ دیا اور سب سے پوچھا کہ یہ اسباب تم لوگ کیونکر اپنے اپنے ملک مین لیجاؤ گے باربرداری اس جنگل بیابان مین کہان سے پاؤ گے اُنھون نے کہا یہ ظالم حبشی ہمارے اونٹ اور جانور باربرداری کے بھی لوٹ لایا تھا وہ یہان ہونگے۔

غرضکہ خداداد قلعہ کے اصطبل مین اُن سب لوگون کو ہمراہ لے گیا دیکھا تو علاوہ شتران بارکش کے انچاس گھوڑے عربی عراقی تازی یعنی کاٹھیاوار بندھے ہوے تھے اُس نے گھوڑے اور اونٹ جس جس کے تھے سب کو حوالے کر دیے -

اُسی اصطبل مین سیکڑون غلام حبشی بھی تھے اُنھون نے سب قیدیون کو رہا دیکھکر معلوم کیا کہ وہ زنگی آدم خوار فی النار والسقر ہو گیا وہ سب خوفناک ہو کر صحرا مین بھاگ گئے کسی نے اُنکا تعاقب نہ کیا سب تاجر اپنا مال و اسباب اونٹون پر لدوا کے خداداد سے رخصت ہوے اور شکریہ ادا کرتے ہوے اپنے اپنے شہر و دیار کو روانہ ہوے -

اب شہزادہ خداداد نے حکم دیا کہ پری رویان ماہ وش زہرہ جبین خوش جمال آئین اور خوب گائین بجائین جام مے ارغوانی کا دور چلے رنج کدورت ہو دل بہلے چنانچہ فوراً وہ پری ماہ وش جو اُس حبشی آدم خوار کو گانا سُنایا کرتی تھی بناز در آئی اور یہ غزل گائی ؎

نہین آہن ربا کھینچون جو مین ہر ایک آہن کو — تری تلوار سے الفت ہی قاتل میری گردن کو
ملی ہی حسن سے وحشت کرون کیا طوق آہن کو — وہ اپنی کاکل پیچان سے باندھے میری گردن کو
جنون سب کو ہی اب پھر ہو گئی زنجیر کی خواہش — بجائے سبحہ و زنار ہر شیخ و برہمن کو
جو مست کش ہین پھر غیر منعم آنسے دیتے ہین — جھکائے کیون نہ پیش جام شیشہ اپنی گردن کو
خرابی ایک کی تو دوسرے کی بانی ہی آبادی — بناتا ہی فلک تربت گرا کر خانۂ تن کو
ہوے اُسکے کف پا سیر صحرا مین جو نور افشان — وہین جادہ کناری ہو گیا صحرا کے دامن کو
نظر آتا ہی یہ اُسکے شعاع حسن کا عالم — کہ سب کہتے ہین پردہ کرکری کا اُسکی چلمن کو
نہ کیون اے شہسوار حسن سر ہو زیر سم ہر دم — کہ مین سمجھا ہون محراب عبادت نعل توسن کو
ہوا گلگشت مین بے یار ایسا جوش رونے کا — گرایا ہم نے سیل اشک سے دیوار گلشن کو
کسی پر مجھ سے دنیا مین ستم دیکھا نہین جاتا — بجائے شمع کاٹین اہل محفل میری گردن کو
جو ہوتا وصل قسمت مین نہ پھرتا یون جدا ہم سے — کہ طالع سب کے ہین معلوم اُس طفل برہمن کو
وطن مجھ بیقرار عشق سے چھوٹا تو بس چھوٹا — نکل کر جا نہین سکتا ہی پھر سیماب معدن کو
فلک کی سرد مہری سے ہوا ہی انقلاب ایسا — بنایا ہی زمستان رشک گلشن جیسے گلخن کو
سر شوریدہ ناسخ پہ یہ احسان اُس ستمگر کا ہوگا — بنائینگے جو سنگ کو دکان سے اُسکے مدفن کو

بعد مجلس برخاست ہونے کے شہزادہ خداداد نے اُس سرو گل اندام سے پوچھا کہ تم کہان جاؤ گی

پوچھتی ہو جو تم اسکا حال سے تمہین لایا تھا ہمین بتاؤ کہ تم سرو کس بوستان رعنائی کی ہو وہان تمہین پہونچا دین یقین ہی کہ یہ شہزادے بادشاہ ہیں کے تمہارے وطن سے واقف ہونگے تم کو اُس مقام پر پہونچا دینگے اُس غنچہ دہان نے خداداد کی طرف مخاطب ہو کر بیان کیا کہ مین بہت دور دراز مقام کی رہنے والی ہون یہان سے اُس ملک تک فاصلہ عظیم ہی میرا مولد و مسکن شہر کبیر و دار السلطنت مصر ہی تم نے میرے ساتھ بہت بھاری سلوک کیا اور اُس موذی کے چنگل سے میری جان عزیز بچائی مین اپنا حال تم سے مخفی نہ کرونگی سچ سچ بتا دونگی ؎

اگر پہر مرے بین گرد مہ زبا نے		زتو رو اہم بہر یکتا نو اسیتا سپنے	

غرض کہ وہ بلبل خوش الحان گلزار محبوبی یون گل فشان ہوئی کہ مین ایک بادشاہ جلیل القدر کی بیٹی ہون میرے پدر بزرگوار کو ایک ظالم نے جان سے مار ڈالا اور خود تخت سلطنت پر بیٹھکر اُسکے ملک و مال پر قابض و متصرف ہوا مین اپنی جان و حرمت بچا کر وہان سے بھاگی اور یہان تک پہونچی اسکے دام تزویر مین پھنسی اب صورت رہائی نظر پڑی۔

شہزادہ خداداد اور اُسکے سب بھائی مکاشف ہوئے کہ وہ غزال رعنائی اپنی سرگذشت مفصل بیان کرے انھون نے اسکی تشفی کی کہ اب تم بہت آرام و آسائش سے رہوگی کسی طرح کی تم کو تکلیف و اذیت نہ پہونچے گی تم اپنی کیفیت بے کم و کاست من و عن بیان کرو اپنا حال راست راست بے کم و کاست ہم پر عیان کرو جب شہزادی نے دیکھا کہ اب بدون اظہار حال چارہ نہین ہی تو اُس گلعذار سیمین رخسار نے اپنا حال اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

شہزادی دریابار پری رخسار کا افسانہ حیرت نشانہ

فلان جزیرے مین دریابار نامے ایک بڑا شہر آباد ہی رعیت وہان کی نہایت خرم و شاد ہی فرمان روا اُس شہر کا ایک بادشاہ جلیل القدر باعظمت و شان تھا دارا سے اُسکے ہزارون دربان سکندر سے صدہا تابع فرمان رعایا پرور عدل گستر خزانہ بے حد و شمار فوج و لشکر جرار و آزمودہ کار شجاعت مین رستم ثانی سخاوت مین حاتم کا یادگار کنیزان سیمبر و غلامان زرین کمر ہزار در ہزار وزیران خوش تدبیر رشک فلاطون و بقراط مال و زر بافراط رکھتا تھا لیکن اولاد نہ ہونے سے کمال در جہ حزین و غمگین رہا کرتا تھا دست دعا بدرگاہ مجیب الدعوات بقصد آرزو دراز رکھتا جبہہ سائی درگاہ بے نیاز رکھتا کہ اے قادر ذو الجلال ایک فرزند با حسن و جمال عطا فرما کہ وارث تاج و تخت ہو ولی عہد سلطنت وہ فیروز بخت ہو چنانچہ نالہ نیم شبی و دعائے سحری نے اپنی تاثیر دکھائی بعد مدت مدید و عرصہ بعید ایک دختر عطا

عطا فرمائی وہ لڑکی کمبخت مین بدنصیب ہون مجھ ناشدنی کی بدبختی کا حال تو آپ پر ظاہر ہی ہی غرض کہ میرے باپ نے میرے پیدا ہونے مین بڑی خوشی کی محتاجون کا دامن زر و جواہر سے بھر دیا غربا اور مساکین کو غنی کر دیا جب مین سیانی ہوئی اور پروان چڑھی میری تعلیم و تربیت مین بڑا اہتمام کیا آداب سلطنت و قوانین شہریاری سکھائے گئے قواعد ملک گیری و جہانداری سے آگاہ بصد احترام کیا اس خیال سے کہ بعد ہمارے یہی مالک تاج و تخت ہوگی انتظام ملک و سلطنت کریگی میری طرح بادشاہت کرے گی ملکہ اقلیم فرمانروائی صاحب دیہیم کشور کشائی ہوگی ایک دن بادشاہ سلامت شکارگاہ کو تشریف لے گئے حسب اتفاق ایک گورخر کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور اُس صحرا مین اسقدر اُسکا تعاقب کیا کہ تمام دن گذر گیا شام ہوگئی لاؤ لشکر و ہمراہیان شاہی سب چھٹ گئے خیمہ و خرگاہ فوج و سپاہ سب سے جدا یکہ و تنہا اُس جنگل بیابان مین تھک کر گھوڑے پر سے اُتر پڑے اور ایک مقام پر بیٹھ گئے کہ آخر وہ گورخر کہان جائے گا جب ماندہ ہوکر اسی صحرا مین آئے گا مارونگا جیتا نچھوڑونگا۔

اسی فکر مین تھے کہ دور سے ایک روشنی نظر پڑی قیاس کیا کہ شاید کوئی گانو قریب ہی بہتر ہی اسی گانو مین چلکر شب بسر کرین صبح کو دیکھا جائے گا۔

غرض کہ بادشاہ وہان سے اُٹھکر جنگل مین اُسی روشنی کی طرف چلا جب دور پہونچا دیکھا کہ ایک مکان ہی اُسی مین روشنی معلوم ہوتی ہی جب بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس گھر مین ایک جلنشی دراز قد دیو صورت بیٹھا ہوا ہی اور گرد اُسکے چند سبوے شراب رکھے ہوے ہین اور بیل کے کباب لگا رہا ہی شراب پیتا جاتا ہی اور کباب پر زہر مار کرتا ہی اور کہتا جاتا ہی ؎

دور چلے دور چلے ساقیا	اور چلے اور چلے ساقیا

بادشاہ اُس زنگی تیرہ روکی شکل مہیب دیکھکر گھبرایا دفعۃً نظر بادشاہ کی ایک گوشہ مین جا پڑی تو دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین چندے آفتاب و چندے ماہتاب نہایت حسین و جمیل بوٹا سا قد چہرے پر نمکینی سجی ہی ہر عضو بدن سانچے کا ڈھلا ہی ؎

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	جوانی کی راتین مرادون کے دن

بچہ حور ہی بلکہ حور دور از قصور ہی ؎

نہین ہی سرمہ کا دنبالہ اے ترک آنکھ مین تیری	پھریرا سرمئی ہی یہ نشان فوج مژگان کا
دکھایا اُسنے عارض قبر عاشق کی لگی کُھدنے	سحر ہوتے ہی دروازہ کھلا شہر خموشان کا

حسن کی تو اُس طاؤس زیب عدوے صبر و شکیب کی یہ کیفیت تھی مگر دونون دست نازنین ساعد سیمین رسی سے بندھے ہوئے حزین و غمگین ایک کونے مین بیٹھی ہوئی تھی ۔

تصویر جلبشی کی اور بادشاہ کا تیر چلانا اور تیر کا جگر دوز ہو کر واصل بجہنم کرنا



اور اُسکے پانون کے پاس ایک بچہ دو تین برس کا بیٹھا ہوا ان کے حال زار کو دیکھکر روتا تھا میرے باپ کو یہ حال دیکھکر ان دونون پر نہایت رحم آیا اور قصد کیا کہ اس شمشیر آبدار سے اُس دیو خصال کو فی النار والسقر کرے مگر قابو نہ پایا غصے کو ضبط کر کے گھات مین بیٹھے رہے یہان تک کہ اُس موذی سیاہ قلب نے سب ٹھلیان شراب کی خالی کین اور کل کباب دہ مرچکا زہر مار کر چکا اب اُس زن ماہ طلعت قوس ابرو کی طرف متوجہ ہو کر گویا ہوا کہ اے نازنین زہرہ جبین کب تک تو مجھ سے نفرت کرے گی اور میرا کہنا نہ مانے گی دیکھ مین تیری کتنی خاطر کرتا ہون اور تجھپر مرتا ہون تجکو بھی لازم ہی کہ مجھسے التفات کر اپنے وصل سے مجھے شاد کر مفت اپنی جوانی نہ برباد کرے

بیک لحظہ بیک ساعت بیک دم
دگرگون مے شود احوال عالم

میری جان زار تجھپر نثار ہی دنیاے چند روزہ کا کیا اعتبار ہی تیرے غم فرقت نے مجھے کانٹے کی طرح گھلا دیا سارا عیش بھلا دیا ۔

ہجر کی رات کسی طور نہیں ٹلنے کی	تو بہ تا صبح قیامت بھی نہیں چلنے کی
ہجر میں بسکہ ملے دست تاسف ہر دم	خو ہوئی ہاتھ کف افسوس مجھے ملنے کی
نور کو میرے سیہ خانے سے رہتی ہے گریز	شمع روشن کرو ہر چند نہیں جلنے کی

اُس بدذات پیکر بی بی نے تیوری چڑھا کر جواب دیا کہ اے غول بیابانی تو کیا بکتا ہے کبھی تو اپنی مراد کو نہ پہونچے گا تو جس قدر چاہے مجھ پر ظلم کر خواہ جان سے مار ڈال مگر میں کبھی تجھ سے راضی نہ ہونگی موے کلموہے تیری صورت پر جھاڑو پھرے تیری آرزو کبھی پوری نہ ہوگی۔

اِن باتوں سے وہ زنگی دیو سیرت ایسا خشمناک ہوا کہ اُس محبوب گل اندام کو ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار نکال کر چاہتا تھا کہ سر اُس نازنین کا تن سے جدا کر ڈالے کہ فی الفور میرے باپ نے ایک تیر جگر دوز قضا عنوان کر ایسا مارا کہ اُسکے سینے میں لگ کر کلیجے کے پار ہو گیا اور اُسی وقت زمین پر گر کے جہنم واصل ہوا پھر میرے باپ نے کام اُس موذی نابکار کا تمام کیا شکر خدا بجا لائے اور باطمینان خاطر جھونپڑے کے اندر جا کر اُس نازک بدن بی بی کے ہاتھ رسی سے کھول دیئے اور استفسار حال کیا کہ نیک بخت تو کون ہے اور کیونکر تجکو یہ نابکار یہاں لایا اپنے دام تزویر میں پھنسایا۔

اُسنے کہا یہاں سے قریب دریاے شور کے کنارے ایک قوم مہراسنگ نامے غول بیابانی کی طرح سمندر کے ساحل پر رہتی ہے وہاں کے بادشاہ کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی اور یہ سگ ناپاک جو ابھی تمھارے ہاتھ سے طعمۂ شمشیر اجل ہوا ہے میرے شوہر کا مصاحب خاص تھا چونکہ یہ موذی شریک صحبت اور خلا ملا رہتا ہی تھا پس میرا عشق اسکو چڑھا یا طرفہ سودا دماغ میں سمایا چاہتا تھا کہ قابو پاکر لے بھاگے مگر موقع نہ ملتا تھا ایک دن میرے شوہر کو غافل پاکر مجھے اور میرے بچے کو وہاں سے اس جنگل میں بھگا لایا اور ہر روز ارادہ فاسد مجھ سے رکھتا تھا مگر اس دم تک میں نے شیشہ ناموس و ننگ اپنا اُس کو زمانے کے سنگ ظلم و جور سے محفوظ رکھا اُس نجس کی صحبت سے اپنے تئیں بچایا آخر کو میں نے اپنی جان سے ہاتھ دھو کے آج اُس سے یہ گفتگو کی ہے کہ دست از جان بشوید ہر چہ در دل دارد بگوید مرتا کیا نہ کرتا جی کڑا کرکے اور جان پر کھیل کے اس طرح اُسکو ڈانٹا کہ اُسنے مایوس ہو کر قصد میرے مار ڈالنے کا کیا مگر حیات مستعار باقی تھی خدا نے تم کو بھیج دیا اور وہ موذی تمھارے ہاتھ سے قتل ہو کر قعر جہنم میں پہونچا میری یہ سرگذشت ہے جو تم سے کہی اور تم نے میرے حال زار پر رحم کرکے میری کیفیت من وعن سنی۔

شہزادی دریا بار کہتی ہے کہ پھر میرے پدر عالی مقدار نے اُس سیمتن نسرین بدن کی تسلی کی کہ اب

تم خاطر جمع رکھو ہم تمہین صبح کو اس صحراسے شہر دریابار مین جہان کا مین حاکم ہون لے جاؤنگا اگر وہ شہر تم کو پسند آئیگا تو وہان چندے قیام کرنا جب تک کہ تمھارا شوہر تمھاری تلاش مین آئے اس امر کو اُس گل رخسار نسترین عذار نے قبول کیا —

جب کہ لیلائے شب نے خیمہ مغرب مین آرام فرمایا اور سلطان خاور نے منظر فلک سے اپنا جلوہ دکھایا میرا باپ اُس زن پری چہرہ کو اُسکے بچے سمیت اُس صحرائے وحشت خیز سے لیکر ایک سمت کو روانہ ہوا یکایک اُسکے سب سردار اور اہل لشکر کہ تمام رات اُسکی تلاش مین چارون طرف سرگردان و پریشان پھرتے تھے جمع ہوکر حاضر ہوے اور اپنے بادشاہ کے دیدار سے مسرور ہوگئے مگر اُس سرو گل اندام غایدکش ہزار ہر فریب صنم جامہ زیب کو ساتھ سوار دیکھکر نہایت متحیر ہوے کہ اس صحرائے ہولناک مین ایسی حسین و جمیل بی بی کہان سے مل گئی جسکو دیکھکر ہر ایک کی کلی دل کی فرط مسرت سے کھل گئی بادشاہ نے اُن لوگون کو متعجب دیکھکر سارا قصہ اُس زنگی دیو خصال کے قتل کرنے اور اس گل اندام تدرو خرام کو اُسکے پنجہ ظلم و ستم سے بچانے اور اُسکو ہمراہ لانے کا بیان کیا پھر ایک افسر نے اُس بی بی کو اپنے پیچھے اور دوسرے سردار نے بچے کو اپنے ہمراہ اسپ بادرفتار پر سوار کیا اور تھوڑے عرصہ مین شہر دریابار مین داخل ہوے بادشاہ سلامت اپنے محل مین داخل ہوے اور ایک مکان عالیشان نہایت نفیس مع جملہ سامان عیش و نشاط و لوازم فرحت و انبساط کے آراستہ کرکے اُس شہزادی پری جمال کے رہنے کے لیے عنایت کیا اور لڑکے کی پرورش و تعلیم و تربیت کا حکم دیا وہ گل گلزار خوبی و غنچۂ نودمیدۂ باغ محبوبی بڑی آرام و آسایش سے وہان رہنے لگی —

اسکو ایک عرصہ دراز گذر گیا اور اُسکے شوہر کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی تو اُسنے قصد شادی کا میرے باپ کے ساتھ کیا بادشاہ تو اُسکے حسن دلفریب پر ہم زن صبر و شکیب پر فریفتہ ہو ہی چکا تھا اُسنے عقد کر لیا اب دونون ایک ہی جا مثل شیر و شکر رہنے سہنے لگے اور دل مین کہنے لگے ؎

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

بادشاہ اُسکے وصل سے شاد و کام اور وہ بادشاہ کے دولت دیدار سے مسرور بعیش و عشرت بسر کرتے تھے اس عرصہ مین وہ لڑکا بھی جوان ہوا نہایت حسین و جمیل فلک حسن کا مہر منیر چاند کی تصویر نشۂ شباب مین مخمور چودہ پندرہ برس کا سن و سال عجیب صاحب جمال نکلا اسکے علاوہ آداب شاہی سے واقف ہر علم و فن کا ماہر و آگاہ ہوا غیرت بدر و ماہ ہوا ؎

وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے

جو کچھ چاہیے ٹھیک ناک سک سے رنگ	نزاکت بھرا سیرتی کا نیا رنگ
کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن	غرض ہر طرح مین انوکھی پھبن
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین	غرض دلبری اسکے فرمان مین
تغافل حیا ناز عشوہ غرور	ہر اک اپنے موقع سے وقت ضرور
وہ محراب ابرو کہ ایوان حسن	جھکے شاخ نخل گلستان حسن
نگہ آفت چشم عین بلا	مژہ دین صفون کو اُلٹ بر ملا

اُسکو بادشاہ اور کل ارکان دولت نے پسند کیا اور سب کی رائے یہ قرار پائی کہ اس نونہال باغ رعنائی کی شادی اس غنچہ سربستہ گلزار شاہی یعنی مجھ کمبخت کے ساتھ ہو جائے اور بادشاہ کا وہی وارث تاج و تخت قرار پائے وہ جوان رعنا یہ توجہ و عنایات سلطانی اپنے حال پر دیکھکر علی الخصوص خبر وصلت سُنکے بہت خوش ہوا ۔

پھر ایک دن میرے باپ نے چاہا کہ میرا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین پکڑا کے عقد میرا اُسکے ساتھ کر دے مگر قبل از نکاح کئی شرطین پیش کین از انجملہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ میری بیٹی پر دوسری سوت نہ لائے عقد ثانی سے اُسے نہ جلائے یہ شرط اُس جوان مغرور کو پسند نہ ہوئی اُسنے قبول نہ کی سمجھا کہ مجکو حقیر و کمرتبہ جانکر یہ شرط کرتے ہین غرض کہ اس سبب سے امر ازدواج مین توقف واقع ہوا اور یہ بات موجب اُسکی ناراضمندی کی ہوئی اور دل مین میرے باپ کا دشمن جانی ہو گیا اور منتظر موقع وقت کا رہنے لگا ۔

آخر الامر ایک روز اُسنے میرے باپ کو غافل پاکر قتل کر ڈالا اور میری ہلاکت کے لیے محل مین روانہ چلا آیا مگر وزیر نے خبر قتل بادشاہ سُنکے فوراً مجکو محل سے علٰحدہ نکال لے گیا اور اپنے کسی دوست کے گھر مین رہنے کے لیے مجکو مخفی کر دیا اور دو روز کے عرصہ مین ایک جہاز بہم پہونچا کے مجھے اور میری خادم کو اُسپر سوار کر کے اور ملک کی طرف کہ وہان کا بادشاہ میرے باپ کا دوست تھا ہمراہ لے کر روانہ ہوا تاکہ مجھے اُسکے سپرد کر دے اور اُس بادشاہ سے مدد لے کر میرے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے واسطے اُس جوان نمک حرام پر فوج کشی کرے ۔

اتفاقات قضا و قدر سے کئی دن کے بعد ایسا طوفان شدید آیا کہ ناخدا اور خلاصی جہاز کے اُسے دیکھکر سخت بدحواس اور مضطرب الحال ہو گئے آخر صدمہ طوفان اور شدت امواج سے وہ جہاز شکست ہو کر غرق ہو گیا اور وزیر سمیت کل اہل جہاز غریق بحر فنا ہوئے مگر مین ایک تختہ پر ڈوبتی

اُچھلتی موجون کے تھپیڑون سے کنارے دریا کے آلگی خدا نے مجھے مصیبتین دکھانے کے لیے ایسے تند مہ طوفان اور زریا سے تہارسے بسبب اپنی قدرت کاملہ کے صحیح وسالم بچا رکھا جب ذرا میرے ہوش وحواس بجا ہوئے اپنے تئین زندہ کنارے پر پایا شکر خدا بجا لائی وزیر اور ہمراہیون کو نہ دیکھکر مین نے جانا کہ وہ سب دریا برد ہوگئے اپنے باپ کو یاد کرکے بہت روئی اور اپنی تنہائی پر بے یار و مددگار کے سخت گھبرائی ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم
کہ حال خود بہ کہ گویم عجب غمے دارم

مگر دل مضبوط کرکے کنارے سے اُٹھی کہ اپنے تئین بھی دریا مین ڈال کے ہلاک کر ڈالون ایکبارگی شور وغل آدمیون کا اور گھوڑون کے ٹاپون کی صدا کان مین آئی اُسوقت کیا دیکھتی ہون کہ بہت سے سوار مسلح چلے آتے ہین اور اُنکے درمیان مین ایک شہزادہ حسین وجمیل قبائے زرین پہنے تاج جواہر نگار سر پر رکھے اور کمر بند ہیرے کا باندھے ہوئے نظر پڑا اُسکے بشرے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی ملک کا شہزادہ عالی قدر رئیس نامدار ہے وہ سب لوگ مجھے دیکھکر بہت متعجب ہوئے خصوصاً وہ شہزادۂ والاتبار مجھے اس حال زار مین دیکھکر دریائے حیرت مین غوطہ زن ہوا اور اپنے ایک سردار کو میرے پاس دریافت حال کے لیے بھیجا ہرچند اس سردار نے مجھ سے آکر پوچھا کہ نیک بخت تو کون ہے اور کیا کیفیت ہے مین نے کچھ جواب نہ دیا زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگی وہ سردار مجبور ہوا اور عقلیہ اُسنے قیاس کیا کہ شاید کوئی جہاز ٹوٹ گیا ہے جسکے تختے اور لکڑیان بہکر اس مقام پر آگئی ہین اور مقرر یہ نوجوان حسین بی بی اُسی جہاز طوفان نصیب پر ہوگی جو بہتی ہوئی کنارے پر آلگی۔

خلاصہ یہ کہ اسی طرح اور چند سردارون نے بھی آکر مجھ سے استفسار حال کیا اور میری حقیقت دریافت کی مین نے اُنکی بات کا بھی کچھ جواب نہ دیا وہ شاہزادہ لاچار ہوکر خود آیا اور سب سردارون کو وہان سے ہٹا دیا جب مین تنہا رہ گئی اُسوقت نہایت شفقت و دلجوئی سے مجھ سے گویا ہوا کہ ہم تمہارا حال زار اس غرض سے دریافت کرتے ہین کہ تم کو عزت وآبرو سے اپنے ساتھ لے چلین اور اپنی مادر مہربان کے پاس تم کو لے جاکر بآرام وآسائش متمکن کرین وہ تم سے کمال محبت والفت سے پیش آئینگی ہر امر مین تم کو رضامند وشادکام رکھینگی۔

مین نے شہزادہ کو اپنے حال پر شفیق وغمگسار پاکے کل اپنی سرگذشت من وعن بیان کی اُسنے میرا حال سُنکے نہایت تاسف کیا اور آنکھون مین آنسو بھر لایا اور تسلی دے کے مجکو اپنے ہمراہ لے گیا اور محل مین لیجا کے اپنی مان کے سپرد کیا مین نے ملکہ سے بھی تمام کیفیت اپنی گذارش کی وہ معظمہ بھی

میرا ماجرائے غم اندوز و جگر سوز سُنکے بہت متاسف ہوئی اور شب و روز میری خاطرداری و دلجوئی مین
حد سے زیادہ شفیق و مہربان رہتی تھی آخرالامر بیٹے کے عشق کا حال و اشتیاق و بیقراری اسکی دیکھکر میری
شادی اُسکے ساتھ کر دی مین بھی اُسکے حسن و جمال محبت و الفت کو دیکھکر رضامند ہوگئی پھر رسومات شادی
کے شاہانہ تکلفات سے عمل مین آئے امورات تقدیر سے چارہ نہین مشیت ایزدی مین دم مارنے کا
یارا نہین عین برات کے رات زنگبار کا ایک بادشاہ کہ اس جزیرے کے اطراف مین حکمران تھا اور
ہمیشہ قصد اُس ملک پر لشکرکشی کا رکھتا تھا قابو پاکے لشکر جرار کے ساتھ چڑھ آیا بہت آدمی اُس شہر
کے مارے گئے اور بڑا کشت و خون ہوا غنیم چاہتا تھا کہ مجھے اور میرے خاوند کو گرفتار کرے مگر ہم بتعجیل
تمام اپنے تئین اُسکے ہاتھ سے بچا کے دریا کی طرف راتون رات بھاگے وہان ماہی گیر کی ایک ڈونگی
ہاتھ آگئی ہم دونون اُسکو غنیمت سمجھ کے سوار ہوئے اور رضا بقضا دریا مین ایک سمت کو روانہ
ہوئے اور اپنے دل مین کہنے لگے ؎

قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد		اگر ناخدا جامہ بر تن درد

دور تک کشتی دریا کے دھارے مین پڑکر ایک سمت کو بہی جاتی تھی یہ نہین معلوم تھا کہ قسمت کہان
لے جائیگی بادمخالف کے جھوکون سے اُس [illegible] دریا کے عمیق مین وہ ڈونگی تپے کیطرح بہتی ہوئی چلی جاتی تھی دلمین
دعائین مانگ رہے تھے اور [illegible]
[illegible] یہ شعر ورد زبان تھا ؎

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز		شاید کہ باز بینیم آن یار آشنا را

دو شبانہ روز اُس ورطۂ ہلاکت مین رہے تیسرے دن دور سے ایک جہاز نظر پڑا ہم دونون دل مین بہت
خوش ہوئے کہ شاید کسی تاجر کا جہاز ہی ہمارے مدد کو آتا ہے جب قریب آیا تو کیا دیکھتے ہین کہ اسمین
سے پانچ سات جوان قزاق ننگی تلوارین لیے ہوئے ہماری کشتی پر چڑھ آئے اور ہم دونون آدمیون کو
باندھکر اپنے جہاز پر لے گئے جب اُنھون نے میرے چہرے سے نقاب اُٹھا کر دیکھا سب مجھپر عاشق ہوگئے
اور اُنمین سے ہر ایک نے چاہا کہ اس بی بی کو مین لے لون دیر تک اس امر مین نزاع اور باہم شور و غل
کرتے رہے پھر گفتگو سے نوبت جدال و قتال کی پہونچی رفتہ رفتہ ایک دو ساعت مین سب کے سب
آپس مین لڑ بھڑ کے قتل ہوگئے مگر ایک شخص قوی ہیکل اُنمین سے بچ رہا مجھ سے کہنے لگا کہ مین تجھے شہر کیرد
مین لیجاکر اپنے ایک دوست کو دونگا کہ مین نے اُس سے وعدہ ایک کنیز خوش رو پری چہرہ
لا دینے کا اس سفر مین کیا ہے یہ سنکر مین اپنے دل مین نہایت ششدر و حیران تھی مثل زلف
مہوشان پریشان تھی دل مین کہتی تھی ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

پھر اُس رہزن نے میرے شوہر کو دیکھکر کہا کہ یہ شخص کون ہی کیا تیرا کوئی عزیز ہی یا تیرے عاشقون مین سے ہی مین نے کہا یہ میرا شوہر ہی اُسنے بغیظ وغضب کہا اگر ایسا ہی تو مین اسکو عذاب رقابت سے رہائی بخشں دون کہ پھر تجکو میرے دوست کی بغل مین کیسے دیکھ سکیگا۔

یہ کہکے اُس قزاق نے اس بدنصیب شہزادے کو کہ بندھا ہوا تھا اُٹھا کے دریا مین ڈال دیا ہر چند مین نے واویلا کیا اور اُسکو اس سفاکی سے مانع ہوئی مگر کچھ مفید نہوا۔

شہزادے کو ڈوبتے ہوے دیکھکر مین نے بھی چاہا کہ اپنے تئین بھی دریا مین ڈال دون مگر جلدی سے اُسنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مستول کی رسّی سے مجھے باندھ دیا اور جہاز کو روانہ کیا ہوا موافق تھی جلد ایک چھوٹے سے شہر مین پہونچا اُسنے اُس شہر سے اونٹ اور خیمے اور غلام وغیرہ خرید کرکے شہر کیرو کی راہ لی چند منزل خشکی کے رستے چلے تھے یکایک اس حبشی نے جو اُس قلعہ مین رہتا تھا آکر گھیر لیا دور سے ہم نے اُسکو ایک منارۂ بلند تصور کیا تھا جب قریب آیا تو بدشواری اُسکو ایک دیو مہیب کی صورت دیکھکر سہم گئی دل مین کہتی تھی کہ دیکھیے ابھی تقدیر کیا کیا نیرنگ دکھاتی ہی ؎

نہین معلوم کیا نیرنگ گلشن گل کھلاتا ہی
کہ شبنم صبح تک روتی ہی غنچہ مسکراتا ہی

اتنے مین وہ ظالم قضائے مبرم کی طرح تلوار کھینچکر سامنے آیا قزاق سے کہنے لگا کہ اپنے ہاتھ مثل قیدیون کے باندھکر سب اپنے غلامون اور اُس بی بی سمیت میرے ساتھ چل مگر قزاق نے نہ مانا کمال جرأت سے مع اپنے غلامون کے اُس حبشی جفاکار کا مقابلہ کیا دیر تک اُن سب مین آتش جدال وقتال مشتعل رہی آخر الامر قزاق اور سب غلام اُسکے حبشی خونخوار کے ہاتھ سے مارے گئے پھر مین تنہا رہ گئی اور اپنے حال زار پر گریان ہوئی ؎

چکر مین مثل سنگ فلاخن ہون دیکھیے
پھینکے مرے نصیب کی گردش کہان مجھے
کیا درد دل کہون کہ سراپا ہی دردمند
آتی نہین ہی بات سوائے فغان مجھے

حبشی سیہ رو نے مجھے اور اونٹون کو اور لاش اُس قزاق کی قلعہ مین لے گیا اور اسکا گوشت بجائے طعام کے زہر مار کیا مین زار و قطار رو رہی تھی وہ آدم خوار میری طرف متوجہ ہوکر گویا ہوا کہ بس اب رنج و الم دور کر میری صحبت سے اپنا دل مسرور کر با آسائش تمام اس قلعے مین عیش و عشرت سے بسر کر مرہم وصال سے اندمال زخم جگر کر اگر آج تجکو رنج و قلق زیادہ ہی تو آج کی شب تجکو مہلت دیتا ہون کل ضرور تجکو اپنی خدمت مین لاؤنگا دولت وصل سے فرے اُڑاؤنگا یہ کہکے مجھے ایک مکان مین

سے جاکر مقیم کیا اور آپ دروازے قلعے کے بند کرکے دوسرے کمرے مین جا کر تنہا سو رہا سہ

خالے را خفتہ دیدم نیم روز — گفتم این فتنہ است خوابش بردہ بہ
آنکہ خوابش بہتر از بیداری ست — این چنین بد زندگانی مردہ بہ

جب کہ زنگی شب فوج انجم سے شکست کھاکر گوشۂ مغرب مین چھپ گیا اور سلطان زرین علم نیزۂ خطوط شعاعی ہاتھ مین لیے اُفق مشرق سے نمایان ہوا وہ حبشی تیرہ روزگار بھی خواب مرگ سے بیدار ہوا حسب معمول دروازہ قلعہ کا کھول کے مسافرون کی تلاش مین روانہ ہوا اور نکل گیا تھا اور خالی ہاتھ وہان سے پھرا ہوا آتا تھا کہ تم دوچار ہوا اور تمہارے ہاتھ سے وہ حبشی ملعون آدم خوار مقتول ہوکر فی النار ہوا —

جب شہزادی دریابار نے اپنا سب حال مشرح بیان کیا شہزادہ خداداد کو نہایت تاسف ہوا اور اسکے حال پر رحم آیا کمال تسلی و تشفی سے کہنے لگا کہ اب تم کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو مطلق خائف وہراسان نہو یہ شاہزادے بادشاہ ہیرن کے فرزند ہین انمین سے جسکے ساتھ تم رضامند ہو اُسے قبول کرو یہ تم کو اپنے شہر مین لے جاکر بہت آرام و آسائش سے رکھینگے اور وہ بادشاہ تمہارا حفظ مراتب کرے گا کمال محبت و الفت سے پیش آئے گا اور اگر تم انکی جانب ملتفت نہو تو پھر اُس شخص کے ساتھ رضامندی اپنی ظاہر کرو جسنے تمہین اس بلا سے چھڑایا ہے شہزادی دریابار نے قبول کیا چنانچہ وہ شادی اُسی قلعہ مین بڑے تکلف کے ساتھ ہوئی سب طرح کی جنس اور میوے اور شراب وغیرہ کل سامان وہان موجود تھا شہزادہ خداداد نے طرح طرح کے کھانے لذیذ و خوش ذائقہ پکوائے اور اپنے سب بھائیون کو کھلوائے —

دوسرے دن اُسکے باقی مال و اسباب اپنے ساتھ لے کر وہان سے شہر کیرو کا عزم کیا منزل پر پہونچ کے اچھی جگہ دیکھ کے اُترے اسی طرح منزل بمنزل قطع مسافت کرتے ہوئے چلے جاتے تھے جب شہر ہیرن ایک منزل رہ گیا شب کو بعد کھانا کھانے کے اُن سب شہزادون نے باقی شراب خوب پی اُسمین سے کچھ باقی نہ چھوڑی سہ

ساقی قدح شراب دیدے — مہتاب مین آفتاب دیدے
ساقی باقی شراب دیدے — باقی ساقی جز کچھ ہوئے سے لے

خداداد نشے کے عالم مین اپنے بھائیون سے کہنے لگا کہ مین نے اب تک اپنا حال تم سے چھپایا تھا مگر اب ظاہر کرتا ہون کہ مین بھی تمہارا ایک بھائی ہون بڑا بادشاہ ہیرن کا مجھے شہزادہ سمجھ

نے پرورش کیا تعلیم و تربیت سے ہرفن کا ماہر کر دیا شہزادی پیروز میری مادر گرامی ہی اور شہزادی دریا بار سے بھی مخاطب ہو کر سطر ہو اکہ اے سروجو یبار رعنائی اب تک تمہین میرے حسب نسب کا حال معلوم نہ تھا مگر اب تم بھی مطمئن ہو کہ تمہارا شوہر شہزادۂ عالی خاندان گل نورستہ گلزار شاہی ہی وہ بلبل نشاخسار نجوبی گل فشان ہوئی کہ اگرچہ تم نے اپنا حال مجھ سے کچھ ظاہر نہ کیا تھا مگر مجکو قیافہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ تم عالی نسب ہو چہرہ سے فر شاہی ہویدا بشرہ سے رعب و دبدبہ زبان بردرکی پیدا تھا مین بہ نگاہ اول تاڑ گئی تھی کہ یہ شوکت و شان سوا سے نسل شاہی کے عوام الناس مین نہین ہو سکتی ہی۔

سب شہزادے یہ بات سنکے بظاہر تو خوش ہوے مگر دل مین خار رشک و حسد چبھ گیا دل ہی دل مین رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو گئے بہت ناگوار گذرا مگر خاموش ہو کر دل مین لے رہے موقع وقت کے منتظر ہو کر گھات مین لگے رہے جب کہ زلف لیلاے شب تا بہ کمر پہونچی آدھی رات گذر گئی شہزادہ خداداد اپنے خیمہ مین جا کر شہزادی دریا بار کے ساتھ سو رہا وہ ناسپاس شہزادہ خداداد کے احسانات کو بھول گئے حبشی کی قید سے چھڑانا اور اس طرح بلطف و محبت پیش آنا سب یک قلم فراموش کر دیا اس فکر مین ہوے اور مشورۂ ہلاکت کرنے لگے۔

ایک نے انہین سے کہا کہ ہمارا باپ اسکو حبشی دیپر دیسی سمجھکر اسقدر اعزاز و اکرام کرتا ہی کہ ہم سب پر اسکو حاکم قرار دیا ہی جب اسکو یہ حال ظاہر ہو گا کہ یہ بھی میرا لخت جگر نور نظر ہی تو یقیناً اسکو ولی عہد کرے گا وارث تاج و تخت کر دے گا اسواسطے بہتر صلاح یہ ہی کہ اسکا کام یہین پر تمام کر دین قصہ فیصل ہو جائے وہ ڈربا ہی پھونک دیا جاے یہ مشورہ قرار دے اُسکے خیمہ مین گئے اور چارون طرف سے تلوارین مارنے لگے برس پڑے یہان تک کہ پرزے پرزے کرکے اپنی دانست مین کام اُسکا تمام کر ڈالا اور صبح کو شہر حیران کا رستہ لیا چلتا دھندا کیا شہر مین داخل ہو کر بادشاہ سے ملازمت حاصل کی شرف اندوز خدمت سلطانی ہوے۔

بادشاہ سب فرزندون کو صحیح و سالم پاکر بہت خوش ہوا اور سبب اسقدر توقف کا دریافت کیا اُنھون نے اپنا حبشی کی قید مین گرفتار ہونا اور خداداد کی مدد و اعانت سے رہائی ملنا مطلق نہ بیان کیا بلکہ برخلاف اُسکے ظاہر کیا کہ ہم کو سیر و شکار کی وجہ سے قرب و جوار کے شہرون مین عرصہ ہوا اس باعث سے حضوری سے قاصر رہے بادشاہ اُنکے قول کو باور کرکے خاموش ہو رہا کاروبار مالی و ملکی مین مصروف ہوا۔

اب خداداد کا حال سُنیے کہ جب تیغ آفتاب فلک پر علم ہوئی اور صبح جامۂ کفن پہن کر ہا نب

عدم گئی شہزادی دریابار نے بیدار ہوکر عجیب سانحہ ہوش ربا دیکھا کہ خداداد خون مین ڈوبا ہوا زخمون مین چور پڑا ہوا ہی یہ کیفیت دیکھتے ہی اُسکے حواس جاتے رہے اور اُسکو مقتول سمجھ کے رونے لگی منہ اشکون سے دھونے لگی اُسکی نوجوانی و اوصاف ذاتی و صفاتی کا خیال کرکے اسقدر پھوٹ پھوٹ کے روتی تھی کہ سُننے والون کی چھاتی پھٹتی تھی دل جینے سے بیزار ہوا حال نہایت تباہ و خوار ہوا حسب حال پڑھنے لگی بیقرار ہوکر رونے لگی سہ

عجیب شکل گل و گلستان نظر آئی	پڑین جدھر کو نگاہین خزان نظر آئی
جب اُٹھ کے تار نظرہ خون چکان نظر آئی	تو کوئی عیش کی صورت نہ یان نظر آئی

وہ گل رخان سمن بر کے سیتھے نہ رہے
وہ بلبلان خوش الحان کے چہچے نہ رہے

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہی	ہر اک فراق مکین مین مکان روتا ہی
گدا و شاہ ضعیف اور جوان روتا ہی	غرض یہان کے لیے اک جہان روتا ہی

جو کہیے جوشش طوفان نہین کہی جاتی
یہان تو نوح کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

پیادہ پا ہون رواں شہسوار صد افسوس	لہو کے گھونٹ پیئین بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہون اہل وقار صد افسوس	ہزار حیف دل بیقرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

کہان تک آہ لکھون اپنا حال بربادی	کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی
کسی کو قید الم سے نہین ہی آزادی	کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

الٰہی پھر انھین آباد و شاد دیکھین ہم
الٰہی پھر انھین حسب مراد دیکھین ہم

جب بغور اُسکے چہرے پر نظر کی ذرا ذرا دم اُسکے نتھنون سے آتے جاتے دیکھا اور جسم مین کسی قدر حرارت محسوس ہوئی فوراً وہ خیمہ بند کرکے شہر کی طرف جراح کی تلاش مین دوڑی گئی اور وہان سے جراح کو ڈھونڈھ کر اپنے ہمراہ خیمہ مین لائی وہان خداداد کو نہ پایا یہ خیال کیا کہ شاید کوئی جانور اُٹھا لے گیا اور کھا ڈالا یہ تصور کرکے بہت روئی اور اپنا حال زار ایسا زبون کیا کہ جراح کو اُسکے

حال پر رحم آگیا نہایت تسلی و دلاسا دے کر شہزادی کو شہر مین لے گیا اور ایک مکان اسکے رہنے کے لیے علٰحدہ مقرر کیا اور دو لونڈیان خدمت کے واسطے معین کین اور خود بھی نہایت تعظیم و تکریم سے اُسکی خدمت مین حاضر رہتا تھا مگر شہزادی دن رات گریہ و زاری آہ و بیقراری مین بسر کرتی تھی روکر شب ہجر کو سحر کرتی تھی سا دن بھادون کی جھڑی کی طرح اشک آنکھون سے روان تھے اور یہ اشعار ورد زبان تھے

دل کو بہلاؤن کہان تک کہ بہلتا ہی نہین	یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہین
نالہ نکلا ہی کبھی دل سے کبھی شور و فغان	وصل کا ہاے وہ ارمان نکلتا ہی نہین
دن ڈھلے آنے کا وعدہ ہی کسی سے لیکن	آج یہ دن وہ قیامت ہی کہ ڈھلتا ہی نہین
خضر بھی تو اسی گرداب سے چکراتے ہین	ڈوب کر بحر محبت مین اُچھلتا ہی نہین

ایک دن جراح نے فی الجملہ شہزادی کو خوش پا کے عرض کیا ای بی اگر تم اپنی مصیبت کا حال اور جو کچھ تم پر مصائب گذرے ہین مفصل بیان کرو تو اپنے حتی المقدور تمہارے واسطے اُسمین کوشش کرون شہزادی نے جراح کو ہوشیار و دیانت دار جان کے اپنا سب حال پوست کندہ اُس سے بیان کیا جراح نے کہا اگر آپ کی مرضی ہو تو مین آپ کے پہونچانے کی تدبیر بادشاہ ہیرن تک کرون وہ نہایت منصف و عادل ہی تم کو دیکھکر بہت خوش ہوگا اور قصاص تمہارے شوہر کا اُن شہزادون سے جنھون نے تمہارے شوہر کو قتل کیا ہی لے گا ۔

شہزادی دریا بار اس بات پر رضامند ہوئی پھر جراح نے دو اونٹ کرایہ کیے اور اُنپر وہ دونون سوار ہوکر شہر ہیرن مین پہونچے اور ایک سرا مین اُترکے مالک کاروان سرا سے حال شہر کا دریافت کیا اُسنے کہا اس شہر کے بادشاہ کا ایک فرزند نہایت شجاع و صاحب لیاقت ہر علم و فن مین طاق شہرہ آفاق تھا تھوڑی مدت سے وہ غائب ہی کوئی اُسکا حال نہین جانتا کہ وہ زندہ ہی یا مرگیا شہزادی پیروزنے کہ اُسکی مان ہی بہت کچھ تجسس و تفحص کیا مگر ابتک نہین اُسکا سراغ نہ ملا مان باپ کا تو اُسکی مفارقت مین حال دگرگون ہی دن کو آہ و زاری رات کو اختر شماری ہی دل کو اُنکے نہایت بیقراری ہی بلکہ کل وضیع و شریف اس شہر کے اُس شہزادے کے واسطے روتے اور افسوس کرتے ہین اگرچہ اس بادشاہ کے اُنچاس فرزند اور بھی ہین مگر کوئی اُسکی شجاعت و لیاقت کو نہین پہونچتا اور کسی سے اُسکی تسلی نہین ہوتی باوجود جستجو و تلاش کے اب تک کہین اُسکا پتہ نہین ملتا بادشاہ کی آنکھون مین دنیا اندھیری ہی اپنی زندگی سے سیر ہی ع دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ + جراح نے یہ حال مالک کاروان سرا سے سُنکے شہزادی سے بیان کیا شہزادی نے چاہا کہ خداداد کی ماں کے پاس

جا کر اپنے شوہر کا حال اُس سے ظاہر کرون جراح مرد جہان دیدہ تھا سوچ کر کہنے لگا کہ شہزادی اگر تم اس تدبیر مین مصروف ہو گی قبل اسکے کہ وہان تک پہونچو وہ شہزادے تمہارے آنے کی خبر سُنکے فی الفور کسی صورت سے تم کو ہلاک کر ڈالینگے مفت مین تمہاری جان جانے کی سب ہوس دل کی دل ہی مین رہ جائے گی اس سے تر بہتر مصلحت یہ معلوم ہوتا ہی کہ پہلے مین کسی تدبیر سے خداداد کی مان تک رسائی پیدا کرکے کل حال اُس سے بیان کرون اور اس تقریب کے بعد تم کو وہان پہونچاؤن جب تک تم مخفی اس کاروان سرا مین بیٹھی رہو۔

یہ کہکے وہ جراح شہر کی طرف گیا اثنائے راہ مین ایک بی بی کو محمل زرین مین سوار دیکھا جسکا ساز و یراق بڑے تکلف کا تھا اور پیچھے بہت سی خواصین بیٹھی تھین انکے بعد بہت سے سوار و پیادے اور غلام حبشی ہمراہ سواری کے بڑے تزک و احتشام سے چلے آتے ہین شہر کے سب لوگ اُس بی بی کی سواری دیکھتے ہی دو رویہ صف باندھکر مودب استادہ ہوگئے اور بکمال تعظیم و تکریم مجرا و تسلیم بجا لائے جراح بھی اُن سب کے ساتھ کورنش بجا لایا اور ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بی بی ملکہ معلوم ہوتی ہی اُسنے کہا ہان یہ بادشاہ کا محل ہی یہان کے لوگ اُسکو بہت معزز و محترم جانتے ہین اور سب اس مخدرہ عظمی کی عزت و توقیر کرتے ہین اس وجہ سے کہ یہ مان شہزادہ خداداد کی ہی اسکا حال پُر ملال یقین ہی کہ تم نے سُنا ہوگا۔

جراح یہ کیفیت سُنکے سواری کے ساتھ ہولیا یہان تک کہ اُس بی بی نے ایک مسجد مین جاکے دعا مانگی اور وہان کے لوگون کو بہت سے روپے اور اشرفیان خیرات کین اس وجہ سے کہ بادشاہ نے نذر مانی ہی کہ خداداد کے پھر آنے تک اُسکی مان محتاجون کو اپنے ہاتھ سے خیرات کیا کرے تاکہ وہ اُسکے فرزند کی سلامتی کے لیے درگاہ مجیب الدعوات مین دعائے خیر کیا کرین۔

اُس جراح نے آدمیون کی بھیڑ مین جاکر ایک غلام بادشاہی سے کہا بھائی مجھے ایک راز ضروری ملکہ پیر فرز کے حضور مین عرض کرنا ہی اُسنے جواب دیا اگر تجھے کچھ خبر شہزادہ خداداد کی کہنا ہی تو مضائقہ نہین وہ البتہ ملکہ عالم سماعت فرمائینگی اور اگر کوئی مطلب اور ہی تو اُسکی شنوائی نہو گی اندنون وہ اپنے فرزند کے غم فراق مین اس درجہ مغموم ہو رہی ہین کہ کسی کی بات نہین سُنتین نہ نظر ادب سے کسی کو عرض معروض کرنے کی مجال ہی جراح نے جھک کر کان مین کہا کہ مین اُنہین کے مطلب کی بات کہا چاہتا ہون غلام نے کہا کہ اگر یہ تیرا مدعا ہی تو جیبکا سواری کے ہمراہ محل شاہی تک چلا چل مفصل حال شہزادہ کا بیان کر اور اپنا دامن زر و سیم سے بھر۔

الغرض جب کہ ملکہ پیروزہ اپنے محل مین داخل ہوئین تب اس غلام نے ہاتھ باندھ کے عرض کیا کہ خدا حضور کو زندہ وسلامت رکھے اسوقت ایک اجنبی شخص سواری کے ہمراہ در دولت پر حاضر ہوا ہی اور حضور سے تنہائی مین کچھ عرض کیا چاہتا ہی ملکہ پیروزہ نے اجازت دی کیا مضایقہ ہی بلا لو غلام جراح کو اپنے ساتھ لیے ہوے ملکہ کے حضور مین لے گیا ملکہ نے بنظر الطاف خسروانہ قریب بلا کر ارشاد فرمایا ای شخص کہ کیا کہا چاہتا ہی جراح نے بعد زمین بوسی و بجا لانے آداب شاہی کے دست بستہ عرض کیا کہ غلام ایک عجب قصہ درد انگیز حیرت خیز حضور مین گزارش کیا چاہتا ہی جسکو حضور سنکے بہت متحیر ہونگی پھر اسنے سب حال شہزادہ خداداد کا اور بدسلوکی اسکے بھائیون کی اور حال شہزادی دریابار کا مفصل ملکہ کے حضور مین بیان کیا من و عن عیان کیا ملکہ پیروزہ اپنے بیٹے کے زخمی ہونے کا حال سن کے غش کھا کر گر پڑی خواصون نے جلدی سے دوڑ کر اٹھایا کیوڑا وگلاب وغیرہ سونگھایا جب ملکہ کو غش سے کسی قدر افاقہ ہوا ہوش حواس درست ہوے جراح سے کہنے لگی کہ تم جا کر میری طرف سے اور بادشاہ کی جانب سے شہزادی دریابار کی بہت بہت تسلی و تشفی کرو بعد ازان جراح رخصت ہوا اور ملکہ اپنے فرزند دلبند کی یاد کر کے پھر گریہ و زاری اور اشکباری مین مصروف ہوئی اور یہ اشعار بکمال حسرت و یاس پڑھنے لگی ؎

مرگ کا پھر سر و سامان ہی خدا خیر کرے	پھر جنون سلسلہ جنبان ہی خدا خیر کرے
گریہ آمادہ طوفان ہی خدا خیر کرے	صحبت دست و گریبان ہی خدا خیر کرے

قرۂ غم زدہ ام تا کہ کند دل شادم
باز دیدہ ان شدہ ام تا کہ کند آبادم

مرحبا عشق جفا پیشہ و دشمن پرور	بارک اللہ قدم تیرے مری آنکھون پر
عمر گذری کہ مرا داغ سے خالی ہی جگر	رنگ خون اشک مین باقی ہی نہ نالے مین اثر

آخر این ہوش کہ از سر نگذارم چہ کنم
نفس سرد چہ دارم دل بے غم چہ کنم

یارب اندوہ جدائی سے تو مرنا بہتر	گذرے غم جی پہ تو بس جی سے گذرنا بہتر
ہجر الفت مین قدم کا نہین دھرنا بہتر	ہر کنارا ہی بس اس جان سے کرنا بہتر

رفتہ رفتہ وہ ہوے بحر الفت مین غریق
موج زن دل مین ہوا جسکے یہ دریاے عمیق

اسی حالت مین بادشاہ سلامت بھی محل مین تشریف لائے ملکہ کو نالان وگریان دیکھکر پوچھا اُسنے سب حال جو جراح کی زبانی سنا تھا بادشاہ کے سامنے بیان کیا شاہ جم جاہ یہ ماجرا سنکر بیٹون سے نہایت بدظن ہوا اور اُسی حالت غیظ و غضب مین محل سے اُٹھکر دارالامارۃ مین آیا وہان سب مستغیث اپنے اپنے عرض حال کے لیے جمع تھے وہ لوگ بادشاہ کو غضبناک دیکھکر خائف ہوگئے بادشاہ نے مسند عدالت پر بیٹھکر وزیر کو حکم دیا کہ فی الفور ایک ہزار خاص بردار میری اردلی کے لے جاکر اُنچاسون شہزادون کو گرفتار کر لے اور جہان خونین مجرم رہتے ہین اُس مقام پر لے جاکر مقید کر خبردار کوئی انمین سے نکل کے جانے نہ پائے وزیر نے بموجب حکم بادشاہ کے سب شہزادون کو گرفتار کر کے خونین مجلس مین لے جاکر نظربند کیا اور بادشاہ کے حضور مین تعمیل حکم کی آکر عرض کی بادشاہ نے سب دادخواہون کو رخصت کر کے ارشاد فرمایا کہ آج کل مجکو فرصت نہین ہی ایک مہینے تک مین اجلاس نہ کرونگا تم سب بعد ایک ماہ کے حاضر عدالت ہونا اور وہان سے اُٹھکر وزیر کو ہمراہ لیے ہوے پھر ملکہ پیروز کے محل مین آیا وزیر سے فرمایا کہ تو کاروان سرا مین جا اور شہزادی دریابار کو مع جراح کے بڑی عزت و حرمت سے میرے پاس لا—

وزیر بجرد حکم شاہی ایک اشتر سفید باساز جواہرنگار اصطبل سلطانی سے ہمراہ لے کر اور خود ایک اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر مع جلوس و سامان بادشاہی کے امرا و سرداران لشکر کو ہمراہ لے کے کاروانسرا مین گیا اور بادشاہ کی طرف سے شہزادی دریابار کو مراتب دعا وغیرہ کہکے اُسی خاصہ کے اشتر پر سوار کر اکے اور جراح کو بھی ایک عربی گھوڑے پر سوار کر کے کمال اعزاز و احترام سے محل شاہی کی طرف لے کر روانہ ہوا اہل شہر اور بازاری وتماشائی سواری کا تزک و احتشام دیکھکر خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سواری شہزادی دریابار بی بی شہزادہ خداداد کی ہی آپس مین سب اظہار مسرت کرکے کہتے تھے کہ اب شہزادہ خداداد کا پتہ مل جائے گا مان باپ کا دل بیقرار جو مثل سیماب مضطر تھا تسکین و آرام پائیگا الغرض جب سواری این کروفر در دولت شاہی پر پہونچی شہزادی دریابار نے دیکھا کہ خود ظل سبحانی استقبال کے لیے تشریف فرما ہین فوراً سواری سے اُتر کے قدمبوس ہوئی بادشاہ اُسکا ہاتھ پکڑے ہوے ملکہ پیروز کے پاس لے گئے پھر تینون شخص گلے مل کر خوب روئے یہان تک کہ ہچکیان بندھ گئین جب ذرا اشکباری سے مہلت ہوئی شہزادی نے بادشاہ سے عرض کیا حضور مین امیدوار ہون کہ جنھون نے بیقصور میرے شوہر کو سنگدلی سے مارا ہی اُنسے خون ناحق کا عوض لیا جائے بادشاہ نے نہایت شفقت سے کہا بی بی تم خاطر جمع رکھو مین خداداد کے خون کی بادش

مین اُن سب نابکارون کو قتل کرونگا۔

پھر بادشاہ نے کہا اگرچہ مین نے لاش اپنے پیارے فرزند خداداد کی نہین پائی ہی مگر بیادگار اُسکی بزرگی و احترام کے ایک مقبرہ عالیشان اُسکا بنوانا ضرور ہی پس وزیر اعظم کو بلا کے حکم دیا کہ بوسط شہر مین جلد ایک عمارت عالیشان سنگ مرمر کی مقبرے کے طرز پر تعمیر کی جائے اور اُسکے اندر تصویر شہزادہ خداداد کی آرشتوا کر نصب کیجائے حکم کی دیر تھی چندر روز مین مقبرہ بنکر تیار ہو گیا۔

تصویر خداداد کے مقبرے کی اور سوارون اور فقیرون اور بادشاہ وغیرہ کا گریہ و ماتم کرنا



بادشاہ نے ایک دن اُسکی مجلس عزا و قران خوانی کا مقرر کیا جب وہ تاریخ آئی تمام لوگ شہر کے وضیع و شریف مجلس ماتم دیکھنے کو مجتمع ہوئے بادشاہ بھی مع وزرا و امرا و ارکان دولت کے اُس مقبرہ مین گیا اور سیاہ ساٹن کے فرش پر جو وہان بچھا ہوا تھا بیٹھا تھوڑا عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ ایک رسالہ سوارون کا سر جھکائے ہوئے آنکھین کچھ کھلی کچھ بند وہان پہونچا وہ سوار دو بار گرد مقبرہ کے طواف کرکے تیسری بار سامنے اُسکے کھڑے ہوئے اور شور و غل کرکے کہنے لگے ای فرزند بادشاہ کے اگر ہمارے زور شمشیر اور قوت بازو سے تمھاری رہائی ممکن ہو تو ہم بجان و دل اُسمین حاضر ہین لیکن حکم الٰہی اگر اور طرح پر ہے تو قضا و قدر سے ہم مجبور ہین یہ کہکے وہ سوار جدھر سے آئے تھے اُسی طرف کو واپس چلے گئے۔

اُسکے بعد سو مرد پیر غار نشین گوشہ گزین جنھون نے تمام عمر اپنی تجرید وریاضت مین بسر کی اور کبھی آدمیون کی صورت نہین دیکھی تھی آئے اُنمین سے ایک بزرگ نورانی شکل ایک بڑی بھاری کتاب سر پر رکھے ہوے سب کے آگے تھا وہ سب تین بار مقبرے کا طواف کر کے شارع عام پر کھڑے ہوے اور ایک نے آواز بلند کہا اے شہزادے اگر ہماری دعا و مناجات سے تمہاری مخلصی ہو اور جان بچے تو ہم بجان و دل حاضر ہین یہ کہکے وہ بھی چلے گئے ۔

پھر پچاس عورتین نہایت حسین و جمیل زہرہ تمثال پری جمال سفید ٹانگنون پر چڑھے ساز و یراق سب جواہر نگار تھے سرون پر اپنے طبق جواہرات کے لیے ہوے اُسی طرح گرد مقبرے کے پھرین اور بعد ازان مقبرے کے دروازے پر کھڑی ہوئین اور ایک نے اُنمین سے جو فی الجملہ خورد سال تھی آواز بلند کہنا شروع کیا اے شہزادے اگر ہمارا حسن و جمال تمھارے کام آسکے تو ہم حاضر ہین اور ہم سب تمہاری کنیزین ہین مگر تم جانتے ہو کہ اس جگہ حسن و جمال کچھ کام نہین آتا یہ کہکے نالہ و شیون کرتی وہ بھی چلی گئین بعد اُنکے جانے کے بادشاہ مع اپنے ہمراہیون کے تصویر کے گرد تین مرتبہ پھرا اور اُسکے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا اے میرے فرزند تیرے فراق مین میری آنکھون کا نور جاتا رہا اپنے دیدار سے اُنھین روشن کر تجھے میرے حال زار پر رحم نہ آیا اور یہ اشعار زبان پر لایا ؎

بڑھ گیا درد جگر فرقت کے سامان دیکھکر	کیا کرو گے حالت قلب پریشان دیکھکر
تجکو او ظالم نہ آیا رحم وقت نزع بھی	غیر روتے ہین مرا حال پریشان دیکھکر
آتے ہی فصل خزان کے رنگ بدلا باغ نے	عندلیبین اُڑ گئین اُجڑا گلستان دیکھکر
آگئی شمشیر قاتل مین بھی خوش آبی سب	قتل گہ مین زخمہاے دل کے ارمان دیکھکر
آبلے دل کے مچل جاتے ہین اکثر کس طرح	دامن کہسار مین خار مغیلان دیکھکر

اس قسم کی دل خراش باتین کر کے خوب رویا کہ آنسوؤن کی لڑیان بندھ گئین اور ہمراہیون نے بھی شور نوحہ و ماتم برپا کیا ۔

جب خوب نالہ و بکا کر چکے بادشاہ اپنے ارکان دولت کے ہمراہ محل کو گیا دروازہ مقبرے کا بند ہوا ہفتہ مین ایک دن بادشاہ مع ارکان دولت کے جاتا اور مجلس ماتم بپا کرتا چندے یہی ورد رہا پھر اُسنے وزیر کو شہزادہ غدار اور کا قصاص لینے کے لیے حکم دیا کہ سب شہزادون کو زندان خانہ سے نکال کے قتل کرے جب یہ خبر اہل شہر کو معلوم ہوئی اور سب سامان اُنکے قتل کا تیار ہوا اتفاقاً اُسی روز خبر پہنچی کہ ایک غنیم جسکو اس بادشاہ نے سابق مین ہزیمت دی تھی اب وہ فوج بشمار لیکے چڑھ آیا

اور قریب شہر آگیا ہی بادشاہ اس خبر وحشت اثر کو سنکے نہایت گھبرایا اور سب ارکان دولت بھی مضطر و پریشان ہو کر کہنے لگے افسوس اگر شہزادہ خداداد زندہ ہوتا تو اس غنیم کی کیا طاقت تھی دم بھر میں مار کے بھگا دیتا بہرکیف بادشاہ ہیرن بھی اپنی فوج لیکے شہر سے باہر نکلا اور تیاری بھاگ جانے کی بھی کر رکھی تھی کہ اگر غنیم غالب آیا تو دریا کی راہ سے کسی اور ملک کو نکل جاؤنگا القصہ جب دونوں لشکر مقابل ہوے اور نائرۂ جدال وقتال مشتعل ہوا دونوں جانب کی فوجیں میدان کارزار میں آکر ٹھہریں تلواریں چلنے لگیں اپنے اپنے ہتھیار تیر وکمان وخنجر وسپر لیکر سب دوڑ پڑے جنگی باجا بجنے لگا رعد توپ وتفنگ بلند ہوئی ہنگامہ شور وغل بپا ہوا ؎

کوئی آنکھیں ملتا فقط لے سپر		کوئی ترکھے جا سے کمان دوش پر
کوئی تیر ترکش میں رکھکر چلا		کوئی بے حیا تیر بر دوش تھا
کوئی خالی مڑھوا لے کے تلوار کے		چلے کہتے ہاں مار لے مار لے
لیے ہاتھ میں کوئی خالی رفل		کسی نے چڑھایا نہ برچھے پہ پھل
کوئی ہاتھ میں لے کے خالی تفنگ		چلا بدحواسی میں تھا سوے جنگ
وہیں سے چڑھائے ہوے پائے پر		نکل آئے خیمے سے تھے بے خطر
ہزاروں جو تھے منچلے ہوشیار		وہ خیموں سے اپنے نکل ایکبار
سپے رزم وپیکار آمادہ ہو		سنبھالے ہوے ڈھال تلوار کو
ہوا عرصۂ حشر میدان جنگ		لڑائی کی جی میں تھی سب کی امنگ
لگی چلنے باہم جو تیغ دودم		ہزاروں لگے قتل ہونے بہم
گھسیٹے ہوے تیغ سب میان سے		لڑائی پہ طیار وآمادہ تھے
ہزاروں کے نیزے تھے سینوں کے پار		گرے تیر کھا کر ہزاروں سوار
ہزاروں کے تھے سر پڑے دھڑ نہ تھے		ہزاروں کے دھڑ پر سے سر اڑ گئے
کسی کے تھے پانوں کی کوچیں کٹیں		کسی کی کٹی پنڈلیاں دونوں تھیں
تھا جسکے لگا ہاتھ پالٹ کا تھا		وہیں وہ تڑپتا تھا لنگڑا پڑا
ہزاروں پڑے تھے کلیجے نکل		پھٹے سر تھے اور آئے بھیجے نکل
اسیر کمند بلا تھا کوئی		پڑا خاک پر لوٹتا تھا کوئی

دفعۃً غنیم نے بادشاہی فوج کا محاصرہ کرلیا چاہتا تھا کہ سب کو بادشاہ سمیت قتل کرے ناگاہ

ایک تتق گرد کا بلند ہوا جب ہوا کے طمانچہ سے دامن گرد شگافتہ ہوا تو ایک فوج سواروں اور بہادروں کی نعرہ کرتی ہوئی نمود ہوئی ؎

اگر برکشیم نعرہ بر فوج کین — فتد لرزہ بر آسمان و زمین
ز تیغم بمیدان جنگ آوران — ہمہ سو شود الامان الامان

دونوں بادشاہ اُس فوج کو کہ نہایت چست و چالاک دریاے آہن میں غرق تھی دیکھکر بہت متعجب ہوے کہ یہ کمک کہاں سے آئی جب وہ لشکر قریب پہونچا یکبارگی دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوا اور طرفۃ العین میں اُسکو ہزیمت دی اور تعاقب کر کے لشکر مخالف کے کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑا بادشاہ حیرن یہ جنگ رستمانہ دیکھکر نہایت متحیر ہوا اور شکر خدا بجا لایا اپنے ملازموں سے حکم دیا کہ اِس فوج کے سردار کا نام دریافت کرو کہ یہ کون ہی اور کہاں سے آیا ہی جب دشمن کی فوج قتل و جرح ہو چکی اور بقیۃ السیف اپنی جان لے کر ادھر اُدھر مفرور ہو گئے تب سردار اُس فوج کا غنیم سے خاطر جمع کر کے بادشاہ حیرن کی ملاقات کے لیے آیا جب دونوں قریب آئے بادشاہ حیرن نے بتقاضاے جوش خون اُسے پہچان لیا کہ یہ میرا بیٹا خداداد ہی بادشاہ اِس درجہ خورم و شاد ہوا کہ اُسکا بیان زبان قلم سے دشوار ہی اسواسطے کہ دو طرح کی مسرت حاصل ہوئی ایک تو دشمن پر مظفر و منصور ہوا دوسرے خداداد کو صحیح و سالم پایا۔

خداداد نے عرض کیا خداوند جسکو آپ نے سُنا تھا مارا گیا وہ میں ہوں خدا نے آج کے دن کے واسطے مجھے زندہ رکھا تاکہ آپ کی خدمت بجا لاؤں اور آپ کے دشمن کو تہ تیغ کروں بادشاہ نے کہا اے میرے پیارے فرزند میں تجھ سے مایوس تھا اور تیرے ملنے کی امید ساقط ہو گئی تھی خدا نے تجھے پھر زندہ و سلامت دکھایا مجھپر رحم فرمایا۔

غرض کہ دونوں باپ بیٹے گھوڑوں سے اُتر کے گلے ملے خوب روئے پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ مجھے تیری ہمت و جرات کا حال پہلے ہی خوب معلوم ہو چکا تھا خصوصاً جھگڑنا اپنے کمبخت بھائیوں کا جلتی مرغ سے اور حال بدسلوکی کا جو وہ ناسپاس تمھارے ساتھ عمل میں لائے میں اچھی طرح جانتا تھا خیر اب تم اپنی ماں کے پاس چلو کہ اُس ستم رسیدہ کا تمھارے فراق میں عجیب حال ہی تمھارے غم جدائی میں روتے روتے اسقدر نحیف و زار ہو گئی ہی اپنی زندگی سے بیزار ہو گئی ہی کہ فقط پوست و استخوان باقی رہ گیا ہی اب تمھارے دیدار سے اُسمیں جان تازہ آنے کی زندگی کا لطف اُٹھائے گی اور خبر فتح کی تمھارے ہاتھ ہونے کی زیادہ تر خوش ہوگی۔

آثناے راہ مین خدا داد نے بادشاہ سے عرض کیا قبلہ عالم آپ کو احوال قلعہ حلبشی مردم خوار کا اور چھڑانا شہزادون کا اُسکے پنجۂ ظلم وستم سے کیونکر معلوم ہوا شاید میرے کسی بھائی نے سمع اقدس مین گزارش کیا ہو بادشاہ نے کہا نہین اُن نااہلون سے مجھے نہین ظاہر ہوا بلکہ شہزادی دریابار نے کل کیفیت میرے سامنے بیان کی وہ بہت دنون سے ہمارے پاس رہتی ہی اور تمھارے بھائیون سے قصاص خون لینے کو کہتی ہی شہزادہ خداداد اس مژدۂ روح افزا کو سُنکے کہ شہزادی دریابار بھی یہین ہی بہت مسرور ہوا اور کہا پہلے اپنی مادر مہربان کی قدمبوسی سے مستفیض ہوکر شہزادی دریابار سے ملونگا۔

بادشاہ ہیرن نے اپنے غنیم کا سرتن سے جدا کراکے تمام شہر مین تشہیر کرایا تاکہ اہل شہر کو دوچند خوشی ہو ایک تو غنیم کے قتل کی دوسرے خداداد کا زندہ شہر مین پہونچنا غرض کہ گھر گھر ناچ رنگ کے جلسے اور دعوتین ہونے لگین دور بادۂ گلگون سے ہر شخص تردماغ ہوا سارا شہر اس خوشی مین باغ باغ ہوا رعایا برایا بازاری ہفت ہزاری سب اس مسرت مین محو عیش وطرب ہوے شاہد مراد سے ہم کنار سب ہوے۔

ملکہ پیروز اور شہزادی دریابار نے بادشاہ کے حضور مین مبارکباد فتح عرض کی پھر وہ دونون خداداد سے ملاقی ہوکر کمال خوش ہوئین اور ہر ایک گلے مل کر خوب روئے بعد ازان چارون شخص دیر تک ایک جگہ بیٹھکر ادھر اُدھر کا مذکور کرتے رہے یہان تک کہ بادشاہ اور اُن دونون بی بیون کو کمال استعجاب ہوا کہ خداداد باوجود زخمون سے چور ہونے کے اُس جنگل بیابان مین کیونکر زندہ رہا آخر شہزادہ سے دریافت کیا خداداد نے عرض کیا خداوند صبح کو ایک دہقان شترسوار کا گذر خیمہ کی طرف ہوا اور مجھے زخمون مین خون آلودہ پڑا ہوا دیکھکر اونٹ پر سوار کرکے اپنے گھر لے گیا اور جنگل کی بوٹیان پیس کر میرے زخمون پر رکھین اُنکی تاثیر سے بہت جلد زخم بھر آئے تب مین اُس دہقان کا شکر بجا لایا اور رخصت ہوکر شہر ہیرن کا عازم ہوا اثناے راہ مین غنیم کی فوج دیکھی کہ واسطے تسخیر شہر ہیرن کے جوق جوق چلی جاتی ہی مین نے اپنے تئین اطراف وجوانب کے لوگون اور گانون قصبات کے باشندون پر ظاہر کیا اور اُنسے اعانت طلب کی اور ایک جم غفیر خلائق کا جمع کرکے اپنے تئین اُنکا سردار مقرر کیا اور سب کو لیے ہوے بہ تعجیل تمام آکر عین وقت پر پہونچ کر دشمن سے مقابلہ کیا اور حضور کے اقبال سے اُسکو شکست دے کر مظفر ومنصور سعادت قدمبوسی حاصل کی

؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

بادشاہ شکر خدا بجا لایا اور غربا اور مساکین کو علی قدر حال انعام تقسیم فرمایا کل حاضرین آداب

بجا لائے اور یہ اشعار بطور مبارکباد زبان پر لائے ؎

آکر چلی کیا نسیم بہاری
چمن میں ہرے اور چہکتے ہیں بلبل
زر افشانی کا چلن اس قدر ہی
ملا خلعت فاخرہ ہر شجر کو
سبب مجھپہ کھلتا نہیں کچھ ابھی تک
یکایک دیا مژدہ یہ خسرمی نے
چل آ جلد دربار جانذر لے کر
مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہی
اسی کے تو میمن قدم کا ہی باعث

جو ہر غنچہ دل شگفتہ ہوا آج
جو گلشن تھا پژمردہ تازہ ہوا آج
گل یاسمن تک سنہرا ہوا آج
جسے دیکھیے ہی وہ لکھا ہوا آج
یہ سامان کیا بار آلہا ہوا آج
تو پژمردہ کیون یون ہی بیٹھا ہوا آج
کہ اسباب عشرت مہیا ہوا آج
جو مقصود ہی تیرے دل کا ہوا آج
جو رنگ زمانہ ہی بدلا ہوا آج

اسکے بعد بادشاہ نے کہا کہ میں ان سب شہزادون کو حکم قتل دیتا ہون جو تیرے ساتھ ایسی بد سلوکی سے پیش آئے۔

خداداد نے عرض کیا اگرچہ وہ سب بد اندیش سزاوار ایسی ہی سزا کے ہیں لیکن آپ کے فرزند جگر بند ہیں میں نے اُنکا گناہ معاف کیا امیدوار ہون کہ حضور بھی اُنکو عفو فرما کر جان بخشی عنایت کریں ؎ در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست ✤

بادشاہ نے خداداد کے اصرار سے اُن سب شہزادون کا قصور معاف کیا رہائی کا حکم دیا۔ پھر سب ارکین سلطنت کو دربار میں جمع کر کے خداداد کو اپنا ولی عہد و جانشین مقرر کیا خلعت ولیعہدی مرحمت فرمایا اور سب شہزادون کو اپنے سامنے قیدخانہ سے طلب کیا وہ سب اسی حالت سے حاضر ہوے شہزادہ خداداد نے سب کی زنجیرین اور بیڑیان اپنے ہاتھ سے کاٹین ایک ایک سے بغلگیر ہوا اور محبت و اخلاق پیش آیا جیسا کہ قلعہ میں حبشی مردم خوار کے بہ رفق و مدارا پیش آیا تھا اُس سے بڑھکر پیار و اخلاص سے ملا خلق نے اس حسن سلوک پر جو خداداد کی جانب سے ایسے نامہربان بھائیون کی نسبت ظہور میں آیا ہزارہا تحسین و آفرین کی اس محبت و اتحاد کی داد دی ؎ آفرین باد برین ہمت مردانہ تو ✤ —

پھر بادشاہ نے اُس جراح کو طلب کیا جس نے شہزادی دریابار کی خدمت میں حاضر رہکر اتنا بڑا کار نمایان کیا کہ حضور شاہی تک رسائی ہوئی اُسکو خلعت بیش بہا اور مال و زر بے انتہا سے

مالامال کر دیا دامن آرزو زر وجواہر سے بھر دیا پھر سب آپس مین ہنسی خوشی رہنے سہنے لگے خدا نے انکو بڑی بڑی مصیبتون سے بچایا صدہا زحمتین سہکر یہ دن دیکھنے مین آیا ؎

جس طرح انھین بہم ملایا	بچھڑے ہوے سب ملین خدایا

الہ دین وعجیب وغریب چراغ کا افسانہ حیرت خیز عبرت انگیز

ذرا ہان ساقیا بیہوش رکھنا	لب ہر رند کو خاموش رکھنا
کہ اب لکھتا ہون قصہ ایک نادر	مے گلگون کا دے تو جام بھر کر
قلم دکھلائے اپنا خوب ہی زور	طبیعت مین مزہ آجائے کچھ اور
نہ ہے کوئی صراحی آج ہچکی	لب شیشہ پہ ہو مہر خموشی
گرفتہ ہو بط مے کی بھی آواز	رہے خندہ سے ساغر کا دہن باز
صداے قلقل مینا بھی ہو پست	مے غفلت سے ہو ہر رند بدمست
نہ پیدا ہو دف و بربط سے آہنگ	رہین خاموش مطرب کے نے و چنگ
رہین خاموش سب جام و صراحی	ہو سرمہ در گلو ہر اک مغنی
کمند بیخودی کو مین لگا کر	چڑھونگا بام مے خانہ پہ آکر
بیا اے رند بزم نیک فرجام	بنوشش از بادۂ نیرنگ یک جام

ملشیان سحربیان نے گلزار داستان گوئی مین یون نوا سنجی اور نغمہ طرازی کی ہے بلسان عندلیب شیوا زبان اہل طراح چہچہہ پردازی کی ہے کہ ایک شہر لطافت بہر مضافات چین مین مصطفے نامے ایک درزی رہتا تھا پیشہ خیاطی سے اپنی بسر اوقات کیا کرتا تھا عسرت کی وجہ سے اُس پیشہ مین اُسکی اور اہل وعیال کی بمشکل گذران ہوتی تھی فارغ البالی سے کبھی ہم کنار نہ تھے تنا ہد عشرت سے دوچار نہ تھے اسکا بیٹا الہ دین نام نہایت مجہول اور کھلنڈرا تھا سواے لہو ولعب کے دوسرا شغل نہ تھا حمیت وغیرت کا بالکل اس نا اہل کے مزاج مین دخل نہ تھا مان باپ کی ڈانٹ ڈپٹ کو کچھ خیال مین نہ لاتا تھا صبح ہوئی گھر سے چل دیا تمام دن محلہ کے لونڈے دن مین کھیلتا رہا شام کو گھر مین آکر پڑ رہا بالکل فضولی و آوارگی مین اپنی عمر طفولیت ضائع کرتا تھا جب بڑا ہوا اور سن تمیز کو پہونچا باپ نے اُسکے ہر چند سعی وکوشش کی کہ کوئی ہنر اور کسب سیکھے یا اپنے آبائی پیشے کے حاصل کرنے مین جی لگائے مگر کچھ سودمند نہ ہوئی ؎

کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من	کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی

ہرچند زجر و توبیخ اُسکو اپنے ساتھ دکان پہ لے جاتا اور سینا سکھاتا مگر نہ وہ پیار سے نہ مار پیٹ کے خوف سے کام میں جی لگاتا اور ہمیشہ باپ کو اپنی نالائق حرکات سکنات سے ناراض رکھتا جب اُسکا باپ کسی ضرورت سے کہیں دوکان سے چلا جاتا وہ ناسمجھ بھی فوراً چل دیتا اور شام تک واہیات پھرا کرتا تھا ہرچند کہ ان حرکتوں پر چار چوٹ کی مار پڑتی مگر اُس نااہل کے کان پر جون بھی نہ رینگتی ع تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است ؁

غرض کہ الہ دین نے کوئی کام نہ سیکھا محض نالائق ہی رہا اسکا باپ مصطفی کہ مرد غیرت دار تھا ہمیشہ اسی رنج میں گھلا جاتا تھا کہ یہ کمبخت ناشدنی بعد میرے کیونکر اپنی اوقات بسر کرے گا آخر اسی کوفت میں بیمار پڑا اور چند روز علیل رہ کر جامۂ حیات مستعار کو قطع کر کے خیاط اجل کے حوالے کیا اور خود جان بحق تسلیم ہوا سب چھوڑ چھاڑ کر منزل عدم کا رستہ لیا ۔

مصطفے کی بی بی نے اس رنج و الم میں اپنی حالت تباہ کی مگر ضبینا بالقضا از ناگزیر میں کیا چارہ زندگی پر کسی کا اجارہ نہیں موت سے ہر ذی حیات کو چارہ نہیں دم مارنے کا یارا نہیں سنگ صبر چھاتی پر رکھکے مصروف کاروبار ہوئی جب فاتحہ درود سے فارغ وہ سوگوار ہوئی تو اُسنے اپنے نکھٹو بیٹے الہ دین کی طرف خیال کیا کہ دوکان اس نالائق سے سنبھل نہ سکے گی ناچار بند کر دی اور سب سامان بیچ کر روئی کاتنا شروع کی چنانچہ وہ بیوہ سوت کات کر بازار میں لے جاتی اور بیچ کر اُسی سے قوت لایموت کرتی بہت ہی تکلیف و عسرت سے بسر ہوتی تھی شام مصیبت سحر ہوتی تھی الہ دین کی ماں اگر اُس سے کسی کام کو کہتی تو وہ اُسکو عورت سمجھکر ڈراتا دھمکاتا ہمیشہ بدمزاجی سے پیش آتا شوخی اور حرمزدگی سے اُس ضعیفہ کا دل دکھاتا تھا اپنی بیہودگی سے کسی طرح باز نہ آتا تھا کمینے اور پاجیوں سے صحبت رکھتا انفار دار فزال میں اپنی اوقات عزیز رائیگان کرتا یہاں تک کہ چودہ برس کی عمر اُسکی ہوئی مگر تب بھی عقل و شعور سے بے بہرہ فکر معاش سے غافل رہا لوندا اور بازاری لوگوں کی صحبت میں شامل رہا صحبت بد کے اثر نے اسکو بالکل کاہل و سُست بنا دیا بیحیائی کا جامہ پنہا دیا ۔

ایک روز الہ دین اپنے حسب معمول محلے کے لڑکوں میں کھیل رہا تھا کہ ایک اجنبی شخص راہ گیر نے اُسے دیکھا یہ شخص جادوگری کے فن میں کامل تھا سحر ساحری میں ساحری کا یادگار بڑا ساحر غدار تھا اسوجہ سے لوگ اُسکو ساحر افریقی کہتے تھے یہ جادوگر افریقہ کا باشندہ تھا دو روز ہوئے تھے

کہ اس شہر چین مین اقصاے عالم کی سیر کرتا ہوا وارد ہوا اسکو علم رمل و قیافہ شناسی مین بھی مہارت کامل تھی اُسنے الہ دین کی صورت دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ یہ لڑکا میرے اُس کام کا ہی جسکی تلاش مین مین ملک بملک شہر بشہر سرگردان پھرتا ہون آوارہ وطن ہوکر جہ گردی اختیار کی ہی شاید مقصود کی تلاش مین بڑی مصیبت اُٹھائی ہی جب یہ شکل دیکھنے مین آئی ہی ؎

چھان لی ہم نے جہان گذران کی گذری	سارے بازار مین ایک یہ ہی تو مال اچھا ہی

اُس ساحر نے لوگون سے اسکی سب حقیقت مان باپ کا نام اسکا پیشہ و کام تحقیق کر لیا کئی دن ٹال کے تنہا الہ دین کو پایا کہا ای لڑکے تو مصطفے درزی کا بیٹا ہی اُسنے کہا ہان اُسکا فرزند ہون پھر پوچھا وہ کہان رہتا ہی الہ دین بولا بہت دن گذرے وہ قضا کر گئے دنیا سے گذر گئے یہ سُنکے اُسکو گلے سے لگایا چلا چلا کر رونے لگا بیقراری سے جی کھونے لگا لوگ جمع ہو گئے حال پوچھنے لگے وہ بولا صاحبو مصطفے میرا بڑا بھائی تھا مدت دراز سے مین اُنسے جدا ہوکے اور ملکون مین اپنا روزگار کرتا رہا اب اُنکے دیکھنے کو اس شہر مین آیا قسمت نے یہ رنج و الم دکھایا ایسے غمخوار کو مجھسے چھڑایا اب خدا اُنکے فرزند کو زندہ و سلامت رکھے یہ اُنکی نشانی ہی سر سے پانوٴن تک اُسی کا نقشہ ہی یہی میرا باعث زندگانی ہی ؎

دی داد ای خدا دل حسرت پرست کی	ہان کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے

جب خوب رو چکا اشک حسرت سے گریبان و آستین بھگو چکا یہان تک رو دیا کہ ہوش و حواس بجا نہ رہے ناچار یہ اشعار زبان پر آئے ؎

خاک مین تیری محبت نے ملایا مجھکو	خاک مین تیری ہی الفت نے ملایا مجھکو
خاک مین تیری ہی شفقت نے ملایا مجھکو	خاک مین تیری ہی صحبت نے ملایا مجھکو

غرض بہت سے پیسے نکال کے الہ دین کو دیے کہا بیٹا یہ لو اور جو جی چاہے کھاوٴ میوا اور یہ بتاوٴ تمھاری مان کہان رہتی ہی اُس سے میرا سلام کہنا اور پیام دینا کہ تم میری بڑی بھاوج مان کی جگہ ہو کل طرح طیان پاوٴنگا تمھاری قدمبوسی کو ضرور آوٴنگا کچھ تو تسلی دل غمگین کی ہوگی تسکین خاطر حزین کی رہ گئی اسکو دیکھا وہ ساحر ایک طرف کو راہی ہوا۔

الہ دین اپنی مان کے پاس گیا پوچھا مان کوئی میرا چچا ہی عزیزون مین بچا ہی اُسنے جواب دیا میرے ہی دانست مین تو کوئی نہین نہ تیرے باپ نے کبھی کسی کا تذکرہ کیا اُسنے اُس شخص کا ماجرا اپنا پیار کرنا پیسے دینا سب قصہ مان سے بیان کیا وہ سُنکے چپ ہو رہی۔

دوسرے دن وہ ساحر افریقی پھر آیا الہ دین کو لڑکون مین کھیلتا ہوا پایا اُسکو گلے لگایا پیار کیا اور

او دو اشرفیان ... کے ہاتھ مین دین کہا اپنی مان کو دینا شام کو بہرکیف یہان آونگا کھانا بھی وہین کھاؤنگا
الہ دین نے وہ اشرفیان لاکر مان کو دین کہا آج چچاجان ضرور آئینگے بلکہ کھانا یہین کھائینگے وہ ضعیف
اشرفیان دیکھکے بہت خوش ہوئی تمام سن مین اشرفی کی صورت سے بھی واقف نہتی نہ کہ پانا خود بخود
ہاتھ آجانا فرط مسرت سے پہولی نہ سمائی ایک اشرفی بھناکے سب طرح کے کھانے لذیذ پکانے دن
تمام ہوا رات کا ہنگام ہوا۔

جب قرص خورشید نے تنور مغرب مین جگہ پائی اور گردہ قمر نے بساط فلک پر دستر خوان انجم بچھا کے
زینت مہمانی دکھائی وہ ساحر بھی آپہونچا کچھ میوہ تر و خشک اور دو شیشے شراب ناب کے اپنے ہمراہ
لایا چہرہ و شکل اپنا نہایت رنجیدہ بنایا۔

تصویر ساحر افریقی کی الہ دین کے ہمراہ گھر پر آنے کی اور الہ دین کی مان سے باتین کرنے کی



کھینے
کہ جو دہ بر
بازار کو لگا
چھپا

... سامان الہ دین کو دے کے اُسکی مان کو مؤدب سلام کیا اور مصطفے کا نام لے کے رونے لگا وہ بیچاری
مصطفے ... کی ... بھی بین کرکے رونے لگی جب خوب سا دونون رو چکے ہاتھ مُنہ افریقی کا دُھلایا پاس
بٹھیکے کھانا کھلایا جب کھانے سے فارغ ہوچکے افریقی نے الہ دین کی مان سے باتین کرنی شروع کیں
کہ بھابھی صاحب تم کو اس امر سے دہشت نہ ہو کہ تم نے مجکو کبھی نہین دیکھا اس وجہ سے کہ پورے

چالیس برس گذرے کہ مین نے اس شہر کو جو میرا مولد اور موطن تھا چھوڑا اور اس مدت مین پہلے مین نے ہندوستان کا سفر کیا بعد اُسکے فارس چلا گیا ایک عرصہ تک وہان بود وباش اختیار کی پھر عرب اور مصر مین گیا اور بعد سیر وسفر ان ملکون کے عجائب وغرائب دیکھتا ہوا افریقہ پہونچا وہان کے لوگون کو خوش وضع دیکھکر وہین سکونت پذیر ہوا مگر باوصف اس قدر سیر وسیاحت کے اپنے شہر کو جو خاص میرا مولد و مسکن تھا نہین بھولا اور نہ اپنے عزیزون اور دوستون کو فراموش کیا خصوصاً اپنے بڑے بھائی کی یاد مین ہمیشہ رویا کرتا تھا یہ تمنا تھی کہ پھر جاکر اُنکی قدم بوسی حاصل کرون افتخار پاؤن اور اُنکے دیدار فائض الانوار سے دیدۂ دل کو منور کرون مگر سے

من درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال	کارے کہ خدا کند فلک راچہ مجال
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے	تہمتے چند اپنے ذمے دھر چلے

اسی اشتیاق مین ایسا سفر دور دراز طے کرکے آیا مگر اُنکی خبر وفات سُنکے عجیب صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے زبان قلم و دو زبان قاصر ہے سب حسرتین خاک مین مل گئین دل کی آرزو دل ہی مین رہی حسرت دیدار پوری نہوئی یہ کہکر شعر پڑھا سے

دل کی دل ہی مین رہی بات نہونے پائی	حیف ہے اُن سے ملاقات نہونے پائی

مگر فی الجملہ الہ دین کے دیکھنے سے کچھ اطمینان کی صورت نظر آئی دلی مراد بر آئی کہ میرے بھائی مرحوم ومغفور کا پسر ہے نور نظر لخت جگر ہے میرا بھتیجا ہے آنکھون کا تارا ہے موئی مٹی کی نشانی ثمر شجرۂ زندگانی ہے برادر مرحوم کا یادگار یہ نوباوہ گلشن کامرانی ہے صورت وشباہت مین بالکل اپنے باپ کا نظیر ہے آثار وعلامات مین گویا اُنھین کی تصویر ہے یہی سبب ہے کہ مین نے بنگاہ اولین اسکو پہچان لیا کہ ہو نہو یہ میرے بڑے بھائی کا بیٹا ہے اگرچہ یہ بہت سے مجمع اطفال مین کھیل رہا تھا مگر ایک تو خون کا جوش دوسرے شکل وشمائل کی مناسبت فوراً مین نے دوڑ کر گلے سے لگا لیا اور دل مضطرب کو جو سینہ مین مرغ نیم بسمل کی طرح طپان تھا تسلی دے کر سمجھایا کہ خیر بھائی صاحب تو دنیا سے سدھارے اب بھتیجے ہی کو بجائے اُنکے سمجھو اسکو دیکھا گویا اُنھین دیکھا اسی طرح ہے دنیا کا سلسلہ جب افریقی سمجھا کہ بہت داستان غم کہنا اچھا نہین ہے الہ دین کی ماں مغموم ہو رہی ہے اس تذکرے سے اور بھی منغص ہوگی اس وجہ سے اُسنے وہ مذکور موقوف کرکے اور ہی مطلب شروع کیا اور الہ دین کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا میان تم کیا کام کرتے ہو کونسا ہنر وپیشہ تم کو حاصل ہے کونسی صنعت مین دستگاہ کامل ہے ۔

الہ دین شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا خجالت سے کچھ جواب نہ دے سکا اُسکی مان نے کہا بھیا یہ لڑکا نہایت

مجہول و کاہل ہی کسی فن میں دستگاہ نہیں حاصل ہی اسکے باپ نے اپنی زندگی میں بہت کچھ تدبیر کی کہ اسے اپنا پیشہ سکھائے راہ راست پر لائے لیکن اُسکی سعی و کوشش کچھ کارگر نہ ہوئی اسنے اپنی اوقات عزیز رائگان کھوئی سب عمر مفت میں کھو یا کینے نادان رہے + کسی ہنر یا پیشہ کی تعلیم میں متوجہ نہ ہوا لڑکوں میں وا ہیات کھیلتا رہا تم نے بھی بچشم خود دیکھا اب تم اسکے باپ کی جگہ ہو پند و نصیحت سے اسکو راہ پر لاؤ کہو سُنو سمجھا ؤ کہ اپنی راہ لگے لہو و لعب چھوڑ دے تم ایسے شفیق کا کہنا البتہ اثر پذیر ہوگا اپنے آبائی پیشے میں یا اور کسی ہنر کی تعلیم میں دل لگائے گا کہ وقت رفتہ پھر ہاتھ نہ آئے گا -

اور یہ بھی وہ خوب جانتا ہی کہ باپ اسکا کچھ نقد و جنس چھوڑ کر نہیں مرا کہ جس سے ہم بسر اوقات کرتے دن بھر میں چرخا کاتتی ہوں جسپر بھی بڑی دشواری سے روٹی میسر ہوتی ہی بارہا میں نے چاہا کہ اسے گھر سے نکال دوں تاکہ وہ مضطر ہوکے تلاش معاش کی فکر کرے مگر درد فرزندی سے یہ بھی گوارا نہ ہوا یہ کہکے وہ دُکھیا بہت رونے لگی اور دل میں کہنے لگی سہ

	مجھسے اب کچھ کہا نہیں جاتا		ہاے چُپ بھی رہا نہیں جاتا	

افریقی نے کہا بیٹا الہ دین کیا یہ باتیں سچ ہیں جو تمھاری ماں کہ رہی ہیں بیٹا بڑے افسوس کی بات ہی اور نہایت شرم و غیرت کا مقام ہی کہ ایسے باپ کے تم بیٹے اور یوں بیدست و پا ہوکے بیٹھے تمکو لازم ہی کہ محنت و مشقت کرو جہالت چھوڑو سہ

	سرانجام جاہل جہنم بود		کہ جاہل نکو عاقبت کم بود	
	ز جاہل حذر کردن اولے بود		کز و ننگ دنیا و عقبے بود	

اگر پیشہ خیاطی پسند نہو تو اور کوئی ہنر یاد کرو اگر کسی سودمند اور عمدہ تجارت کو جی چاہتا ہو تو صاف مجھسے بیان کرو جھوٹ نہ بولو کہ سہ

	دروغ آدمی را کند بے وقار		دروغ آدمی را کند شرمسار	
	ز کذب ایگیسہ و خردمند عار		کہ اورا نیارد کسے در شمار	

میری نصیحت گوش دل سے سُنو اور اُسپر عمل کرو محنت و مشقت اختیار کرو کھیل کود چھوڑو سچ بولنا اپنا شعار کرو سہ

	راستی موجب رضاے خدا است		کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست	

میں ہر طرح تمھاری اعانت کرنے کو راضی ہوں جب افریقی نے دیکھا کہ الہ دین کچھ جواب نہیں دیتا تو اُسنے کہا میاں صاحبزادے اگر تمھاری مرضی عمدہ پیشہ سیکھنے اور صاحب عزت و توقیر ہونے کی ہو

تو مین تمھین بزازی کی دکان رکھوا دون جسمین عمدہ عمدہ تھان اور انواع اقسام کے ریشمی کپڑے موجود ہون اور قفسہ نفیس و نادر سے آراستہ و پیراستہ ہو اور تم اُسمین بیٹھکر خرید فروخت کیا کرو اور اپنی اوقات عزت و حرمت سے بسر کرکے اعتبار پیدا کرو اپنا مانی الضمیر مجھ سے ہویدا کرو مین جو تم سے اقرار کرتا ہون اُسکو انشاء اللہ تعالے پورا کرونگا۔

الہ دین اُس ساحر افریقی کی یہ شفقت و عنایت دیکھکر بہت خوش ہوا اور جانتا تھا کچھ ایسا نہ تھا کہ جو اس قسم کی تجارت کرتے ہین بڑی فارغ البالی عیش و عشرت سے گذران کرتے ہین عمدہ عمدہ پوشاکین پہنتے ہین تمام دنیا کی نعمتین کھاتے ہین مزے اُڑاتے ہین الہ دین نے اشارے سے کہا اگر یہ عنایت میرے حال پر کیجیے گا تو مین مدت العمر آپ کا ممنون منت رہونگا گویا بے دامون مجھے مول لیجیے گا عزت دیجیے گا
ع درم نا خریدہ غلام توام ؎ —

من بندۂ حضرت کریمم	پروردۂ نعمت قدیمم

ساحر نے کہا بہتر ہے تم نے اسے پسند کیا کل ہی مین سب سامان ظاہری تمھارا پوشاک و لباس سے درست کر دونگا اور تاجرون کے پاس ملاقات کے لیے لے جاؤنگا اور ایک دکان چوک مین کرایہ کی لے کر تمھین بٹھا دونگا ایک تاجر معقول بنا دونگا۔

الہ دین کی ماں بھی یہ شفقت و الطاف بھیجے کی نسبت دیکھکر نہایت ممنون و مشکور ہوئی اور اُسے دولت مند سمجھکر الہ دین کا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین دیا کہ اب تم ہی اسکے سرپرست ہو جو امر اسکے حق مین بہتر اور مناسب سمجھو وہ عمل مین لاؤ۔

سپردم بتو مایۂ خویش را	تو دانی حساب کم و بیش را

جادوگر نے کہا باتون مین رات بہت آگئی ہے اب مین رخصت ہوتا ہون یہ کہکے الہ دین اور اُسکی ماں سے رخصت ہوتا ہوکر اپنے مقام پر گیا دوسرے دن بموجب وعدہ وہ افریقی الہ دین کے گھر گیا اور اُسکو اپنے ہمراہ لے کر ایک سوداگر کی دکان پر گیا جہان ہر قسم کی پوشاک بھی سلائی تیار موجود رہتی تھی الہ دین سے کہا لو بیٹا جو پوشاک تمھین پسند ہو اور جو تمھارے قد و قامت کے موافق ٹھیک ہو مین تمھین لے دون دیر نہ کرون ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش	من انداز قدت را مے شناسم

الہ دین نے یہ سخاوت و مہربانی اپنے عمو کی دیکھکر کمال خوشی سے ایک پوشاک پسند کی افریقی نے وہ جوڑا مع سب اسکے لوازمات کے مول لے کر الہ دین کو دیا الہ دین اُسی جوڑے کو پہن کر بہت خوش

ہوا اپنے جامے مین پھولا نہ سمایا چچا کا شکریہ ادا کیا ؎

اگر ہر موے من گردد زبانے	ز تو رانم بہر یک داستانے

پھر وہ ساحر الہ دین کو اپنے ساتھ چوک مین لے گیا جہان بڑے بڑے تاجران عالی وقار کی دوکانین تھین کہا بیٹا اگر تم چاہتے ہو کہ تم بھی مثل ان سوداگرون کے عزت وحرمت حاصل کرو تو اکثر یہان آیا کرو ان لوگون کا رویہ طور وطریق خرید وفروخت کا دیکھا بھالا کرو چند روز مین تم بھی ایک تاجر ذی شان ہوجاوگے عزت وآبرو ہمسرون مین پاوگے ۔

پھر وہان سے ایک بڑے مشہور ومعروف کاروان سرا مین لے گیا اور وہان سے بادشاہی مکانات اور عمارات عالی کی سیر کراتا ہوا تمام شہر مین پھر پھرا کے اُس سرا مین لایا جہان خود اُترا ہوا تھا وہان اور تاجر بھی ہر مقامات کے مقیم تھے اُنسے تعارف وشناسائی ہوگئی تھی وہاین اپنے بھتیجے کو لے جاکر بٹھا دیا وہان سبھون نے مل کے کھانا کھایا جب شام کا وقت قریب آیا اور مسافر روز نے سرا سے مغرب مین قیام کیا الہ دین نے اجازت گھر جانے کی چچا سے طلب کی افریقی اُسکے تنہا جانے کا روادار نہوا اور خود ہمراہ ہو کر اُسکو گھر تک پہونچانے آیا ۔

الہ دین کی مان بیٹے کو عمدہ پوشاک پہنے ہوے دیکھکر بہت خوش ہوئی دعائین افریقی کو دینے لگی اور کہنے لگی مین تمہاری عنایت ومہربانی کا شکر کس زبان سے ادا کرون ؎

شکر خدا اے را کہ تو ہند شمار کرد	تا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد

میرا لڑکا تو اس الطاف واشفاق کا سزاوار نہ تھا جو تم نے اُسکے حال پر مبذول فرماکے ذرہ کو آفتاب بنادیا مہر ومحبت کا جلوہ دکھا دیا میرا فرزند ہمیشہ تمہاری خدمت گزاری وفرمان برداری مین حاضر رہے گا جس راہ پر اُسے لگاوگے اُسی راہ چلے گا تمہاری اطاعت مین نہ قاصر رہے گا ساحر نے کہا الہ دین نہایت سعادت مند لڑکا ہے جو مین کہونگا وہی کرے گا زنگ جہالت آئینہ خاطر سے دور کرے گا جو میری خوشی ہوگی وہی منظور کرے گا مگر افسوس ہے کہ مین کل کے روز اپنا وعدہ ایفا نہین کرسکتا اس وجہ سے کہ کل جمعہ کا دن ہے سب دکانین بند ہونگی کوئی دکان الہ دین کے لیے کرایہ نہین ہوسکتی نہ کچھ اسباب تجارت خرید کیا جاسکتا ہے سب اہل بازار اپنے اپنے سیر وتماشے مین مشغول ہونگے انشاء اللہ پرسون اس کام کو ہم انجام دینگے کل انتظام کردینگے کل کی فرصت ہے الہ دین کو اپنے ساتھ باغون کے سیر کے لیے لے جاونگا اُسنے اب تک باغات ومکانات شاہی دیکھے کہان ہین رستے تک نہین جانتا لڑکون مین کھیل کے اوقات ضائع کی اب چاہیے کہ روز بروز عقل وشعور سیکھے اچھی صحبتون مین

بیٹھا کرے ہر ایک مقامات کے دیکھنے سے معلومات پیدا کرے صحبت بد سے گریز و جب ہی نیک صحبت اختیار کرنا مناسب ہی ؎

پا بدان یار گشت ہمسر لوط + خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند + پے نیکان گرفت مردم شد

یہ کہکر وہ افریقی رخصت ہوا الہ دین نے جو اپنے تئین اچھی پوشاک پہنے ہوے دیکھا باچھین کھل گئین ؎ دیکھ آئینے کو کہتا تھا کہ الله رے مین؛ اور باغون کی سیر کی خبر سنکے تو دل باغ باغ ہو گیا اس باعث سے کہ اس غریب نے سواے گھر کے دروازے کے اور کچھ نہین دیکھا تھا کبھی قصبات اور قرب وجوار شہر مین نہین گیا تھا ؎

تا بہ دکان وخانہ در گروی + ہرگز اے خام آدمی نشوی
برو اندر جہان تفرج کن + پیش ازان روز کز جہان بروی

الغرض جب معشوقہ سپہر نے حجلہ مشرق سے چہرہ پر نور اپنا خلوتیان شب کو دکھایا اور محفل افروز انجمن نے انجمن کواکب کو برخاست فرمایا صبح کی سفیدی عیان ہوئی اور ظلمت شب نہان ہوئی مرغان خوش الحان اشجار پر بہار پر جناب باری کی حمد وثنا ادا کرنے لگے اور مومن اور پارسا بھی اسکی کریمی کا دم بھرنے لگے ؎

رو سب کے سوے قبلہ امید ہو گئے + سرگرم سجدہ عیسی وخورشید ہو گئے
شب ہوئی آخر نمایان ہو چلے آثار صبح + آتش خورشید نے کی گرمی بازار صبح
روے روشن سے اٹھایا مہر گردون نے نقاب + مردمان دہر تھے مصروف کاروبار صبح

الہ دین نے خواب سے بیدار ہوکر اپنی پوشاک پہنی اور منتظر اپنے چچا کا بیٹھا تھا بعد انتظار بسیار دل مین گھبرانے لگا کہ ایسا نہو وہ نہ آسکے باغ کی سیر ملتوی ہو جانے ؎

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہی + صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہی

پھر دل مین سوچا اور یہ شعر پڑھا ؎

جو مزہ انتظار مین دیکھا + نہ کبھی وصل یار مین دیکھا +

دروازہ کھول کر اسکی راہ دیکھنے لگا اتنے مین دیکھا کہ وہ ساحر چلا آتا ہی الہ دین گھر مین جاکے مان سے رخصت ہوا اور دروازہ گھر کا بند کرکے اس ساحر کی طرف گیا ساحر نے اسے نہایت پیار والفت سے پکارا اور کہا کہ آج مین تجھے کیا کیا عمدہ مکان اور عمارتین عالی شان اور باغ

پُربہار انجوبۂ روزگار دکھاتا ہون کہ تونے تو کیا تیرے فرشتون نے بھی کبھی نہ دیکھے ہونگے پھر اُسے اپنے ساتھ سکاتون کی سیر سے محظوظ کرتا ہوا بہت دور لے گیا جب الہ دین نے محل اور باغ دیکھتا خوش ہوکے کہتا چچا جان یہ کیا عمدہ باغ اور کیا نفیس باغ ہی یہان تک کہ جاتے جاتے شہر کے باہر پہونچے اور کسل راہ سے تھک گئے وہ عیار پُرفن تو خوب جانتا تھا کہ مجکو ابھی اپنے مطلب کے لیے کچھ دور تک لے جانا ہی ازراہ مکر وفریب گویا ہوا کہ اے فرزند تم بہت تھک گئے ہو اور مین بھی ماندہ ہوگیا ہون ذرا اس باغ مین بیٹھ کے دم لے لین اور کسی قدر سستا لین تو پھر آگے چلین -

یہ کہکے اُسنے اپنی کمر سے رومال کھولا جسمین طرح طرح کے میوے تر و خشک اور کچھ کلیچے وغیرہ بندھے ہوے تھے نکالے نصف الہ دین کو دیئے اور نصف آپ لیے اور کہا بیٹا جس قدر میوے تمھارا جی چاہے عمدہ عمدہ چُن کے کھاؤ اور خود بھی کھانے مین مصروف ہوا مگر الہ دین سے باتین کرتا جاتا ہی نصیحت و پند کے طور پر سمجھاتا ہی کہ میان تم لڑکون مین ہرگز نہ کھیلا کرو اچھے لوگون اور دانشمندون کی صحبت مین بیٹھو اُنکی باتون پر دھیان کرو اور اُنکے فیضان صحبت سے فائدہ اُٹھاؤ چند روز مین ایک معقول و مغزز آدمی بن جاؤگے ورنہ اُنلوگون کی طرح مردم کی نظر سے گرکے ذلیل و خوار ہوکر داغ ناکامی اُٹھاؤگے غرض کہ خوب باغ سبز دکھایا باتون مین لگایا ؎

یاب ببک ستگے مرا حال اُکھڑ جائیگا
ہمنشین مین اُنہین باتون مین لگا لون تو کہو

جب ناشتا کرچکے وہ ساحر دم دلاسا دیتا ہوا الہ دین کو اور آگے لے گیا اور شہر بہت دور چھوٹ گیا پہاڑ نظر آنے لگے الہ دین کہ کبھی اتنی دور نہ چلا تھا نہایت تھک گیا پاؤن مین چھالے پڑ گئے عجیب حال ہوا دو قدم چلنا محال ہوا گھبرا کر پوچھنے لگا چچا جان اور کتنی دور جاؤگے ہم باغون سے بہت دور نکل آئے ہین ساحر نے کہا بھتیجے پریشان نہو دل قوی رکھو مین تجھے ایک اور باغ کی سیر دکھاؤنگا جسکے آگے یہ سب باغ گرد اور ناچیز ہین ؎

اُس باغ کی اور ہی ہوا ہی
سبزہ ہر جا اُگا ہوا ہی

اور یہان سے چندان دور بھی نہین ہی تو جب اُسکی فضا دیکھے گا خود بخود دوڑکر اُس باغ مین چلا جائے گا پھر کر پھر نہ آئے گا -

غرض وہ ساحر الہ دین کو دم دھاگا دیتا ہوا ہاتھ پکڑے ہوے کھینچے لیے جاتا تھا اور اُسکا دل بہلانے کو قصے کہانی بھی کہتا جاتا تھا آخر وہ ایک جنگل بیابان صحرائے لق و دق مین پہونچے کہ جو درمیان دو پہاڑون کے واقع تھا اور یہ خاص وہ مقام ہی جہان ساحر کو الہ دین کے لے جانے کا

ارادہ تھا اور جسکے واسطے افریقہ سے اس قدر صعوبتین جھیلتا ہوا چین مین آیا تھا۔

الحاصل وہان پہونچ کر اُسنے الہ دین سے کہا کہ یہین وہ باغ ہی جسمین تجھے عجائب وغرائب چیزین دکھاؤنگا تو سب کلفت راہ بھول جائیگا ایسا نایاب تماشا نظر آئیگا مین آگ کی تلاش مین جاتا ہون تو سوکھی لکڑیان چن رکھ تاکہ مین آگ آکر روشن کرون۔

الہ دین نے بہت سی خشک لکڑیان جمع کین جادوگر نے اُنمین آکر جلایا اور اُس آگ سے اپنا فتیلہ روشن کیا جب اُسکا گل بند ہوگیا ساحر افریقی نے کچھ عطر و خوشبوئین اُس فلیتے پر ڈالین بمجرد اس عمل کے ایک لاٹ دھوئین کی بن گئی اور کچھ افسون سحر کے جسے الہ دین کیا سمجھ سکتا تھا پڑھنے شروع کیے ایک لحظہ کے بعد تاثیر سحر سے زمین جنبش مین آئی اور جس جگہ یہ دونون چچا بھتیجے کھڑے تھے ایک سل مربع پتھر کی برابر ڈیڑھ قد آدم کے نمود ہوئی دیکھا تو ایک کڑا اُسمین پڑا تھا اُٹھانے کے لیے سل مین جڑا تھا الہ دین کم سن اُسنے یہ باتین کبھی کاہے کو دیکھی تھین ڈر گیا بھاگا۔

ساحر کمبخت نے اُسے پکڑا اور زور سے ایسا تھپڑ مارا کہ مُنھ سے خون نکل آیا الہ دین بیچارہ رو رو کے بولا آپنے ناحق مجھے مارا پھر وہ ساحر پیار کرکے بولا بیٹا مین تمھارا چچا ہون اگر طمانچہ مار دیا ہو جب اس کلام کا مزہ پاؤگے درد بھول جاؤگے دیکھو میرے پڑھنے کی تاثیر سے یہ پتھر نظر آیا اسکے تلے خزانہ ہی تو اس پتھر کو اُٹھا اسمین جا کر دیکھ کیا قدرت خدا ہی کیا کرشمہ بھرا ہی الہ دین بولا چچا جان مین حاضر ہون جو فرمائیے بجا لاؤن آپ کی اطاعت سے سر نہ اُٹھاؤن ؎

	سر نہ پیچم ز شمشیر حبیب		ہر چہ آید بر سر من یا نصیب

پھر اُس ساحر نے ایک چھلا دیا کہ اسکو پہن کر پتھر اُٹھا الہ دین نے وہ لوہے کا چھلا پہن کے تختے کی طرح پتھر اُٹھا کے پھینک دیا اُسکے نیچے ایک غار عمیق نظر پڑا اور دروازہ بند دکھائی دیا ساحر نے کہا تم اسمین کود کے دروازہ کھولو اندر تین دالان ملینگے اُنمین دیگین برابر رکھی ہین سب مین چاندی سونا بھرا ہی تم خیال نہ کرنا سیدھے اندر چلے جانا مگر در و دیوار سے جسم اپنا بچانا بلکہ دامن قبا گرد انکے باندھ لو اگر دیوار بدن سے چھو جائیگی فوراً تمھاری قضا آ جائیگی۔

ایک دالان مین دروازہ ہی بے تکلف اُسمین جانا باغ بڑے بہار کا ہی سب فصلون کے میوے تیار ہونگے عجیب و غریب برگ و بار ہونگے اگر مرغوب ہون جتنے مطلوب ہون توڑ کے آستینون اور جیبون مین بھر لینا باہر آ کے شوق سے کھانا کچھ وہم دل مین نہ لانا۔

باغ جب طی کروگے ایک غرفہ نشین بڑے فرو تمکین کی ملے گی اُسکے طاق مین چراغ جلتا ہی اُسکو

بجھا کے جیب مین رکھ لینا روغن اور بتی اُسکی پھینک دینا احتیاط سے چراغ میرے پاس لے آنا مطلق خوف نہ کھانا اُسکے تیل سے تمھارا کپڑا ہرگز چکنا نہوگا اسمین روغن نہین جسوقت اُسے تم طاق سے اُٹھا دُگے فوراً وہ خشک ہوجائیگا ـ

یہ سُنکے الہ دین بجرأت تمام گڑھے مین کود ا اور دروازہ کھولکے دالان مین پہونچا وہان جا بجا سونے کے رنگین بھری ہوئی دیکھین پھر آگے بڑھا باغ دلکشا فرحت افزا نظر پڑا اُسکی فضا و سرسبزی گل و اشجار کی بو باس سے دل نشاط ہوا ـ

باغ تھا وہ تمام معدن نور
اور تجلی مین رشک گلشن طور

خوش وضع اُسکے نقرئی نادب
تھے درخت اُنمین سب جواہر کے

نور مین ہر چمن تھا صبح امید
پھول ایک ایک تھا گل خورشید

مثل خط شعاع سنبل تر
رشک افزا زمین گل تر

حسن مین وہ ہر اک گل سوسن
تھی آلودہ گل رخون کا دہن

جلوہ گر تھے یون پہ اُسکی وہ دوب
صورت سبزۂ رخ محبوب

سب چمن اُسکے نور آگین تھے
پھول پھل رشک ماہ پروین تھے

سامنے شہ نشین نادر کار
سب طلسمات کے در و دیوار

مثل سقف سپہر اُسکی چھت
طرفہ نقش و نگار کی صنعت

طاق مین اک چراغ روشن تھا
نور آگین تمام گلشن تھا

الہ دین باغ کی سیر دیکھتا ہوا شہ نشین مین وارد ہوا چراغ مراد روشن دیکھا اُسنے دل مین کہا کہ یا خدا یہ کیا اسرار ہے نہ آدمی ہے نہ کوئی پاسبان نہ اہل دربار ہے دلہن کی طرح آراستہ مینو سواد باغ ہے اس قصر معلی کا چشم و چراغ ہے لیکن ـ

باغ ہے پر عجیب ہے یہ رودا د
نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد

گل ہین سب اپنے جوبن پر
بوئے گل ہے صبا کے توسن پر

ہے معطر گلون سے سارا بن
صورت وادی تتار و ختن

جا بجا منتظم ہے باد بہار
ہے وہ صحرا نمونۂ گلزار

سامنے کوٹھی ایک جادو کار
سب طلسمات کے در و دیوار

بس فوراً اُسنے چراغ کو گل کر کے باحتیاط تمام جیب مین رکھا اور چلتا دھندا دیکھا ـ

تصویر الہ دین کے زینے پر چڑھنے اور چراغ کو طاقچے سے اُٹھانے کی



پھر باغ میں آیا درختوں کے نیچے پھل بڑے چھوٹے بکثرت پڑے تھے اُٹھا لیے لیکن وہ پھل آفتاب کی طرح درخشان تھے نگاہ نہ ٹھہرتی تھی اس قدر تابان تھے طرہ یہ کہ سب رنگ کے سرخ سفید زرد سبز آسمانی گلابی اودے سنہری دھانی الاسب چمکتے گوہر شب چراغ کی طرح دمکتے جس قدر آستین و جیبوں میں سما سکے اُسنے بھر لیے بہت احتیاط سے دھر لیے مگر باغ کی سجاوٹ آنکھوں میں کھبی جاتی ہی اُسکی لطافت اور بھی دل کو لبھاتی ہی سہ

دم مسیح کا بادبہار میں ہی اثر — نرکس طرح سے ہو نہ اُگل تپ درون خیار
وفور عیش سے بزم نشاط ہی گلشن — کلی جو چٹکے تو آئے صدائے نغمۂ تار
نظر پڑے گل نورستہ تا خسار سے یوں — عیان ہو شیشے سے جیسے شراب سرخ ای یار
گمان غلط ہی کہ بار ثمر سے ہو گئے خم — جھکے ہیں شکر کے سجدے کو باغ میں اشجار
عجب نہیں پرپروانہ ہو پر طوطی — نہال شمع بلک سبز ہو کے لائے بار
چمن میں نام خدا ہی ہجوم گل ایسا — جگہ نہیں جو کرے عندلیب دم نقار

فوراً مکان سے نکل کے گڑھے میں آیا پکارا چچا جان آؤ میرا ہاتھ پکڑ کے باہر نکالو بدحواس ہوں سنبھالو اُس بدبخت افریقی نے چاہا کہ چراغ اس سے کسی طرح لے لوں چاہے وہ بیچارہ سر ٹپک کر مر جائے

اپنی جان سے گذر جا کے ساحر نے کہا پہلے چراغ مجکو حوالے کر پھر تجکو نکال لونگا گھبراتے نہین مین سنبھال لونگا اُسنے کہا یہان چراغ نہین نکل سکتا میوون مین پھنسا دیا ہی باہر آکے نکال دونگا ادہر دم گھبراتا ہی یہان ٹھہرا نہین جاتا ہی -

غرض کہ دو تین بار یہی تکرار ہوئی ساحر کا قصد تھا کہ پہلے چراغ لے لون پھر اسکی شمع حیات گل کر دون لڑکا اس فکر مین تھا کہ باہر آؤن تو چراغ دون اس حیص بیص مین ساحر جھلایا نہایت طیش مین آیا آگ تو جل ہی رہی تھی کچھ خوشبو اُسپر جھونک بے رحمی سے کچھ افسون پڑھنے لگا وہ پتھر جو گڑھے کے منھ سے سرکا تھا پھر اُدھر بڑھنے لگا یہان تک کہ وہ گڑھا چھپ گیا مٹی برابر ہو گئی کچھ نشان باقی نہ رہا اُدھر فلک شعبدہ باز نے رنگ بدلا زمانہ نیرنگ ساز نے ڈھنگ بدلا عامل سپہر چہارم غصے سے نعل در آتش چہرہ لعل افق مشرق سے نمایان ہوا ماہ تابان خوف سے تھرتھراتا ہوا چاہ نخشب مین اُتر گیا لیلاے شب محمل مغرب مین روپوش ہوئی شہرزاد پری نژاد خاموش ہوئی ؎

نکلنے لگی زنگی شب کی بد اختری	ہوا جلوہ گر خاور خسروی
ہوئے بے حجاب آسمان و زمین	ستارون کی آنکھین جھپکنے لگین
نسیم سحر سے ہوا انقلاب	پتنگون کی مٹی ہوئی کیا خراب
ہویدا ہوا نور پنہان صبح ؏	لگے جھلملانے چراغان صبح
صداے موذن ہوئی جب بلند	مسہری سے اُٹھا شہ ارجمند

شہریار عالی وقار بعد اداے طاعت پروردگار تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا داد خواہون کا حاصل مدعا ہو تمام دن عدل و داد مین مشغول رہا مگر خیال داستان شب مین دل لگا رہا آخر مہر جہان گرد نے منزل روز طے کی شام تیرہ انجام محیط عالم ہوئی شہریار نے دربار برخاست کیا خلوت سرا کا رستہ لیا کچھ دیر استراحت کی جب بیدار ہوا شہرزاد مہر تمثال سے فرمایا کہ اُس زندہ درگور کا کیا مآل کار ہوا اُس بلقیس وش نے دُرج دہان کھول کر یون دُرفشانی کی کہ ؎

خدیو فلک شاہ عالی گہر	زمین بوس ہون جسکے شمس و قمر
جہان تیرے پرتو سے ہی کامیاب	ہی تو برج اقلیم مین انتخاب
اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ	جہان ہو وے اور ہو جہاندار شاہ
جہان عدل سے تیرے آباد ہی	غریبون فقیرون کا دل شاد ہی
پھرے بھاگتا مور سے پیل مست	زبردست ظالم یہ ہی زیر دست

بیان سخاوت کروں جو رقم ۔ تو زر ریز کاغذ پہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کے دیکھا جدھر ۔ ہوا مثل نرگس اُسے سیم و زر
وسی عدل کی جو طرح یا درہے ۔ کسے یاد ہے یہ خدا داد ہی
ستم اُسکے ہاتھوں سے رویا کرے ۔ سدا فتنۂ دہر سویا کرے
گھروں مین فراغت سے سوتے ہین سب ۔ پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب
لکھوں گر شجاعت کا اسکے بیان ۔ قلم ہوا فرار رستم داستان
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جسپر اُٹھاے ۔ اجل کا طمانچہ قسم اُسکی کھاے
جہان تک کہ ہین علم کسب و کمال ۔ ہر اک فن مین ماہر ہے وہ خوش خصال

حضور عالم وہ ساحر افریقی درحقیقت مصطفی درزی کا بھائی نہ تھا نہ یہان کا باشندہ ملک افریقہ اسکا وطن تھا وہی اسکا مولد و مسکن تھا جس محلہ مین وہ رہتا تھا وہ ساحرون کا محلہ مشہور تھا وہان جادوگرون کا شہرہ دور دور تھا اُسنے بھی سحر سیکھنا شروع کیا جب چالیس برس گذرے فن سحر مین کامل ہوا اسکے سوا علم نجوم و رمل کا بھی عامل ہوا۔

ایک دن نجوم کے طریقہ سے اسنے زائچہ کیا اور اشکال رمل کو مطابق کرکے اپنا آل کار دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ ملک چین مین ایک وافر خزانہ ہے وہان ہر اطراف طلسم کا کارخانہ ہے اُس تہخانہ مین دولت لازوال ہے ہر خزانہ قارون سے زیادہ زر و مال ہے ایک چراغ وہان جلتا ہے مشعل ماہ کی صورت چمکتا ہے چار موکل زبردست اُسکے تابع فرمان ہین جنات محکوم بدل و جان ہین جو چراغ کو پائے اُسی کے یہ فرمانبردار ہو جائین جو وہ حکم دے بجا لائین جس شے کا وہ طلبگار ہو گو کیسی ہی دشوار ہو فوراً حاضر کردین راز پوشیدہ ظاہر کردین پھر اُسنے دیکھا یہ امر کیونکر سرانجام ہوگا کس شکل سے یہ کام ہوگا جواب پایا کہ یہ امر ہم تیرے ہاتھ سے ظہور پذیر نہ ہوگا ہان جو اس شکل و شمائل کا نابالغ لڑکا ہاتھ آسکے تو یہ مقدمہ اُسکے ذریعہ سے انجام پائے یہ اُسکی تلاش مین نکلا تھا شہر بشہر ڈھونڈھتا پھرتا تھا آخر اُن علامت و نشان کا لڑکا سادہ لوح الہ دین کو پایا اُسکو بھتیجا بناکے دم دلاسا دیتا ہوا اُس مقام پر لایا مگر مثل مشہور ہے ؎

گر زمین را بآسمان دوزی ۔ ندہندت زیادہ از روزی

یہ تو دغابازی سے ناکام رہا وہ طفل اپنی خوش قسمتی سے فائز بمرام ہوا ۔ ورنہ نستانی بستم میرسد کا مضمون صادق آیا اُس غریب نے یہ گنج مراد پایا ؎

کیمیا گر بغصہ مردہ برنج ۔ ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

افریقی مار ڈالنے کے تصور مین دروازہ تہہ سے بند کر کے اپنے ملک کی طرف بھاگا یہ خوف تھا کہ مبادا یہ راز فاش ہو جائے جسنے الہ دین کو میرے ساتھ جاتے دیکھا ہی اُسے معلوم ہو جائیگا تو وہ تجسس میرا ضرور کرے گا تلاش تا بمقدور کرے گا مین گرفتار ہو کر پاداش عمل پاؤنگا سقر رسوا دنیا جاؤنگا اُس بدحواسی مین وہ چھلا جو الہ دین کو پہنا دیا تھا وہ بھی بچہ لینا بھول گئے ہاتھ پاؤن بھول گئے چلتا دھندا کیا مڑکے بھی نہ دیکھا کہ انجام کیا ہوا کارخانہ الٰہی دیکھیے کہ وہی چھلا الہ دین کی رہائی کا باعث ہوا

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؂ -

جب ساحر افریقی الہ دین کو بند کر کے بھاگا یہ چچا چچا کر کے بہت چلایا وہان کون تھا جو اسکی آواز سُنتا اور جواب دیتا بعد رنج و الم یہ اشعار زبان پر لایا

کھینچا غم فرقت کا دل تونے عذاب ایسا	ہم تجکو نہ سمجھے تھے ای خانہ خراب ایسا
نیند آتی نظر آتی تا حشر نہین ہم کو	دیکھا ہی پریشان سا پھر رات کو خواب ایسا
جو عرض تمنا پر ظالم نے کہا مجھ سے	ابتک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا
پوچھا تھا محبت مین ہوتا ہی قلق کیسا	قسمت نے کہا دے کر ای خانہ خراب ایسا
قسمت نے مرے پایا جو رنج محبت مین	دوزخ کے بھی حصے مین آیا نہ عذاب ایسا
مرنے بھی نہین دیتے جینے بھی نہین دیتے	احسان ترحم وہ انداز عتاب ایسا

پھر اسنے زینے کی راہ سے قصد کیا کہ نیچے اُتر کے اُس باغ مین جسے پہلے دیکھا تھا جاؤن اور اُسکی روشنی مین ٹھہرون مگر وہ سب باغ اور مکانات جادو کے جو دیکھے تھے وہ نمود بے بود تھے بالکل غائب ہو گئے اور سب طرف سواے تاریکی کچھ نہ دیکھا سب وہ ہنگی اک سیاہی تھی کہ خود صبح کو راز منہ نہ نکلا کئی بار دہنے بائین جا کے گھبراتا ہوا پھرا مگر کہین راہ نہ پائی نہ ذرہ بھر روشنی نظر آئی ہر چند واویلا کر کے رونے لگا آخر مایوس ہو کے ایک جگہ نشیب مین اُس زندان کے بیٹھ گیا اور اُسے یقین ہوا کہ اب اس جگہ سے کسی طرح مجھے نجات نہین اسی تاریکی مین مرجاؤنگا ناکشا دو نامراد دنیا سے گذر جاؤنگا ؂

کٹتی ہی نہ فرقت کی جاتے گی رات	سحر کو بھی دھبہ لگائے گی رات
چراغ قمر لے کے ڈھونڈھا کرے	سحر کو نہ اس غم مین پائے گی رات
نہ نکلیگا دل کو جو رنج سے	مسافر کو رستہ بھلائے گی رات

دو دن تک بے آب و دانہ اُسی جاے تیرہ و تار مین رہا جب تیسرا دن بھی اسی کلفت مین تمام ہوا تو بھوک پیاس سے وہ نہایت بیتاب ہوا کلیجہ کباب ہوا ؂

مر گئی بلبل جو گیا یاد چمن کو
بجلی کی طرح لاش تڑپتی ہے ہماری
غربت مین خدا یاد دلائے نہ وطن کو
کہتا ہے بجا ابر سفید اپنے کفن کو

سمجھا اس کمبخت چچا کا آنا قضا کا بہانا تھا مجھکو اس گڑھے مین سر پٹک پٹک کر مر جانا تھا جان عزیز گنوانا تھا اُس اندھیرے مین ہر طرف گھبرا کر ٹٹولتا تھا حیرت زدہ چپ تھا کچھ نہ بولتا تھا یکایک حلقہ اُسکے ہاتھ مین آیا اُسکو زور سے کھینچنے لگا اس امید پر کہ شاید یہ حلقہ در ہو میری رہائی موقوف اسی پر ہو اور وہ چھلا جو ساحر نے دیا تھا اُسی ہاتھ مین تھا چھلے نے جو حلقہ سے رگڑ کھائی اسکی امید برآئی فوراً ایک جن بلند بالا بد شکل قوی ہیکل وہان زمین سے نکل کر موجود ہوا بلند اسقدر تھا کہ سر اُسکا آسمان سے جا لگا اُسنے آواز بلند علاء الدین سے کہا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے مین تیرا فرمانبردار مثل غلام ہون اور اُسکا تابع حکم ہون جسکے ہاتھ مین یہ چھلا ہے پہلے تو یہ ڈرا کہ ایک مصیبت مین تو پھنسا تھا اب اس بلا کا سامنا ہوا پھر دل مضبوط کرکے پوچھا تم کون ہو یہان کیونکر آئے جن بولا یہ چھلا جو تیرے ہاتھ مین ہے ہم دو موکل اسکے مطیع فرمانبردار ہین جو تو کہے گا وہ بجا لائینگے تیری اطاعت سے سر نہ پھرائینگے امتحاناً علاء الدین نے کہا اگر تجھ مین اتنی طاقت ہے تو مجھے اس جگہ سے نکال بمجرد اس کہنے کے جن نے وہ پتھر سرکایا اور علاء الدین کو اُس جگہ سے نکال کے باہر لایا اسنے زمین آسمان باغ اور جو کچھ تھا بدستور پایا شکر خدا بجا لایا اور کہا ع

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہان میرا عرب میرا عجم میرا
فنا فی اللہ ہو کر پاؤن عمر جاودان ایسی
مسیح و خضر کی ہستی سے بڑھکر ہو عدم میرا
تمنا جب سے یہ دولت آدمی کو تو نے بخشی ہے
نہین پھولا سماتا خاطر غمگین مین غم میرا
الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر
ملے کونین مین نام محمد سے درم میرا

مگر دو دن سے بے دانہ و آب تھا بھوک پیاس سے نہایت بیتاب تھا چلنے کی طاقت کہان تھی جسم ناتوان مین جان نہ رہی تھی نیم جان تھی جن سے کہا مجھکو فلان مقام و محلہ مین میرے گھر پہونچا دے اور چلا جا پھر جب ضرورت ہوگی بلا لونگا جن بولا جب تو اس چھلے کو رگڑے گا فوراً آ دونگا یہ کہکے اُسکو گھر کے دروازے پر پہونچا دیا اسنے اپنا گھر پہچانا اندر گیا۔

اسکی مان تین دن سے حیران و پریشان تھی سرگرم نالہ و فغان تھی بیٹے کو جو دیکھا فوراً دوڑ کے گلے سے لگا لیا علاء الدین کو ضعف سے غش آ گیا مان نے پنکھا جھلا پانی اسکے حلق مین ٹپکایا جب گھڑی دو ساعت مین اسکو ہوش آیا پہلے مان سے یہ بات کی کہ کچھ کھانا کھلا مارے بھوک کے مرتا ہون بات

نہین کر سکتا ہون جو کچھ موجود تھا اُسنے روبرو رکھا کہا بیٹا پیٹ بھر کے ابھی نہ کھانا بھوک کو بہلانا کچھ قلیل سا کھا کے آرام کر جب سو کے اُٹھنا خوب پیٹ بھر کے کھانا کھانا مجکو سب اپنا قصہ حیرت انگیز مفصل سُنانا۔

القصہ الہ دین نے جب کچھ کھایا اور پانی پیا بدن سُسنا یا لیٹتے ہی سو گیا تین چار گھڑی کے بعد اُٹھا سب حال اپنا اُس ساحر کا صحرا مین لے جانا پھر گڑھے مین بند کر کے بھاگ جانا بیان کیا کہا وہ کم بخت بچا نہ تھا دغا باز ساحر تھا مجکو اُسنے ہلاک کیا تھا لیکن اللہ نے میری بیکسی پر رحم کیا مجکو یہان زندہ پہونچا دیا پھر وہ پھل جو باغ سے چُن کے جیب و دامن سے بھرے تھے مان کو دیے اُسنے کبھی جواہر آنکھ سے نہ دیکھا تھا شیشے کے ٹکڑے سمجھ کے ایک کونے مین رکھ دیے وہ آفتاب کی طرح چمکنے لگے تمام گھر روشن ہو گیا اسکی مان نے ساحر کو بہت برا بھلا کہا اور خدا کا شکر بجا لائی کہ مجھ غریب بیوہ کے بچے کو اُس موذی کے شر سے بچایا۔

الغرض شام قریب تھی یہ ضعیفہ بھی فرزند کے قلق مین سوئی نہ تھی دونون مان بیٹے دروازہ بند کر کے سو رہے کئی روز کے جاگے ہوئے تھے خوب نیند بھر کے سوئے فجر کو جب بیدار ہوئے الہ دین نے مان سے کہا مین اسوقت بہت بھوکا ہون کچھ کھانے کو مجھے دو اسکی مان نے کہ نہایت مفلس اور تہیدست تھی کہا بیٹا افسوس ہے کہ میرے پاس تو ایک ٹکڑا بھی روٹی کا نہین ہے کہ تجھے ناشتا کرنے کو دون جو کھانا کہ تھا تمنے سب رات کو کھایا اگر ذرا صبر کرو تو مین تھوڑا سوت جو مین نے کات رکھا ہے بازار مین لے جا کر بیچون اور کچھ تمہارے کھانے کے لیے لے آؤن الہ دین نے کہا امان جان سوت بیچنے مین عرصہ ہوگا اُسے اور دن پر موقوف رکھو آج تم اُس چراغ کو جسے کل مین اپنے ساتھ لایا ہون لے جا کر بیچو اور اُسکی قیمت سے جنس مول لاؤ کہ دن رات کے کھانے کو کافی ہو آج اسی سے کام نکالو اُسکی مان اُٹھکر وہ چراغ اُٹھا لائی اور اُسے دیکھکر کہا بیٹا یہ چراغ بہت زنگ آلودہ ہو رہا ہے چکٹ گیا ہے اگر اسکو ذرا صاف کر کے بیچونگی تو قیمت کچھ زیادہ ملے گی یہ کہکے تھوڑا پانی اور ریت لے کر اُسکو زور سے ملنے لگی جیسے ہی ایک رگڑا دیا جن قوی ہیکل زبون شمائل موجود ہوا کہا اے ضعیفہ کیون مجھے بُلایا ہے جو کام ہو مجھ سے بیان کر اُسے بجا لاؤن جو شی مطلوب ہو فوراً ہم پہونچاؤن ہم چار موکل اس چراغ کے تابع ہین جسکے پاس ہوگا جس کام کو وہ کہے گا فوراً اُسکا حکم بجا لاوینگے اطاعت سے سر نہ پھیرینگے۔

اُس نیکبخت نے کبھی ایسی مہیب شکل نہ دیکھی تھی تو بیہوش ہو کر گر پڑی اور غش آگیا الہ دین

اُس چھلے کے باعث سے گڑھے مین ایکبار جن کی شکل دیکھ چکا تھا اس قدر نہین ڈرا کہ بیہوش ہو جاتا بلکہ اُسنے دوڑکر جلدی اپنی مان کو سنبھالا اور ایک ہاتھ سے اُس چراغ کو اُٹھا کے باستقلال تمام اُسے جواب دیا کہ مین بھوکا ہون کچھ کھانا میرے لیے لا۔

وہ جن اس بات کے سُنتے ہی نظر سے غائب ہو گیا اور بعد ایک لحظہ کے ایک بڑی سینی نقرئی سر پر رکھے موجود ہوا جسمین بارہ قابین سونے کی جواہر جڑے ہوے طرح طرح کے لذیذ و نفیس کھانون سے جو لی دار بھری ہوئی اور چھ روٹیان سفید مثل برف کے نفیس رکابیون پر رکھی ہوئی اور دو شیشہ بادہ ارغوانی کے مع دو گیلاس جواہر نگار اسکے دونون ہاتھون مین غرض سینی کھانے کی اُسنے دالان مین لاکر رکھدی اور غائب ہو گیا۔

الہ دین نے اس عرصہ مین پانی چھڑک کر مان کو ہوشیار کیا کہا امان جان خوف نہ کھا وُ اُٹھو بیٹھو کھانا حاضر ہے شوق سے تناول کرو ان کھانون کی بو باس سے تمھارے دماغ مین طاقت آجائے گی دیر نہ کرو کھانا سرد ہو جائے گا لطف جاتا رہے گا۔

الہ دین کی مان سینی مین بارہ قابین طلائی اقسام طعام سے بھری ہوئین اور چھ روٹیان اور دو بوتل شراب ناب اور دو گیلاس جواہر نگار یہ سب لوازمہ دیکھکر بہت متعجب ہوئی اور دل مین سوچنے لگی کہ یہ کھانا کہان سے آیا شاید یہان کے بادشاہ نے ہماری تکلیف کا حال سُنکے بھیجا ہے الہ دین نے کہا تم آکر کھانا شروع کرو مین اسکا حال تم سے بیان کرونگا پھر دونون مان بیٹون نے دسترخوان بچھا کے خوب مزے سے اُن کھانون کو جو کبھی خواب مین بھی نہ دیکھے تھے سیر ہو کر کھایا وہ کھانے افراط سے تھے خوب کھا سے باقی رکھ چھوڑے اور تین دن تک کھایا کیے جب کھانے سے فارغ ہوے الہ دین نے کہا امان جان یہ تمام کھانا وہی جن لاکر دے گیا جسکو دیکھکر تم بیہوش ہو گئی تھین اور خود غائب ہو گیا اور جو اُسے اُس جن سے گفتگو ہوئی تھی سب بیان کی۔

وہ ضعیفہ یہ سب حال سُنکے حیران ہوئی کہا بیٹا مجکو یقین نہین آتا مین نے کبھی جن کو دیکھا نہ کسی سے سُنا پھر وہ شریر جن جو میرے روبرو آیا جسے مین دیکھکر بیہوش ہو گئی تھی کیونکر یہان آیا اور کس واسطے اُسنے تہ خانے مین ایک بار ظاہر ہو کے تم سے بات نہ کی اور مجھ سے کیون مخاطب ہوا الہ دین نے کہا امان جان وہ جن اور تھا جو مجھپر تہ خانے مین ظاہر ہوا تھا اور یہ جو جن بالفعل تمھارے روبرو ظاہر ہوا اور ہے اگرچہ بظاہر وہ دونون شکل و شباہت مین یکسان ہین مگر وضع اور لباس مین اُن دونون کے فرق ہے اور وہ دونون فرمان بردار جدا جدا شے کے ہین وہ جو مجھے پہلے نظر آیا تھا وہ تابع اس چھلے کا

ہی جو مین اُنگلی مین پہنے ہون اور اسکا احوال تم سے بیان کر چکا ہون اور جو تمھارے روبرو حاضر ہوا وہ فرمانبردار اس چراغ کا ہی جو تمھارے ہاتھ مین تھا تم نے اُسکی بات نہین سُنی اس وجہ سے کہ بمجرد دیکھنے کے تم کو غش آگیا اور ہوش و حواس تمھارے جاتے رہے ضعیف نے کہا کیا اسی چراغ کے سبب سے جسکو تم اپنے ساتھ لائے ہو وہ ملعون جن مجھپر ظاہر ہوا تھا بیٹا یہ جن فرقہ شیاطین سے ہین انکی صحبت اچھی نہین خدا کے واسطے اس چراغ کو میری نظر سے دور کرو کسی اور جگہہ چھپا کے رکھ دو تاکہ میرا ہاتھ کبھی اُسکو چھو نجاے بلکہ میری صلاح تو یہ ہی کہ تم اسے کہین پھینک دو یا کسی کے ہاتھ اُسے بیچ ڈالو بلکہ چھلا بھی اپنی اُنگلی سے اُتار کے پھینک دو اس آفت مین نہ پڑو ہمکو دیدہ و فقر و فاقہ قبول ہی مین ایسی دولت سے باز آئی جسمین جان جوکھم ہو۔

الہ دین نے کہا آیندہ البتہ ہوشیاری کرینگے مگر اس چراغ کو کیونکر بیچین اسکے سبب سے تو ہم کو اس قدر فائدے اس مفلسی مین حاصل ہوے اور آیندہ بھی اُس سے امید بہتری کی ہی تم خوب سمجھ لو کہ وہ لغو چیز نہین ہی جسکے واسطے میرے مصنوعی چچا نے اتنا بڑا سفر دور دراز اختیار کیا کس قدر تکلیفین اُٹھائین صدہا مصیبتین جھیل کے یہان تک آیا یہ سب کوشش اُسکی اسی واسطے تھی کہ اُسے یہ عجیب وغریب چراغ ہاتھ آئے جسکو وہ سونے چاندی بلکہ جواہرات پر ترجیح دیتا تھا اور وہ خوب اس چراغ کے خواص و اوصاف سے مطلع تھا اُسنے سواے چراغ کے اور کسی چیز کی طرف قسم خزانے اور جواہرات سے کہ اُس تہ خانہ مین بے شمار تھا رُخ بھی نہین کیا مگر حق تعالے نے میری مظلومی اور بیکسی کی طرف خیال کر کے اُسکا نصیب و دولت مجھے عطا فرمائی سچ ہی سہ

بخت و دولت بہ کاردانی نیست
تا نہ بخشد خداے بخشندہ ہ

اماں جان اب چپ ہو رہو اور اس چراغ سے مجھے فائدہ اُٹھانے دو اس طرح سے کہ کسی کو معلوم نہ ہو ورنہ اہل محلہ چرچا کرینگے آتش رشک و حسد مین جل مرینگے اسکو مین تمھاری نظر سے اوجھل ایسی جگہہ رکھ دونگا کہ بوقت ضرورت اُسے پاؤن قسمت آزماؤن اور اس چھلے کو بھی اپنے پاس سے دور نہین کر سکتا اس لیے کہ بسبب ظاہر یہی باعث میری زندگی کا ہوا ہی کہ پھر تم نے مجکو بقید حیات دیکھا ورنہ کب کا اُس تہ خانے مین مر کے رہ جاتا کوئی خبر تک نہ پاتا اب تم مجھے اجازت دو کہ اس چھلے کو ہوشیاری سے پہنے رہون واللہ اعلم کسی وقت مجھپر خدانخواستہ کوئی آفت ناگہانی آئے یا کوئی مصیبت تازہ باعث میری ہلاکت کی ہو جاے تو مین چھلے کی وجہ سے شر آفات سے محفوظ رہونگا ہر وقت محفوظ و رہونگا۔

الہ دین کی ماں یہ معقول اور قرین قیاس باتین سُنکے خاموش ہو رہی کچھ جواب اسکا نہ دیا پھر کہنے لگی بیٹا جو تو مناسب جان وہ کر لیکن جنات سے سروکار نہ رکھو غرض دو روز تک وہ کھانا دونون ماں بیٹون نے خوب کھایا جب کچھ نہ رہا علی الصباح الہ دین کو بھوک لگی وہ ایک قاب طلائی اپنی قبا مین چھپا کے بازار مین بیچنے گیا ایک یہودی تاجر اُس محلے مین رہتا تھا راہ مین وہ مل گیا اُسنے پوچھا میان صاحبزادے یہ کیا لیے جاتے ہو۔

تصویر الہ دین اور یہودی کی باہم بات چیت کرنے اور قاب نقرئی بیچنے کی



الہ دین نے قاب دکھائی یہودی کی رال ٹپک پڑی حیران ہوا کہ ایسی نادر و گران بہا شے اس لڑکے کے ہاتھ کیونکر آئی پھر کیفیت قیمت پوچھی اُسنے کہا جو تم دوگے مین لے لونگا کچھ تکرار نہ کرونگا مال مفت دل بیرحم مفت را چہ گفت جو ملا وہی سہی لڑکے نے کچھ قیمت نہ کہی یہودی نے بہت سوچ کے تھیلی سے ایک اشرفی نکال کے اسکو دی یہ بہت خوش ہوا اُسکو بھنا کے نانبائی سے کھانا لیا گھر مین آیا جو دام باقی بچے ماں کے حوالے کیے وہ کھانے پینے کا سامان بازار سے خرید لائی چندے احتیاج نے انکو شکل نہ دکھائی کئی مہینے وہ قابین یہودی کے ہاتھ ایک ایک کرکے بیچین اور فی قاب ایک اشرفی قیمت لے کر اوقات گذاری لہو و لعب سیر تماشے مین زمانہ گذرتا رہا کچھ دنون خوب چین سے

بسر ہوئی خوشی خورمی سے شام سحر ہوئی سہ

اے زر تو خدا نئی ولیکن بخدا　　ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

جب قابین یک چلین بسینی کی نوبت آئی وہ وزن مین ہر قاب سے دس حصے زیادہ پائی اُسکے بیچنے کو تیار رہوا اور وہی یہودی خریدار رہوا دس اشرفیان دے کے لے لیا الہ دین ناواقف بہت خوش ہوا صرف مین لانے لگا خوب گلچھرے اُڑانے لگا سہ

یہی دولت کا مزہ ہی کہ اُڑین گلچھرے　　ہاتھ آتے ہی جو اُڑ جاے وہ مال اچھا ہی

سابق مین لڑکون کے ساتھ کھیل کود مین عمر عزیز کھوتا تھا پریشانی کا زمانہ واہیات مین گذرا جاتا تھا مگر جن دنون سے افریقی کے ہاتھ سے ذلت پائی تھی اذیت اُٹھائی تھی جب سے ہر روز سہ پہر کو بازار مین جاتا جو ذی عزت دوکاندار تھے یا عمدہ خریدار تھے اُنسے گفتگو کرتا اُنکے معاملات دیکھو سنکے آدمیت حاصل ہونے کی جستجو کرتا چند روز کی دیکھ بھال مین اسکو فی الجملہ حالات اور معاملات دنیا پر اطلاع ہوئی چشم بصیرت کھلی عبرت حاصل ہوئی ـ

جب وہ اشرفیان بھی صرف ہو گئین تو وہ چراغ جسکی یہ روشنی تھی اُٹھا لایا ریت لے کے آسانی ملنے لگا پھر دیا تھو لگا نے کے وہ جن موجود ہوا کہا کہ کس چیز کی طلب ہی کیا خواہش ہی بلانے کا کیا سبب ہی ہم اس چراغ کے موکل ہین جسکے پاس یہ ہوگا ہم اُسکے تابع فرمان ہین مطیع و منقاد بدل و جان ہین جو تم کہوگے بجا لاوینگے اطاعت سے سر نہ پھراوینگے سہ

من بندۂ حضرت کریمم　　پروردۂ نعمت قدیمم

الہ دین نے کہا مجکو بھوک کی شدت ہی ضعف سے غیر حالت ہی یہ سنکے وہ جن غائب ہو گیا دو گھڑی کے بعد ویسا ہی خوان جیسا پہلے لایا تھا حاضر کیا ماں بیٹون نے خوب سیر ہو کے کھایا باقی اُٹھا رکھا چند دن اور اُنھین اوقات گذری گھر سے قدم باہر نکالنے کی ضرورت نہ ہوئی جب کھانا کھا چکا پھر قاب بیچنے کی حاجت ہوئی اب تو انکو خرید و فروخت مین بھی مہارت ہوئی خریدار کا گھر تو دیکھ ہی چکا تھا اُسی یہودی کے پاس قاب لے کے چلا ـ

راہ مین ایک سنار سن رسیدہ و ہوشیار رہتا تھا اُسنے الہ دین کو بلا کر کہا صاحبزادے مین نے تمھین اکثر کچھ چیز لیجاتے ہوے فلان یہودی کے پاس جاتے دیکھا ہی اور اُدھر سے جب پھرے تو خالی ہاتھ آتے پایا ہی اور آج بھی کچھ لیے ہوے وہین جاتے ہو مجھ سے ناحق چھپاتے ہو ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کچھ بیچنے وہان جاتے ہو مگر دھوکا کھاتے ہو نقصان اُٹھاتے ہو میان تمھین معلوم نہین وہ

یہودی بخت بے ایمان بڑا دغاباز وجعل ساز و مکار ہی بھلے آدمیوں کو اس سے معاملہ کرنے سے انکار ہی جسنے اُسکے ساتھ کچھ بیوپار کیا وہ اُسکی بددیانتی سے خوب واقف ہو گیا اگر کوئی چیز بیچنے کو لے جانے ہو تو مجھے دکھاؤ اگر میرے لینے کے لائق ہوئی تو مین خود لے لونگا قیمت واجبی تمھین دے دونگا ورنہ معقول داموں پر کسی اور تاجر کے ہاتھ بکوا دونگا۔

الہ دین نے دامن کے نیچے سے تاب طلائی مرصع کار نکال کے اُسکو دکھائی سنار نے بنظر اول پہچانا سونے کو بے غل و غش جانا پوچھا اسی قسم کی کوئی چیز تم نے یہودی کے ہاتھ بیچی ہی اُسنے تمھین کیا قیمت دی ہی الہ دین بولا بارہ قابین مین نے اُسکے ہاتھ فروخت کی ہین اُسنے فی قاب ایک اشرفی کے حساب سے بارہ اشرفیاں دی ہین یہ سُنکے سُنار نے سر پیٹ لیا کہا ہائے غضب یہ دغابازی چراغچوری دن دہاڑے چوری سے چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد سچ تو یہ ہی کہ میاں اُسنے تمھارے ساتھ بڑی ٹھگی کی جسکا بیان نہین ہو سکتا پھر اُس قاب کو تولا الہ دین سے کہا کہ قیمت واجبی اُسکی بہتر اشرفی ہی پھر تھیلی سے اشرفیاں نکال کے سامنے رکھین کہا اگر جی چاہے تو اور کو دکھا لو جو اس سے زیادہ درم دے تو اُسکو دے دو مجھ سے دو چند گنہگار ہی لو مگر اُس یہودی کو اس امر کی اطلاع نہ ہونے پائے دوسرے کے کان تک خبر نہ جائے۔

الہ دین اُس سُنار کی تعریف کرتا ہوا اپنے گھر آیا اور باقی قابین سب بتدریج اُسی سنار کے ہاتھ فروخت کین دوسرے کے پاس نہ لے گیا اور ایک مدت تک اُنھین کی قیمت سے بسر اوقات کرتا رہا باطمینان گذر دن رات کرتا رہا

اب یہ معمول کیا کہ اکثر جوہریوں مین جا کے جواہر کی خرید فروخت دیکھا کرتا یہان تک کہ اُسکو اس فن مین تمیز حاصل ہوئی اور سمجھا جنکو مین شیشے کے ٹکڑے سمجھتا ہون وہ بیش بہا جواہر ہی اور یہ وہ ٹکڑے ہین جنکو چراغ کے ساتھ تہ خانہ سے لایا تھا لیکن یہ راز کسی سے نہ کہا اُنکو حفاظت سے رکھ کے چپ ہو رہا عقل دوربین سے کام لیا۔

ایک دن اسنے سُنا منادی پکارتا ہی کہ آج کوئی اپنی دوکان نہ کھولے اور نہ گھر سے باہر نکلے شہزادی بدر البدور بادشاہ کی بیٹی غسل کرنے حمام مین جائے گی بعد نہانے کے پھر محل مین آئے گی اُس درمیان مین کوئی متنفس از قسم ذکور شہر کی بازار اور گلی کوچون مین نہ نکلے ورنہ عدول حکمی کی سزا پائے گا گرفتار ہو کر ذلت اُٹھائے گا یہ خبر سُنکے الہ دین کو شوق پیدا ہوا کہ کسی طرح اُسکے جمال جہان آرا کو دیکھا چاہیے اُسنے حمام کے متصل ایک مکان کرایہ کو لیا اور پوشیدہ اُسمین جا بیٹھا اور

دروازے کی درز سے جھانکنے لگا ۔

تصویر شہزادی بدر البدور کی مع خواصون اور خواجہ سراؤن کے اور الہ دین خفیہ دیکھ رہا ہے



شہزادی جب حمام کے دروازے پر پہونچی اور اپنی خواصون اور خواجہ سراؤن کے درمیان مین آکر برقع کو اپنے چہرۂ انور سے اٹھا لیا اسوقت الہ دین نے دروازے کی درز سے اچھی طرح سے دیکھا جیسے ہی بے نقاب وہ روئے تابان نظر آیا تاب نہ لا سکا غش آیا بیہوش ہو کے گر پڑا ؎

صورت وہ جو دیکھی پیاری پیاری ۔ دل مین لگا تیر عشق کاری
بس اسکی طرف نگاہ کرکے ۔ چپ رہ گیا ایک آہ کرکے

اچھی طرح نظر بھر بھی نہ دیکھا تھا کہ تیر عشق کلیجے کے پار ہوا ؎

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی ۔ وہ نظر ہی وداع طاقت تھی
صبر جاتا رہا اک آہ کے ساتھ ۔ ہوش جاتا نگاہ کے ساتھ
دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز ۔ رنگ چہرے سے گر گیا پرواز

صورت دیکھتے ہی سکتے کے عالم مین نقش دیوار ہو گیا خدنگ عشق جگر کے پار ہو گیا واہ کیا صورت زیبا تھی شان کبریا تھی ؎

دیکھے جو تیرے قد کو قیامت تو یہ کہے ۔ سچ درحج ہی اور ہی یہ سراپا ہی اور ہی
تم آئینہ ہی دیکھ کے حیران رہ گئے ۔ واللہ میرے دل مین اک ایسا ہی اور ہی
جی چاہتا ہی جسکو وہ یارب نصیب ہو ۔ کیسی بہشت مجکو تمنا ہی اور ہی

بہت دیر مین ہوش و حواس بجا ہوے دل سے کہا جل جلالہ کیا تیری قدرت ہی ایسی دلفریب صورتین بھی بنائی ہین جنکا دیکھنا کیسا کبھی کسی کے سُننے مین نہین آئی ہین ؎

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی ۔ یہی کمبخت دکھا دیتی ہی صورت اچھی
حسن معشوق سے بھی حسن سخن ہی کمیاب ۔ ایک ہوتی ہی ہزارون مین طبیعت اچھی
دیکھنے والون سے انداز کہین چھپتے ہین ۔ ہم کو پردے مین نظر آتی ہی صورت اچھی

الہ دین نے دل مین خیال کیا کہ شہزادی جب حمام سے نکلے گی اپنے مُنھ پر برقع ڈالے ہوے ہوگی اِس صورت مین دیکھنا اور نہ دیکھنا برابر ہی دل سے کہا اب یہان ٹھہرنا بیکار رہی اُس رشک قمر کا پھر نظر آنا دشوار ہی وہان سے پوشیدہ گھر کی طرف روانہ ہوا طپش دل کا بہانہ ہوا راہ مین یہ حال تھا قدم اُٹھانا محال تھا گرتا پڑتا چہرہ زرد لب پر آہ سرد بہزار خرابی گھر پہونچا اُسکی مان نے یہ نقشہ جو دیکھا بیقرار ہو کر مستفسر حال زار ہوئی یہ خاموش دین و دنیا فراموش جسقدر پوچھا اُسنے کچھ نہ بتایا اس راز کو چھپایا لیکن روز اُسکا دل و جگر خون ہوتا حال دگرگون ہوتا بھوک پیاس بھول کے پاس نہ آتی تھی دل قابو سے باہر تھا وحشت اپنا رنگ دکھاتی تھی ؎

الفت نے کیا تھا دل مین یہ گھر ۔ تھی جس سے خرابی اُسکے جی پر
تھا محو جمال یار ایسا ۔ مطلق نہ تھا ہوش اُسکو اپنا
تھا عشق کا اُسکو جب سے آزار ۔ مضطر تھا بہت وہ نوگرفتار
غم سے جو زیادہ تنگ ہوتا ۔ چھپ چھپ کے وہ زار زار روتا
بے یار جدھر نگاہ کرتا ۔ بے ساختہ دل سے آہ کرتا
رُکنے سے بڑھا جو غم کا آزار ۔ کرنے لگے فاش نالۂ زار

الہ دین کی مان کو یہ حال زبون دیکھکر گریہ و زاری تھی اُسکی تڑپ دیکھنے سے دل کو بیقراری تھی جب وہ متوجہ ہو کے دلداری و غمخواری پوچھتی مستفسر ہو کر دریافت حال کرتی الہ دین رو دیتا بھید کو چھپاتا تھا پر سر مطلب نہ آتا تھا ؎

کسی کے خوف سے دل کھول کر رویا نہین جاتا ۔ کہ جو آنسو ٹپکتا ہی چھپا لیتا ہون دامن مین

مگر عشق وہ بلا ہے جسقدر چھپاؤ افشا ہوتا ہے کوچہ و بازار مین چرچا ہوتا ہے عشق اور مشک کا پردہ کھل جاتا ہے نظر بازون کی آنکھ مین تل جاتا ہے اسکی بو باس خوش دماغون کو منزلون جاتی ہے اسکی وحشت چہرے کی زردی اندھون کو نظر آتی ہے ؎

سچ ہے کہ یہ عشق بد بلا ہے	سچ ہے کہ مرض یہ لا دوا ہے
دکھلاے اثر جو عشق پُر فن	آہن ہو موم موم آہن +
ہے محض غلط کہ دل مین ہے عشق	انسان کی آب و گل مین ہے عشق
ہے خلقت حسن و عشق توام	جس طرح جہان مین راحت و غم
بیجا نہ یہ عشق فن ہے میرا	پروانہ حسن تن ہے میرا
قوت سے اسی کی مجھ مین جی ہے	بے عشق کے کچھ بھی زندگی ہے
تر اس سے زبان بصد سخن ہے	داغ غم عشق جسم و تن ہے

القصہ جہان تک صبر کی طاقت ضبط کی حالت تھی خاموش رہا از بسکہ ناتجربہ کار نو گرفتار تھا ایک دن مان سے کھل پڑا سارا قصہ کہہ دیا کہ اس طرح شہزادی بدر البدر دریشک حور حمام کے دروازے پر نظر آئی صبر و قرار فرار ہوے آنکھون کے روبرو سیاہی چھائی دنیا اندھیر ہو گئی حالت غیر ہو گئی دل کو اُدھر لگاؤ ہے سینہ پر شمشیر محبت کا گھاؤ ہے بے وصل وصال ہوگا کچھ دن اور فراق مین گذرے تو تباہ حال ہوگا ؎

دل تو خون ہو کے بہا چشم سے میری کب کا	مشترا جان بھی ہے اب تن سے نکل جانے کو
مرا دین مان رہا ہون قضا کے آنے کی	بُری گھڑی تھی دل مبتلا کے آنے کی
دم اخیر مجھے اسکی کیا خوشی کم ہے	کہ دیکھے چال تری مسکرا کے آنے کی
شب فراق ہجوم بلا سے کیا مرتا	کہ راہ بند ہوئی تھی قضا کے آنے کی
بنا ہون مین نفس واپسین نقاہت سے	نہ آکے جانے کی طاقت نہ جا کے آنے کی

الہ دین نے اپنی مان سے کہا کہ میرے درد کی دوا سواے اس امر کے ممکن نہین کہ درخواست شادی کی اُس پیاری شہزادی کے ساتھ بادشاہ سے کرون تو میری طرف سے پیام شادی کا بادشاہ تک پہونچا جس طرح بنے اُسکے حضور مین جا اگر زیست میری درکار ہے تو یہ تدبیر کر ورنہ تجھے اختیار ہے لقمہ اجل ہو جاؤنگا پھر تجھکو منھ نہ دکھاؤنگا ؎

غم کھاتا ہون لیکن میری نیت بڑھتی	کیا غم ہے فرسے کا کہ طبیعت نہین بڑھتی

وہ ضعیفہ نئی آفت مین مبتلا ہوئی گھبرا کر کہنے لگی بیٹا مجھ سے بڑی خطا ہوئی جو ہونا تھا وہ تو ہو غضب یہ ہو کہ تجھے سودا ہوا اما بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا عقل زائل ہوئی خبط کے آثار عیان ہین وحشت کے ساز و سامان ہین یہ مرض لاعلاج ہو مخبط اعتدال مزاج ہو ؎

کھیل سمجھو نہ عشق بازی کو	ابھی لڑکے ہو تم نے کیا دیکھا

دل مین انصاف کرو کہ کہان تو سوئی بھونکنے والا درزی کا لڑکا کہان شہزادی کا مقابلہ کیا ہنسی ٹھٹھا ہو پیچون نہین تو اور کیا معاملہ ہو ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک + کہان راجہ بھوج کہان گنگو اتیلی سہ یہ بہین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا + ایاز قدر خود بشناس کوئی ہاتھیون سے گنا کھاتا ہو میرا تو کلیجہ منھ کو آتا ہو توبہ استغفار کر جو کچھ جھک مارا اُس سے انکار کر اگر کوئی حاسد فتنہ پرداز سُن پائیگا آفت مچائیگا ناحق خانہ ویرانی ہوگی سخت پریشانی ہوگی جان پر بنیگی سب کھیل بگڑ جائیگا قید مین پڑے پڑے سڑ جائیگا ارے کمبخت تو ادنی رعایا ہے بادشاہ ہو کر اتنے بڑے بادشاہ جلیل القدر کی بیٹی سے درخواست شادی کرے دستور سلاطین سے واقف نہین کہ وہ اپنی اولاد کی شادی سوا اپنے ہمسرون کے غیر کفو مین نہین کرتے اگر ایسا کرین سلطنت مین فتور واقع ہو انکی کسرشان ہو ٹھکانے تمھارا کیا اوسان ہو -

الہ دین نے کہا اماں جان یہ جو تم کہتی ہو سب سچ ہو مگر مین بدون درخواست کیے نہ رہونگا اور تمھین میری طرف سے درخواست کرنا ہوگی اگر تم اس کام مین کوشش نہ کروگی تو مین اپنے تئین ہلاک کر دونگا اب تمھارے ہاتھ میری زندگی ہو دنیا گذشتنی وگذاشتنی ہو اُس شہزادی کا فراق مجھ جگر فگار کو ہلاک کیے ڈالتا ہو جامہ صبر و شکیب چاک کیے ڈالتا ہو بغیر اُسکے وصال کے زندگی وبال ہو اپنا بُرا احوال ہو ؎

فلک نے ظلم یہ ڈھایا کہ اب مرے دل تک	نشان ہو درد ہو رنج و الم ہو آٹھ پہر
پہونچ گیا ہو گریبان کا چاک دامن تک	گذر گیا ہو بس اب سر سے آب دیدۂ تر
کبھی ہو ہوش مجھے گاہ فرط بیہوشی	کبھی تو آپ مین ہون گاہ آپ سے باہر
ہر ایک دشت مین پھرتا ہون صورت وحشی	کبھی اُدھر سے اِدھر اور کبھی ادھر سے اُدھر
بہت قلق جو ستاتا ہو تو یہ پڑھتا ہون	عجب حسرت وارمان سے ہاتھ پھیلا کر

اجل بیا کہ تراتنگ درکنار کشم
بتنگ آمدہ ام چند انتظار کشم

الہ دین کی مان یہ باتین سنکر بہت دلگیر ہوئی اور کہا بیٹا ہمین وہ کام کرنا چاہیے جو موجب ہماری ذلت ورسوائی کا نہو اگر تیرے ہم پیشہ کی لڑکی ہوتی تو مین البتہ اُسکی درخواست کرتی یہ سب باتین دور از عقل ہین اسمین صریح خطا ہی عشق بُری بلا ہی یہ مرض لا دوا ہی سب کو اس عشق نے تباہ کیا زیر خاک و روسیاہ کیا لیلی و مجنون کا قصہ مشہور ہی معروف نزدیک و دور ہی جسنے اس کوچہ مین قدم رکھا جان بر نہوا مفت جان عزیز کھو بیٹھا ــ

عشق ہی تازہ کار و تازہ خیال　　ہر جگہ اسکی اک نئی ہی چال
نظر لطف اسنے کی جسپر　　تا قیامت رہا وہ دیدۂ تر
کسی سینہ مین آکے درد ہوا　　کسی دل مین یہ آہ سرد ہوا
ہے کہین گرد محمل لیلے　　مثل مجنون کہین ہے واویلا
کہین پیتا ہی شربت آنسو　　ہے بہاتا کہین یہ خون کی جو
کہین سینہ مین جا قرار ہوا　　کہین دل مین یہ آشرار ہوا
کہین مژگان پہ کو یہ کرتے نمناک [illegible]　　کہین خا [illegible]
کہین گل کا یہ چاک دامان ہی　　کہین بلبل نمط غزل خوان ہے
کہین جا کر بنیاز و ناز ہوا　　کہین محزون ہو جان گداز ہوا
کہین صحرا مین جا کے پھرتا ہی　　کہین دریا مین گر کے مرتا ہی
کہین فرہاد وش ہی خاک بسر　　کہین شیرین نمط ہوا مضطر
ہی کہین دل مین نالۂ جانکاہ　　ہی کہین لب پہ ناتوان کی آہ

در درست پہ نظر آئی [illegible] غم گئے

غرض عشق دریاے ناپیدا کنار ہی اس سے کسی کا نہین بیڑا پار ہی اس کوچہ سے منھ موڑ عہد دل کو توڑ عیش سے زندگی بسر کر طبیعت اپنی نہ مکدر کر ــ

الہ دین بولا مین جانتا تھا کہ تو ایسے بیہودہ بکھیڑے بتائے گی در دولت پر نہ جائے گی تو سمجھتی ہی زیان سودائی ہی مین جانتا ہون اسی بہلنے میری قضا آئی ہی جس طرح ہو تو بادشاہ کے حضور مین جا پیام نسبت پہونچا جو کچھ وہ فرمائے گا بجا لاؤنگا شہزادی کی محبت سے منھ نہ پھراؤنگا وہ بیچاری اسکو چراغ کا بھروسا ہی اسمین جو کچھ ضرر ہی اُسکی خبر نہین اپنی ذلیل اوقات پر نظر نہین ناچار کہا کہ مجھ غریب مین اتنی جرأت کہا کہ بادشاہ کے حضور مین جا کر ایسے امر عظیم کی گفتگو کرون مین ایک ادنی درزی کی جورو ہون بادشاہ کے سامنے منھ سے کیا بات نکلے گی اگر حسب نسب پوچھا تو کیا جواب

چُپ رہی تو مُنھ کی کھا ؤنگی ع خدا جانے وہ کیا پوچھے زبان سے میرے کیا نکلے ٭ دوسرے یہ کہ بادشاہ کے روبرو حاجت مند خالی ہاتھ نہین جاتا ہی پہلے تحفہ پیشکش کر کے نذر دکھاتا ہی مین جا کے کیا دونگی اور گفتگو کیا کرونگی تو نے ایک ایسا امر دشوار و محال اپنی خاطر مین قرار دیا ہی کہ ہونا اُسکا حد امکان سے باہر ہی۔

الہ دین نے مان کی سب باتین سُنکے کہا مادر مہربان مین اُس زہرہ جبین شہزادی کی محبت مین ایسا گرفتار نہین ہوا ہون کہ اُسے دل سے نکالون اور اُس سے دست بردار ہون اس لیے مکرر سہ کرر تمھاری خدمت مین عرض کیا کہ براے خدا تم ان سب باتون کو اپنے خیال مین نہ لاؤ جس طرح ہوسکے بادشاہ کے حضور مین جاؤ میرا دل گواہی دیتا ہی کہ مین اس امر مین کامیاب ہونگا اور یہ جو تم نے کہا کہ قبل از عرض مطلب سلاطین کے حضور مین نذر و ہدیہ گذرانا ضرور رہی اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہین کہ قابل نذر شہنشاہ دارا دربان ہو ای حضرت تم نے اُن جواہرات کو جو مین اپنے ساتھ اُس خزانہ سے لایا تھا اور تم اُنکو اب تک شیشے کے ٹکڑے سمجھی ہوے تھین نہین دیکھا آیا وہ قابل نذر سلاطین نامدار نہین ہین پیشتر مین بھی اُنکے حالات سے واقف نہ تھا مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ ہر ایک رقم انہین کی جواہر بے بہا ہی یہ نایاب چیزین سواے سلاطین عظام کے اور کسی کے قابل نہین سہ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری مجکو جواہرات پر نظر کرنے سے جو اکثر جوہری بازار مین جا کر دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اپنے اُن جواہرات کا حال کھلا کہ انکے سامنے اُن جواہرات کی کوئی حقیقت نہین نہ انکے رنگ ڈھنگ سنگ کو پہونچتے ہین نہ چمک دآب و تاب مقدار و وزن مین مقابلہ کرسکتے ہین ہم تم دونون اُسکی قدر و قیمت سے ناواقف تھے یہ نہایت اعلی درجے کے بادشاہون ہی کے لائق ہین تم اُن سب کو اُٹھا لاؤ مین ہر ایک کو صاف کرون اور ہر ایک قسم کو جدا کر کے کسی عمدہ ظرف مین لگا کر رکھون اُسوقت اُنکی صفائی و تڑپ دیکھنا چنانچہ ضعیفہ ایک سفید قاب مین کہ نہایت خوبصورت و نفیس تھی اُن ٹکڑون کو اُٹھا لائی اور آراستہ کر کے رکھا اب تو وہ مانند مہر درخشان کے چمکنے لگے کہ نظر مان بیٹون کی اُنھین دیکھکر خیرگی کرتی تھی۔

الہ دین نے مان سے کہا یہ جواہر بادشاہ جم جاہ کی نذر کے لیے موجود ہین میرے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی تحفہ نہین ہی اسکے سوا اور کوئی عذر ہو تو کہو اُسکی مان نے باوجود خوبصورتی اور چمک جواہرات کے قیمت نہ معلوم ہونے سے تامل کیا اور کہا بیٹا تمھارا ہدیہ اس لائق نہین کہ جس سے تمھارا مطلب حاصل ہو مین وہان سے بے نیل مقصود پھر آؤنگی جو مین کہتی ہون وہی ہوگا اور اگر بالفرض مین نے جرأت کر کے بادشاہ کے حضور مین تمھارے مطلب کا اظہار کیا بھی تو وہ میری باتون پر تمسخر کرے گا

ایک سودائی عورت سمجھ کے اپنے دربار سے نکلوا دے گا غضب مین آ کے مجھے اور تجھے ہلاک کر ڈالے گا غرض الہ دین کی مان نے ہر چند فہمائش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے مگر نقش الفت شہزادی بدر البدور کا ایسا اُسکے دل مین نہین بیٹھا تھا کہ اُس سے دست بردار ہو جاتا آخر الہ دین نے باصرار و مبالغہ اپنی مان کو اِس امر پر مستعد و آمادہ کیا تا وہ جا کر بادشاہ سے شہزادی کی درخواست کرے اُسکی مان نے کہا بیٹا مین نے مانا کہ جان پناہ کے حضور مین حاضر ہوئی اور جسارت کر کے درخواست بھی کی مگر بادشاہ نے پوچھا کہ تم کہان رہتی ہو اور کس قدر دولت تمھارے پاس ہے اور تمھارا حسب نسب کیا ہے تو مین کیا جواب دونگی۔

الہ دین نے کہا ایسی باتون کا خیال قبل از وقوع واقعہ دل مین لانا فضول ہے پہلے دیکھو تو بادشاہ تم سے ملاقات کے وقت کیونکر پیش آتا ہے اور کیا تمھاری بات کے جواب مین زبان پر لاتا ہے اگر اُسنے ابتدا مین سوال ایسے امور کا کیا اُسکا جواب مین معقول دونگا اسواسطے کہ مجھے اپنے چراغ پر بخوبی اعتماد ہے اور جانتا ہون کہ جس امر کی درخواست کرونگا وہ فی الفور مجھے اُسکے سبب سے میسر ہوگا جیسا تم عرصہ سے دیکھتی ہو الہ دین کی مان اس بات کو سُنکے خاموش ہوئی اور سوچی کہ شاید بدولت اس چراغ کے اسکی مراد بر آئے اور کشود کار عقدہ مالاینحل ہو جائے تو کچھ عجب نہین فی الجملہ اُسکی تسکین خاطر ہوئی اور جو جو امور کہ اُسکو دشوار و محال معلوم ہوتے تھے اب اُنکو سہل و آسان سمجھی تھے کہ اُس نے بیٹے سے بادشاہ کے حضور مین جانے کا اقرار کیا۔

الہ دین نے مان کے بشرے سے دریافت کر کے کہ وہ اب جانے پر رضامند ہے کہا سب سے مقدم یہ امر ہے کہ اس راز کو کسی سے نہ کہنا اور بادشاہ سے بھی تنہائی مین درخواست کرنا پھر دونون مان بیٹے یہ خیالی پلاؤ پکا کر سو رہے مگر الہ دین کو نیند کہان اُسکو شہزادی کا عشق ایسا چرایا تھا کہ خواب و خور حرام تھا گریہ و زاری آہ و بکا سے کام تھا ؎

ترے رخ کا کسے سودا نہین ہے　　گل لالہ تلک جگر افشان ہے
جہان ہے جلوہ گر وہ غیرت ماہ　　الٰہی آسمان ہے یا زمین ہے
بنایا تجھکو ایسا خوبصورت　　کہ نازان تجھپہ صورت آفرین ہے

تمام رات تڑپ تڑپ کے کاٹی شب فراق پہاڑ ہو گئی زندگی دشوار ہو گئی ؎

تجھکو ہے قسم درد محبت مرے دل کی　　تو چین نہ دینا کسی عنوان مرے دل کو
پھر حسرت و ارمان و تمنا بھی نہ ہونگے　　اے یاس نہ کر بے سر و سامان مرے دل کو

جب کہ جوہری ماونے جواہر انجم کو درج مغرب مین چھپایا اور گوہر مہر نے صدف مشرق سے اپنا جلوہ نورانی دکھایا ؎

بڑھکر نقیب نور پکارا سحر سحر	ذروں مین نور مہر در آیا قمر قمر
فرمان نجوم بدر کو پہونچا بدر بدر	لوٹا سحر نے معدن شبنم گہر گہر

برقع جو اٹھ گیا تھا رخ آفتاب کا
پردہ تھا فاش صبح طلمع نقاب کا

شہرزاد پری خصال خاموش ہوئی اور بادشاہ ذی جاہ بعد ادا ے نماز صبح دربار مین تشریف فرما ہوے حاضر سب کار فرما ہوے بعد برخاست دربار بادشاہ ذوی الاقتدار محل مین تشریف لائے اور ملکہ شہرزاد کی جانب مخاطب ہوکر یہ کلمات فرمائے تمھاری داستان گوئی شیوا زبانی ہمکو وجد مین لاتی ہے تمھاری شیرین بیانی جادو طرازی دل کو بہت بھاتی ہے ؎

اثر لبھانے کا پیاری ترے بیان مین ہے	کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہے

شہرزاد جو زاد عرض پرداز ہوئی کہ حضور الہ دین نے پھر کو اٹھکر مان سے کہا کہ یہ وقت دربار بادشاہ کا ہے جلد کپڑے پہن کر جا وہ بھی اٹھی دربار شاہی جانے کی تیاری کرنے لگی نہا کے لباس تبدیل کیا الہ دین وہ جواہر جو باغ کے تہخانے سے لایا تھا اسکو ایک قاب طلائی مین رکھکے مان کے روبرو لایا کہا یہ وہ گران بہا چیزین ہین کہ بادشاہ دیکھکر اپنی سلطنت بھول جائے گا تیرا سوال رد نہ کرے گا منظور فرمائے گا وہ ضعیفہ جواہرات لے کر روانہ ہوئی در دولت پر پہونچی اُس روز دربار عام مجمع کیسا بڑا ازدحام تھا یہ بے تکلف چلی گئی دیکھا کہ دیوان خانے مین بادشاہ سریر جہانبانی پر جلوہ فرما ہے اپنے رتبہ کے موافق وزیر اعظم ارکین دولت مشیران سلطنت سب دست بستہ حاضر ہین ایک جانب بادشاہ کے سامنے سب تعینات کھڑے ہوے ہین اپنا اپنا مطلب بے وساطت دوسرے کے بادشاہ کے حضور مین عرض کرتے ہین بادشاہ بنفس نفیس ہر ایک مقدمہ کی سماعت فرماتا ہے ہر ایک کی داد دیتا ہے یہ ضعیفہ بھی بادشاہ کو مجرا کرکے ایک طرف کھڑی رہی قضائے کار اُس دن کوئی ضرورت بادشاہ کو درپیش تھی چند مقدمے فیصل کرکے برخاست کا حکم دیا خود وزیر اعظم کو ساتھ لے کے خلوت سرا مین گیا شاہ خاور بھی خلوتخانہ مغرب مین جا چکا تھا خلقت وہان سے چلنے لگی یہ ضعیفہ بھی زیادہ ٹھہرنا بیکار سمجھ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی بیٹے سے آکر دربار کا رنگ بادشاہ کی غریب پروری کا ڈھنگ بیان کرکے کہا کہ میرے دل سے خوف و خطر بالکل گیا ہوا وکھل گیا نہایت رحم دل عدالت گستر رعایا پرور بادشاہ ہے ہر شخص کا حال پوچھتا ہے نیک و بد

سکے سوال کا جواب بکشادہ پیشانی دیتا ہی آج کسی ضرورت کے باعث وزیر کو ہمراہ لیکے تخلیہ مین جا بیٹھا
کل صبح کو مین پھر جاؤنگی یقین ہی کہ کامیاب ہو کے گھر آؤنگی

غرض کہ تین چار روز وہ ضعیفہ دربار شاہی مین متواتر گئی مگر کثرت کار و ہجوم بے شمار کی وجہ سے عرض معروض کرنے کی مہلت نہ ملی لیکن بادشاہ نے جو اسکو پیہم آتے دیکھا تو ایک دن بعد انتظام امور مالی و ملکی کے وزیر اعظم سے فرمایا ایک ضعیفہ کئی دن سے آتی ہی ناکام قریب شام پھر جاتی ہی -

وزیر نے چاہا کہ اپنی بے علمی ظاہر نکرے کیونکہ وہ بھی کچھ اُس ضعیفہ کے حال سے آگاہ نہ تھا کہنے لگا کہ خداوند نعمت عورتین ذرا ذرا سے امر کے لیے بیہودہ نالش کر دیتی ہین چنانچہ یہ عورت بھی اسی قسم کی نالش کرنے کو حضور مین آئی ہوگی شاید کسی نے گوشت یا اور کوئی چیز بُری یا وزن سے کم اسکے ہاتھ بیچی ہوگی بادشاہ کو اس جواب سے کچھ تسلی نہ ہوئی فرمایا کل جو وہ آئے میرے روبرو لانا قریب بلانا مین اُسکا مطلب خود دریافت کرونگا احتیاج اُسکی رفع کر دونگا -

الہ دین کی مان تو روز دربار مین حاضر ہوا کرتی تھی اُس دن جو گئی بادشاہ کی نظر پڑی وزیر سے فرمایا ادھر دیکھو اسی ضعیفہ کے واسطے تجھسے کہا تھا جا اپنے ساتھ تخت کے قریب لے آ حسب الارشاد وزیر نے سریر سلطانی کے متصل پہونچایا پھر اپنی جگہ پر آیا مادر الہ دین نے کہ اتنے دنون کی آمد و رفت مین دربار کے قرینے سے واقف ہو چکی تھی پایۂ تخت کو بوسہ دیا تسلیم کے لیے سر جھکایا گردن کو نہ اُٹھایا جب تک بادشاہ نے نہ فرمایا شہریار نے پوچھا اے ضعیفہ بہت دنون سے تو دربار مین حاضر رہتی ہی اپنا مطلب کیون نہین کہتی ہی اُس عورت نے پھر زمین ادب کو بوسہ دے کے عرض کیا کہ بار خدایا ہمارے شاہ کج کلاہ ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی کا جیب و دامن گوہر مقصود سے ہمیشہ مالامال رہے دوست شاد دشمن پایمال رہے ؎

ترے ابر کرم سے نہ کی جو عالم مین گہرباری — تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری
ترا دل بادۂ پندار سے خالی نظر آیا — جو ہی تو تشنۂ عرفان ہی چشم شوق مین طاری
وہ تیرا عہد ہی علم و عمل سے شاد رہتے ہین — فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری
کسی کا دل تو کیسا آنکھ تک دکھنے نہین آتی — مٹا دی عدل نے تیرے یہان تک مردم آزاری
نہ کیون ہو تیرے دستور العمل سے شادمان عالم — کرم کرنا تری عادت جفا سے تجھکو بیزاری
بگولہ بھی ہوا سے شکل گنبد بن کے قائم ہو — یہان تک گم ہوئی خانہ خرابی خانہ مسماری
ترے زر سے عدو سے روسیہ کے یون بہے آنسو — کہ چھوٹے جس طرح سے خون سودا دی کی پچکاری

سمندر مین سمندر رہون صدف مین ہون گہر پیدا
تری محفل کا جو ساماں ہی ثانی نہین رکھتا

جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری
نگینِ جمشید کی آنکھین اگر دیکھے یہ تیاری

اس تمہید کے بعد الہ دین کی ماں عرض پرداز ہوئی کہ اگر لونڈی کی جان امان پائے تو مدعا اپنا زبان پر لائے مگر تخلیہ ضرور ہی کنیز مجبور ہی —
یہ سنتے ہی بادشاہ نے برخاست کا حکم فرمایا وزیر اعظم کے سوا وہان نظر نہ آیا اُس ضعیفہ نے پہلے وہ قاب جواہر کی نذر دی پھر دبی زبان سے شہزادی کی درخواست پیش کی —

تصویر والدہ الہ دین کی کشتی جواہرات کی لیکر دربار شاہی مین آنے کی



بادشاہ جواہر دیکھ کے حیران ہوگیا کہ یہ جواہر ایک سے ایک بڑھکر جو اس مدۃ العمر مین دیکھنے کا تو کیا ذکر کان تک نہین آیا اس نایاب تحفے کیونکر پایا وزیر سے پوچھا اسکو دیکھا یہ جواہر یا اسکا ذکر کبھی تیرے چشم و گوش تک آیا ہی قصہ کہانی کے طور پر کسی معتبر نے یہ سانحہ سنایا ہی وزیر نے ہاتھ باندھ کے عرض کیا غلام ناچیز ہی اسکو کیا تمیز ہی مگر جوہری پیر فلک جو کہ آج تک مہر و ماہ کی عینک لگا کے شب و روز جستجو مین پھرتا ہی اُسنے نہ دیکھا نہ سنا ہی اور غلام کا ذکر کیا ہی پھر بادشاہ نے فرمایا جو ایسی شی جسکا وجود عنقا ہی پیش کش کرتا ہی اسکا منزا وار ہی کہ اُسے اپنی فرزندی مین لون

اپنی بیٹی سے عقد کردوں یا نہیں ۔

وزیر مضطر ہو کے حیران ہوا کہ غضب کا سامان ہوا میں امید وار تھا کہ میرے بیٹے کے ساتھ شادی ہوگی میری خانہ آبادی ہوگی بادشاہ جواہر دیکھ کے پھسل گیا وہ مقدمہ ذہن سے نکل گیا قدم بڑھا کے بادشاہ کے کان بھرنے لگا کہ پیر و مرشد شاہزادی کے روبرو یہ جواہر بدتر از پشیز ہی بالکل ناچیز ہی تین مہینے کی مہلت کا طلبگار ہوں اسقدر نوازش کا امید وار ہوں غلام زادہ اس سے بہتر نذر پیشکش ملازمان والا کرے گا بادشاہ سمجھا اگر وزیر تین ہزار برس خاک چھانے گا انکا ہمسر نہ پائے گا اگر قاف سے قاف تک سر ٹکرائے گا گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا مناسب ہی کہ اسکی بھی دل شکنی نہ کرو تین مہینے کی مہلت دے دو ۔

الہ دین کی ماں سے فرمایا ہم نے ہدیہ قبول کیا تو نے اپنا مطلب حصول کیا لیکن سر دست ہو نہیں سکتا تین مہینے میں جہیز کا سامان درست کرلوں تو اسکا عقد کردوں اتنے دنوں کے بعد تو پھر آنا ہم سے پوچھ جانا وہ آداب بجا لائی خوش و خرم اپنے گھر آئی ؎

لله الحمد هر آن چیز که خاطر می خواست		آمد آخر ز پس پردهٔ تقدیر پدید	ـــــ

الہ دین ماں کا چہرہ دیکھکر سمجھ گیا کہ یہ جو بشاش آتی ہی مقرر مژدۂ شادی لاتی ہی جب وہ قریب آئی مبارکباد بر زبان لائی پھر ابتدا سے انتہا تک سب کیفیت دوہرائی الہ دین فوراً سجدۂ شکر بجا لایا اور ماں کے پانوں پہ سر جھکایا ایسا یہ مشتاق تھا کہ تین مہینے کا زمانہ بہت شاق تھا اُسی دن سے ایام شماری کرنے لگا امید میں اوقات گذاری کرنے لگا ؎

ترے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا		کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا	

وہاں وزیر نے مقربان سلطانی کے ذریعہ سے انیسوں جلیسوں کو ملا کے ایسی تدبیر کی کہ بادشاہ کو اپنے بیٹے کے ساتھ شادی کردینے پر راضی کرلیا طیاری ہونے لگی دو مہینے جب گذر گئے الہ دین کی ماں قریب شام کسی کام کو بازار گئی عجیب سیر دیکھی کہ تمام شہر میں دھوم دھام ہی جا بجا خلقت کا مجمع عام ہی ہر دوکاندار صفائی اور روشنی کرنے میں مصروف ہی لین دین کا کام موقوف ہی سوار پیادے زرق برق وردیاں پہنے آتے جاتے ہیں اپنی سج دھج دکھاتے ہیں اسنے کسی سے پوچھا کہ یہ ماجرا کیا ہی کیسا ہنگامہ ہو رہا ہی اُسنے جواب دیا اے نیک بخت تو شاید اس شہر میں نہیں رہتی ہی جو یہ بات کہتی ہی آج بادشاہ کی بیٹی کا وزیرزادے کے ساتھ نکاح ہی سارا شہر آگاہ ہی تجکو خبر نہیں اسکا سبب کیا ہی یہ بیچاری آفت کی ماری بدحواس ہلہانپتی کانپتی دوڑتی بھاگتی الہ دین کے

پاس آئی خبر وحشت سنائی اور کہا ہے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا　　پڑ گئی آج یہ کیسی مرے اللہ نئی

بیٹا میری محنت اور تیرا سب جواہر ناحق برباد گیا بادشاہ نے بدعہدی کی وزیر کے بیٹے سے شہزادی کی شادی قرار دی آج عقد ہو جائیگا اس ذریعہ سے وہ سلطنت پائے گا ہے

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے　　صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے

سنتے ہی الہ دین پر تو کوہ الم گرا غش کھا کے زمین پر گر پڑا کچھ دیر سکتہ کے عالم میں نقش دیوار ہو گیا زندگی سے بیزار ہو گیا ہے

ہوا ہے عشق تازہ ابتدا سے آہ ہوتی ہے　　مبارک طفل دل کی آج بسم اللہ ہوتی ہے
ملا جب درہم داغ جنون گھبرا کے دل بولا　　یہی کیا عشق کی سرکار میں تنخواہ ہوتی ہے

فروغ اپنا سوا ہوتا ہے ظلم چرخ گردان سے
جو دل جلتا ہے روشن اور شمع آہ ہوتی ہے

دل سے کہا کہ چراغ ہمارے پاس موجود ہے وہ سب رونقیں بجھا دے گا وزیرزادہ کیا مردود ہے یہ سوچ کر اپنی خوابگاہ میں گیا چراغ نکال کے بدستور رگڑا فوراً جن بلند بالا حاضر ہوا کہنے لگا جو حکم ہو بجا لاؤنگا فرمانبرداری میں حاضر ہوں سرمو عدول حکمی نہ کرونگا الہ دین نے کہا یہاں کے بادشاہ نے عہد شکنی کی مجھ سے شادی دختر کا وعدہ تھا آج وزیرزادے کے ساتھ کر دی بڑے شرم و غیرت کی بات ہے کہ بدر البدر کو میرے سوا اور کوئی بیاہ لیجائے اسمیں تغافل کرنا اچھا نہیں کچھ ایسی تدبیر کیجائے کہ وزیر کا بیٹا متمتع نہ ہو سکے لہذا مناسب ہے کہ جسوقت وہ دونوں پلنگ پر یکجا ہوں تم پلنگ اٹھا لانا میرے حجرہ میں پہونچانا ۔

جن نے کہا بہت خوب یہ کہکے وہ غائب ہو گیا یہ اسکے انتظار میں بیٹھا رہا جسوقت شہزادی کا عقد وزیرزادے کے ساتھ ہو چکا قاضی نے حسب شرع و آئین نکاح پڑھا وہان کی رسم کے موافق شاہزادی کی مادر مہربان مع جملہ عروسی میں دولہا دلہن کو لٹا کے اور شب بخیر کا کلمہ سنا کے چلی گئی خواصوں نے دروازہ بند کیا وزیرزادے نے اپنا گوہر مقصود صدف آرزو میں پایا جام وصال بادۂ گلگون سے لبریز ہوا مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سمایا مگر فلک شعبدہ باز نے اور ہی رنگ دکھایا خوشی کے عوض رنج نظر آیا ہے

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا　　بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

جن تو منتظر تھا پلنگ اٹھا کے دونون کو لے آیا الہ دین کے روبرو رکھدیا۔

تصویر جن کی پلنگ وزیرزادہ کا مع شہزادی خفتہ کے اٹھا لانے کی



الہ دین بولا کہ وزیرزادے کو اٹھا کسی پاخانے مین جو تیرہ و تار و نہایت متعفن ہو اُسکو سر تلے ٹانگین اوپر کرکے لٹکا دینا علی الصباح حاضر ہونا بلکہ کچھ رات رہے یہان پہونچ جانا جن تو وزیرزادے کو اٹھا کے کسی سنڈاس مین اوندھا لٹکا کے روانہ ہوا وہ اُسکی مہیب صورت دیکھکے ڈر گیا جیتے جی مر گیا دوسرے کھڈی مین سر ٹانگین اوپر دماغ اسکا مارے بدبو کے پھٹا جاتا تھا۔

الہ دین نے شہزادی کے برابر بیٹھ کے کہا تم اپنے دل مین خوف و خطر نہ کرنا یہ فقط تمھارے باپ کی بدعہدی کی سزا ہے ورنہ یہ حرکت کیا ہے وہ تو اس قصے سے آگاہ نہ تھی سنکے چپکی ہو رہی الہ دین تلوار بیچ مین رکھ کے اُسکے ساتھ سو رہا پر نہ کچھ پوچھا نہ کہا سنا

پاس بھی سویا تو ظالم شرم سے منھ پھیر کر　　کچھ تمنا دل کی نکلی کچھ تمنا رہ گئی
ہم بھی بدلے جو فراخ ثبت بدخو بدلا　　سو رہے پھیر کے منھ اُسنے جو پہلو بدلا

اُسکو نیند کہان تھی بحیرت ہر سو نگران تھی گجردم جن حاضر ہوا الہ دین نے کہا وزیرزادہ کو اٹھا لا جن اُس آگھیل کو جو لت پت ہو رہا تھا اٹھا لایا پلنگ پہ لٹایا ایسی بدبو آئی کہ الہ دین کی طبیعت گھبرائی کہا دونون کو اُسی مکان مین بدستور رکھ آ وہ فوراً تعمیل حکم عمل مین لایا اُسی کمرے مین پلنگ رکھ کے چلا آیا بادشاہ

تمام شب خوشی سے سویا نہ تھا صبح دم رات کا حال دریافت کرنے کو آیا دروازہ کھڑکھڑایا وزیرزادہ دروازہ کھول کے دوسرے کمرے میں گیا بادشاہ نے اندر قدم دھرا وہاں تو گو ناچھی چھی ہو چکی تھی دماغ اسکا بدبو سے پریشان ہوا بہت حیران ہوا کہ وہ شب عروسی کی بوباس یا یہ مقدمہ خلاف قیاس بادشاہ نے حال پوچھا شہزادی رونے لگی ہچکی بندھ گئی بات نہ کرسکی اسکی صورت پر وحشت ہزار طرح کی دہشت نظر آتی تھی غش ہوئی جاتی تھی بادشاہ حیرت کے عالم میں وہان سے چلا آیا اپنی بی بی کو کچھ مختصر حال سنا کے دریافت حال کے لیے بھیجا۔

بادشاہ بیگم جو آئین عجیب حالت دیکھی وزیرزادہ کونے میں لرزان شہزادی نقش دیوار کی صورت حیران ملکہ اُسے خاموش اور قلق و اضطراب میں پا کے نہایت متحیر ہوئی اور تصور کیا کہ مقرر رات کو کچھ صدمہ عظیم اسے پہونچا ہے جسے وہ بیان نہیں کرسکتی غرض کہ اُسنے بیٹی کو گلے سے لگایا تسکین دی حال پوچھا وہ بولی اماں جان آپ کے جانے کے بعد ایک شخص کریہ منظر مہیب صورت نظر آیا پلنگ اُٹھا کے ایک مکان میں لے گیا وہان ایک جوان حسین ماہ جبین بیٹھا تھا اُسنے کہا اس وزیر کے چھوکرے کو کسی پاخانے میں سر کے بل لٹکا کے بہت تڑکے چلے آنا جو کہون بجالانا وہ جب اسکو لے گیا مجھسے کہا ڈر د نہیں کسی طرح کی ایذا تمھین نہ ہوگی یہ تمھارے باپ کی عہد شکنی کا بدلا تھا اور تلوار بیچ میں رکھ کے سو رہا دم سحر وہی جن حاضر ہوا کہا وزیر کے بیٹے کو لا وہ جو اُسکو اُٹھا لایا نجاست میں بھرا تھا میرے پلنگ پر لٹا دیا اُسکے تمام بدن میں نجاست بھری تھی سکتے کا عالم تھا گویا لاش دھری تھی میں اپنی اور اسکی سخت جانی پہ حیران ہون کہ دیو کی ڈراونی صورت دیکھ کے نہ ہل گئی اُسی دم جان کیون نہ نکل گئی دیکھا چاہیے ابھی تقدیر کیا کیا کرشمے دکھاتی ہے ظاہر تو اسکے ہاتھ سے موت نظر آتی ہے ؎

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جسکے عوض یون رلانے لگا

ملکہ نے شہزادی کو حمام بھیجا پلنگ بدلوایا بچھونا دور کیا پھر بادشاہ سے یہ ماجرا کیا وزیر زادے کو روبرو بلایا اسکی آمد نے تمام مکان معطر کیا یہ تو اسکا حال پوچھتے تھے رات کا رنج و ملال پوچھتے تھے وہ دیوانون کی طرح ہذیان بکتا تھا واہی تباہی باتین وحشت زدہ ہو رہا تھا گھبرا کے تکتا تھا شب کا تصور بندھا تھا کہ پھر وہ دیو نہ آجائے اور کسی بلا میں پھنسا لے۔

بادشاہ نے مجبور ہو کے وزیر کو یاد فرمایا وہ جو سامنے آیا بیٹا اسکا چیخ مار کے رونے لگا سر تا پا کے جان کھونے لگا وزیر نے عجیب حال دیکھا کہ وہ دولہا رات کا ایسا بادن کو گوہ میں نہایا نظر آیا سر پیٹنے لگا دل میں سوچتا تھا شہزادی کے رعب سے پاخانہ خطا ہو گیا ہے سارا بدن غلیظ میں بھرا ہوا ہے یا میری

حق تلفی نے یہ گوہ اُچھالا ہی جو بیٹے نے دماغ سڑا ڈالا ہی اس سے حال جو پوچھا کہنے لگا جلد گھر سے چلیے اگر یہان دیر لگائیے گا دو گھڑی مین جیتا نہ پائیے گا۔

وزیر نے اسکا جسم دُھلوایا کپڑے منگا کے پہنائے عطر ملوایا پھر مکان پر لایا اسنے رات کی کہانی باپ کو سُنائی کہ جب شہزادی خواب گاہ مین آئی ملکہ یعنی شہزادی کی مان شب بخیر کہکے باہر نکلی اور آرام گاہ کو راہی ہوئی اُدھر ہم دونون پر فوراً آفت آسمانی نازل ہوئی یہ تباہی ہوئی کہ ایک دیو زبردست پیدا ہوا پلنگ اُٹھا کے لے چلا ایک مختصر سا مکان تھا وہان منتظر ایک جوان تھا اُسکے روبرو رکھدیا اُسنے کہا وزیرزادے کو کسی سنڈاس مین سرنگون بندکر اُسنے اُٹھا کے ایک تیرہ و تار جاضرور مین اُلٹا لٹکا دیا وہین تمام جسم بھر گیا نہین معلوم پھر وہ کدھر گیا دم سحر وہ دیو پھر وہان سے نکال کے پھر اُسی مکان مین اُس جوان کے روبرو لایا پلنگ پر لٹایا مین جو اُسکے برابر لیٹا دولھن کو بھی لٹایا یہ غضب تو شہزادی کی بظاہر لال ہی باطن کی خبر نہین کیا حال ہی پھر اُس دیو سے کہا جہان سے پلنگ اُٹھالایا تھا وہین رکھ آ اور کہا کہ اگر تم دونون پھر یا ہم ہوے تو وزیرزادہ آفت مین گھرے گا تمام رات سنڈاس مین رہا ہیم ویاس مین رہا اب کی بار یہ گوہ کھاتا پھرے گا کسی طرح زندہ نہ چھوڑے گا بند بند پھر بند کرکے توڑے گا قبلہ جی ہی تو جہان ہی یہ جو رو دشمن جان ہی گو یہ امر دنیا کی نسبت شاق ہی مگر مصلحت طلاق ہی اس عقد سے کو وا کیجیے تفرقہ پرضرور ہی مجکو اُس سے جدا کیجیے ورنہ کف افسوس مل کر رہ جائیے گا مجکو زندہ نہ پائیے گا ناحق میری جان جائے گی یہ شادی غم دکھائے گی۔

وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور نے یہ سانحۂ عبرت افزا سُنا ایک رات مین دونون کا کیا حال ہوا صورتین بدل گئین ایسا اضمحلال ہوا تمام شہر مین یہی چرچے ہین گھر گھر یہی غلغلے ہین کہ آج کی شب اگر سامنا ہوا دولھا دولھن کی لاشین نکلے گی نوشاہ وعروس تلخی مرگ کا مزہ چکھینگے دشمن زندہ نہ رہینگے بادشاہ ذی شعور تھا اپنے نزدیک بہت دور تھا راضی ہوکے قاضی کو بُلایا شب کو نکاح پڑھا ایجاب و قبول ہوا تھا دن کو طلاق کا صیغہ پڑھوایا دولھا دولھن کا معاملہ درہم برہم ہوا تمام شہر مین خوشی کے عوض ماتم ہوا الہ دین یہ خبر سُنکے مسرور ہوا دل سے وہ خرخشہ دور ہوا

رقیب روسیہ پر گر پڑے گی ایک دن بجلی	ہماری آہ کا ہرگز نہ جائے گا اثر خالی

جب تین مہینے گذر گئے الہ دین نے پھر اپنی مان کو بادشاہ کے حضور مین بھیجا یہ ضعیفہ پھر دربار مین گئی آداب و کورنش بجا لا کے عرض پیرا ہوئی کہ تین مہینے کی مدت پوری ہوئی حضور نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا لہذا الکریم اذا وعدہ وفا لونڈی نے یاد دلا دیا۔

بادشاہ نے ضعیفہ کو پہچانا اپنا قول یاد آیا وزیر اعظم کو طلب فرمایا کہا یہ وہی ضعیفہ ہی جو جواہر پہلے بہا لائی تھی ہماری زبان پر اقرار کی لفظ آ گئی تھی اُسوقت جواہرات عدیم المثال کے لالچ مین شادی کا اقرار کیا تھا اب اسکی تدبیر کیا کیجیے مجہول النسب شخص کی کیونکر بیٹی جانے دیجیے حاجت رد کیجیے جیتی مکھی نگلی نہین جاتی کوئی تدبیر معقول مجھسے بن نہین آتی ۔

وزیر یہ سُنکے جل گیا چہرے کا رنگ بدل گیا عرض کیا پیر و مرشد

مرد باید کہ ہراسان نشود	مشکلے نیست کہ آسان نشود

یہ تو امر سہل ہی کچھ دشوار نہین اقرار ہی کچھ انکار نہین ایسی کوئی شرط پیش کیجیے جسکی تکمیل مین وہ قاصر ہو سب پر ظاہر ہو وہ فرمائش کیجیے جو یہ نہ لائے محجوب ہوکے پھر صورت نہ دکھائے بدنامی مٹ جائے کوئی بدعہدی کا خیال دل مین نہ لائے ۔

بادشاہ کو وزیر کی راے بہت پسند آئی قریب بلاکے اُس ضعیفہ سے کہا نیک بخت مین تجھسے اقرار کرچکا ہون اپنی بات سے پھرتا نہین مین تیار ہون کہ اپنی بیٹی کی شادی تیرے بیٹے کے ساتھ کردون مگر اُس شہزادی کی ایک شرط ہی کہ اُسکو تیرا بیٹا بجا لائے تو جاکے اُس سے کہہ کہ بادشاہ اپنے وعدے پر ثابت قدم ہی بشرطیکہ چالیس خوان طلائی مرصع کار جیسا جواہر ہم کو پیشتر دیا ہی اُس سے بھرے ہون اور چالیس حبشین ایک سن کی اُنکے سرون پر دھرے ہون ہر ایک کے روبرو غلام رومی سیمین ساق ہون شہرہ آفاق ہون بہا سے پُر زر کلاں بجواہر پہنین دھنے بائین آئین تو ہم اپنا اقرار بجا لائین اور اسکا جواب باصواب ابھی لا دربار برخاست ہونے سے پہلے آ جا مین تیرے جواب کا منتظر رہونگا ورنہ پھر سماعت نہ کرونگا وہ بیچاری بدحواس بے آس وہان سے چلی الہ دین تو چشم براہ تھا اُسکی افسردہ صورت دیکھکر پریشان ہوا سمجھا تکمیل بگڑا بُرا ساماں ہوا ہے

جو بھروسا تھا ہمین وہ اُٹھا جاتا رہا	جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی

غرض وہ قریب آئی بادشاہ کی فرمائش بیٹے کو سُنائی وہ ہنسا کہا تم گھبراتی کیون ہو مین جانتا تھا کسی امر محال کا سوال کیا ہوگا تم ہاتھ منہ دھوکے آؤ مین یہ سب سامان منگاتا ہون لیجاؤ اُسکی ماں اس قدر بدحواس تھی کہ جینے سے یاس تھی ۔

یہ کلمہ سُنکے دل سے کہا یہ سب سامان اسی آن وہ جن لا دیگا خوش ہو گھر کے چراغ جلاؤ تا دلبندی کا ضرور دل مین نہ لاؤ ۔

الہ دین اپنی خوابگاہ مین گیا چراغ کو رگڑا جن دست بستہ حاضر ہوا الہ دین نے کہا بادشاہ کی بیٹی

فرمائش ہی اور شادی کا اسی پر دارمدار ہی جلد میرے روبرو سب سامان لا کہ بادشاہ کو انتظار رہی اُس نے کہا بہت خوب سلطان تخت سے نیچے قدم رکھنے نہ پائے گا تا بعد ار سب سامان یہان پہونچا ئے گا جن گیا طرفۃ العین مین سب سامان حاضر کردیا خوان ایسے چمکتے تھے کہ نظر خیرہ ہوتی تھی لونڈی غلامون کی ایک سی صورت شباہت عقل کھوتی تھی۔

الہ دین نے اپنی مان سے کہا دیر نہ لگائیے انکو بادشاہ کے روبرو لیجائیے وہ ضعیفہ یہ سب اسباب لیکے چلی بازار مین پہونچی بازاری سے ہفت ہزاری تک سب کے ہوش گم تھے کہنے لگے پروردگار ایسے امر عجائب روزگار ہین یہ حبشین پرستان کی پریان ہین یا قسم انسان ہین اور خوانون کی چمک دمک دیکھکر متحیر تھے کہ یہ تورہ پوش جسمین لاکھون کا جواہر ٹکا ہی اسکے اندر وہ جنس کیا ہی جسپر یہ ڈھکا ہی اور کس کاریگر نے اس ترتیب سے ٹانکا ہی عقل کام نہین کرتی نہ کہین جوڑ ہی نہ ٹانکا ہی تمام بازار مین ٹھٹ لگا تھا شانہ سے شانہ چھلتا تھا خوان لے جانے کو رستہ نہ ملتا تھا قبل انکے پہونچنے کے بادشاہ کو ہرکارون نے خبر پہونچائی کہ وہ عورت عجیب وغریب خوان لاتی ہی کہ اُسکے دیکھنے کو تمام خلقت اُمڈی آتی ہی۔

یہ غلغلہ سُنکے جوہری فلک چہارم مشتاق دید جواہر بے بہا اُفق مشرق سے نکلا شعاع سے ہر ذرہ چمکا نور سحر سے رات کی سیاہی دور ہوئی ظلمت عالم سے کافور ہوئی

پرچم کشا ہوا علم زرفشان مہر	لی مہر نے پناہ تہ زیر نشان مہر
آیا عروج پر شہ گیتی ستان مہر	اور لشکر شعاع نے تانی سنان مہر

نیزہ کرن کا دیدۂ گردون مین ڈال کر
مغرب مین پھینکی رات کی پتلی نکال کر

شہرزاد کو جو روز روشن نظر آیا تو گوہر تقریر بے بہا کو صدف دہن مین چھپایا شہریار زمانہ مشتاق فسانہ بستر راحت سے بیقرار اُٹھا فرمایا کس لطف کے مقام پر قصہ چھٹا شہرزاد نے عرض کی اگر زندگی باقی ہی چاہ پھر کی مشتاقی ہی شب کو بخیر بیان داستان ہوگی سب کیفیت عیان ہوگی۔

الغرض شہریار بعد نماز صبح تخت گاہ مین داخل ہوا مستغیثون کا مطلب حاصل ہوا تمام دن مشغلہ انتظام رہا مگر انتظار شام رہا جب مہر عالم افروز نے حجلۂ مغرب مین قدم رکھا شہریار دربار برخاست کرکے محل مین جلوہ فرما ہوا شہرزاد حاضر ہوئی داستان چھیڑ دی۔

کہ جب وہ سب خوان دربار مین پہونچے بادشاہ کی نظر سے گذرے جس حبشن کے چہرے پر بادشاہ کی نظر پڑ جاتی تھی محو نظارہ ہو جاتا تھا نگاہ پھیر دیتی پھر کر حلقہ چشم مین آتی تھی وہ حسن اور وہ حسن وجمال وہ گوگو لے

بال عجب شان نرالی آن بان تھی پریون کی جان بھی قربان تھی اہل دربار بھی جو دیکھنے کو بڑھتا تھا درود پڑھتا تھا سوائے اُس بدبخت وزیر کے چھوٹا بڑا حیران تھا بے اختیار ثنا خوان تھا بادشاہ کہتا تھا یہ آدمی ہی یا پرستان کا سلطان ہی جسکا یہ مرسلہ سب ساز و سامان ہی غلام پری پیکر جنکو دیکھکر غلمان شرما جائے لباس مطلا نادر جواہرات اُسمین ٹکا ہوا پہنے تخت کے بائین دہنے ادب سے کھڑے تھے وزیر نے اُسوقت بے وقت حاسد ظلم بخت نے جل کر ساحر بنایا جادو کا سب کارخانہ بتایا لیکن اس افسون کا بادشاہ پر اثر نہ ہوا منتر کا رنگ نہ ہوا اُس سب سامان کو بدرالبدور کے محل مین بھجوا کے خود بھی جواہر کا مشتاق ہوکر محل مین گیا خواصون نے طلائی خوان جلبشنون کے سرون سے اُتروا لئے تمام محل مع شہزادی جلبشنون کی صورتین اور جواہرون کو دیکھکے کہتے تھے یہ خواب ہی یا خیال ہی بشر کو ایسا اسباب عالم اسباب مین دیکھنا محال ہی بادشاہ نے الہ دین کی مان سے فرمایا تو اپنے بیٹے کو میرے پاس لے آ مجکو اُسکے دیکھنے کا اشتیاق حد سے زیادہ ہوا اب مین شادی کرنے پر آمادہ ہوا۔

وہ ضعیفہ یہ خبر فرحت اثر سُنکے گھر مین آئی بیٹے کو سب کیفیت سُنائی پھر کہا بادشاہ نے تجکو بلایا ہی اُسنے کہا چار گھڑی کے بعد مین چلونگا پھر اپنے حجرہ مین گیا بدستور چراغ کو رگڑا اجنون کو بلایا کہا مین حمام مین جاؤنگا نہاؤنگا جن اُسکو اُٹھا کے شاہی حمام مین جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا لے گئے جامہ خانے مین کپڑے اُتارے جن سے کہا جب تک مین نہانے سے فرصت کرون توکشتیان پوشاک شاہی کی اور جواہرات بے بہا اور بیس توڑے اشرفیون کے چالیس غلام پری پیکر گل اندام اور پانچ خواصین صاحب جمال حور تمثال ایک اسپ صبا رفتار مع ساز و یراق طلائی مرصع نگار جسکو ابلق لیل و نہار دیکھکر اپنی چال بھول جائے بادصبا کا بھی غاشیہ برداری مین دم پھول جائے حاضر کرو اور دو کشتیان زنانے لباس کی مع زیور مرصع لانا بہت جلد آنا۔

یہ حمام مین گیا جن اُدھر روانہ ہوا حمامی دوڑے ہاتھون ہاتھ کیسہ کیا مشت مال کی برسون کی کثافت نکال دی بہت بو باس کے اُبٹنے ملے تیل عمدہ خوشبودار تمام جسم مین ملا از سرتا پا مہکنے لگا ؎

جب نہا دھوکے وہ حمام سے باہر نکلا	آتشی برج سے گویا مہ نور نکلا

جس دم جامے خانہ مین آیا پوشاک کی کشتیون کو قرینے سے چُنا ہوا پایا کپڑے پہنے جواہر کا زیور زیب جسم کیا فی الحقیقت دولھا بنا جب باہر نکلا اشرفیون کے توڑے غلام کندھون پر لیے ہوے کھڑے تھے دو کشتیون مین مکلف زنانے جوڑے گران بہا الماس نہر د موتی قرینے سے جابجا تھا دیکھ کے نہایت خوش ہوا پچیس غلام زرین کمر مرصع پوش دوش بدوش آگے آگے اور تین جانب دست راست

اور تین جانب دست چپ اشرفیان محتاجون کو بانٹتے چلے۔

تصویر الہ دین کی گھوڑے مرصع کار پر لباس شاہانہ پہن کر سوار ہونے اور ہمراہیون سمیت دربار شاہی کے طرف روانہ ہونے کی اور غلامون کا اشرفیان لٹاتا



الہ دین نے جوڑا بہت بھاری اپنی مان کو پہنایا سواری کو طلائی سکھپال منگایا چھ خواصین اسکے ہمراہ کین دس توڑے اشرفیون کے دے کر کہا جب محل مین جانا پہلے جوڑا ملکہ بدر البدور کی مان کو بہر د وطن کو پہنانا جب منھ دیکھ لینا یہ اشرفیان رونمائی کی دینا۔

غرض کہ اس سج دہج سے بازار مین جب آیا کسی نے اسکو نہ پہچانا فرحت و مسرت کے باعث نقشہ بدل گیا تھا ہلڑ ہو گیا انبوہ کثیر برنا و پیر دیکھنے کو دوڑا کبھی اس تزک و حشمت کی سواری بادشاہ کی نہ دیکھی تھی نہ اشرفیون کی بخشش سُنی تھی ہر شخص حیران اسکی صورت کو تکتا تھا عیب کے سبب سے کوئی بول نہ سکتا تھا الہ دین نے خیال کیا کہ بغیر اطلاع در دولت پر جانا عقل کے خلاف ہی صریح خون انصاف ہی پہلے اطلاع دو پھر چلو سہ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست ٭ یہ سوچ کے دو ہر کارون کو دوڑایا کہ بادشاہ کو آنے کی خبر پہونچے ہماری سواری سے پیشتر پہونچے جسنے دیکھا کہنے لگا کہ یہ جوان پری پیکر بے تکلف شہزادی کا جوڑا ہی کیا صورت شکل خدا نے عطا کی ہی کس شوخی اور چل بل

سا گھوڑا ہی جسکی نظر پڑی اور جس سے اسکی آنکھ لڑی سانپ کلیجے پر لوٹنے لگا۔
جب قریب پہونچا بادشاہ نے وزیر اعظم و دیگر ارکین سلطنت اور جو سردار نامی سپہ سالار گرامی تھے سب کو استقبال کے لیے بھیجا اسکی شوکت و سامان اور یہ ساز و سامان دیکھ کے ہر ایک کو سکتا ہو گیا اسکے حسن و جمال پر شیدا ہو گیا ؎

رخسار کو قمر جو کہوں اسمین داغ ہی — خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہی
ذروں کو سر چڑھا کے یہ کسکو دماغ ہی — وہ گل ہی جسکے ذکر سے دل باغ باغ ہی

دنیا مین کوئی شی نہین اس آب و تاب کی
رنگت ہی سیوتی کی تو خوشبو گلاب کی

تخت کے متصل لیجا کے سواری سے اُتارا بادشاہ بھی اُسکو دیکھکے حیران ہوا یہ آداب و تسلیمات بجا لایا بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کے گلے سے لگا لیا برابر تخت پر بٹھا لیا کچھ دیر اظہار حال رہا بادشاہ کو اسکی تقریر کا خیال رہا دفعتہً اشارہ کیا نوبت خانہ سلطانی بجنے لگا مبارک سلامت کی صدا ہر طرف سے پیدا ہوئی بادشاہ اسکا ہاتھ پکڑ کے محل مین لے گیا قاضی کو طلب کیا شہزادی بدر البدور کا نکاح الہ دین کے ساتھ پڑھوا دیا پھر کہا بابا خانہ خانۂ شماست چاہو آج کی شب اسی جا قیام کرو راحت سے آرام کرو جہان چاہو لے جاؤ یہ مال تمھارا ہی ہمین تمھاری خوشی بہر کیف گوارا ہی اسنے عرض کیا فدوی چاہتا ہی تھوڑی زمین ہموار متصل دولت سراے شاہی اگر ہاتھ آئے تو شہزادی کے واسطے محل سرا بن جائے وہان لے جاؤن آپ کے زیر سایہ رہون۔

بادشاہ نے فرمایا تم میری جان و مال کے مالک ہو پوچھنے کی احتیاج کیا درکار ہی جو مقام پسند ہو جسقدر چاہو لو مکان بناؤ کھدواؤ اختیار ہی یہ تسلیم بجا لا کے سوار ہوا اُسی طرح اشرفیان زر سرخ کا مینھ برساتا اپنے مکان پر پہونچا راہ مین دورویہ خلقت دوڑ دوڑ کے اشرفیان لیتی تھی دعائین دیتی تھی اپنے گھر پہونچ کے بدستور جن کو طلب کیا اظہار مطلب کیا کہ مین چاہتا ہون متصل ایوان شاہی کے ایک محل سرا عالی شان اور اسمین جسقدر ضرورت کے مکان ہوتے ہین تیار ہو نقرئی و طلائی در و دیوار ہو جا بجا جواہر جڑا ہو مکان وسیع بہت بڑا ہو جو کبھی کسی شاہ و شہریار نے نہ بنوایا ہو بشر کے دیکھنے مین نہ آیا ہو چشم فلک نے نہ دیکھا ہو گوش زمین نے نہ سنا ہو۔

جن نے پہلے سلام کیا پھر یہ کلام کیا کل دیکھیے گا جو ظہور مین آئے گا انسان کا کیا ذکر یہ مکان کا رہنے والا نقش دیوار ہو جائے گا وہ تو رخصت ہوا یہ شہزادی کے اشتیاق مین رات بھر بے چین

رہا نیند نہ آئی تڑپ کر رات کاٹی۔

دوسرے روز جن آیا کہا مین حکم بجا لایا چل کے ملاحظہ فرمائیے جو کسر ہو بتائیے۔ الہ دین جو وہان گیا عجب مکان جنت نشان نظر آیا ؎

اگر فردوس بر روے زمین ست		ہمین ست وہمین ست وہمین ست	

عقل اسکی جاتی رہی محل سراپا رہ دری دیوان خانہ خوش قرینے زنانہ مردانہ باہر اصطبل فیل خانہ پائین باغ باغ شداد کے گلشن سے زیادہ پھولا پھلا حمام اُسمین سانچہ کا ڈھلا طرفہ یہ کہ سب ساز و سامان مہیا فرش فروش مع فراش جھاڑ جھابہ کنول مرد نگ فانوس لمپ شیشہ آلات نفیس و نادر سجا سجایا خواصین پری پیکر خواجہ سرا رشک قمر نوجوان لونڈیان سیم اندام پیش خدمتین مغلانیان محلدار آتو سن رسیدہ پرانی پرانیان کل عملہ اور ضروریات کی چیزین جو شاہ و شہریار کو درکار ہوتی ہین توشے خانہ مین سب سامان پوشاک کے صدہا دست بقچے صندوق تیار رکھے چنگیر عطردان پاندان اصطبل مین گھوڑے صبا رفتار خوش خرام مرصع زین ولگام فیل خانہ مین ہاتھی کوہ پیکر جھولین کارچوبی طلاکار ہودے عماری دار و اسکے داروغہ جدا جدا روپے اشرفی سے بھرا جواہر خانہ مین ہر ایک رقم بے بہا جو جسکا عہدہ تھا روبرو آئے نذرین دکھائین بقدر لیاقت خلعت و انعام پائے۔

علی الخصوص خاص بارہ دری جسمین ایک سو ایک در تھا بیل بوٹے مین جواہر عمدہ و نادر تھا نقش و نگار ایسا بنا تھا کہ مانی و بہزاد شرماتا تھا۔

سونے چاندی کے پلنگ مسہریان مغرق نرالا رنگ ڈھنگ غلام گردش مین کرسیان و نگل عجیب و غریب شان اگر تفصیل بیان کیا جائے قصہ طول ہو سامع ملول ہو اسباب برسون مین نہ شمار ہو ایک دفتر تیار ہو۔

الحاصل جن تو تمام مکانات اور سب کارخانہ الہ دین کو دکھا رہا تھا یہان اُس مکان اور سامان کا غلغلہ تا ایوان شاہی ہوا یہ سامان اور مکانات دیکھکر ہر ایک باغ باغ ہوا حاسدون کے دلپر داغ ہوا۔

یہ خبر عجیب سُنکے بادشاہ جلین محل سے نکل آیا یہان قدرت خدا کا جلوہ ملاحظہ فرمایا اور خدا کی شان مین یہ اشعار زبان پر لایا ؎

	ثریا دہ ظارم تاک ر ا شراب شفق در خم شام از وست		تشنا ہا ہمہ ایز دپاک ر ا کہ خورشید را صورت جام از وست	

ایک قالین ولایتی نہایت عمدہ دردولت شاہی سے تا عمارت جدید بطور پا انداز بچھا ہوا دیکھا کمال متعجب ہوا اور یہ مذکور زبان پر آیا —

تصویر الہ دین کے محل کی جو تمام دنیا کے محلات پر فوقیت رکھتا تھا



کہ کل یہان کف دست میدان تھا آج ایسا نادر مکان بنا ہوا پایا سلطنت سے بڑھ کے سامان نظر آیا وزیر اعظم جو خار کھاتا تھا ساحر بتاتا تھا وہ بھی حاضر ہوا الہ دین روبرو آیا تسلیم بجا لایا بادشاہ کو لے چلا جون جون آگے بڑھتا تھا ہر ہر قدم پر درود پڑھتا تھا جس دم دروازہ کے اندر آیا جنت کا نشان اہتمام مین حور و غلمان بلکہ داروغگی پر رضوان نظر آیا جو سامان اس سلطنت کی مدت مین دیکھا نہ سُنا تھا وہ ہر مکان کی درجون مین قرینے سے چُنا تھا بارہ دری مین پہونچا اور زیادہ متعجب ہوا دل سے کہنے لگا یہ شخص انسان ہے یا ثانی سلیمان ہے وہ جن و انس کا فرمان روا تھا یہ ایک تنفس یکہ و تنہا تھا حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا مکان اور یہ سقف و ایوان بادشاہ کی نظر سے نہ گذرا ہوگا تعریف کا مرتبہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا بے ساختہ یہ شعر زبان پر آیا ؎

	یہ کس رشک مسیحا کا مکان ہے		زمین جسکی چہارم آسمان ہے

یہ خبر جسنے سُنی دہ حاضر ہوا وزیر امیر سپہ سالار افسران نامدار دان کان دولت مشیران سلطنت چھوٹا

بند اجمع ہو گیا جسنے دیکھا اسکو سکتا تھا صورت تصویر صغیر و کبیر حیران تھے کوئی کچھ نہ کہ سکتا تھا یارہ دری کی غلام گردش در پیش دسترخوان وسیع بچھا دنیا کی ہمہ نعمت مہیا انواع و اقسام کے لذیذ و نفیس کھانے جنکی بو باس سے دماغ جان معطر ہوا جاتا تھا جواہر نگار ظروف مین قرینے سے چنے تمام ملازم و عہدہ دار سرکار ایک سمت بیٹھے اور جگہ خالی رہی سب کو کھانا کھلایا پھر رخصت فرمایا شہزادی بدر البدور اور انکی مان کو بادشاہ نے بلوایا یہ طلسم کا کارخانہ دکھایا شہ نشین مین اس سے نادر دسترخوان بچھا تھا اور سب طرح کا کھانا چنا تھا جو بادشاہ نے تمام عمر کھانا کیسا کانون سے نہ سنا تھا دیکھنے سے انسان کی بھوک بھاگ جاتی تھی پردہ سیر بھی کھانے کی نوبت کب آتی تھی۔

شہزادی بدر البدور جس مکان اور اسکے سامان کو دیکھتی تھی مثل گل کھلی جاتی تھی پھولون نہ سماتی تھی ان سبھون نے زنانی صحبت مین خاصہ تناول کیا الہ دین نے کہا محلدار آتو خواص جسقدر عملہ زنانہ مین ملازم ہو سب کھانا کھائین باقی اپنے گھر لے جائین۔

پیشتر کے مانند اصیلون نے لپشتارہ باندھے مگر کھانا بدستور رہا کم نہوا کوئی کھا نہ سکا دسترخوان معمور رہا سب سامان بدستور رہا غرض بعد فراغت کے کھانے سے سب اسباب دسترخوان کا جھٹ پٹ اٹھ گیا اور ایک طائفہ رقاصان خوش گلو کا قسم مرد و عورت سے وہان حاضر ہوا وہ کسی طرح پر ناچے گائے اور عجیب و غریب تانین موافق دستور اس ملک کے لین اسکے بعد ایک عورت اور ایک مرد مل کے خوب ناچے گائے سامعین کو وجد مین لائے ؎

شب وصلت نہ گر وہ مہ دغل جاتا تو کیا ہوتا　　مرے دل سے جو اک ارمان نکل جاتا تو کیا ہوتا
شب وصلت جو ٹک کر تا تھا میرا یار یہ بولا　　کہا وظالم مرا سینہ مسل جاتا تو کیا ہوتا
اگر ابر کبود ابر (؟) کی آنکھون سے ابدل اس طرح تو　　جو طفل اشک دامن پر مچل جاتا تو کیا ہوتا
دیا بوسہ نہ کیون تمنے متاع حسن عارض کا　　درم اک گنج قارون سے نکل جاتا تو کیا ہوتا
شب وصلت مین مجھسے پوچھتے ہین وہ شرارت سے　　بتا کو وعدۂ وصل آج ٹل جاتا تو کیا ہوتا
سر نرم اپنے عاشق سے نکیون کیون گرمیان کتنے　　دل غیر آتش حسرت سے جل جاتا تو کیا ہوتا
سوال وصل پر اتو نہین کی یار نے لیکن　　دلا گر اسکے منھ سے ہان نکل جاتا تو کیا ہوتا
نہ پڑھتا فاتحہ لیکن مرے مرقد کی جانب سے　　اگر ہنستا ہوا وہ گل نکل جاتا تو کیا ہوتا
نہ پاتا اس مسیحا کے سوا صحت دل عاشق　　طبیبون کی دوا سے کچھ سنبھل جاتا تو کیا ہوتا
شکایت کی تو وہ بولے بہت تھے چاہنے والے　　شب فرقت جو تیرا دم نکل جاتا تو کیا ہوتا

پہونچ جاتے رواق شاہدین بیمار ہجر ہم بھی
یہ ارمان بھی اگر دل سے نکل جاتا تو کیا ہوتا

جب آدھی رات گذری تب موافق رواج اُس شہر کے الہ دین اور شہزادی دونون باہم خوب ناچے ملک چین کی یہ رسم قدیم تھی کہ دولہا دلہن دونون محفل مین آپ بھی ناچتے تھے جب اس رسم سے بھی اُنکو فرصت ہوئی الہ دین شہزادی کو بھی خوابگاہ کے کمرے مین لے گیا وہان خواصون نے شہزادی کو شب خوابی کی پوشاک پہنائی اور اُسے چھپر کھٹ پر لے گئین اور اسی طرح سے دوسری خواصون نے الہ دین کا لباس اُتار کے شب خوابی کے کپڑے پہنائے اور پھر سب خواصین باہر نکل آئین اور الہ دین کی تمام رات شہزادی کے ساتھ بڑی عیش و عشرت بسر ہوئی سے

بخانہ خالی و معشوق مست ناز بود
توان گریست بران کس کہ نہ یا بحبا زبود

جب لیلی شب نے لباس شب خوابی بڑھایا اور نوشاہ چرخ چہارم خلعت خطوط شعاعی پہنے خلوت خانہ مشرق سے برآمد ہوا الہ دین بیدار ہوا خواصون نے پوشاک اُسکی لا کے حاضر کی اگرچہ یہ جوڑا بہ نسبت پہلے جوڑے کے وضع مین مختلف تھا مگر تیاری اسکی بھی ویسی ہی تھی اور گھوڑا بھی خاصہ کا سواری کے لیے حاضر کیا الہ دین نے پوشاک پہن اور گھوڑے برق رفتار پر سوار ہو بادشاہ کے محل کی راہ لی ایک تمن غلامون کا اُسکے ہمراہ ہو بادشاہ نے اس سے مثل روز اول کے معانقہ کیا اور تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا اور خاصہ یاد فرمایا تاکہ الہ دین کو کھلاوے الہ دین نے بادشاہ سے عرض کیا آج کے دن مجھے معاف کیجیے بلکہ امیدوار ہون کہ حضور آج بھی کفش خانہ مین قدم رنجہ فرمائین مین اسوقت آپ کے لینے ہی کو حاضر ہوا ہون اور آپ محل مین شہزادی کے وزیر اور دیگر سرداران نامدار و ارکین دولت ابد قرار سمیت وہین خاصہ نوش فرمائین بادشاہ نے منظور کیا اُٹھ کے بلحاظ قرب پا پیادہ شہزادی کے محل کی طرف روانہ ہوا اس طرح سے کہ دست راست کی سمت الہ دین اور دست چپ کی جانب وزیر اعظم اور عقب مین مصاحب اور مقرب اور آگے سرداران فوج ظفر موج تھے جب بادشاہ الہ دین کے محل مین داخل ہوے دیکھنے سے ہر ایک مکان کے تعجب و تحیر زیادہ ہوتا جاتا تھا یہان تک کہ بارہ دری مین جہان الہ دین نے تیاری اُنکی نشست کے لیے اور کھانا کھلانے کے واسطے کی تھی پہونچا اُسکی خوبصورتی اور پچہ کاری دیکھکر حیران ہوا کہ بالکل الماس و زمرد وغیرہ جواہرات اندر باہر کی طرف برابر جڑے ہوے تھے بعد تھوڑی دیر کے بادشاہ نے وزیر سے کہا ممکن نہین کہ ایسا کوئی مکان خاص ہماری قلمرو مین ہو اور اب تک مین نے ایسا قصر نفیس و نادر نہین دیکھا

وزیر نے عرض کیا پرسون تک قبل عقد اس محل کا کہین پتہ و نشان بھی نہ تھا فقط ایک رات کے عرصے مین یہ عمارت رفیع و عالی شان کیونکر بن کے تیار ہو گئی چنانچہ مین نے پہلے ہی حضور سے اسکے تیار ہو جانے کی

خبر عرض کی تھی مفصل اطلاع دی تھی۔
بادشاہ نے فرمایا سچ ہے یہ بات مجھے بھی بھولی نہین مگر مین نے ہرگز خیال نہین کیا تھا کہ یہ مکان ایسا نایاب زمانہ ہوگا جسمین بجاے سنگ مرمر کے ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی لگی ہے اور دروازون مین بجاے لوہے اور پیتل کے جواہرات بیش قیمت جڑے ہوے ہین پھر بادشاہ نے چاہا کہ قریب سے اُن دروازون کی منبت کاری ملاحظہ کرے چنانچہ کل تیئیس دروازے بے شبہ یہ جواہرات پائے صرف چوبیسوان دروازہ سادہ دیکھکر تعجب کیا اور وزیر سے کہا کہ باوجود ایسی نفیس بارہ دری اور اس تیاری کے ایک دروازہ سادہ کیون باقی رہ گیا وزیر نے عرض کیا شاید الہ دین کو فرصت اُسکی تیاری کی نہ ملی ہو سامان اُسکا اس کے پاس ہوگا آئندہ تیار کرلے گا۔
الہ دین اُسوقت کسی ضرورت سے اور کمرے مین گیا تھا جب وہان سے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا بادشاہ نے الہ دین سے پوچھا فی الواقع بارہ دری تمھاری عجوبۂ روزگار ہے معمار فلک کی بھی ایسی نادر نظر سے نہ گذری ہوگی مگر اسکا کیا سبب ہے کہ ایک دروازہ سادہ چھوڑ دیا گیا یا تو کاریگر بھول گیا یا سامان اسکی درستی کا اُسے نہین ملا۔
الہ دین نے عرض کیا یہ کوئی سبب اسکے سادہ رہنے کا نہین ہے بلکہ عمداً میرے حکم سے سادہ رکھا گیا ہے اس لیے کہ حضور سے تیمناً و تبرکاً اسکی درستی ہو جائے تاکہ یہ عنایت حضور کی ہمیشہ یادگار رہے بادشاہ نے کہا اگر تمھاری یہ مرضی ہے تو بخوبی تیاری اسکی ہو جاے گی جسقدر زر و جواہر اسکی تیاری مین صرف ہوگا خزانہ شاہی سے دیا جاے گا یہ کہکے اُسنے حکم دیا کہ جتنے جوہری اور زرگر ہوشیار اس شہر مین سکونت پذیر ہین سب حاضر ہون۔
جب بادشاہ اُس بارہ دری سے اُتر کر نیچے آیا الہ دین اُس مکان مین لے گیا جہان شہزادی بدر البدور نے شب کو آرام فرمایا تھا اُس مکان مین شہزادی بھی بعد ایک لمحہ کے آئی بادشاہ نے اُسے بہت خوش و خورم پایا اس مکان مین دو دسترخوان بہت نفیس بچھے ہوے تھے جنپر سب اسباب سونے اور جواہر کا تھا بادشاہ پہلے ایک دسترخوان پر مع شہزادی بدر البدور و الہ دین کے بیٹھا اور ذریرد دوسرے دسترخوان پر جو بہت وسیع تھا سب افسران شاہی و اراکین سلطنت کے ساتھ بیٹھا اور سبھون نے کھانا شروع کیا بعد فراغت طعام بادشاہ نے سب کھانون کی تعریف کی اور فرمایا کہ مین نے کبھی ایسے لذیذ و خوش ذائقہ کھانے نہین کھائے بعد اسکے بارہ دری کے ہر درجے مین ناچ شروع ہوا سامعین وجد مین آے بڑی رودیان خوش جمال نے اپنے جوہر دکھاکے

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط — لگے ناچنے اُس پہ اہلِ نشاط
کناری لگے جوڑے چمکتے ہوئے — وہ پاؤں کے گھنگرو چھنکتے ہوئے
وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں — پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن میں
وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ — دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ
کبھی دل کو پاؤں سے مل ڈالنا — نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
دکھانا کبھی اپنی جیب مُسکرا — کبھی اپنے محرم کو لینا چھپا
کسی کے چمکتے ہوئے نور تن — کسی کے وہ ٹکڑے پہ تھرکی پھبن
غرض ہر طرح دل کو لینا انھیں — نئی طرح سے داغ دینا انھیں
محل میں جو دیکھا تو اک اژدحام — مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
پری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم — وہاں بھی پڑی عیش و عشرت کی دھوم
چمکنا گلوں کا صفا کے سبب — وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب
وہ دانتوں کی مسّی وہ گلبرگ تر — شفق میں عیاں جیسے شام و سحر
دوپٹے کو کرنا کبھی منھ کے اوٹ — کہ پردے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ
وہ گرمی تھی چہرے کی جوں آفتاب — جسے دیکھکر دل کو ہو اضطراب

بادشاہ یہ سمان دیکھکر نہایت محظوظ ہوا جب سب امور سے فراغت ہوئی اُٹھکر باہر آیا وزیر نے عرض کیا جوہری اور سنار شہر کے جنکو حضور نے طلب فرمایا تھا حاضر ہیں بادشاہ نے انکو اپنے ہمراہ بارہ دری میں لے جاکر وہ دروازے دکھلائے اور جو دروازہ نا تیار رکھا تھا اُسکو دکھاکر کہا میں چاہتا ہوں یہ دروازہ بھی مثل سب دروازوں کے زر و جواہر سے آراستہ ہو جائے تم لوگ بغور ان دروازوں کا کام دیکھو جیسے ان دروازہ بھی اسی طرح کا تیار کردو اُنھوں نے بغور و تامل اُس کام کو دیکھکر کہا حضور کے اقبال سے ہم بنا سکتے ہیں مگر ایسے جواہر کہاں پاسکتے ہیں ۔

بادشاہ نے کہا جواہرات جسقدر درکار ہونگے میں دونگا جب میں اپنے محل میں جاؤں تم وہاں آنا میں تم کو بہت جواہر دکھاؤنگا اُنمیں سے اس دروازے کے موافق انتخاب کرلینا غرض جب بادشاہ ذیجاہ آپنے محل میں آیا اُن جوہریوں کو بُلوا کے سب جواہر اپنے گھر کے اور وہ جواہر جو علاء الدین نے سب سے پہلے بادشاہ کے حضور میں گذرانے تھے دیے اُنھوں نے ایک مہینے کے عرصے میں اُن سب جواہر کو اُس دروازہ میں صرف کیا مگر نصف سے زیادہ تیار نہ ہوسکا ادھورا رہ گیا ۔

جب الہ دین نے دیکھا کہ سب جواہرات خزانہ شاہی کے صرف ہوگئے اُسپر بھی وہ دروازہ مثل سب دروازون کے تیار نہو سکا تب اُن کاریگرون سے کہا تم یہ سب جواہر شادی اُٹھا کے لیے جاؤ وزیر کے حوالے کردو وہ کاریگر تھوڑے عرصے مین سب جواہر جو جا رہتے مین جڑے تھے اُکھاڑ کے لے گئے اور الہ دین کو تنہا اُس بارہ دری مین چھوڑ دیا اسنے چراغ کو نکال کر رگڑا جن نے بدستور حاضر ہوکے کلمات اطاعت کہے الہ دین نے کہا اے جن مین نے تجھسے آگے کہا تھا کہ چوبیسوین دروازے کو سادہ چھوڑ دے چنانچہ حسب الحکم میرے تو نے اُسے چھوڑ دیا تھا اب مین حکم دیتا ہون کہ مثل سب جوڑیون کے وہ بھی مرصع ہو جاے جن یہ سُنکے غائب ہوگیا اور الہ دین بھی کسی ضرورت سے دوسرے کمرے مین گیا چند منٹ کے بعد جب پھر وہان آیا تو دیکھا وہ دروازہ بھی مثل سب دروازون کے مرصع ہوگیا ہی اُدھر اُن کاریگرون نے بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوکے سب حال عرض کیا اور وہ جواہرات شاہی جو واپس لائے تھے پیش کیے بادشاہ اس خبر کو سُنتے ہی سوار ہوا اور جلدی الہ دین کے محل مین پہونچ کر گھوڑے سے اُترا اور بے اطلاع الہ دین کے اُس بارہ دری پر چڑھ گیا جب الہ دین کو خبر ہوئی کہ بادشاہ بدون اطلاع کے یکایک محل مین آگئے یہ گھبرا کے استقبال کے لیے دوڑا مگر وہ داخل ہو چکے تھے فوراً اُس مقام پر جہان الہ دین تھا پہونچ گئے اور کہا اے فرزند مین صرف واسطے دریافت کرنے اس امر کے آیا ہون کہ تم نے کس واسطے اس دروازے کو بننے نہ دیا اور میرے کاریگرون کو مع جواہرات واپس کر دیا اور ایسی اچھی بارہ دری کو ناقص رکھا اسکا کیا سبب ہی۔

الہ دین کو تو صرف امتحان بادشاہ کے قدرت و مقدور کا منظور تھا مگر اسکا ظاہر کرنا کیا ضرور تھا کہا کہ حقیقت حضور نے آگے اس بارہ دری کو ناقص دیکھا تھا مگر اب اسکو ملاحظہ فرمائیے کہ اسمین کچھ نقصان ہی یا نہین بادشاہ نے جا کر اُس دروازے کو دیکھا جو سادہ تھا مانند اور دروازون کے کامل اور تیار ہی آخر نہ پہچان سکا کہ وہ ناتیار دروازہ کونسا تھا۔

بادشاہ نے فرط مسرت سے الہ دین کو گلے لگایا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت متحیر ہوکے کہا اے فرزند تم عجیب شخص ہو تم سے متواتر ایسے کام ظہور مین آئے کہ طاقت بشری سے خارج ہین مثل تمہارے جہان مین دوسرا شخص نہوگا۔

الہ دین نے بادشاہ کے تعریف کرنے سے سر نیچا کرکے کہا یہ سب آپ کی عنایت سے ہی اور آپ کا حسن ظن ہی و الا مجھ ہیچکارہ مین کیا مقدور بنا لینے کا تھا پھر بادشاہ اپنے محل کو جس راہ سے آیا تھا چلا گیا اور الہ دین کو وہان سے رخصت کر دیا اور اپنے محل مین پہونچتے ہی وزیر اعظم کو یاد فرمایا اور یہ سب امور عجیب و غریب حیرت افزا بیان کیے وزیر کو بھی اُن سب امور کا بادشاہ کے کہنے

سے یقین ہوا مگر دل مین کارخانہ سحر کا سمجھکے بادشاہ سے عرض کیا کہ الہ دین کے یہ سب کارخانے سحر سے معلوم ہوتے ہین چنانچہ آگے بھی غلام نے عرض کیا تھا بادشاہ نے کہا تو حسد کی راہ سے کہتا ہی اور اب تک تو شادی میری دختر کی اپنے بیٹے کے ساتھ بھولا نہین ۔

وزیر سمجھا کہ بادشاہ محض بے خبر اور دھوکے مین ہی کسی کی بات اِن مقدمے مین نہین سنتا اس وجہ سے اُسنے پھر اس مقدمے مین گفتگو نہ کی سکوت اختیار کیا اور الہ دین کے امور کو بادشاہ ہی کے خیال پر چھوڑا اکثر بادشاہ صبح کے وقت بیدار ہوکے اُس مکان مین جہان سے الہ دین کا محل صاف نظر آتا تھا جاکر دیکھا کرتا اور خوش ہوتا اور الہ دین نے مقرر کیا تھا کہ ہفتہ مین ایکبار سوار ہوکے شہر مین جاتا اور ہر طرف کی سیر کیا کرتا کبھی جامع مسجد مین نماز پڑھنے کو آتا کبھی وزیر کی ملاقات کے لیے سوار ہوتا چنانچہ اُسنے اس آمد و رفت کے لیے دن معین کیے تھے کبھی اپنے مصنوعی محل مین دربار کیا کرتا اور گاہ گاہ امیرون اور سرداروں کے یہان جاتا اور وہ بھی اُسکے محل مین آکر دعوتین کھاتے اور لطف صحبت اُٹھاتے اور الہ دین نے دو غلام اس کام کے لیے معین کیے تھے کہ جب مین سوار ہوا کرون تم بازارون اور راستون مین دونون طرف مٹھی بھر بھر کے اشرفیان پھینکا کرو اس وجہ سے ایک خلق کثیر اُسکی سواری کے گرد جمع ہوا کرتی بہت لوگ اُسکی سواری کا تجمل و شوکت دیکھنے جاتے اکثر غریب و محتاج اشرفیون کے لالچ سے آتے فائدہ کثیر اُٹھاتے ۔

غرض ہر شخص اُسکی دریا دلی و سخاوت کا مداح تھا کوئی ایسا نہ تھا کہ بندۂ بیدام نہو دعاگو صبح و شام نہو جب کبھی شکار کھیلنے دو چار کوس کا عزم کرتا جس قریہ و دیہ مین گذرتا وہان کی خلقت مالا مال ہو جاتی نہال ہو جاتی بخشش و جود و انعام کا یہ کام ہی کہ جو ہو ثنا خوان ہو ذکر خیر ہر ایک ادنے و اعلے کے برزبان ہو ۔

انسان کو فیض فائدہ دیتا ہی
آئینۂ عقل کو جلا دیتا ہی
دنیا مین جو عزت ہی تو عقبی مین بہشت
یہ دونون جہان مین مرتبہ دیتا ہی

اسکے علاوہ جرأت ذاتی پر وردگار نے عطا کی تھی سوچتا تھا کہ کسی دن ایسا موقع وقت ہاتھ آئے کہ بادشاہ کو جوہر شجاعت دکھائے اتفاقات زمانہ سے ایک غنیم لشکر عظیم لیکے اُس ملک کی تسخیر کو چلا اور بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا اسنے بھی فوج جمع کی سامان حرب و پیکار کی دیکھ بھال ہونے لگی الہ دین نے بادشاہ سے عرض کی فدوی نے ایسا کام کبھی نہین کیا فوج و لشکر کا سر انجام نہین کیا مگر امید وار ہون کہ اس لڑائی کا اہتمام فدوی کے نام ہو تا کہ امتحان دلیری سے واقف

ہر خاص وعام ہو بادشاہ نے الہ دین کی درخواست کو منظور کیا سیاہ وسفید کا اختیار دیا صبح کو کوچ کرکے شہر کے باہر قیام کیا فوج اُسی روز مع سازوسامان وتوپخانہ ماہی مراتب نشان لیکے حاضر ہونے میدان ہموار ہوا فوج صف آرا کی گئی۔

القصہ اپنی فوج قلیل کو حسن تدبیر سے اس انبوہ کثیر سے لڑایا حریف کو شکست فاش دے کے نشان فتح کا پھریرا اُڑایا بادشاہ اس خبر نصرت اثر کو سُنکے بہت شاد ہوا نزدیک و دور یہ اخبار پہونچا الہ دین اُس مہم سے مظفر ومنصور اپنے شہر مین آیا سلطنت کے کامون مین کلیۃً اختیار پایا کئی برس بڑی راحت وآرام سے بسر ہوئی نیکنامی وسخاوت مین شام وسحر ہوئی۔ فلک نیلی کو اسکا بہت خار ہوا سفلت وہ پیچ آزار ہوا۔

اب حملہ سُنیے کہ وہ ساحر افریقی جو الہ دین کا چچا بنا تھا اور تہ خانہ مین اُسکو چھوڑکر بھاگا تھا پھرتا پھراتا افریقہ مین وارد ہوا ایک روز بیٹھے بیٹھے سوچنے لگا کہ وہ لڑکا تہ خانہ مین مرگیا ہوگا دنیا سے گذر گیا ہوگا بسکہ رمل مین ید طولا تھا قرعہ پھینکا شکلین کھینچ کے زوج وفرح فرد وجماعت حمرہ وعقلہ وغیرہ کا حال اُسی طرق سے خاکی بادی آبی آتشی وغیرہ خانون کی مطابقت کرکے طالع الہ دین سے دیکھنے لگا کہ زندہ ہے یا مرگیا بعد غور وتامل معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ چین کا داماد ہوا ہے فکر دنیا سے آزاد ہوا ہے ایک محل مین کہ بشر نے کبھی نہ دیکھا ہوگا شہزادی کے ساتھ دن رات عیش وعشرت مین مشغول ہے جو سازوسامان شاہی ہوتا ہے سب کچھ حصول ہے ؎

ہمہ اسباب شاہی حاصل او ۔۔۔ نماندہ آرزوئے در دل او

یہ بات معلوم ہونے سے منھ اُسکا مارے رشک کے سُرخ ہوگیا آنکھون مین خون اُتر آیا غصہ مین آکر دل مین کہنے لگا افسوس وہ درزی کا چھوکرا ذلیل وخوار جسے مین جانتا تھا کہ تہ زمین مین مرگیا ہوگا لعنت بدو چراغ سے یون بہ حشمت وشوکت بسر کرے دنیا کے مزے لوٹے اور مجھ پر یون فلک اندوہ وحسرت توڑے میری تمام عمر کی شفقت کا ثمرہ اُسے حاصل ہوا رنج میں وامیر کامل ہوا مین موچی کا موچی ہی رہا کف افسوس ملتا رہ گیا سچ ہے ؎

من درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال ۔۔۔ کارے کہ خدا کند ملک را چہ مجال

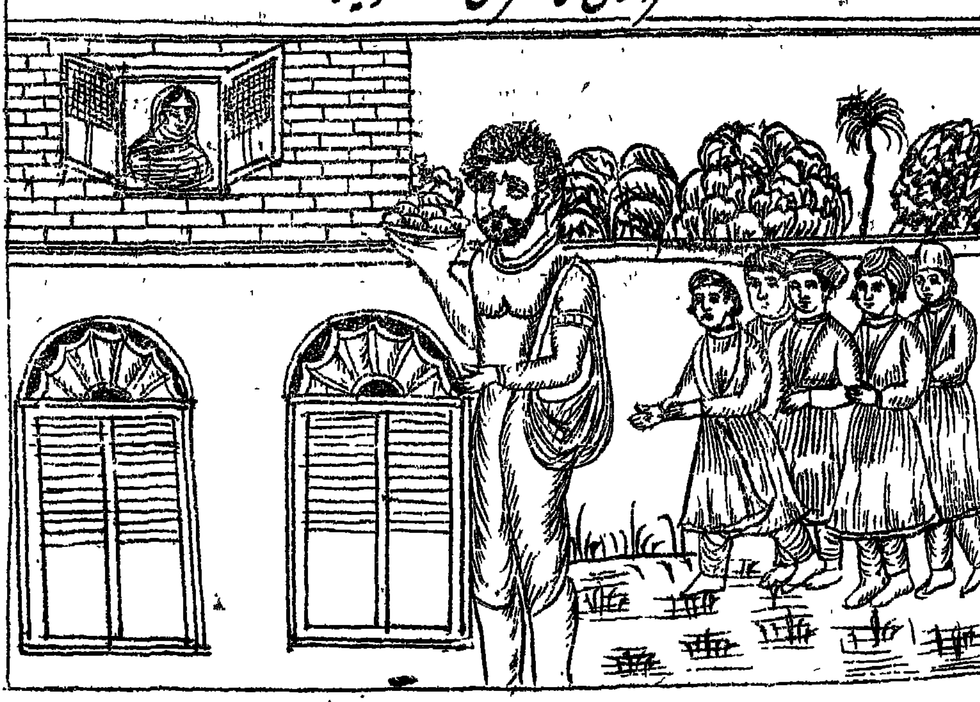
یہ خیال کرکے آتش رشک مین جل گیا اُسی دم شہر سے نکل گیا چین کی طرف روانہ ہوا کہین وقفہ ذرا نہ ہوا بعد چندے شہر چین مین وارد ہوکر مہمان سرائے مین قیام کیا صعوبت سفر سے آرام لیا۔ ایک روز شہر مین جاکے ہر طرف گشت کرتا ایک مجمع مین گذرا چند شخص بیٹھے باہم ہر طرح کا ذکر و

مذکور کر رہے تھے اُسکی سخاوت و دریا دلی کو مشہور کر رہے تھے ؎

یہ بندہ نوازی یہ جہان پروری　یہ آئین سرداری و سروری
ہوئی ذرات پر اُس سخی کے تمام　تکلف ہی آگے سخاوت کا نام
فقیرون کی ہی یان تلک تو بنی　کہ ایک ایک یان ہوگیا ہی غنی

ایک شخص نے الہ دین کے محل کا ذکر چھیڑا افریقی نے پوچھا کس محل کی اس قدر صفت کرتے ہو وہ بولے صاحب معلوم ہوا تم یہان نووارد ہو الہ دین نامے ایک شخص یہان رہتا تھا کچھ دنون سے شادی شہزادی بدر البدور کی جو یہان کے بادشاہ کی بیٹی ہی اسکے ساتھ ہوئی ہی اُسنے در دولت شاہی کے قریب ایک عمارت طلائی مرصع تعمیر کی ہی بشر کا تو کیا ذکر ہی بادشاہ جنات نے بھی نہ دیکھا ہوگا یہ سنتے ہی یقین ہوگیا کہ وہ چراغ اُسکے ہاتھ لگا یہ سب کارخانہ اُسی کے باعث ہوا وہان سے اُٹھ کے محل کو دیکھا پھر تو انگارون پر لوٹنے لگا اپنے سر کے بال کھسوٹنے لگا سر اسے مین آیا قرعہ پھینکا معلوم ہوا کہ الہ دین کو چراغ ملا ہی اُسی کی یہ روشنی ہی اور شہ نشین کی کانس پر رکھ کے شکار کھیلنے گیا ہی یہ کافر ساحر تو تھا ہی پنڈت نجومی بنکے محل کی ڈیوڑھی پر آیا پکارنے لگا —

تصویر افریقی کی گرد محل الہ دین کے آواز لگانے اور لڑکون کے شور و غل مچانے کی اور شہزادی کا کھڑکی سے دیکھنا



ماما اصیلین کم بخت کے ست اعتقاد تو ہوتی ہی ہین اُنھون نے بُلایا ڈیوڑھی پر بٹھایا حال پوچھنے لگین ایک
اُسمین خیر خواہی سے شہزادی کا قصہ لے بیٹھی کہ ہمارے بی بی کے اولاد نہین ہوتی اُسنے پوتھی کھول کے
بہت سوچ بچار کرکے کہا تمھاری بی بی پر سحر ہوا ہی وہ پُرانا ایک چراغ جو شہ نشین کی کانس پر دھرا ہی
اسمین تیل بھر کے شہزادی سے کہو اپنا منھ دیکھے پھر میرے پاس لاؤ مین تدبیر کرون اسی سال مین اولاد
ہو گھر آباد ہو وہ دوڑی گئین شہزادی سے کہا کہ ایک نجومی بڑا کامل ہی بے مثل عامل ہی گھر کا حال کہدیا
کانس کا چراغ بتادیا پھر جھٹ پٹ اُسمین تیل بھر کے شہزادی کے روبرو دھر کے مُنھ دکھلایا اب وہ چراغ
باہر آیا یہ دیکھتے ہی شاد ہو گیا بند تردد سے آزاد ہو گیا کچھ جھوٹ موٹ پڑھ کے چراغ اُٹھا لیا کہا مین
اسکو ویرانہ مین گاڑ دونگا اسی مہینے مین شہزادی حاملہ ہو جائینگی نوین مہینے چاند سا بیٹا پائینگی چراغ
لے کے سرا مین آیا اُسکو صاف کرکے رگڑا موکل جو اُسکے تابع تھا حاضر ہوا کہا کیا ارشاد ہوتا ہی افریقی
نے کہا یہ محل جو تم نے یہان بنایا ہی بجنسہ مع سب سامان اُٹھا کے ملک افریقہ مین پہونچا دو
اور مجکو بھی ہمراہ لیے جاؤ۔

تصویر موکلون کی محل الہ دین کو مع اُس ساحر افریقی کے اُٹھا لیجانے کی



اس موکل نے دوسرے کو بلا محل کو اُٹھا مع افریقی کے دم افریقہ مین جہان اُسنے بتایا تھا رکھدیا اور رخصت
ہوکے چلا گیا افریقی اپنی مراد کو پہونچا۔

ادھر کا حال سُنیے کہ سلطان چین کا یہ معمول تھا کہ دم سحر اٹھ کے تنہا شہزادی کے محل کو دیکھ لیتا تھا آج جو دیکھا میدان صاف پایا محل کیسا وہاں نشیب و فراز نظر آیا گھبرا کر آنکھیں ملنے لگا بلکہ آنکھوں سے خوناب جگر ٹپکنے لگا نہایت قلق و اضطراب ہوا اُسی حالت رنج و غم میں وزیر اعظم کو طلب کیا اظہار حال سب کیا اُس نے بھی بغور دیکھا سطح ہموار گل نہ خار پایا عرض کی غلام نے پہلے ہی کہا تھا کہ سب سحر کا کارخانہ ہے شخص مجہول کا بہانہ ہے ؎

یہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود ۔۔۔ صبح کو راز مہ و اختر کھلا

حضور کو باور نہ ہوا بادشاہ نے فرمایا وہ مکار کہاں گیا وزیر نے کہا ابھی دن ہوئے شکار کھیلنے کے حیلے سے گیا ہے حکم ہوا پچاس سوار جرار جائیں اُسکو گرفتار کر کے لائیں۔

وزیر نے پچاس سوار اور ایک رسالدار کو روانہ کیا اتفاقات زمانہ الہ دین شکار کھیل کے پھرا تھا در شہر پناہ پر سوار ملے یہ تو سب اسکے ممنون تھے ہزار بار روپیہ دیتا تھا دست بستہ سب نے کہا بادشاہ اُنکا کیا بیزار ہے آپ سے سخت ناراض ہو گیا ہے وزیر کی زبانی ہم کو آپ کی گرفتاری کا حکم ملا ہے ہم مجبور ہیں آپ جلد چلیں تعمیل حکم سلطانی میں تاخیر نہ ہو ورنہ ہم پر عتاب ہوگا ظلم و ستم بے حساب ہوگا اسنے سبب پوچھا یہ سب لاعلم تھے کچھ نہ کہا۔

شہر پناہ میں غلغلہ ہو گیا تھا کہ بادشاہ آج الہ دین کو قتل کرے گا تیغ جلاد کو لہو سے بھرے گا سخاوت عجب شے ہے بقول شیخ سعدی ؎

سخاوت مس عیب را کیمیاست ۔۔۔ سخاوت ہمہ دردہا را دواست

تمام شہر اسکا تابعدار جاں نثار تھا مسلح ہو کے سب نے دردولت کو گھیر لیا بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منھ پھیر لیا ؎

جان دینے کو ہو گئے تیار ۔۔۔ اپنے جینے سے ہو گئے بیزار

اس اثنا میں الہ دین داخل ایوان شاہی ہوا دروازے بند ہو گئے اُسکو دیکھتے ہی بادشاہ نے قتل کا حکم دیا مگر خدا کے کارخانے نرالے ہیں ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد + وزیر نے عرض کیا کہ ایوان شاہی و شہر ابھی لُٹ جائے گا ایک شخص زندہ نہ بچنے پائے گا دردولت پر مجمع عام ہے خلق خدا کا اژدحام ہے اگر یہ حکم سُن پائینگے ابھی پھاٹک توڑ کے اندر آئینگے ہم زندہ نہ بچنے پائینگے مناسب وقت یہ ہے کہ الہ دین کی رہائی ہو تاکہ رعایا سمجھ لے بادشاہ نے عفو قصور کیا رہا کر دیا بادشاہ نے فی الفور رہائی کا حکم دے کے منادی سے کہا شہر میں ندا کر دے کہ بادشاہ نے الہ دین کے قصور معاف

کر دیے یہ خبر سُنکے سب لوگ مطمئن ہوے اور اپنے گھرون کو واپس گئے۔

الہ دین نے جب اپنے تئین اُس مخمصہ سے رہا پایا دوڑ کے بادشاہ کے حضور مین زمین بوس ہوکر عرض کیا کہ حضور نے میری جان بخشی فرمائی ہے امیدوار ہون کہ میرے قصور سے بھی آگاہ فرمائیے بادشاہ نے کہا کم بخت تو اب تک اپنے قصور پر مطلع نہین ہوا قریب آ تا کہ تجھے تیرے قصور کو دکھلاؤن الہ دین جب اوپر چڑھ گیا تب بادشاہ اُسے اپنے خلوت خانے مین لے گیا جہان سے الہ دین کا محل صاف نظر آتا تھا اور کہا دروازہ کھول کے دیکھ کہ شہر امحل کیا ہوا اور چارون طرف خوب سا دیکھکر مجھے بتا کہ وہ محل کہان چلا گیا الہ دین آنکھین پھاڑ پھاڑ کے چارون طرف دیکھتا تھا سواے کف دست میدان کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا بھیرون ناچ رہا تھا یہ دیکھکر ششدر و حیران نقش دیوار کی طرح سکتے کے عالم مین خشک ہوکر رہ گیا سو کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین ÷ —

دل مین کہتا تھا یا الٰہی اس محل کو کون اُٹھا لے گیا اور مجھے داغ ناکامی دے گیا اُسوقت کا قلق و اضطراب کیا بیان کیا جاے دنیا آنکھون کے نیچے اندھیر تھی دم نکل جانے کی دیر تھی دل جینے سے بیزار تھا عجب نقشہ روزگار تھا ؎

عجیب خشک گل و گلستان نظر آئی — اُڑین جدھر کو نگاہین خزان نظر آئی
جب آنکھ کے تا قطرہ خون چکان نظر آئی — تو کوئی عیش کی صورت نہ وان نظر آئی

وہ گل رخان سمن بر کے قہقہے نہ رہے
وہ بلبلان خوش الحان کے چہچہے نہ رہے

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہے — ہر اک براے مکین و مکان روتا ہے
گدا و شاہ ضعیف و جوان روتا ہے — غرض مکان کے لیے اک جہان روتا ہے

جو کیسے جوشش طوفان نہین کہی جاتی
یہان تو نوح کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

پیادہ پا ہو روان تھسوار صد افسوس — لہو کے گھونٹ پیے بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہو اہل وفا صد افسوس — ہزار حیف دل بیقرار صد افسوس

جھکے ہین بار الم سے تنے ہوے کیسے
بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

کہان تک آہ لکھون اسکا حال برباد کی — کہان تک آہ لکھون آسمان کی جلادی

کسی کو قید الم سے نہین ہی آزادی　　کہ داغ داغ ہی دل ہر کوئی ہی فریادی

الٰہی پھر انھین آباد و شاد دیکھین ہم
الٰہی پھر انھین حسب مراد دیکھین ہم

الہ دین تو اس رنج و الم مین شکل تصویر خاموش تھا بادشاہ نے الہ دین سے کہا چپکا کیا کھڑا ہی جلد بتا کہ محل کہان ہی اور میری لڑکی کدھر گئی عالم میری نظرون مین سیاہ ہی کہان وہ رشک ماہ ہی ؎

ہر آن گھٹتی جاتی ہی طاقت میری　　بڑھتی ہی گھڑی گھڑی نقاہت میری
آتا نہین آب رفتہ پھر جو مین انیس　　اب مرگ پہ موقوف ہی صحت میری

الہ دین سے ہاتھ باندھ کے عرض کیا کہ فی الحقیقت میرا محل جس محل پر تھا وہان سے غائب ہو گیا مگر آپ خوب تصور فرمائین کہ اسمین میرا کچھ قصور نہین اور میرے سبب سے اس واردات کا ظہور نہین بادشاہ نے کہا مجھے تیرے محل کے کھوئے جانے کا کچھ اندیشہ نہین مجھے غم و الم اپنی دختر کا ہی اپنی خیریت اگر منظور ہی جلد اسے پیدا کر اور اس بھروسے پر نہ بھولنا کہ تو نے اس جھنجھٹ سے نجات و مخلصی پائی جب تک شہزادی کا سراغ نہ ملے گا تیرا چھٹکارا نہ ہوگا۔

الہ دین نے عرض کیا مین امیدوار ہون کہ حضور چالیس دن کی مہلت مجھے مرحمت فرمائین اگر اس مدت مین شہزادی کو تلاش کرکے لایا تو فہو المراد ورنہ فدوی خود اپنا سر کاٹ کے تخت کے نیچے ڈال دیگا صورت نحس حضور کو نہ دکھائے گا جب تک شہزادی کو ڈھونڈھ کر نہ لائیگا بادشاہ نے چالیس دن کی مہلت منظور کی کہ اچھا اب تو جا کے جہان سے جان شہزادی کو تلاش کرکے لا ورنہ جہان کہین تو ہوگا مین تجھکو جا خود کر سکتا ہون جیتا نہ چھوڑونگا انتقام سے منھ نہ موڑونگا۔

الغرض الہ دین بادشاہ سے رخصت ہوکر بحال خستہ و خراب بصد حسرت و یاس جوے خون آنکھون سے بہاتا ہوا نکلا جس افسر اور سردار کے آگے سے ہوکر گذرتا تھا وہ اسکے حال زار پر ترس کھا کر خود اپنا منھ چھپا لیتا تھا آنکھین چار نہ کرتا تھا کہ اسکو زیادہ انفعال ہوگا سخت رنج و ملال ہوگا اسی حال سے وہ ابر بہار کی طرح روتا ہوا گلیون کی خاک چھانتا تھا پیادہ پا چلنے کی عادت نہ تھی مثل بید کانپتا تھا تنہائی اور جدائی اسپر مستزاد تھی لب پر آہ و فریاد تھی ؎

بیکسی صدمۂ ہجران کی مجھے تاب نہین　　کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین
تجکو اے بخت سیہ آگ لگا کر دیکھون　　شب ہجران مین اگر جلوۂ مہتاب نہین
نہ ملے مجکو مرے حال پہ رونے والے　　عیش کیسا کہ یہان غم کے بھی اسباب نہین

مگر تجھے تھا کہ کیا کروں کدھر جاؤں اپنے دل کو کیونکر بہلاؤں آخر طبیعت کی بیقراری نے یہی سودا ہو
اسکے چشم زدن میں کیا تھا کیا ہو گیا ۔

مٹ گئے سلسلۂ عشق میں ویران ہو کر — پھر گئی آنکھ تری گردش دوران ہو کر
یہ ہنر دست جنون کا یہ سلیقہ دیکھو — دھجیاں اڑتی ہیں دامن کی گریبان ہو کر
نالے رہ جاتے ہیں رک رک کے مرے سینہ میں — تیر بیٹھا ہے ترا حلق کا دربان ہو کر
کیوں نہ ہو زیر فلک طالع دشمن کو فروغ — بخت چمکا ہے چراغ تہ دامان ہو کر
ہم سے ویرانی دل پوچھ و سامانی دل — تیرے ارمان بھی پچھتاتے ہیں ارمان ہو کر
نور کیا آئے مرے دل میں کہ ہر آہ کے ساتھ — رہ گئی برق تجلی تہ نشایان ہو کر
ضعف سے غش ہوں کہ جب ہاتھ کیا چاک جگر — انگلیاں چبھ گئیں دل میں تری مژگان ہو کر
خیر پھر ہے تو غافل ہے یہی سمجھ لینا — جان پر کھیل گیا کوئی پریشان ہو کر
سالک اب تاب قدم تیرے پریشان خاطر — دن بھی آتا ہے نظر شام غریبان ہو کر

اسی خیال میں وحشت زدہ ہو کے ہر ایک کے دروازے پر جا کے صاحب خانہ سے پوچھتا تھا کہ تم نے کہیں میرا محل دیکھا ہے یا اسکی کچھ خبر مجھ سے کہہ سکتے ہو ۔

یہ رنگ دیکھ کر وہ دن کو جو ایک شخص دیوانہ و سودائی سمجھتا بعضے اسکی باتوں پر ہنستے اور بعضے جو دل سے اسکے ساتھ محبت و الفت رکھتے تھے اسکے حال پریشان کو دیکھ کر کڑھتے غرض تین دن تک وہ اس شہر میں رہا ہر ایک گلی کوچے میں پھرا کیا جو کوئی اسکو بطریق خیرات کچھ دے دیتا وہ اسے کھا لیتا اور رو رو دیتا رہے

گئی ہے نہ قسمت کی جاگنے کی رات — سحر کو بھی دھبہ لگانے کی رات
چراغ قسمت [illegible] کرے — سحر کو نہ اس غم میں پانے کی رات
نہ [illegible] رنج سے — مسافر کو رستہ بھلانے کی رات

کوئی ایسی تدبیر اسکو نہ سوجھتی تھی کہ اس محل اور شہزادی کا پتہ ملے نتیجہ خاطر طلے ضعف کی وجہ سے جنبش
کا ایسا حال تھا زندگی زبان پر تھی

بھر گئی بلبل جو کیا یاد چمن کو — غربت میں خدایا دلائے نہ وطن کو
بجلی کی طرح لاش تڑپتی ہے ہماری — کہتا ہے بجا ابر سفید اپنے وطن کو

آخر کار دو دن اسی حال خراب سے اس شہر میں جہاں اس کر و فر تجمل و شوکت کے ساتھ رہتا تھا زیادہ تو

توقف نہ کر سکا اور اس مصیبت و پریشانی مین ایک طرف سر بصحرا ہو کر نکل گیا تمام دن بادیہ پیمائی کرتا رہا آخر کنارے ایک دریا کے پہونچا وہان تصور کیا کہ اب شہزادی کاہے کو ملے گی اس سے بہتر ہی کہ اس دریا مین ڈوب کر مر جاؤن تاکہ اس مصیبت اور تعب و روز کی اذیت سے رہائی پاؤن۔

یہ امر دل سے ٹھان کے بہت کچھ خاک چھان کے دریا کی طرف روان ہوا مگر مرد مسلمان و باایمان تھا سوچا کہ رحمت الٰہی سے کچھ دور نہین بالکل مایوسی ضرور نہین ؎

اُسے فضل کرتے نہین لگتی بار	نہو اس سے مایوس امیدوار

حرام موت فرما مسلمان کو نچاہیے بہتر یہ امر ہی کہ واسطے بر آنے اپنی حاجت کے درگاہ بے نیاز مین دعا کرون اُسی سے التجا کرون شاید وہ مہربان ہو جاے تو کل مشکل آسان ہو جاے تمناے دلی جلوہ دکھائے گوہر مقصود ہاتھ آئے ؎

اللہ رے مرتبہ مرے عجز و نیاز کا	گویا جواب ہی یہ ترے کبر و ناز کا
یوسف کو چاہ مین تو مسیحا کو چرخ پر	عالم دکھا دیا ہی نشیب و فراز کا
دے مجھکو داغ عشق کہ احسان مان لون	اس درد جان فزا و غم دل نواز کا
جل جل کے تیرے عشق مین گھل جائین استخوان	مانند شمع لطف ہی سوز و گداز کا
گو مُہر لب ہی حکم ترا اسکا کیا علاج	دل بولتا ہی خود بخود آگاہ راز کا
کونین جسکے ناز سے چکرا رہے ہین دریغ	مین ہون نیاز مند اُسی بے نیاز کا

پس بقصد مناجات وضو کرنے کے لیے متوجہ دریا کا ہوا مگر کنارہ پانی سے بہت دور اور پست و بلند تھا اسوجہ سے گھبراہٹ مین پاؤن اسکا وہان سے پھسلا اور قریب تھا کہ دریا مین گر کے ساحل عدم سے ہم کنار ہو دفعۃً ہاتھ اسکا ایک پتھر پر جا پڑا جو دو قدم کے فاصلہ پر پانی سے تھا اسنے اُس پتھر کو پکڑ کے اپنے تئین تھام لیا اور بیچ اودھر مین لٹک رہا مگر واہ ری تیری کریمی ؎

صدقے اس بندہ نوازی کے ترے مین جان و دل	باپ مان ہوتے نہین ایسے شفیق و مشفق
کارساز ما بفکر کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما

مسبب الاسباب کے کارخانے جدا ہین اسی حیرت مین سب مبتلا ہین اسکے ہاتھ مین وہ چھلا افریقی کا دیا ہوا تھا وہ پتھر سے رگڑ کھا گیا فوراً اُسکا موکل دست بستہ آگیا کہا خیر ہی یہ کیا کرتا ہی کیون جان سے گذرتا ہی اسنے کہا افسوس ہی کہ میری محنت برباد گئی کوئی شہزادی کو محل سمیت اُٹھا لے گیا اور مجھے خبر نہ ہوئی خدا جانے وہ کون تھا اور کہان گیا اُسنے کہا وہی افریقی جو تجکو تہ خانے مین

سے گیا تھا وہ آیا اور قریب دے کے چراغ اُسنے پایا اُسکے موکل جنھون نے محل بنایا تھا اُسکے حکم سے اُٹھا سے گئے اسنے کہا تم اُسکو لا سکتے ہو وہ بولا اتنی طاقت و قدرت ہم مین نہین مگر تم کو وہان پہونچا سکتے ہین شہزادی کو لا سکتے ہین ۔

الہ دین نے کہا اچھا جس جن نے اسکو دریا کنارے سے اُٹھایا اور فوراً ملک افریقہ مین لیجا کے محل کے دروازے پر بٹھا دیا آن واحد مین پہونچا دیا الہ دین نے باوصف تاریکی شب کے اپنے محل کو خوب پہچان لیا مگر رات بہت گئی تھی اسوجہ سے اُسوقت کوئی بات بن نہ پڑی یہ بھی زیر دیوار ایک درخت کے نیچے پڑ رہا دم سحر اسکی آنکھ کھلی شہزادی طبیعت کی وحشت اُس ساحر کی دہشت سے گھبراتی تھی اکثر صبح کو برآمدے پر آکر جنگل دیکھکر جی بہلاتی تھی ؎

ہواے خوش و میوہ ہاے فراخ	درختان بارآور و سبز شاخ

وہ حسب دستور آکے صحرا کو دیکھنے لگی یکایک الہ دین جو چونکا شہزادی کی نگاہ اسپر پڑی پہچانا ایک محرم راز کنیز سے کہا جلد جا وہ دیکھ سامنے الہ دین بیٹھا ہے چور دروازہ سے پوشیدہ اُسے لے آ الہ دین اُس چور دروازے سے ہوکے جو متصل بارہ دری کے تھا شہزادی کے پاس آیا کیا اُس خوشی کا بیان کیا جائے جو اُن دونون کو ایک دوسرے کے دیکھنے سے ہوئی دیر تک دونون گلے مل کے خوب روئے مہاجرت کے داغ آنسوون سے دھوئے پھر الہ دین نے پوچھا کہ وہ چراغ کیا ہوا شہزادی نے سارا قصہ برہمن بنکر آنے کا اور دھوکا دے کر چراغ لیجانے کا مفصل بیان کیا اور کہا کہ اُسکے دوسرے دن جو مین نے اپنے تئین محل سمیت اس شہر مین تجسے مین نہین جانتی دیکھا ہان اُسکی زبانی اس شہر کا نام افریقہ سُنا ہے اور اُسنے ایسا جادو کیا کہ یہ محل وہین سے یہان آیا یہ سُنکر تیر غم کلیجے کے پار ہوا حال بہت ہی زار ہوا تمھاری مفارقت نے بڑا صدمہ دیا ان اشعار کو ترجمان دل کیا ؎

کھلی صبح دم آنکھ میری کہین ۔ تو دیکھا کہ وہ مرد رعنا نہین
رہی دیکھ یہ حال حیران کار ۔ کہ یہ کیا ہوا ہاے پروردگار
کبھی بلبلائی سی پھرنے لگی ۔ کبھی ضعف کھا کھاکے گرنے لگی
کبھی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو ۔ کبھی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
کلیجا پکڑ بس تو مین رہ گئی ۔ کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
کبھی دیکھ یہ حال رونے لگی ۔ کبھی غم سے جی اپنا کھونے لگی
گلون کی طرح کھل رہے تھے جو دل ۔ سو سب وہ خزان سے ہوے مضمحل

الہ دین نے کہا ہمین معلوم ہوا کہ ہم افریقہ کے ملک مین ہین یہ سب اُسی چراغ کی بدولت ظہور مین آیا ہی اسکا موکل چین سے افریقہ مین لایا ہی ۔

شہزادی نے اسکی عقل پر نفرین کی کہ واہ واہ ایسی نایاب شی اس بیقدری سے کانس پر رکھدی اور کچھ خبر نہ لی اور نہ مجھے اس حال سے آگاہ کیا کہ اُسکی احتیاط کرتی جان سے زیادہ عزیز جان کے چھپا رکھتی خیر گذشتہ را صلوات اب کوئی ایسی تدبیر نکالو کہ اُس ساحر کو جان سے مار ڈالو اُسنے پوچھا صحبت کیا رہتی ہی شہزادی نے کہا ہر شب روز آتا ہی منت خوشامد کرتا ہی کبھی دھمکاتا ہی مین کہتی ہون مرجانا منظور ہی اُس سے ہم صحبت ہونا بہت دور ہی آخر کار ہر دن بیچ جھک مار کے اپنا سا منھ لے کر چلا جاتا ہی ابتک تو خدا نے اُس سنگدل کے ہاتھ سے بچایا ہی آیندہ دیکھیے مقدر کیا دکھلاتا ہی ؎

قسمت کو دیکھیے کہ کہان ٹوٹی جا کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

پھر الہ دین نے پوچھا کہ اُس چراغ کو کہان رکھتا ہی شہزادی نے کہا وہ چراغ نہایت ہوشیاری اور خبرداری سے کپڑے مین لپیٹ کر اپنے سینے مین رکھتا ہی ۔

ایک روز اُسنے میرے سامنے نکالا تھا اُسکو مانند نایاب تحفہ کے کبھی اپنے سے جدا نہین کرتا الہ دین نے کہا وہ شخص ہم دونون کا جانی دشمن ہی شہزادی نے کہا اُسنے ہر چند چاہا کہ تمھاری محبت سے میرے دل کو پھیرے اور میرا شوہر بنے اور تم کو بُری طرح سے یاد کرتا ہی اور ہزارون بُری باتین تمھارے حق مین غصہ ہوکر کہتا تھا جسکو بیان مین نہین کر سکتی مگر مجھکو فراق مین اپنے شہر اور والدین و شوہر کے مغموم پاتا ہی اسوجہ سے خاموش ہوکر چلا جاتا ہی اور سمجھتا ہی کہ آخر کو مین رفتہ رفتہ سب کو بھول جاؤنگی ہمہ تن اُسی کی طرف مائل و راغب ہونگی اور مین اپنے دل مین ٹھان چکی تھی کہ اگر بزور اُسنے کچھ اور قصد کیا تو مین اپنے تئین فی الفور جان سے ہلاک کر ڈالونگی اور دن رات اسی خوف و دہشت مین رہتی ہون مگر اب تمکو دیکھکر تسکین ہوئی ۔

الہ دین نے کہا مجھے بھی یقین تھا کہ تم اُسکے فریب مین نہ آؤگی شیشۂ عصمت کو اُسکے سنگ ظلم سے بچاؤگی اب مین اسکی تدبیر مین جاتا ہون دوپہر تک پھر آؤنگا اگر تم مجھے اور وضع و لباس مین دیکھنا تو حیران نہونا اور مین چور دروازے کی راہ سے آؤنگا ایک شخص کو وہان متعین کر رکھو کہ جسوقت مین آؤن فی الفور دروازہ کھول دے شہزادی نے ایک کنیز کو اس کام پر مقرر کیا الہ دین اُس دروازے سے نکل کر باہر گیا اور چارون طرف دیکھنے لگا اتفاقاً ایک دہقان کو دیکھا کہ وہ بھی شہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا الہ دین نے دوڑ کر اُس سے ملاقات کی اور کچھ نقد اُسے دے کے اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنے کپڑون کو الہ دین کے

لباس سے بدل لے سہ زر بر سر فولاد نہی نرم شود + بروپیہ کے لالچ مین جھٹ راضی ہو گیا چنانچہ الہ دین نے گوشے مین جاکے اپنے کپڑے تو اُس کسان کو دیے اور اُسکے آپ پہن لیے اور بعد تبدیل لباس دونون اپنی اپنی طرف راہی ہوے۔

الہ دین اُس شہر کے بڑے بازار مین جہان سب کی دوکانین اور ہر ایک چیز بکتی تھی گیا اور ایک پنساری کی دوکان پر پہونچا جہان ہر طرح کی دوا موجود تھی دوکاندار سے پوچھا کہ فلان سفوف تمھارے پاس ہی دوکاندار سمجھا کہ یہ گنوار آدمی اس سفوف کی قیمت کیا دے گا اُسنے بیگانہ وار کہا کہ ہان دوا تو موجود ہی مگر تم اُسکی قیمت نہ دے سکو گے الہ دین دوکاندار کے دل کی بات سمجھ گیا پھر تھیلی سے اشرفیان نکال کر دکھائین۔ دوکاندار نے اشرفیان دیکھتے ہی وہ سفوف پڑیا مین باندھ الہ دین کے حوالے کیا ؎

اے زر تو خدا نئی ولیکن بخدا
کشاف قلوب و قاضی الحاجاتی

غرض کہ الہ دین ایک اشرفی قیمت سفوف دے کر وہان سے چل دیا اور چور دروازہ سے محل مین داخل ہو کر شہزادی سے کہا کہ مین نے تدبیر اُس موذی کے دفع کرنے کی قرار واقعی کر رکھی ہی مگر اب تم بھی اُس سے آشتی کر و آج بہت عمدہ پوشاک اور زیور پہن کے خوشبو لگاؤ اور خندہ پیشانی ہو کر بیٹھو جب وہ ساحر افریقی تمھارے پاس آئے تم اُس سے اس طرح کی باتین کرنا کہ اب تیری محنت و شفقت پر مجکو رحم آیا ہی ماں باپ شوہر سب سے ہاتھ اُٹھایا ہی وہ سُنکے خوش ہو جائے گا کہنا آج ہم تم بیٹھ کے ایک جگہ کھانا کھائین اور جو اچھی سی اچھی شراب اس شہر کی ہو ہم دونون باہم مل کے پئین یقین ہی کہ اس بات کو سُنکے وہ آپ شراب لینے شہر مین جائے گا جب تک تم اس سفوف کو جو مین تمھین دیتا ہون ایک گیلاس مین ڈال کر ذرا فرق سے اور گیلاسون کے رکھنا اور شراب پیتے وقت ایک کنیز بحکم و تمھارے اشارہ کے اُسی گیلاس مین شراب بھر کے تم کو دے اور تم وہ گیلاس شراب کا اپنے ہاتھ مین لے کے اُسکے گیلاس سے بدل لینا وہ اُسکو تمھارے ہاتھ سے لے کر نہایت خوشی سے سب کا سب پی لے گا اور پیتے ہی زمین چت ہو جائے گا اوندھا ہو کر گر پڑے گا اور تم بھی اُسکے گیلاس کو اُسکے ہاتھ سے لے کر دکھانے کے لیے مُنہ سے لگا لینا اس سفوف کے پیتے ہی اُسکو مطلق ہوش نہ رہے گا تمھارا پینا نہ پینا کچھ اُسے معلوم نہ ہو گا۔

یہ بات شہزادی کو نہایت پسند آئی اُس سفوف کو ایک گیلاس مین رکھ دیا اور پھر از خواص کو خوب سمجھا دیا کہ جب افریقی آئے اور مین شراب طلب کرون پہلے اور گیلاس مین دینا مین پی کر اور مانگونگی تو اُس گیلاس مین دینا جسمین سفوف ہی خبردار خوب دھیان رکھنا بھول نہ جانا الہ دین ؎

سب تدبیر بتا کے ایک حجرے مین اُس محل کے چھپ کر بیٹھ رہا جب رات ہوئی وہ چور دروازے سے باہر نکل گیا اُس محل مین نہ رہا ۔

شہزادی بدر لبدور جب سے اپنے باپ اور پیارے شوہر الہ دین سے جدا ہوئی تھی نہ تو اس غم مین کپڑے بدلے تھے اور نہ کبھی بناؤ سنگار کیا اُنھین میلے کپڑون کو جنھین چین مین پہنے تھی پہنے رہی اس روز بنا بر مصلحت کے اُسنے بہت بھاری جوڑا اور جواہرات پہن کر خوب بناؤ سنگار کیا اور کمربند طلائی جسمین بڑے بڑے ہیرے جڑے ہوئے تھے کمر بند سے باندھا اور بڑے بڑے موتیون کا ہار گلے مین پہنا اور کڑے الماس و لعل کے ہاتھون مین پہنے بڑے ٹھاٹ سے بارہ دری مین منتظر افریقی کے آنے کی بیٹھی افریقی اپنے معمولی وقت پر آیا شہزادی نے اُسوقت تک کبھی اُسکی صورت نحس کو نگاہ بھر کے بھی نہین دیکھا تھا خواص سے سُنا تھا یہ وہی شخص ہی جو دھوکا دے کر چراغ لے گیا ہی اُسوقت بضرورت اُسنے دیکھا اور جسوقت کہ وہ چوبیس دروازے کی بارہ دری مین پہونچا شہزادی اُسکی تعظیم کے لیے کمال ناز و ادا سے اُٹھکر اُسکا ہاتھ پکڑ کر لے آئی اور اپنی مسند کے پاس بٹھایا افریقی ساحر اُسکے حسن خداداد پر تو ہزار جان سے فریفتہ اور شیدا تھا ہی اب زیور اور لباس دیکھکر اور بھی رشتہ خطمی ہو گیا عجب حسن سے کسی طرح اُسکو جرات نہین پڑتی تھی کہ شہزادی کے برابر بیٹھے مگر شہزادی نے باصرار اُسکو اپنے نزدیک بلا کے بٹھایا زنگ جمایا افریقی دل مین کہتا تھا ۔

ہم بھی دیکھین تو کہان تک نہ توجہ ہوگی
آنکھ ملتی ہی کہون خاک حقیقت دل کی

کوئی دن تذکرۂ اہل وفا ہو بند و
دیکھکر جلوہ مرے ہوش بجا ہو بند و

شہزادی نے اُسے رعب مین پاکے چاہا کہ اپنے سے بے تکلف کرے اس لیے اُس سے کہا تم نے جو آج مجھے خوش پایا ہی اسکا سبب نہین جانتے ہو وہ یہ ہی کہ مین اپنے خان و مان کی جدائی خصوصاً اپنے شوہر الہ دین اور ماں باپ کے فراق مین دن رات دریاے غم مین ڈوبی رہتی تھی اب مجکو صبر آگیا کہ الہ دین کو میرے باپ نے مقرر ہلاک کر ڈالا ہوگا اب اسکے لیے رونا دھونا بیکار ہی امر محال کے لیے اپنے تئین کیون ہلاک کرون اسواسطے مین نے وہ سب خیالات اپنے دل سے نکال کے ہمہ تن تمھاری طرف مصروف ہوئی یہ کلام سُنکے افریقی نے جو شہزادی بدر لبدور کو اپنے حال پہ مہربان پایا تو یہ اشعار زبان پر لایا ۔

ترے رخ کا کسے مقدور نہین ہے
بنایا تجھکو ایسا خوبصورت

گل لالہ تاب صحرا نشین ہے
کہ نازان تجھ پہ صورت آفرین ہی

پھر شہزادی نے کہا کہ آج جی چاہتا ہی کہ ہم تم مل کے کھانا کھائین مگر جب تک خاصہ چنا جائے تھوڑی سی شراب عمدہ سے عمدہ جو اس شہر مین مل سکے میرے واسطے منگاؤ۔

افریقی شہزادی کو اپنے حال پر بہت متوجہ پا کے غنیمت سمجھا اور اپنی خوش قسمتی پر نازان ہو کے یہ شعر بے ساختہ زبان پر لایا ؎

اگر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے	زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

کہا بہت عمدہ شراب اس شہر مین نہین ملتی ہی مگر میرے گھر مین سات برس کی پرانی شراب موجود ہی اگر شہزادی مجھے اجازت دین تو مین جا کر اسکے کئی شیشے بھر لاؤن شہزادی نے کہا تمھارا جانا مجھے بہت ناگوار ہی اور کسی کو بھیجکر منگوا لو۔

افریقی نے کہا بے میرے جائے وہ شراب نہین آسکتی اور کسی کو وہ مکان معلوم نہین نہ اُسکی کنجی دوسرے شخص کو مل سکتی ہی شہزادی نے کہا اگر تم جاتے ہو جلدی آنا دیر نہ لگانا مین تمھارے انتظار مین کھانا نہین کھاؤنگی ساحر افریقی محل سے شراب لانے کے لیے دوڑا گیا شہزادی نے بعد اسکے جانے کے اُس سفوف کو جو الہ دین نے دیا تھا ایک گیلاس مین ڈال کر ایک کنارے رکھدیا اتنے مین افریقی شراب لیکے آپہونچا اور وہ دونون کھانے پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے شہزادی جو کھانا کہ عمدہ تھا اپنے ہاتھ سے اُٹھا کے اسکے آگے رکھتی جاتی تھی پھر شہزادی نے کہا اگر تمھین گانے کا ذوق ہو تو مین گاؤن مگر اکیلا نہ روتا بھلا نہ ہنستا اس سے باہم گفتگو ہی کرنا بہتر ہی۔

افریقی شہزادی کے اس التفات و گرمجوشی سے اور بھی پھول گیا پھر شہزادی نے ایک گیلاس بادہ ناب کا یاد مین اُس افریقی کے پیا اور شراب کی نہایت تعریف کی کہ جیسی تم کہتے تھے ویسی ہی لطیف و نادر ہی سچ تو یہ ہی کہ شراب احمر ہی ؎

اچھوتی ابھی ہی مے احمری	کنواری ہی مینا کی نیلم پری

پھر شہزادی نے ایک گیلاس مے ارغوانی کا بھر کے افریقی کو دیا وہ بے تکلف منہ سے لگا کر پی گیا اشتیاق مین مرتا تھا اب گویا جی گیا ؎

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ	جبتلک بس چل سکے ساغر چلے
کیا ساحر کو محو دختر رز لا کر افسون سے	بچے جن کو مرے ساقی نے شیشے مین اُتارا ہی
مستی مین پائے ساقی بیہوش پر گرا	بیہوش کیا ہوا کہ مین ہشیار ہو گیا
وہ بادہ کش ہون رکھون جو مین پشت دست مین قدم	ہر گرد باد دور ہو جام شراب کا

ایسا جلا ہی گردن ساقی کو دیکھکر
مینخانہ چشم مست ہی اور گوش جام ہین
ساغر می ہنستے ہین ساقی بہکنے پر مرے
ساقیا چشم یار یاد آئی
میکش وہ ہون کہ شیشے سے پیدا ہون جام مے
لکھی ہی کسکی نرگس مخمور کی صفت
پھول بھر بھر کے گلابی مین پلاتا ہی مجھے
دل اُٹھاتا ہی مزہ دید لب یار کا آج
دور چلے دور چلے ساقیا

محفل مین شمع بن گیا شیشہ شراب کا
ساقی گلوے صاف ہی شیشہ شراب کا
قلقل مینا جو کہتا ہون تری گفتار کو
دے مجھے ساغر اک ابھی بھر کے
رکھتا ہون مین سند یہ دل داغدار سے
ڑھواؤن خط جام کسی بادہ خوار سے
چمن محفل ساقی سے خزان دور رہے
نشہ ہی اسکو مے شربت دیدار کا آج
دور چلے دور چلے ساقیا

دور شروع ہوا شہزادی نے خواص کو اشارہ کیا اُسنے ساغر زہر آلود مین شراب بھر کے شہزادی کو دیا اور دوسرا گیلاس افریقی کو بھر کے دیا شہزادی نے افریقی سے کہا ہمارے ملک چین مین دستور ہی کہ وقت مے نوشی دونون شخص جن مین باہم کمال ربط ضبط ہو اپنا اپنا گیلاس ایک دوسرے سے بدل کر طالب و مطلوب کی تندرستی کا جام پیتے ہین یہ کہکے نہایت ادا سے دلکش سے اپنا گیلاس افریقی کو دیا اور اُسکے ہاتھ سے گیلاس آپ لے لیا اور کہا ؎

من تن شدم تو جان شدی من جان شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

افریقی کو یہ ادا نہایت پسند آئی اور اس امر کو بسبب پیار و الفت دلی شہزادی پر گمان کرکے کہنے لگا جو نفاست تمھارے ملک چین مین ہی سچ تو یہ ہی کہ افریقہ مین نہین اس ادا کو دیکھکر بیجا بہت خوش ہوے اور اُسکی شان مین یہ اشعار پڑھے ؎

تلوار چلی پھر گئی چتون جدھر اسکی
شرمندہ ہی شمشاد بھی قد معتدل ایسا
پیشانی وہ خورشید جہانتاب سے بہتر
دانتون کی صفا گوہر نایاب سے بہتر

غصے مین مروڑی سے سوا ہی نظر اُسکی
دیکھا ہی کسی چشم کی پتلی نے تل ایسا
رخسارہ رنگین گل شاداب سے بہتر
چہرون کا عرق موتیون کی آب سے بہتر

شہزادی نے مسکرا کے کہا اب اِس جام محبت کو پی لو یہ تو مخمور از خود فراموش ہو ہی رہا تھا اس امر معشوقانہ پر اور بھی پس گیا اور ایکبارگی وہ گیلاس زہر ہلاہل کا غٹ غٹ کرکے پی گیا ایک قطرہ اُسمین چھوڑا گیلاس کا حلق سے اُترنا اور زہر کا اثر کرنا فوراً سر تلے ٹانگین اوپر یہ تو چت ہو کے

پھڑکنے لگا جان دینے لگا ۔

الہ دین اس تاک مین تھا فوراً آپہونچا زہر کا انتظار نہ کیا خنجر گلے پر پھیر دیا جب وہ مرگیا اُسکی بغل سے وہ چراغ نکلا دیکھتے ہی الہ دین باغ باغ ہوگیا رنج والم سے فراغ ہوگیا اُسکی نعش پڑی رہی چراغ کو اسنے رگڑا فوراً موکل حاضر ہوا کہا کیا ارشاد ہوتا ہی ۔

الہ دین بولا اسی دم محل کو جہان تم نے بنایا تھا پہونچا دو اس سبکی سے لیجاؤ کہ ذرا جنبش محسوس نہو موکلون نے فوراً محل کو اُٹھا کے چین مین جس جگہ سے کہ اُٹھالے گیا تھا لاکر رکھ دیا فقط دو جنبشین سہل سی الہ دین و شہزادی کو معلوم ہوئین ایک تو وقت اُٹھانے محل کے افریقہ سے اور دوسری وقت رکھتے زمین چین پر ۔

پھر الہ دین نے شہزادی سے بغل گیر ہوکر کہا کامل خوشی کل فجر کو ہوگی شہزادی نے اس ہول جول مین طعام شب سے فراغت نہ کی تھی اور الہ دین بھی گرسنہ تھا اس وجہ سے شہزادی نے حکم دیا کہ جلد سب کھانے اُس بارہ دری سے کہ ہنوز وہین رکھے ہوے تھے لاؤ پھر وہ دونون بعد فراغت طعام مینوشی کیطرف راغب ہوے شراب اُس ساحر افریقی کی لائی ہوئی بڑی کیفیت سے طالب مطلوب نے نوش کی شکر خدا بجا لایا کہ اُسنے اپنے فضل و کرم سے یہ دن دکھایا ۔

مے ارغوانی پلا ساقیا	خدا اسکے لیے جام بھر بھر کے لا
زمین پر ہی آج اُس طرح کی جھلک	ستارہ دن کی جیسے فلک پر چمک
ہوا سے بہاری سے گل لہلہے	چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
پلا ساقیا مجکو اک جام مل	جوانی پہ آیا ہی ایام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان	کہ گل پنج روز ست در بوستان
پلا آتشین آب پیر مغان	کہ بھولے مجھے سرد و گرم جہان
کدورت جو ہے دل کی دھو ساقیا	ابھی شیشہ می کو دھو دھو کے لا
درختون نے برگون کے کھولے ورق	کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
پلا ساقیا مجکو صہبا سے عیش	ملی ہی نصیبون سے یان جائے عیش
بہم مل کے بیٹھے ہین دو رشک مہ	قران مہ و مہر ہی اس جگہ
ہر اک برج رشک گلستان ہی آج	بہار وصال غریبان ہی آج

بعد شغل شراب اپنی خوابگاہ مین گئے اور باہم مل کر سو رہے ۔

نیند انکی ہے دماغ انکے ہین راتین انکی ہین ۔ تیری زلفین جسکے شانے پر پریشان ہوگئین

آتنی رات بڑی عیش وعشرت سے بسر ہوئی جب کہ مساجد سے بلند صداے اکبر ہوئی ادہر فلک شعبدہ باز نے ڈھنگ بدلا رات کا دن سے رنگ بدلا عامل سپہر چہارم بہر تسخیر دیو شب گوشۂ مشرق سے نکلا طلسم خانۂ جہان کو محصور کیا ثوابت وسیارکی انجمن درہم وبرہم ہوئی ظلمت شب کالعدم ہوئی سلطان چین بھی خواب سے بیدار ہوا اسکا یہ دستور ہوگیا تھا کہ جس دن سے محل الہ دین کا مع شہزادی کے گم ہوگیا تھا نہایت بے چین رہتا نہ رات کو سوتا نہ دن کو آرام کرتا اپنے خلوت خانہ مین اکیلا شہزادی کو یاد کرکے روتا اور اسکے تصور وخیال مین رہتا چنانچہ اُس دن بھی صبح کے وقت قبل از طلوع آفتاب حسب معمول بادشاہ اُس خلوت خانہ مین گیا اور نہایت حسرت و افسوس سے تسکین خاطر کے لیے اُس طرف کو جہان الہ دین کا محل تھا دیکھا دفعتہ وہ محل نظر پڑا اچھی طرح سے دیکھ کے جلد وہان سے اُتر گھوڑے پر سوار ہوا الہ دین کے محل کی طرف چلا۔

الہ دین بھی خواب راحت سے بیدار ہوا پوشاک پہن کے ارادہ جانے کا بارہ دری مین کیا تھا ناگاہ بادشاہ کو دیکھا کہ تنہا چلا آتا ہے الہ دین دوڑ کر قدم بوس ہوا مجرا کیا اور بادشاہ کو ہاتھ پکڑ کے گھوڑے سے اُتارا اور کہا ؎

ابر رحمت سنتے ہین نام آپ کا ۔ خاکساروں پر کرم فرماییے

بادشاہ نے کہا ابھی مین تم سے کچھ بات نہ کرونگا جب تک شہزادی کو نہ دیکھ لونگا الہ دین بادشاہ کو اُس مکان مین لے گیا جہان شہزادی تھی اور بادشاہ کے تشریف لانے سے مطلع کیا شہزادی جلدی جلدی پوشاک پہن کر بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوئی بادشاہ اُسے دیکھکر بہت خوش ہوا گلے سے لگایا استفسار حال فرمایا کہ کیونکر تم یہان سے محل سمیت غائب ہوگئی تھین شہزادی نے تمام حال بادشاہ سے ظاہر کیا اور کہا مین نے کل اس مصیبت سے الہ دین کی بدولت نجات پائی حضور کی شکل آدمی نظر آئی آپ کی مفارقت کا نہایت رنج والم تھا از حد غم تھا علی الخصوص اس امر کا کہ آپ نے غصہ مین الہ دین کو قتل کر ڈالا ہوگا اور وہ درحقیقت اس امر مین بیقصور تھا میرا غائب ہونا اسکے سبب سے نہین ہوا بلکہ یہ واردات میری حماقت ہی سے ظہور مین آئی مفت بیٹھے بٹھائے اپنے سر پر بلا ڈھائی ؎

ہرکس از دست غیر نالہ کند ۔ سعدی از دست خویشتن فریاد

از ماست کہ بر ماست خود کردہ را علاجے نیست پھر سب حال افریقی کے برہمن بنکر آنے کا اور

وھوکے سے چراغ لیجانے کا تفصیل بیان کیا اور کہا مین اُس چراغ کے اوصاف وخواص سے مطلق آگاہ نہ تھی لاعلمی مین ساحر کو دے دیا دوسرے روز یہ محل مع سب سامان کے جادو کے زور سے ملک افریقہ مین جاکر نصب ہو گیا پھر وہی شخص جو چراغ لے گیا تھا میرے پاس آیا اور چاہا کہ مرتکب افعال قبیحہ کا ہو مین نے حکمت عملی سے اپنے تئین محفوظ رکھا اور فریب دے کے اُسے اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور سفوف زہر آلود شراب مین دے کر واصل جہنم کیا۔

پھر الہ دین نے دروازہ بارہ دری کا کھول کر بادشاہ کو ساحر افریقی کی لاش دکھائی اور کہا جب مین نے آکے اسکے سینے سے اپنے چراغ کو لے لیا تو مین نے شہزادی کو اور اُسکی خواصون خواجہ سراؤن وغیرہ کو ایک ساعت کے لیے دوسرے مکان مین بھیج دیا جب وہ سب اُس مکان سے دوسرے مکان مین گئے مین اِسی محل کو افریقہ کی سرزمین سے پھر یہان لے آیا اور مین نے بموجب اپنے وعدہ کے شہزادی کو صحیح وسالم پھر آپ کے حضور مین حاضر کیا۔

بادشاہ یہ حالات زبانی شہزادی اور الہ دین کے سُنکے نہایت متحیر ہوا اور اُس ساحر افریقی کو جاکر دیکھا کہ منھ اُسکا سیاہ ہو گیا ہے اور کف زہر کے اُسکے منھ سے نکلے ہوے ہین۔

بادشاہ نے کہا اب تم اس بدذات کی لاش یہان سے پھکوا دو الہ دین نے اپنے آدمیون کو حکم دیا کہ اس موذی کی لاش ویرانے مین پھینک آؤ تاکہ چرند پرند اسکی بوٹیان نوچ کر خوب پیٹ بھر کھائین اور چیل کوے فرے اڑائین۔

پھر بادشاہ نے الہ دین سے معاملات گذشتہ کا عذر کیا چھاتی سے لگاکے خوب رویا کہا طبیعت کو صاف کرو میری غلطی معاف کرو الہ دین نے بادشاہ کے آگے ہاتھ باندھ کے عرض کیا آپ ہر صورت مختار ہین مالک شہر و دیار ہین فدوی فرمانبردار ہے جو کچھ حضور نے کیا اُسی مین مصلحت تھی جو آپ ایسی سختی نہ کرتے تو اتنی جلد شہزادی ہاتھ نہ آتی اُسکے رنج مفارقت سے خدا جانے میری کیا صورت ہو جاتی یہ سُنکے بادشاہ نے وزیر اعظم سے فرمایا کہ ایک ہفتہ تمام شہر کی دعوت ہماری طرف سے کرو کوئی اپنے گھر مین کچھ پکانے نہ پاوے بلکہ آگ تک نہ سلگانے سر راہ چوک مین کچھ فاصلے سے طائفے مقرر کر دو کہ دن رات گانا ہو ہر محلے مین ارباب نشاط کو بھیجو دکانین ایسی آراستہ کی جائین کہ دیکھنے والے حظ اُٹھائین مسافر پردیسی مہمان سرائین قیام کرین لطیف غذائین کھاکے ناچ دیکھین گانا سُنین مدرسون خانقاہون بزرگون کی درگاہون مین مشائخ گوشہ نشینون کو بہت کچھ نقد وجنس ملا محتاجون کو غنی ومالامال کر دیا غریب غربا کا گھر روپے اشرفی سے بھر دیا اس جلسے کی دھوم ہوئی منزلون

سے خلقت سیر دیکھنے کو پہونچی ہر شخص کی احتیاج بر آئی بلکہ خواہش سے زیادہ دولت پائی صدہا قیدی زندان سے رہا ہوا ہر ایک عالم کا بھلا ہوا رقاصان زہرہ جبین بھی خوب ناچین گائین بادشاہ کی مدح و ثنا مین یہ اشعار زبان پر لائین ؎

کسی کا دل تو کیسا آنکھ تک دکھنے نہین پائی	مٹائی عدل نے تیرے یہانتک مردم آزاری
نہ کیون ہو تیرے دستور العمل سے شادمان عالم	کرم کرنا تری عادت جفا سے تجھکو بیزاری
مقابل مین ترے خواہان زینت ہو اگر دشمن	ترے زخمون سے تیری تیغ اسکے تن پہ گلکاری
یہ وہ سرکار عالی ہے کہ جس سے فیض پاتے ہین	بدخشانی و طہرانی و شیرازی و بلغاری
ترے اسپ پری پیکر کی چالاکی کا کیا کہنا	نہین آتی تصور مین بھی جسکی تیز رفتاری
مرا منہ ہے کیا کہ تیری مدح پوری ہو سکے مجھ سے	کہ تیرا وصف بیحد اور میری طبع ہے عاری
تری محفل کا جو سامان ہے ثانی نہین رکھتا	کھلین جمشید کی آنکھین اگر دیکھے یہ تیاری
ترے ڈر سے عدو سے روسیہ کے پوچھے آنسو	کہ چھوٹے جس طرح سے خون سوداوی کی پچکاری
ترے الطاف بے پایان سے ہون مین منفعل دل مین	نہین ہوتا ادا مجھ سے ترا حق نمک خواری
رہین جبتک الٰہی مہر و ماہ و کوکب و اختر	رہے جبتک الٰہی اس زمین پر چرخ زنگاری
میسر خیرخواہون کو تو عیش جاودانی ہو	ترے بدخواہ کو حاصل ہمیشہ ذلت و خواری
پیے تلوار تیری ہر گھڑی خون دل اعدا	ترا خنجر کرے دایم ترے دشمن کی خونخواری

یہان تو یہ جلسہ رہا دن عید رات شب برات ہو گئی پیدا انئی بات ہو گئی اب اس جملے کو اغور سنیے ماجرا اور سنیے فلک سفلہ پرور نیا رنگ لایا اس طرح جیکر کھایا ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

اُس ساحر کا چھوٹا بھائی تھا حقیقت مین قساوت قلبی سے قصائی تھا فن سحر مین دونون یکتا تھے بدبلا تھے بیگناہون کے لہو کے پیاسے تھے جرپال کے پوتے سامری کے نواسے تھے دونون کبھی یکجا نہ رہتے تھے سحر کی دُھن مین صدمۂ فراق سہتے تھے جب زیادہ اشتیاق ہوتا تھا جدائی کا صدمہ شاق ہوتا تھا تو اعمال نجوم و رمل سے آپس کا حال دریافت کر لیتے تھے اس طرح طبیعت کو تسکین دیتے تھے ڈیڑھ سو برس دن کا زمانہ ہوا تھا کہ دونون جدا تھے چھوٹا بھائی پھرتا چلتا افریقیہ مین آیا بڑے کو نہ پایا اسکو ازحد ملال ہوا دریافت حال کا خیال ہوا علم رمل سے جسکا مشاق تھا اس فن مین شہرۂ آفاق تھا دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ شہزادی چین کی یہان آئی تھی اُسنے زہر پلاکے ہلاک کیا اور اُسکے شوہر نے

گلا کاٹ کے قصہ پاک کیا ۔
یہ حال دیکھ کے رونے لگا بیقراری سے جان کھونے لگا پھر سوچا اگر تو روتے روتے مرجائے گا وہ زندہ نظر نہ آئے گا چین مین چل کے اُسکا بدلا لے تو دل کو چین ہو موقوف یہ شور وشین ہو یہ عزم مصمم کرکے افریقہ سے چلا شہر چین مین وارد ہوا سرا مین اُتر کے شہر مین پھرنے لگا جس جگہہ دو چار شخص باہم دیکھتا وہان بیٹھ جاتا اُنکی باتین سُنتا اپنا قصہ کچھ سچ کچھ جھوٹ سُناتا ہر جگہ سے سُن گن لیتا پھرتا تھا ایک روز لوندھیاشون مین چھٹے بدمعاشون مین اسکا گذر ہوا وہ باہم غپ شپ کرتے تھے نئے نئے دم بھرتے تھے تمام شہر کے قصے اور طرح طرح کی باتین اور سرگذشت ہر ایک کی دوسرے سے کہتے سُنتے تھے ایک نے کہا سبحان اللہ ہمارے شہر مین عابدہ سیفت زبان ہی اُسکی کرامات اور خرق عادات کی طول داستان ہی یہ ادنی بات ہی کیسا ہی دردسر ہو کہ جان جانے کا خطر ہو جہان اُسنے ہاتھ لگایا کوسون درد نظر نہ آیا مرد میدان ہی توکل پر گذران ہی سواے روزہ نماز حرص و آز سے کام نہین قناعت کے سوا نفس پروری کا نام نہین قائم اللیل وصائم النہار ہی عجب زن صالحہ دیندار ہی شام سے تا سحر سجادۂ طاعت پر بسر کرتی ہی عبادت معبود مین جبین نیاز خاک ارادت پر دھرتی ہی اپنی حاجت خدا چھوٹ بندون سے نہین کہتی ہی ہر وقت یاد الٓہی مین مصروف رہتی ہی کبھی جو نماز جمعہ کو مسجد جامع مین جاتی ہی خلق خدا کی تمنا بر آتی ہی ۔

یہ مکار سمجھا کہ ترکیب خوب ہاتھ آئی مطلب نکل آئے گا بھائی کا قاتل اس گھات سے مارا جائے گا اُس نیک بخت کے مکان کا پتہ پوچھ کے وہان پہونچا ملازمت سے مشرف ہوا دیکھا عورت مردانہ خصال ہی عارفہ باکمال ہی قدم بوسی کے منت سماجت سے عرض کیا کہ مین غریب الوطن گم کردہ خانمان بے یار و آشنا ؎

کوئی مونس نہ کوئی ہی غمخوار	آشنا ہی نہ کوئی ہی دلدار

اس شہر مین وارد ہوا ہون کوئی شخص اجنبی سمجھ کے اپنے پاس کھڑا نہین ہونے دیتا تمام دن بے دانہ و آب پھرتا ہون نہایت خستہ وخراب پھرتا ہون ؎

رحم کن و دستگیر من شو	ای فیض رسان جملہ عالم

اس عابدہ کو خوف خدا آیا کہا بابا یہ فقیر کا گھر ہی تو عبث دربدر ہی ایک کونے مین بیٹھ رہ جو دال دلیا رزاق بھیجے گا تجھکو بھی ملے گا یہ قصد الٓہی سے چاہتا تھا صدہا دعائین دے کے منظور کیا دو چار دن سب اوقات کا حال دریافت کرکے ایک شب کو تنہا پاکے اُس عورت عارفہ کو جان سے مار ڈالا

اور اُسی بستر پر بآرام سو رہا۔

اتنے مین سے

گلگونۂ شفق جو ملا حور صبح نے
گرمی دکھائی روشنی طور صبح نے

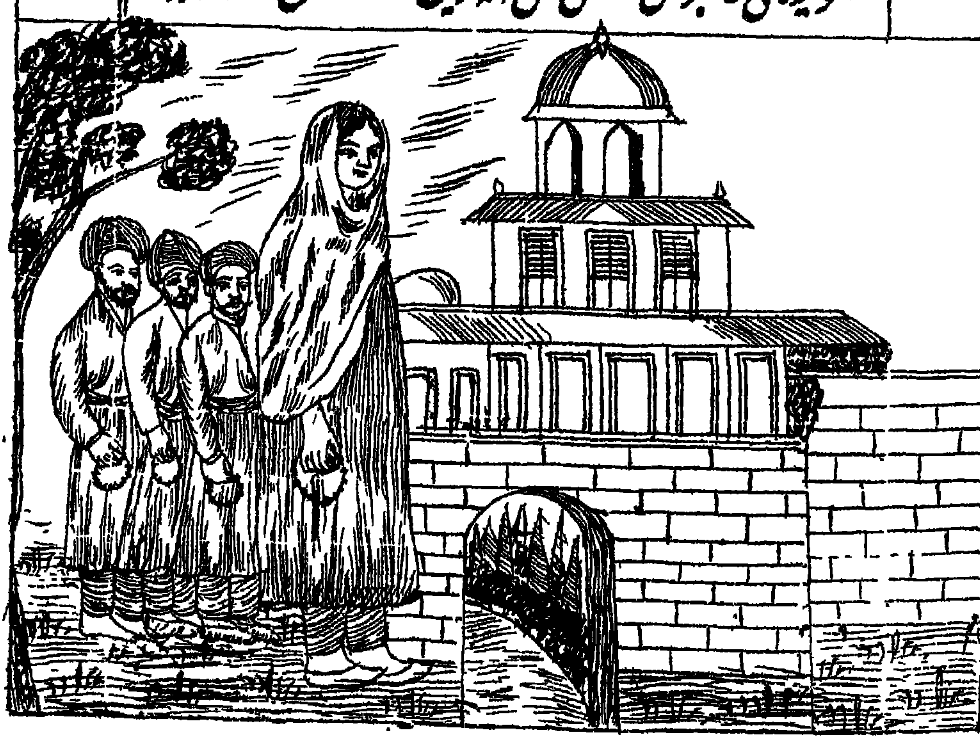
اسپند شاخ شب کو کیا نور صبح نے
ٹھنڈے چراغ کر دیے کافور صبح نے

لیلی شب کے حسن کی دولت جو لُٹ گئی
افشان جبین سے نجم درخشان کی چھُٹ گئی

شہرزاد نے تڑکا دیکھکر خاموشی اختیار کی اور شمع سحری رخصت ہوئی بادشاہ روانہ دربار ہوا معروف کاروبار ہوا۔

دوسری شب کو شہرزاد عالی نژاد نے بصد ادب بیان کیا اور اپنی زبان کو مانند سحاب آذری کے یون گوہر فشان کیا کہ ای شاہ جم جاہ صبح کو اذریقی کے بھائی نے اُسی کا لباس پہن کے عصا ہاتھ مین لیا برقع منھ پر ڈال کے چل نکلا لوگون کا مجمع گرد ہو گیا کوئی قدم بوس ہوتا کوئی گرد پھرتا ہنگامہ کثیر ہمراہ ہوا بعضے اُسکے آگے کھڑے ہوتے تاکہ اُنکے سر پر ہاتھ رکھے درد سر دور ہو جائے وہ تسبیح ہاتھ مین لیے بڑبڑا رہا تھا تاکہ لوگ جانین کہ کچھ وظیفہ پڑھ رہی ہے۔

تصویر جعلی عابدہ کی متصل محل الہ دین کے اور خلق اللہ کا ازدحام



یہان تک کہ سبھون نے اُس ساحر کو زن عابدہ سمجھا اور اکثر وہ ساحر واسطے خاطرداری اُن لوگون جو اسکے برے بھلے سے کچھ کام نہین رکھتے تھے راہ مین کھڑا ہو ہو جاتا تھا اس طرح سے جب وہ قریب محل کے پہونچا پھر وہان تو اس قدر بھیڑ اور کثرت آدمیون کی ہوئی کہ اُس تک پہونچنا لوگون کا دشوار ہو گیا آپس مین جھگڑنے لگے ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ مین نزدیک عابدہ کے پہونچ جاؤن اور اُسکے ہاتھ یا کپڑے چھونے سے اپنی نجات دارین حاصل کرون۔

غرض اس قدر شور و غل ہوا کہ شہزادی بدر البدور کے کان مین ہنگامہ کی آواز پہونچی شہزادی نے پوچھا یہ شور و غل کیسا ہو رہا ہے کہ کان پڑی آواز نہین سُنائی دیتی جب کوئی اہل محل سے بتا نہ سکا تو شہزادی نے ایک خواص کو بھیجا وہ سب حقیقت دریافت کر کے آئی ملکہ کو یہ خبر سُنائی کہ وہ عابدہ جسکا شہر مین شہرہ ہے اس راہ سے جاتی ہے خلق خدا ہمراہ ہے اُن لوگون کی آواز آتی ہے ازبسکہ ملکہ اُسکی تعریف سُنا کرتی تھی مشتاق تھی جھٹ خواجہ سراؤن کو دوڑایا کہ جلد اُسکو یہان لاؤ مدت سے زیارت کی تمنا تھی مجھے دکھاؤ۔

خواجہ سرا دوڑے اسکو بہ کیف منت خوشامد کر کے محل مین لائے ملکہ نے پائین فرش تک استقبال کیا مصافحہ کر کے بٹھایا وہ مکار دغا شعار مٹی کی آڑ مین شکار کھیلا چاہتا تھا برقع مین خوب منھ چھپایا کسی کو رونگٹا تک نظر نہ آیا دعاے خیر دے کے ملکہ کے برابر جا بیٹھا۔

ریش سفید شیخ پہ دھوکا نہ کھائیو　　اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

بظاہر پاک و مقدس لباس مین تھا مذمت دنیا اور ترغیب عبادت مین نصیحت کی ملکہ نے خدا رسیدہ سمجھ کے فرمایا اگر مجکو سرفراز کرو کچھ دن میرے پاس ہو تو تمھاری صحبت کی برکت سے سعادت حصول ہو ہماری یہ عرض قبول ہو۔

اُس مکار نے بہت آواز دبا کے جواب دیا فقیر کو امیرون سے صحبت اچھی نہین ریاضت مین خلل ہوگا عبادت مین ترابل ہوگا اس وجہ سے میرا رہنا نہین ہو سکتا۔

شہزادی نے کہا اگر تم میرے پاس رہنے مین تامل کرتی ہو تو اس محل مین بہت حجرے خالی ہین اُنمین سے ایک حجرہ پسند کر کے رہو اور اُسکو اپنا عبادت خانہ مقرر کرو وہ اس بات کو نہایت غنیمت اور موافق اپنے مطلب کے سمجھا اسواسطے کہ وہ یہی چاہتا تھا کسی طرح مجھے مدا خلت الہ دین کے محل مین ہو تا بر وقت شہزادی کو فریب دے کے اپنا کام کرے۔

پھر از راہ مکر و فریب کے شہزادی سے کہا مجھ ایسی ریاضت کش اور تارک الدنیا کو ایسے

محل نفیس مین اور ایسی بڑی شہزادی کی مصاحب ہوکے رہنا چاہیے مگر مجبوری ہی کہ تمھاری عدول حکمی نہین کرسکتی جبہین کہ آپ کی مرضی ہو طوعاً و کرہاً مجھے کرنا ضرور ہی سہ

خلاف رائے سلطان رائے جستن
بخون خویش باید دست شستن

شہزادی یہ جواب اسکا سُنکے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا میرے ساتھ چل کے خالی حجرون کو دیکھو اور اُنمین سے ایک اپنے لیے پسند کرو اُس دغاباز نے ہمراہ شہزادی کے اُن سب حجرون کو ملاحظہ کیا چنانچہ ایک کو اُنھین سے اپنے رہنے کے واسطے پسند کیا پھر شہزادی نے اُسے بارہ دری مین لاکے چاہا کہ اپنے ساتھ کھانا کھلوائے اُسوقت اس مکار غدار نے سوچا کہ مبادا وقت کھانے کے مُنھ میرا شہزادی دیکھکر پہچان لے کہ وہ اصلی عابدہ نہین ہی اور بھید میرا کھل جائے اس لیے از راہ فریب کے کہا مین تو سوائے سوکھے ٹکڑے روٹی کے یا خشک میوون کے کچھ اور نہین کھاتی اپنے حجرے مین کچھ بھوک کے وقت کھا لیا کرونگی قلب کو تسلین دے دیا کرونگی۔

شہزادی نے بموجب کہنے جعلی عابدہ کے خشک میوے بھیجے اور سوکھی روٹیان اُسکے کمرے مین بھجوادین اور اُس سے کہا تم جاکے اپنے مکان مین کچھ تھوڑا بہت کھاکے جلد میرے پاس آنا مین تمھاری منتظر ہونگی وہ ساحر شہزادی سے رخصت ہو اپنے حجرے مین آیا اور خواجہ سرا سے جسکو اسکے کام خدمت کے لیے مقرر کیا تھا کہا جسوقت ملکہ عالم کھانے سے فراغت پائین فوراً مجھے خبر کرنا چنانچہ جب شہزادی کھانے سے فارغ ہوکر دسترخوان سے اُٹھی اُسی وقت اُس خواجہ سرا نے اُسے خبر کی اور وہ یہ خبر سُنتے ہی شہزادی کے حضور مین حاضر ہوئی۔

شہزادی نے کہا مجھے کمال تمنا و آرزو ہی کہ ایسی پارسا اور خدا رسیدہ بی بی کی خدمت مین بیٹھی کہ تم ہو رہون اور بات چیت کیا کرون۔

اثنائے گفتگو مین شہزادی نے اُس جادوگر سے کہا ذرا آنکھ کھول کے اس بارہ دری اور اسکی تیاری کو دیکھو کہ کیسی ہی پھر شہزادی نے ہر ایک مکان اور اسباب اس بارہ دری کا اُسے دکھایا اُس جعلی عابدہ نے وہ بارہ دری دیکھ کے کہا اے ملکہ عالم فی الحقیقت یہ بارہ دری قابل تعریف کے ہی اور مثل اسکے روے زمین پر نہین ہی اسے اگر بہشت برین کہیے بجا ہی آج تک کسی نے آنکھون سے تو کیا کانون سے بھی نہین سُنا ہی واقعی یہ لطف و نضارت کا چشم و چراغ ہی گلزار ارم اسکا پائین باغ ہی سہ

اگر فردوس بر روے زمین ست
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اسکا ساز و سامان دل کو عجیب لطف دکھاتا ہی روح کو بے ساختہ وجد مین لاتا ہی مانی و بہزاد بھی اسکی نقش و نگار مین کا ایک طفل دبستان ہی انسان تو کیا فرشتہ بھی ثنا خوان ہی ؎

کیا یہ بارہ دری ہی جادو کار ۔ در و دیوار غیرت گلزار
پھول سب اپنے اپنے جوبن پر ۔ بوے گل ہی ہوا کے توسن پر
جا بجا چل رہی ہی باد بہار ۔ تختہ تختہ ہی روش فرخار

مگر افسوس ایک چیز کی اسمین کسر ہی اگر وہ بھی ہوتی تو ہزار حصے خوبی اس مکان کی بڑھ جاتی شہزادی نے کہا مجھے بتاؤ وہ کیا چیز ہی اس ساحرہ نے کہا اگر اس بارہ دری کے درمیان مین ایک انڈا رخ جانور کا لٹکایا جاتا تو نہایت زیبائش اسکی ہوتی اور چاردانگ عالم مین مثل و نظیر اپنا نہ رکھتی اور اعجوبۂ روزگار سے ہو جاتی۔

شہزادی نے پوچھا کہ رخ کیسا جانور ہی اور اسکا انڈا کیونکر ہاتھ لگے اس جعلی عابدہ نے کہا کہ رخ بڑا جانور ہی اور سوا اکاس پہاڑ کی چوٹی کے کہین نہین رہتا جس معمار نے تمھارے اس محل کو بنایا ہی اسکو انڈا ہاتھ آنا دشوار نہین۔

شہزادی اسکے بتانے اور اطلاع کرنے سے شکریہ بجا لائی بعد اسکے اس مکارہ سے دیر تک باتون مین مشغول رہی اور اس رخ کے انڈے کو نہ بھولی اور اپنے دل مین یہ ٹھہرا رکھا کہ جسوقت الہ دین شکار سے واپس آئے گا تو مین اس امر کی مقرر اس سے فرمائش کرونگی اور الہ دین کو چھ روز ہوے تھے کہ شکار کھیلنے کو گیا تھا اسکی غیبت مین ساحر افریقی کے بھائی نے اپنے سب کام درست کر لیے اتفاقاً اسی شام کو الہ دین بھی گھر پہونچا اسکے آنے سے وہ مکارہ اپنے حجرے مین شہزادی سے رخصت ہو کر چلی گئی اور جسوقت الہ دین محل مین شہزادی کے پاس پہونچا اس سے بعد صاحب سلامت کے معانقہ کیا مگر اسنے بہ نسبت اور دنون کے شہزادی کو خوش اور شگفتہ نہ پایا پوچھا کیون خیر تو ہی میری غیبت مین مزاج تمھارا کیسا رہا اور دلگیر کیون معلوم ہوتی ہو خدا کے واسطے مجھ سے نہ چھپاؤ اپنے دل کا حال بتاؤ جہان تک کہ میری قدرت اور طاقت ہوگی اس امر مین دریغ نہ کرونگا تمھاری دلجوئی سے مجھے دل سے منظور ہی ہرگز منھ نہ موڑونگا۔

جو کچھ کہوگی اسکو بجا لائینگے ضرور ۔ رنج و الم کو دور کرو دل سے اب حضور

جب الہ دین نے بہت اصرار و مبالغہ کیا تب شہزادی نے کہا میرا مکان علی الخصوص بارہ دری نہایت خوب اور اسباب و سامان سے جو عجائبات عالم کے ہین سجی اور مرتب ہی مگر ایک امر مین چاہتی ہون کہ وہ بھی

اُنہین ہوا اور وہ یہ ہی کہ گنبد مین بارہ دری کے ایک انڈا رُخ کا لٹکا یا جاوے تو روز بروز رونق اور آبرو اُسکی اس قصر نایاب کی ہوجائے۔

الہ دین نے جواب دیا کہ شہزادی یہ تو کوئی بڑی بات نہین ہی اسکے لیے تم دل گیر ہو افسوس ہی تو اپنے غنچہ خاطر کو منقبض نہ کرو مین بارہ دری مین اس انڈے کو آویزان کرادونگا جیسا کہ تم چاہتی ہو اُسی کے موافق ہوا دونگا۔

الہ دین شہزادی کو وہین چھوڑ کر بارہ دری مین آیا اور اُس چراغ کو اپنے سینے سے نکالا اسواسطے کہ بعد فریب کھانے کے ساحر افریقی سے وہ چراغ کبھی اپنے سینے سے جدا نہ کرتا تھا ایک دفعہ ٹھوکر کھا چکا تھا اس سبب سے ڈرتا تھا غرض اُسکو رگڑا ہنوز رگڑنے نہ پایا تھا کہ وہ جن کہ تابع اُس چراغ کا تھا حاضر ہوا الہ دین نے کہا اے جن انڈا رخ کا جلد اس برج کے بیچ مین لٹکا دے تاکہ اس بارہ دری کی زینت کامل ہو مین تجھے حکم دیتا ہون کہ بپاس اس چراغ کے جسکا تو تابع ہی جلد یہ کام کر لا ہنوز الہ دین نے اپنی بات ختم نہ کی تھی کہ وہ جن بآواز کرخت بولا کہ تمام وہ مکان لرزنے لگا اور الہ دین بھی خوف سے کانپا اور ہاتھ پانوؤن مین رعشہ پڑگیا قریب تھا کہ غش کھاکے گر پڑتا پھر اُس جن نے غصے سے کہا اے کمبخت یہ ہماری فرمان برداریون کا عوض ہی ارے بدنصیب مین اور میرے ہمراہی تیرے حکم کی تعمیل کرتے رہے جو تو نے کہا فوراً اُسکو بجا لائے کبھی تیری عدول حکمی نہین کی مگر تجھ سے ہماری خدمت گزاری کی شکر گزاری کچھ نہ ہوسکی بلکہ برعکس اُسکے اب ہم کو حکم دیتا ہی کہ ہم اپنے مالک کو تیرے پاس لا دین اور اُسکو اس بارہ دری کے برج مین لٹکا دین اب تو اور تیری بی بی اس محل سمیت اس گستاخی کی سزاوار ہی کہ فی الفور ٹکڑے ٹکڑے ہوکر نیست و نابود ہوجاوین مگر چونکہ تیرا بخت یاور ہی کہ تو نے یہ درخواست اپنی خواہش سے نہین کی اور یہ حکم تیری طرف سے نہین ہی مجبور ہین کہ تو اسمین بے قصور ہی اُس ساحر افریقی کے بھائی کا یہ سب فتور ہی وہ اس محل مین عابدہ نیک زن کے بھیس مین چھپا بیٹھا ہی اور اُس زن صالحہ کو اس موذی نے مار ڈالا ہی اُسی نے تیری بی بی کو یہ پٹی پڑھائی ہی یہ آفت اُٹھائی ہی اُسکی غرض اس سے یہ ہی کہ تو اور شہزادی اس مکان سمیت سب کے سب فنا اور نیست نابود ہوجائین اور اگر اس سے تو محفوظ رہا تو وہ تجکو قتل کرے گا خبردار اُسکے مکر و فریب سے غافل نہ رہنا دیدہ و دانستہ رنج نہ سہنا۔

وہ جن یہ سب باتین کہکے غائب ہوگیا الہ دین نے وہ سب باتین کہ جن نے اُس سے کہی تھین خوب ذہن نشین کین اور الہ دین کرامات عابدہ سے پہلے سے واقف نہ تھا سُنا کرتا تھا کہ اُس عفیفہ صالحہ کو

ورنہ دردسر ہونے کنے مین نہایت دخل ہی ایکدم مین وہ درد سر اچھا کر دیتی ہی اس بہانہ سے اپنے سر کو لپیٹ کر شہزادی کے مکان مین گیا مگر جو باتین کہ جن نے اس سے کہی تھین بمصلحت شہزادی سے کچھ ذکر اسکا نہین کیا دل ہی دل مین سے رہا اور آتے ہی شہزادی کے پاس بیٹھکر ایکبارگی سر پکڑ کے بیٹھ گیا اور نخرا کر تے درد سر کی کرنے لگا -

شہزادی نے اس حال کو دیکھکر فوراً خواصون کو حکم دیا کہ عابدہ کو بلا لاؤ جب آدمی اسے بلانے کو گئے شہزادی نے سب حال اسکے بلانے کا اور مقیم رکھنے کا اپنے محل مین مفصل الہ دین سے ظاہر کیا اتنے مین عابدہ بھی آ گئی -

الہ دین نے بمجرد اسکے آنے کے اس سے کہا کہ اے صالحہ خدا رسیدہ مین تمھارے دیکھنے سے نہایت خوش ہوا اور تمھارا ہونا اس جگہ میرے حق مین بہت مفید ہی مین اسوقت درد سر سے نہایت مضطر ہون چین چاہتا ہون کہ تم ازراہ مہربانی میرے سر پر دعا دم کرو اور پھونک ڈال دو مجھے تمھارے انفاس متبرکہ سے یقین ہی کہ درد سر جاتا رہیگا اور مین اس تکلیف سے نجات پاؤنگا اور مجکو امید ہی کہ تم اس امر مین اپنی توجہ اور مہربانی ضرور کرو گی جیسا کہ سب لوگون کے حق مین ایسے وقت اور شدت مین فرماتی ہو الہ دین نے یہ بات کہکے اپنے سر کو اسکے آگے کیا اور وہ جھوٹی فریبی عابدہ بھی آگے بڑھی اور اسی وقت اسنے اپنے ہاتھ کو پیش قبض پر کہ جسکو کمر بند مین قبا کے نیچے چھپائے رکھی تھی رکھا الہ دین نے

تصویر الہ دین کے افریقی کے بھائی کو قتل کرنے کی جو زن صالحہ کے بھیس مین تھا



اس امر کو دریافت کر کے چالاکی سے اُسکے ہاتھ کو قبل اسکے کہ وہ میان سے نکالے پکڑ لیا اور اُسی کی پیش قبض کو لے کر اُسی کے سینہ مین ایسا مارا کہ اُسی ساعت وہ ناپاک زمین مین گر کے واصل جہنم ہوا اور اپنی سزا کو پہونچا۔

شہزادی یہ حال دیکھ کے چلائی اور الہ دین سے کہا کہ اے میرے پیارے شوہر تم نے کیون اُس نیک بی بی کو قتل کیا الہ دین نے کہا اے شہزادی مین نے عابدہ کو نہین مارا بلکہ ایک بدذات حرامزادے کو کہ میرے قتل پر آمادہ تھا مارا اگر مین یہ فریب نہ کرتا ہرگز وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتا یہ ایک ناپاک مرد ہے جسے تم عابدہ نیک زن سمجھتی ہو پھر اُسنے منھ کھول کر دکھلا دیا اور کہا کہ اُسنے اصلی عابدہ کو گلا گھونٹ کے مار ڈالا اور آپ از راہ فریب کے اُسی کا لباس پہن کے عابدہ بنا تاکہ مجکو دغا سے قتل کرے مگر مین نے اس حال پر مطلع ہو کے پہلے ہی اُسے جہنم مین بھیج دیا اور یہ بدکردار افریقی کا چھوٹا بھائی تھا جو تم کو اس مکان سمیت ملک افریقہ مین لے گیا تھا۔

پھر الہ دین نے مفصل حال جن کی زبانی جو سُنا تھا شہزادی سے بیان کیا اور اسکی لاش وہان سے پھکوا کر آپ بعنایت الٰہی اُن دونون جادوگرون کے شر سے محفوظ رہا اور کل آفات ارضی و سماوی سے بچ کر تمام زیست محفوظ رہا۔

یہ ہنگامہ سُنکے بادشاہ بھی وہان آیا بہت خیرات کی روپیہ فقیرون کو لٹایا باہم بعیش و طرب بے اندیشہ و غم رہنے لگے۔

بادشاہ چین جس ہو چکا تھا الہ دین کو تخت نشین کیا آپ گوشۂ تنہائی مین بیٹھ کے عبادت معبود کرنے لگا یہ تو صاحب نصیب تھا اور تمام شہر کی خلقت رعایا برایا چھوٹا بڑا اس سے ل و عشرت راضی تھا یعدل و داد وہ نیک نہاد زندگی بسر کرنے لگا دن کو عدالت کرتا را۔

کرتا اخین کاموں مین شام نشاط سحر کرنے لگا۔ پھر دن یہ مصیبت مین مبتلا ہوے پھر وہی

چند عرصہ مین سلطان چین عازم ملک بقا ہوے اُدھ لین جعفر

چھپے ہونے لگے خواب غفلت مین سونے لگے۔ ردچہرست پر اسکا وارمدار ہے مگر نیک

دنیا کا عجب کارخانہ ہے جو ہوشیار رہے وہ دیوانہ ہے غفلت راہ

نیت کا ہمیشہ بیڑا پار رہے۔ پرس کر کے دربار عام منعقد فرمایا تو رٹون کے منھ

ان دلیے

الہ دین نے کہ اب شاہ جم جاہ ہے تخت دید

کھول دیے گو با دریا سیم فید سنر اور اُبہی مزا کا۔

ہ نہ جائے۔

ہوئی فروت پر اُس سنجی کے تمام　　شگفتہ ہی آسکے سخاوت کا نام

کل رعایا کو شاد کیا ارکین دولت کو خوش اور بافراد کیا قیدیوں کو اس خشی کے جلد شیش رہائی دی اور کئی مہینے تک محفل رقص و سرود و بزم فریدونی آراستہ ہوئی خوشی کے شادیانے بجے گھر گھر محفل عیش و طرب کے جلسے رہے

رنگین نشاط سے ہی سپید و سیاہ دہر　　ہی ابلق زمانہ پہ گویا سوار عیش
لانے لگا نہال محبت گل مراد　　پھیلا ہی نخل غم کے لیے برگ و بار عیش
گر بس چلے تو ہاتھ سے مینا سے مے نہ رکھ　　مے بھر کے خوب پی کہ ہو خوشگوار عیش

قصہ خلیفہ ہارون رشید بادشاہ بغداد کا یا عبد اللہ کو رنا دررزاد

کہاں ہی تو ای ساقی مہ جبین　　نہ کر دیر آ جلد میرے قرین
بڑی دیر سے ہی مری چشم نم　　سراپا ہوں میں آج تصویر غم
عجب غم سے ہی حال قلب و جگر　　ذرا مجھ سے مے کش کی بھی لے خبر
رہے مے کدے میں تری آبرو　　پلا جلد مجھکو مے مشک بو
خفا مجھ سے ہی آج کیوں بے سبب　　دکھا مجھکو تصویر بنت العنب
تجھے اپنے ناز و ادا کی قسم　　تجھے میرے آہ و بکا کی قسم
مری بیقراری کی تجھکو قسم　　مری اشکباری کی تجھکو قسم
سر شیشۂ مل کی تجھکو قسم　　بس اب موسم گل کی تجھکو قسم
کر دیر ای ساقی کم سخن　　بنا کر دکھا دخت رز کو دلہن
... جو ہیچ اس طرح　　کہ ہوتا ہی شادی کا گھر جس طرح
کھینچ کر ...　　بھڑک جائے مانی بھی دیکھے اگر
...　　گوارا نہ کر اب ملال ہنر
...یان　　کہ ہوں دور سب کی پریشانیان

مانی و بہزاد خصال مصوران باکمال و صورت کشان خوش بیان وحید عصر و یکتائے زمان بلبل ...ت تصویر اس داستان



رنگین کی صفحہ بیان پر یون کھینچتے ہین کہ ملکہ شہرزاد حور نژاد پری تمثال نے شاہ ایران سے بیان کیا اور بادشاہ کی توصیف مین یہ اشعار ورد زبان کیا ؎

جبتک رہے جہان مین یارب خوشی کی دھوم — جبتک خوشی کے ساتھ رہے یاں درخشیں
جبتک رہے زمانہ الٰہی سپہ کے تماشا — جبتک ہو روزگار رہے روزگار عیش
جبتک ہو آسمان کے تلے گردش سعید — جبتک اس آسمان سے کرین بخیار عیش
جبتک رہے یہ باغ جہان اک بہار پر — جبتک کرے ہزار چمن مین ہزار عیش
یارب رہے ہمیشہ ہم آغوش عیش سے — تو ہم کنار عیش ترا ہم کنار عیش

حضور پُرنور کی طبیعت مین زمانہ کی نیرنگی پیدا ہے کبھی خوشی مین بشاش وشاد ہے کبھی الم مین مبتلا دیرباد ہے ایک طور پر رنگ دنیا اور انسان کا مزاج نہین رہتا اسی وجہ سے کوئی قابل اعتبار نہین رہتا ہر چند خود غور کرے مگر حال نہ کھلے دریاے فکر مین غوطہ مارے مگر نہ ابھرے ؎

ایک وضع پر نہین ہے زمانے کا طور آہ — معلوم ہو گیا ہمین لیل و نہار سے

چنانچہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید گرفتہ دل پریشان خاطر دولت سرا مین بیٹھا تھا کہ ندیم محرم راز بہت ممتاز وزیر اعظم دستور معظم جعفر جسکا نام تھا آیا خلیفہ کا مزاج منغص پایا سکوت کے عالم مین دست بستہ سامنے کھڑا ہو جب اسکو عرصہ بڑا ہوا اور خلیفہ اسی حال مین رہا مجبور اسنے عرض کیا کہ خانہ زاد کو اس وقت مزاج مکدر معلوم ہوتا ہے امیدوار ہون کہ فدوی اسی راز سے آگاہ ہو تا کہ تدبیر رفع تفکر شاہ ہو خلیفہ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے کوئی ایسی ترکیب نکال کہ رفع ملال ہو طبیعت بحال ہو جعفر مزاج دان بلا کا فہمیدہ انسان تھا بولا حضور اپنا معمول بھول گئے بیشتر غریب غربا کا حال دریافت فرماتے تھے شہر کی سیر کو تشریف لے جاتے تھے دل بہلاتے تھے۔

خلیفہ نے ارشاد کیا تو نے خوب یاد دلایا لباس تبدیل کر آ تو چلین جعفر اپنے مکان پر آیا خلیفہ نے تاجر دن کا لباس زیب جسم فرمایا پوشیدہ کھڑکی سے نکل کے پہلے شہر کے گرد پھرے پھر کشتی پر سوار ہو کے پار اُترے وہان کی آبادی باغ مکانات با خاطر فراغ دیکھ کے پل کی راہ سے معاودت کی ایک فقیر نابینا جسر پر بیٹھا تھا اسنے سوال کیا خلیفہ نے جیب سے اشرفی نکال کے اسکی گود مین ڈال دی اُسنے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے معدن جود و سخا تو نے اپنا صدقہ دے کے مجکو بہت شاد کیا اب ایک دھول بطاقت تمام اس فقیر کے سر پر لگا اس سے زیادہ رہین منت بنا ہر چند سزاوار بڑی سزا کا ہون یہ کہکے ہاتھ چھوڑ دیا دامن پکڑ لیا کہ بغیر دھول لگائے رہائی نہ پاسکے چلا نہ جاسکے۔

خلیفہ نے جواب دیا کہ ای بندۂ خدا اس حرکت کی امید مجھ سے بیجا ہی خلاف امر کا مکلف ہوتا ہی اجر میرا کھوتا ہی فقیر نے کہا یہ اپنی اشرفی لیجیے اور ٹھنڈے ٹھنڈے چلے دیجیے مین نے خدا اور رسول سے عہد کیا ہی جو اُسکو توڑون تو یے دھول کھائے اشرفی لون اور دامن چھوڑ دون۔

ناچار خلیفہ نے آہستہ سے دھول لگائی فقیر نے دامن چھوڑ کے دعا دی خلیفہ کو زیادہ حیرت ہوئی آگے بڑھکے جعفر سے کہا مین چاہتا ہون کہ اسکے عہد سے آگاہ ہون تو جا کے اُس سے کہہ اشرفی جسنے تجکو دی ہی وہ خلیفہ ہارون رشید ہی فرماتا ہی تو در دولت پر حاضر ہو مجکو کچھ پوچھنا ہی۔

جعفر یہ پیام پہونچا کے خلیفہ کے ہمراہ چلا پل سے اُتر کے دیکھا ایک شخص تکلف کا لباس پہنے اسپ مادہ پہ سوار اُس میدان مین نہایت بیرحمی سے دوڑاتا ہی اور بے قصور پلی در پے کوڑے لگاتا ہی دوڑتے دوڑتے اُس مادہ اسپ کا بہت بُرا حال ہی دہانے کی رگڑ سے مُنھ لال ہی پسینہ اس قدر بال سے ٹپکتا ہی کہ تر تیر سم اور نعل ہی خلیفہ ٹھہر گیا اور جو لوگ تماشا دیکھ رہے تھے اُنسے پوچھا اس ظالم کو اسکے ایذا دینے سے مال کیا ہی کون سا جرم اس حیوان بے زبان سے سرزد ہوا ہی وہ بولے بہت دنون سے یہ ماجرا دیکھتے ہین کہ جب یہان آتا ہی زد و کوب کرتا ہی دوڑاتا ہی۔

خلیفہ نے جعفر سے کہا مین آگے بڑھتا ہون تو اس سوار سے کہہ دے صبح کو در دولت پر آئے مفصل حقیقت حضور مین سنائے وزیر یہ حکم دے کے پھر خلیفہ کے ہمراہ ہوا شہر مین داخل ہو کے ایک کوچہ مین گذرے اکثر اس راہ مین آئے تھے میدان ہموار تھا آج عمارت بہت نادر نظر آئی خلیفہ نے جعفر سے پوچھا یہ مکان عمدہ کسی ہمارے ملازم کا ہی کب بنا ہی۔

جعفر نے عرض کی غلام ناواقف ہی ارشاد ہو تو اہل محلہ سے دریافت کرے خلیفہ نے فرمایا اچھا جعفر نے بڑھ کے لوگون سے پوچھا وہ بولے بندہ پرور حویلی خواجہ حسن حبال کی ہی یہ شخص ہمیشہ رسی بٹ کرتا تھا کی تکلیف مین اوقات بسر کرتا تھا افلاس سے مرتا تھا کچھ دنون سے خدا جانے کیا دھول کی رسی بٹی کس سے معاملت پٹی جو رسن تقدیر سے بل نکل گیا مفلسی کا خلل گیا ایسا امیرانہ محل بنایا ہی اور بہت کر و فر سے شام و سحر لطف اُٹھاتا ہی جہان کے مزے اڑاتا ہی خلیفہ نے یہ ماجرا سُنکے اُسکو بھی سر دربار طلب کیا دولت سرا کا رستہ لیا۔

دوسرے روز بعد نماز فجر تخت پر جلوہ دیا جعفر تینون شخصون کو لے کے حاضر ہوا اُنھون نے پایۂ تخت کو بوسہ دیا خلیفہ کے قدم پر آنکھین ملین مودب سلام کیا اور کہا

	الٰہی بخت تو بیدار بادا		ترا دولت ہمیشہ یار بادا

پہلے خلیفہ نے نابینا فقیر سے پوچھا تیرا کیا نام ہی اسنے جواب دیا بابا عبد اللہ اسم غلام ہی خلیفہ نے فرمایا کل مین نے تجکو اشرفی دی تو نے میرا دامن پکڑ کر بجبر مجھ سے دھول لگوائی اور کہا مین نے خدا اور رسول سے عہد کیا ہی راست راست بے کم و کاست بیان کر یہ کیا ماجرا ہی۔

حکایت بابا عبد اللہ نابینا کی جسکو خلیفہ نے اشرفی دی اُسنے دھول مارنیکی زحمت دی

اسنے عرض کی قبلہ عالم خانہ زاد ساکن بغداد ہی بعد انتقال والدین ترکہ مین بہت کچھ نقد و جنس ہاتھ آیا اگر اُسکو بیہودہ نہ کھوتا تمام عمر کافی ہوتا پہلے تو خوب لہو و لعب مین اُڑایا جب کم رہا تڑ ہانے کا خیال آیا یہان تک اسمین کاہش کی کہ اسّی اونٹ خریدے۔

تصویر بابا عبد اللہ کی اونٹون سمیت جنگل مین آنے اور ایک فقیر با وضع سے گفتگو کرنے کی



سوداگرون کو بکرایہ دینے لگا قرار واقعی اجرت لینے لگا اُنکے ہمراہ تمام ملک سرکار مین شام دیگاہ پھرتا تھا بہت راحت و آرام سے لیل و نہار گذرتا تھا ایکبار بانسرے سے تاجرون کا اسباب بار کرکے بغداد کی طرف آتا تھا ایک دشت مین گھانس سبز بہت دیکھی اونٹون کو اسمین چھوڑ درخت گنجان کے نیچے کچھ بچھا کے بیٹھ رہا دفعۃً ایک فقیر پیادہ پا جو بانسرے سے جاتا تھا دم لینے میرے پاس آکے بیٹھ گیا باہم آنے جانے کا حال پوچھا پھر اُسنے اور مینے اپنا اپنا کھانا نکال کے ایک دسترخوان پر کھایا ادھر اُدھر کا مذکور آیا اس فقیر

نے کہا یہاں سے قریب خزانہ لا انتہا ہی جواہر و اشرفی و سونا اسقدر بھرا ہی کہ اگر تم یہ اسی اونٹ بھر لو گے
ایک کو نا خالی نہو گا لے جا نا کسی پر حالی نہ ہوگا۔
مجھے طمع دامن گیر ہوئی بہت خوش ہو کے فقیر کے گلے سے لپٹ گیا کہا سچ ہی مردان خدا دنیا سے جدا
ایسے ہی ہوتے ہین مزرعہ آخرت کے واسطے کشت عمل خیر بوتے ہین اگر یہ سب اونٹ زر و جواہر سے
بھرونگا تو ایک اونٹ آپ کو بھی دونگا۔
فقیر میری خست دلپست بہت دیکھ کے بولا سبحان اللہ منت کے مال مین یہ صرفہ اگر ادھے اونٹ دو
تو البتہ بتاتا ہون مین نے دل سے کہا اے نادان حریص چالیس اونٹ کیا تھوڑے ہین دس بارہ پشت تک
چین سے دنیا کا لطف اٹھائیگا یہ سوچکر مین نے فقیر سے کہا ذرا مین تمہارا جی دیکھتا تھا تم مالک ہو جو چاہو لو
اور جو جی مین آئے مجکو دو فقط اپنا ذرا ہنر دار مجکو سمجھو سے

اُس گل سے نسیم زر نہین مانگ		جو چاہے وہ بے حساب دیدے	

القصہ جو اُسنے کہا مین نے قبول کیا اونٹ لے کے اسکے ساتھ چلا تھوڑی راہ طے کی ایک پہاڑ بہت بلند
نظر آیا فقیر دامن کوہ مین ٹھیر گیا کمر سے چقماق پتھر نکال خس و خاشاک جمع کر کے آگ سے تنکے جلائے لوبان اُسپر
چھڑک کے کچھ پڑھنے لگا دفعۃً وہان دروازہ نظر آیا اُسکو کھول کے اندر آیا۔
ادھر خسرو چارم سریر کی آمد کا غلغلہ بجا طائرون نے نغمہ سرائی سے سونے والون کو چونکا دیا مساجد سے
اللہ اکبر کی صدا آنے لگی شفق صبح اپنا جوبن دکھانے لگی انجمن ماہ و انجم درہم برہم ہوئی رات کی سیاہی
کا فور کیا بالکل توپ دم ہوگی سے

آمد ہی آفتاب کی اور صبح کا سمان		ہر جسکے ضو سے وحد مین طاؤس آسمان	
ہر نخل بھی ضیا سے سر کوہ طور ہی		گویا فلک سے بارش باران نور ہی	

شہرزاد نے درج دہن پر مہر خموشی لگائی شہریار کے خلوت سرا سے برآمد ہونے کی نوبت آئی تخت
سلطنت پر جلوہ دیا عدل و داد مین مصروف ہوا در خزانہ وا ہوا محتاجون کا حاصل مدعا ہوا جنسنے جو حاجت
ظاہر کی اُسنے اُسکی خواہش پوری کر دی یہان تک کہ دن تمام ہوا غلغلہ شام ہوا شہریار دربار برخاست
کر کے ایوان خلوت مین آیا پلنگ پر آرام فرمایا جب تھوڑی رات رہی نیند سے آنکھ کھلی تو فوراً شہرزاد
کو طلب فرمایا اور کہا اے طوطی شکر فشان خوش بیانی و عندلیب ہزار داستان تنہا خسار نکتہ دانی تیری
قصہ خوانی اور لطف بیانی سے میرا دل بدرجۂ غایت مسرور ہی اور تیرا کلام رنگین اور بیان
شیرین مشہور نزدیک و دور ہی سے

یہ وہ کلام ہی جسمین جہان کی لذت ہی ۔ یہ وہ کلام ہی سنتے ہین جسکو اہل دماغ
یہ وہ کلام ہی کہتے ہین جسکو شمع بزم ۔ یہ ہی وہ شمع کہ جسنے دیا ہی مہر کو داغ
یہ وہ کلام ہی کہتے ہین جسکو رشک چمن ۔ یہ وہ چمن ہی کہ قربان اسپہ لاکھون باغ
تمام خلق مین پھیلی ہین اسکی خوشبوئین ۔ مہک رہے ہین اسی واسطے سبھون کے دماغ
یہ بات داد الٰہی کسی کو ملتی ہے ۔ پھرین ہزار اگر جستجو مین بہر سُراغ
کہ کیونکر ایک زمانہ ہو اسکا پروانہ ۔ تمام بزم مین روشن ہی آج ایک چراغ

اُس مہ پارہ مزاہد فریب صنم لالہ رُخ طاؤس زیب یعنی شہرزاد خوزشزاد نے عرض کیا کہ ای شاہ عدالت گر اے مہر ضیا سے

کاروان سالار شاہان آفتاب آمد و لے ۔ چون تو ما مہ یوسفے در کاروان آفتاب
سجدہ گاہ ہفت اقلیم ست مسند گاہ تو ۔ قبلۂ ہفت آسمان ست آسمان آفتاب
وصف چون از ما کسے چون من کجا لائق شود ۔ ہر چہ کردم نقل کردم از زبان آفتاب
بر سر مہ سایہ افگن چون شود بال ہما ۔ چون پر خفاش گرد سایہ بان آفتاب

باباعبد اللہ کہتا ہی کہ فقیر کے عمل سے یہ اثر نمایان ہوا تو خزانہ کی امید سے مین شادان و فرحان ہوا اُس دروازے کے اندر بے تکلف قدم رکھا وہان دیکھا جابجا اشرفی روپیہ کے انبار ہین ایک طرف جواہر کے تودے بیشمار ہین مین تھیلیون مین اشرفیان بھرتا تھا فقیر جواہر اُٹھا اُٹھا کے دھرتا تھا وہ سب اونٹ لبریز کر با قدم تیز چلے۔
فقیر اُس غار مین جا کے ایک ڈبیا چوبی لے آیا مین نے پوچھا حضرت یہ کیا ہی کہا بابا مرہم ہی دو دو راہے پر جب آئے فقیر آدھے اونٹ لے کے بانسرے چلا مین نے بغداد کا رستہ لیا چند قدم چل کے حرص گریبان گیر ہوئی دوڑ کے فقیر کو پکارا وہ ٹھہر گیا اُس سے کہا آپ ذات واحد ہین اہل نہ عیال جنکا خیال ہو چالیس اونٹ کی خدمت نہ ہو سکے گی مجکو کچھ اور دو فقیر بولا تو سچ کہتا ہی جتنے جی چاہے لیجا دس اونٹ اور لیے شکر بجا لایا قدم بڑھایا پھر بدبختی اور طمع نے گھیرا دوڑ کر فقیر کو راہ سے پھیرا دوسری بار دس اونٹ مانگے اور دیے اسی طرح چار دفعہ مین چالیسون اونٹ فقیر نے مجھے حوالے کیے ہنسی خوشی رخصت ہوے۔
اب میری شامت کا سانحہ سنیے اور میرا اسرار دیکھیے ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند * مجکو یہ خیال آیا جو ڈبیہ فقیر نے خزانہ سے لی تھی وہ بھی لو اونٹون کو چھوڑ کے فقیر کے پاس آیا کہا حضرت یہ ڈبیا تم کیا

کر دگے یہ بھی مجکو دو فقیر نے انکار کیا مین دل مین سوچا کہ یہ خزانہ لا انتہا دینے مین اسنے دم نہ مارا اب کشادہ پیشانی مجکو حوالے کیا ڈبیہ کے دینے مین تکرار ہی اسمین کچھ اسرار ہی دل مین آیا اگر فقیر خوشنا بدسے نہ دے زبردستی چھین لو۔

فقیر بہت سمجھا یا زیادہ سمجھا کہا اگر یہی تیری مرضی ہی ڈبیہ حاضر ہی لیکن اس مرہم کی تاثیر سن لے اگر بائین آنکھ بند کرکے پلک پر لگائے گا تمام روے زمین کا خزانہ نظر آئے گا اگر داہنی پلک پر رکھے گا دونون دیدے پھوٹ جائینگے پھر تا زیست کچھ نہ سوجھے گا۔

مین نے کہا آپ اپنے ہاتھ سے پہلے لگا دیجیے گا اُسنے جانب چپ پلک پر مرہم لگایا تمام زمین کا خزانہ مجکو نظر آیا میری طینت مین دغا بازی تھی خیال ہوا فقیر مجھ سے فریب کرتا ہی خدا جانے داہنی آنکھ کی پلک پر لگانے سے کیا دیکھونگا پھر اُس سے کہا شاہ صاحب اس پلک پر بھی لگا دیجیے فقیر نے جواب دیا اے شخص تیرے ساتھ ایسی نیکی کرکے بدی کیا کرون تو اندھا ہو جائے گا تمام حسن سر ٹکرائے گا تقدیر کی برائی نے نہ مانا قسمت مین ٹھوکرین کھانا تھا مین نے کہا شاہ صاحب جو تم سے طلب کیا میرا کہنا تم نے سب کیا خدا کے واسطے اس مرہم کو داہنی پلک پر لگا دو اگر اندھا ہو جاؤنگا تمہارا گلہ زبان پر نہ لاؤنگا پھر اُسنے سمجھایا مگر کچھ خیال مین نہ آیا جب وہ مجبور ہوا مرہم داہنی پلک پر بھی لگایا ادھر اُسنے اپنا ہاتھ سرکایا اُدھر دونون آنکھیں چوپٹ ہوگئین اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہ آیا وہ سب اونٹ گسے کسائے لدے پھندے لے کے بانسرے کی طرف چلا ہر چند مین نے آہ و بیقراری گریہ و زاری کی فقیر کے دل مین ذرا رحم نہ آیا اُسی جنگل سنسان صحراے ویران مین مجکو چھوڑ کے راہی ہوا دوسرے روز ایک قافلہ ملا جو بانسرے سے بغداد جاتا تھا میری تنہائی پر لوگون نے رحم کھایا یہان پہونچایا جب سے بھیک مانگ کے پیٹ پالتا ہون زندگی کے دن کاٹتا ہون گدائی پر اوقات ہی یہی کام دن رات ہی یا تو تمام زمین کے خزانے نظر آتے تھے اب اتنا بڑا آسمان جسکو ایک جہان دیکھتا ہی وہ آنکھون سے غائب ہی میرا سانحہ عجائب و غرائب ہی ؎

ای درد کہ بہت پر دیکھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
دیکھا تو عجب یہان لیکھا ہم نے
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

یہ ماجرا سنکے خلیفہ تو رحم دل تھا سخی و باذل تھا چار درہم روز مقرر فرمائے کہ یہ اندھا بیچارہ کہین بھیک مانگنے نہ جائے۔

پھر اُس جوان سے جو گھوڑی دوڑاتا تھا پوچھا اُسنے عرض کیا اے بادشاہ عالم پناہ مجکو

سیدی نعمان کہتے ہیں خلیفہ نے فرمایا ...
...ا نور کا ہلاک کرنا باعث غضب ہے وہ د...
حضرت کو ملال ہوگا اس آزار دینے کی...
خلیفہ نے فرمایا بیان کرو مگر کم و بیش
راست راست بے کم و کاست عیاں

...ی و ستم بے پایان کرتے ہو اسکا کیا سبب ہے اس قدر
...ب ہوا کہ پیر و مرشد اگر اس بدبخت کا قصہ گوش زد ہوگا
...ات
...گی سے درگذرنا مبالغہ کا نام نہو دروغ گوئی سے کام نہو

حکایت سیدی نعمان دول... ...زن ساحرہ مرد از خوار دعا شار

سیدی نعمان تخت کے قریب آ... ...بان پر لایا

ترے ابر کرم نے کی جو عطا...
ترا دل بادہ پندار سے خا...
تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری
جو ہے تو تشنہ عرفان ہے چشم شوق میں جاری
وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہیں
فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ
کسی کا دل تو کیا انگلی تک دکھنے نہیں آتی
مٹا کی عدل نے تیرے یہاں تک مردم آزاری
نہ کیوں ہو تیرے دستور العمل سے شادمان عالم
کرم کرنا تری عادت جفا سے تجھکو بیزاری
نگوں بھی ہو زمین شکل گنبد ہی سے قائم ہو
یہاں تک کم ہوئی خانہ خرابی خانہ بیماری
ترے وصف عدو سے رو سیہ کے یوں بہے آنسو
کہ چھوٹے جس طرح سے خون سودا تن کی بیماری
سمندر میں سمندر ہوں صدف میں ہوں گہر پیدا
جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری
تری محفل کا جو سامان ہے ثانی نہیں رکھتا
کھلیں جمشید کی آنکھیں اگر دیکھے یہ تیاری

اس تمہید کے بعد یوں عرض پرداز ہوا کہ خلیفہ کے روبرو جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے زبان کاٹی جائے اگر جھوٹی بات منھ سے باہر آئے خانہ زاد کا باپ دولت بے پایان اسباب و ساز و سامان اس قدر چھوڑ کے دنیا سے راہی ہوا تھا کہ میری اولاد امیرانہ گذران کرتی وارث اس مال کا سوا اس غلام کے دوسرا نہ تھا پروردگار نے یہ نعمت غیر مترقب دو جہان کی سیر بے شرکت غیرے دی تھی چھ دن لہو و لعب میں روز و شب گذری پھر یہ خیال آیا بیہودگی سے زندگی بسر کرنا بار عصیان سر پر دھرنا اچھا نہیں کسی نیک بخت خوبصورت عورت سے عقد کرو حکم خدا و رسول ہے یہ جو شغل کرتے ہو بالکل فضول ہے عقل کے خلاف ہے سراسر اعلانیہ ہے یہ

زن پاک و خوش سیرت و پارسا	کند مرد درویش را بادشا

الغرض بہت جستجو چارسو کرکے ایک عورت کہ حسن و جمال ظاہری مین اسکا مرتبہ کمال تھا بہم پہونچا کی خداوند نعمت صورت دیکھ لی سیرت کی کچھ حقیقت سے آگہی نہ پائی تھی کہ خبث نفس نہ گرد و لبا لہا معلوم ہو چٹ منگنی اور پٹ بیاہ بہت جلد دو دن بڑھ ہو کے اپنے عقد مین لایا پہلی لسم اللہ یہ غلط ہوئی کہ نکاح کے بعد دسترخوان چُنا گیا جہان کی نعمت انواع اقسام کے اطعمہ لذیذ و نفیس جو امیرون کے لائق ہون روبرو آئے فدوی شہر کی رسم کے بوجب چمچا اُٹھا کے پلاؤ کھانے لگا اُسنے جیب سے چمچے کے بدلے وہ شے نکالی جس سے دوات مین پانی ڈالتے ہین اور دو چار دانے اُٹھا کے کھانے لگی روز اول تھا مین یہ کیفیت دیکھ کے خاموش رہا۔

جب شیرمال باقرخانی پر اٹھے کی طرف اشارہ کیا اُسنے ناخون سے چھلکا اتار لیا غلام سمجھا روز عروسی ہی شرم آتی ہی یا مرد کے ساتھ کھانا نہین کھاتی ہی لیکن اُسکا یہی معمول رہا کئی دن کے بعد مین نے اُس سے کہا اس حرکت کا سبب بتاؤ جو مجھ سے حجاب ہی اکیلی کھاؤ اگر میرے صرف کا اندیشہ ہی تو یہ خیال نہ لاؤ خالق ارض [illegible] اسقدر دیا ہی کہ تم سے سیکڑون دن کھائین اور کم نہو مجکو کچھ فکر و غم نہو اُس نے مجکو کچھ جواب نہ دیا۔

بعد چندے ایک شب کو مجھے نیند مین غافل پاکے دبے پاؤن اُٹھی قضارا غلام زادی کی بھی آنکھ کھل گئی اُسکی یہ حرکت دیکھ کے مین وضعی خراٹے لینے لگا اُسکی دلجمعی ہوئی پوشاک بدن کے باہر نکلی مین بھی فوراً اُسکے پیچھے چلا مکان سے کچھ دور گورستان تھا یہ وہان پہونچی شب ماہ تھی چاندنی کھلی ہوئی ہین ایک درخت کی آڑ سے دیکھنے لگا۔

خداوند کریم کسی بندہ کو وہ حالت نہ دکھائے جو مین نے آنکھون سے دیکھی پاؤن تلے کی زمین نکل گئی ایک مادہ غول گورستان مین بیٹھی تھی یہ عورت بھی اُسکے پاس پہونچی برابر بیٹھ کے اختلاط کرنے لگی عاشق و معشوق کی طرح ارتباط کرنے لگی۔

حضور پر روشن ہوگا کہ غول بیابانی قسم شیاطین سے ہین ویرانہ پسند اور جو کچھ نہین پاتے ہین مردے قبر سے نکال کے کھاتے ہین۔

اس عورت سے نے باتون سے فرصت کرکے جسکو مین مطلق نہین سمجھا اُس مادہ غول کو ساتھ لیا وہان گئی جہان تازہ مردہ دفن ہوا تھا گیلی قبر دیکھ کے کھودی اپنی آبرو کھودی بے تکلف دونون نے تمام گوشت نوچ نوچ کے کھایا ہڈیان قبر مین ڈال کے بدستور اُسکو بنایا بعد اُسکے پھر باتین کرنے لگین راز و نیاز کی گھاتین کرتے لگین ۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز | کبوتر با کبوتر باز با باز

یہ دیکھ کے میرا حال غیر ہو گیا قریب تھا کہ غش آ جائے مگر اسکے خوف سے کہ مبادا دیکھ پائے تو اور آفت تازہ لائے گھر کی طرف تیز قدم چلا اسکے آنے کے قبل مکان مین پہونچ گیا دروازہ کھلا چھوڑ دیا

تصویر امینہ کی قبرستان مین پہونچکر ہمراہ غول بیابانی کے مردے کو قبر سے نکال کر گوشت کھانیکی



پلنگ پر سست مارے کے پڑ رہا لیکن نیند اڑ گئی خوف کے مارے دل دھڑکتا تھا کلیجہ ہاتھون اچھلتا تھا تھوڑی دیر مین وہ بھی آموجود ہوئی مجکو سوتا دیکھکر برابر لیٹ رہی تا صبح میری پلک جھپکی دل مین وہی خیال رہا ہر وقت رنج وملال رہا۔

اتنے مین ع

گلگونۂ شفق جو ملا حور صبح سے گرمی دکھائی روشنی طور صبح سے	اسپند مشک شب کو کیا نور صبح نے ٹھنڈے چراغ کر دیئے کافور صبح نے

لیلی شب کے حسن کی دولت جو لٹ گئی
افشان جبین سے نجم درخشان کے چھٹ گئی

شہرزاد نے تڑکا دیکھکر خاموشی اختیار کی اور شمع سحری رخصت ہوئی بادشاہ جم جاہ روانہ دربار ہوا مصروف کار وبار ہوا بعد برخاست دربار بادشاہ محل مین داخل ہوا دیدار ملکہ شہرزاد حاصل ہوا حسب

اجازت پادشاہ ذوی الاقتدار وہ مہر سپہر رعنائی گل بوستان برنائی شہزادہ عالی نژاد بصد ادب و الحاح بیان کیا اور اس داستان ندرت بیان کو لطافت کے ساتھ اپنی شیرین بیانی سے مانند سحاب آذر ہی کے گوہر فشان کیا کہ ای شاہ جم جاہ ؎

آب حیات در رقم مشکفام تست
از خضر خامہ زندۂ جاوید نام تست

با لذت ست کام جگر ہاے سوختہ
از شور عشق نمکی در کلام تست

ہر نقطۂ چو خال لب یار مشکبوست
زین نالہ زاہو قلم خوش خرام تست

از بادۂ کہن سخن تازہ خوشترست
پیمانہ لفظ و معنی رنگین مدام تست

وہ سیدی نعمان اذان کی آواز سے مسجد میں اُٹھ گیا نماز پڑھ کے ٹہلنے لگا جب میں مکان میں آیا اُسنے ملازموں سے کھانا منگوایا دستر خوان پر رکھا مجھے بلوایا اور خود اُسی طرح کھانا شروع کیا مجھ بخت کے منھ سے نکلا صاحب جہان کی نعمت مدیر موجود ہے جسپر رغبت ہو کھاؤ یا جس شے کو جی چاہتا ہو اُسے پکواؤ کیا مردے کا گوشت ان سب کھانوں سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔
سنتے ہی وہ ملعونہ سمجھی کہ اسنے رات کی حرکت دیکھ لی غضب سے چہرہ لال ہو گیا غصہ سے تھرانے لگی عجب اُسکا حال ہو گیا سچ ہے ؎

زن بد در سرا سے مرد نکو
ہمدرین عالم ست دوزخ او

فوراً جیب سے ڈبیہ نکالی اُسمیں سیندور تھا چٹکی بھر کے کچھ پڑھ کے مجھپر مارا کہا ای دشمن جان کتا بن جا اسی طرح زمین پر گرا کتا ہو گیا وہ لکڑی لیکے مارنے لگی نوکروں کو پکارنے لگی کہ یہ کتا کہاں سے گھس آیا ہے اسکو مار و نکالو وہ سب دوڑ پڑے لات جوتی لکڑی سے پیٹنے لگے میرا حال غیر ہوا پار ہے ایک خدمتگار نے رحم کھا کے باہر نکال دیا اب طرفہ ماجرا ہوا کہ دوسری آفت میں مبتلا ہوا ؎ گویم مشکل ورنہ گویم مشکل ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

محلے کے کتے اجنبی سمجھ کے میرے پیچھے پڑے ؎

سگ دربان چو یافتند غریب
این گریبان گرفت و آن دامن

ہزار خرابی سے بھاگتا جاتا تھا کتوں کا غول بھونکتا ہوا میرے ساتھ چلا آتا تھا دفعتہ ایک جانور پردار آیا مجھکو پنجے میں پکڑ کے لے اڑا تمام خلقت دیکھ کے چلانے لگی بہت گھبرانے لگی ہر ایک کہتا تھا عجیب ماجرا ہے کتے کو باز لیے جاتا ہے ؎

وہ سب غل مچاتے رہے وہ جانور جو باز کی صورت تھا اُنکی نظروں سے غائب ہوا دور ایک درختمین تھوڑے سے گھر تھے وہان مجکو لے کے اترا پھر آدمی کی صورت بن کے اپنی بیٹی کو پکارا کہا جسکی تلاش مین گیا تھا وہ ہاتھ آیا اُسکی جورو تے کتا بناکے گھر سے نکالا تھا مین نے راہ مین دیکھا اُٹھا لایا اب تو اسکو آدمی بنا جامہ اصلی پنہا دو ایک دن مین بھوانی کی پوجا ہوگی اسکو بھینٹ دونگا اپنے فرائض مذہبی سے سبکدوش ہونگا۔

یہ کہکے وہ تو باہر چلا گیا اُسنے حصار کھینچا آگ جلائی رائی سرسون کے دانے لائی سپند در مجمر چھڑک کے اُس حلقہ مین بٹھا یا کچھ پڑھ پڑھ کے مجھپر پاش لگانے لگی دیر مین بڑی دقت سے مین ہیئت اصلی پر آیا حال تو سب اُسکے باپ کی زبان سے سُن ہی چکا تھا گو بولنے کی طاقت نہ تھی اب آدمی ہوا بولنے لگا فوراً اُسکے پاؤن پر گرکے زار زار اس طرح رویا کہ وہ بھی میرے حال پر ترس کھا کے رونے لگی پھر مین نے کہا یہ شعر میرے حسب حال ہے ؎

چو از چنگال گرگم در ربودی	چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

اُسنے کہا تو خاطر جمع رکھ مین تیرے بدلے کا دوسرا آدمی اُسکو لادونگی تیری جان بچا لونگی اب تو بھاگ کر اپنے گھر چلا جا مین نے فاصلہ پوچھا کہا سو کوس ہی پھر اُسکی منت کرنے لگا کہ آج تک چار کوس پیادہ چلنے کا اتفاق نہین ہوا دو دن مین مرجاؤنگا جیتا نہ پہونچونگا ایذا ے سفر اُٹھا نہ سکونگی صحرا مین گور و کفن بھی نہ پاؤنگا دوسرا یہ ڈر ہی اگر وہ قتال مجکو زندہ دیکھے گی اب کی بار جیتا نہ چھوڑے گی خدا جانے مجھپر کیا آفت توڑے گی ؎

رحمے کن و دستگیر من شو	ای فیض رسان جملہ عالم

جس طرح تم نے میری جان بچائی ہی اس بلا سے بھی رہائی کردو اُسنے کہا خیر اب تو میرے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا اور مہلت کم ہی ادھر آ میرے پیچھون پر کھڑا ہو اپنی آنکھین بند کر لے مین نے وہی کیا ایک ساعت کے بعد آنکھین کھول دین مین نے دیکھا اپنے دیوان خانہ مین کھڑا ہون نوکر چاکر مجکو دیکھکے روتے ہوے دوڑے شور و غل جو ہوا وہ عورت شیطان سیرت ڈیوڑھی پر آئی مجکو بہیئت اصلی دیکھکر بہت جھلائی فرط غیض سے بے پردہ نکل آئی اُس زن زشت خصال کو دیکھکر کہا اب سمجھی تیرا فساد ہی دیکھون تو تجھے کیا کیا یاد ہی اس طرف سے یہ چھیٹی باہم لڑائی ہونے لگی سحر آزمائی ہونے لگی جو دیکھتا تھا کلیجہ اُسکا دہل جاتا تھا بھاگ کے باہر نکل جاتا تھا پہر بھر کا ل ہنگا محشر رہا کبھی آگ برسی کبھی پتھر گرے اہل محلہ جا بجا چھپتے پھرے ۔

بعدہ ایسی تاریکی چھائی کہ ایک کو دوسرے کی صورت نظر نہ آئی اسکے بعد رخ خورشید درخشان دیکھنے مین آیا وہی گھوڑی جسپر غلام سوار تھا کسی کسائی زین ولگام پوزی وکچی پٹہ لگا باگ اُسکی ہاتھ مین نظر آئی خانہ زاد پھر اُسکے پاؤن پر گرا کئی بار صدقے ہوا گرد پھرا اسنے کہا خاطر جمع رکھو اب تا حشر اسکی یہی صورت رہے گی ہیئت بدل سکے گی اب تو ہم جاتے ہین کئی ضرورتین درپیش ہین جب فرصت ہوگی تو گاہ گاہ شام و بیگاہ آئینگے تجکو دیکھ جائینگے وہ تو نظرون سے غائب ہوگئے مین نے گھوڑی طویلے مین باندھ دی اُس دن سے ہمیشہ ہر یا آندھی آئے روز اُسکو دوڑاتا ہون اید ا پہونچاتا ہون خلیفہ یہ ماجرا سُنکے حیران ہوا فرمایا سیدی نعمان تیرا کچھ قصور نہین عمل بد کی یہی سزا ہی جو تو دے رہا ہی ۔

پھر خلیفہ خواجہ حسن کی طرف متوجہ ہوا کہا کل تمہارا محل دیکھکے مجکو پسند آیا اہل محلہ سے جو پوچھا وہ بولے خواجہ حسن نام رسیان بیچ کے بہت تکلیف سے اوقات گزاری کرتا تھا بھوکون مرتا تھا تھوڑے دنون سے امیرانہ گذران ہی جیسا تم ہو اسباب ساز و سامان ہی باوجود اس دولت و حشمت کے نخوت نہین ہمسے اگلی جو ملاقات ہی بہت دیکے ملتا ہی صحبت بے تکلفانہ دن رات ہی

یہ سُنکے مجکو بہت فرحت ہوئی نہایت مسرت ہوئی کہ تم اس دولت خداداد پر نیک نہاد ہو سوداگر بلیت پرستی سست نہ گردی مردی ٭ اسواسطے تمہارا احال دریافت کرنے کو بلایا ہی کہ کیونکر یہ مال و زر بیقیاس تمہارے ہاتھ آیا ہی کچھ اور طرح کا تصور اپنے دل مین نہ لانا راست راست بلا کم و کاست ہم کو سب حالات سُنانا ۔

قصہ خواجہ حسن رسن فروش کا یاوری تقدیر سے مچھلی کے پیٹ سے ہیرا پانا اور دولتمند ہو جانا

خواجہ حسن نے پایۂ تخت کو بوسہ دیا اور عرض کرنے لگا ؎

دادگرا فلک ترا جرعہ کش پیالہ باد	دشمن دل سیاہ را غرقہ بخون چو لالہ باد
ذروۂ کاخ رفعتت رست ز فرط ارتفاع	راہروان وہم را راہ ہزار سالہ باد
ای مہر برج معدلت مقصد کل ز آدمی	بادۂ صاف در کمت در قدح و پیالہ باد
چون بہوای قامتت زہرہ شود ترانہ ساز	حاسدت از سماع آن ہمدم آہ و نالہ باد
دختر فکر بکر من ہمدم صحبت تو شد	مہر چنین عروس را ہم بکفت حوالہ باد

پیر و مرشد پہلے یہ جملہ معترضہ سن لیجیے تاکہ گنجلک نہ رہے اسی شہر مین دو شخص رہتے ہین ایک

کا نام سعد دوسرے کا سعدی ہی سعد تو انتہا کا محتاج و نادار ہی اور سعدی صاحب دولت بیشمار ہی باہم محبت قلبی و دوستی دلی انتہا درجہ کی ہی مگر سعدی تدبیر کا قائل ہی سعد تقدیر پر مائل ہی ؎

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہی تو یہ ہی

وہ کہتا ہی اگر بشر خوش تدبیر ہو تو مال و دولت بڑھتی ہی سعد کا قول ہی تقدیر موافق نہ ہو تو لاکھ تدبیر کرے مصیبت بڑھتی ہی ؎

ہاتھ آتی ہی کب علم و ہنر سے دولت
ملتی ہی قضا اور قدر سے دولت
جو اہل ہنر ہین وہ ہین زر سے محروم
مانوس ہی اہل احمق و خر سے دولت
بخت و دولت بکاردانی نیست
جز بتائید آسمانی نیست

باہم جب گفتگو بڑھی سعدی نے کہا ایک اہل حرفہ ہمارا آشنا ہی مفلسی کی بلا مین پھنسا ہی ہم اسکو کچھ روپیے دیتے ہین دیکھو تدبیر سے وہ جمع بڑھائے گا افلاس دور ہو جائے گا یا دریاے افلاس ہی مین غوطہ کھائے گا۔

یہ کہکے دونون ہمدم غریب خانہ پر تشریف لائے نہایت لطف و محبت کے ساتھ پیش آ کے احوال پرسی کی بڑی ہمدردی کی۔

فدوی نے کہا کمال تکلیف سے اوقات بسر کرتے ہین اہل فقر و فاقہ سے پیٹ بھرتے ہین ؎ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے ✤ جو کچھ ہم لوگون کے نصیب مین لکھا ہی میسر ہوتا ہی اسی مین شبانہ روز گذر ہوتا ہی ؎

ہر چہ نصیب ست بہم می رسد
ورنہ ستانی بستم میرسد

عسرت کا زمانہ مشکل سے گذرتا ہی انسان نہ جیتا ہی نہ مرتا ہی اوقات قلیل ہی فراغت کی کونسی سبیل ہی پانچ لڑکے بی بی تمام دن رسی بٹ کر شام کو بیچتا ہون کچھ کھانے مین صرف ہوتا ہی جو بچا اسکا سن لاتا ہون اس طرح پیٹ پالتا ہون مصیبت کے دن کاٹتا ہون لڑکے کم سن ہین اُنکے کھانے کھیلنے کے دن ہین ؎

چاک کو تقدیر کے ممکن نہین کرنا رفو
سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہی

بیچیا زندگی ہی ورنہ اس کلفت سے اگر موت آجاتی تو بہتر و واجب تھا دنیا کے جھگڑے سے نجات پاتے ہمارے لیے یہی مناسب تھا ؎

یہ بل پڑا ہی ورنہ نکل جاتی بس سے جان
یعنی حرا فرادے کی رسی دراز ہے

سعدی نے میرے حال پر رحم کھایا اور اپنی زبان سے فرمایا کہ اگر دو چار سے روپے نقد ہاتھ آئین تو یہ افلاس کے دن دور ہو جائین ۔

تصویر سعدی اور سعد کی حسن حبال کے گھر آنے کی اور اُس سے ہمکلام ہونے کی



یہ کہکے چار سے روپے کی تھیلی میرے ہاتھ مین دی کہا اسکو بیہودہ صرف نہ کرنا ہم تم کو پھر آ کے اگر آسودہ حال دیکھینگے بہت خوش ہونگے ۔

فدوی اُنکا رہین منت ہوا شکریہ ادا کر کے ہاتھون کو بوسہ دیا وہ رخصت ہوگئے مین پھر اپنے کام مین مشغول ہوا دل مین سوچا تیرے پاس صندوقچہ نہین نہ گھر مین کوئی کوٹھری ہے جہان اس رقم کو حفاظت سے رکھے مجبور یہ تدبیر نکالی دس روپیہ انمین سے نکال کے باقی مضبوط پگڑی کے پیچون مین لپیٹ کر سر مین باندھے اور سن مول لینے کو بازار گیا تو روپیہ کا سن خرید کیا ایک روپیہ بھنا کے کھانے پینے کا سرانجام کیا مدت سے گوشت نہ کھایا تھا وہ بھی ہاتھ مین لیے ہوے گھر جاتا تھا فلک ناہنجار نے نیا رنگ دکھایا قسمت نے پلٹا کھایا ؎

قسمت کو دیکھنا کہ کہان ٹوٹی جا کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

راہ مین چیل نے گوشت دیکھ کے جھپٹا مارا مین نے دوسرے ہاتھ سے بچایا پھر وہ آئی مین نے سینے کے نیچے چھپایا گردن جو جھکی پگڑی مین بوجھ تھا سر سے زمین پر گری نحوست بخت دیکھیے پگڑی مین

سرخ بانات کی ٹوپی تھی چیل گوشت کی بوٹی سمجھی اسنے پنجون مین پکڑکے اُٹھا لیا اور درخت پر جا بیٹھی مین نے ایسا شور وغل کیا کہ محلے کے عورت مرد جمع ہوگئے سب کے چلانے اور غل مچانے سے چیل جو اُڑی پگڑی اُسکے پنجون مین پھنسی تھی لیے چلی گئی غلام سر پیٹتا رہا وہ نظر سے اوجھل ہوگئی مین خائب و خاسر گھر مین آیا ایک تو روپے کے جانے کی کوفت دوسرے یہ ذلت اُٹھانے کی کہ سعدی اگر پوچھیگا کیا جواب دونگا چیل کا لے جانا کیونکر باور آئیگا میرے فریب کا یقین کامل ہوجائیگا دل کی عجب کیفیت تھی کسی پہلو مین نہین لگتا تھا دل قابو سے باہر ہوا جاتا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا غضب ہوگیا ؎

	واقعہ دل کا جو موزون ہی تو مضمون غم ہی		صفحہ ہر ایک مرے دیوان کا صف ماتم ہی
	دل کہین جان کہین چشم کہین گوش کہین		اپنے مجموعہ کا ہر ایک ورق برہم ہی

القصہ دو مہینے تو روپون سے بال بچون نے دونون وقت روٹی پیٹ بھر کے کھائی پھر وہی فاقون کی نوبت آئی تھوڑے دنون کے بعد پھر دونون وہ بزرگوار یعنی سعدی و سعد میرے پاس آئے وہی نقشہ جو دیکھ گئے تھے بدستور پایا مفلسی کا سامان سب نظر آیا کہنے لگے حسن ہم تو تم کو ویسا ہی پاتے ہین وہ روپیہ کچھ کام آیا اور نے کسی صورت فائدہ نہ دکھایا۔

فدوی نے جواب دیا آپ کی عنایت اور غریب پروری مین کچھ شک نہین لیکن بد قسمتی کا علاج کسی طرح ممکن نہین ہوسکتا ؎

	گر زمین را آسمان دوزی		ندہندت زیادہ از روزی

ماجرا وہ گذرا جسے کہتے ہوے شرم آتی ہی جسکو سنکے لڑکے ہنستے ہین مگر بے کہے بھی رہا نہین جاتا پوشیدہ رکھنا گوارہ نہین تقدیر سے چارہ نہین ؎

	حیف کچھ بھی کہا نہین جاتا		ہاے چپ بھی رہا نہین جاتا

پھر مین نے کل سرگذشت اُن دونون صاحبون سے بیان کی سعدی نے تو میری بات کو باور نہ کیا اور کہا حسن تو ہم کو اُلّو بناتا ہی ہنسی دل لگی مین اُڑاتا ہی نادان کو بھی اس بات کا یقین نہین آتا ہی چیل گوشت پر پنجہ مارتی ہی یا پگڑی کسی کی اُتارتی ہی مفلسی مین اتنی جمع تم کو ہاتھ آئی اپنی قوم کے انداز پر نشہ پانی مین خوب اُڑائی مین نے عرض کیا آپ جو فرماتے ہین بہت بجا ہی مگر اس سانحہ کو یہان کا چھوٹا بڑا سب جانتا ہی۔

سعد نے میرے کلام کی تصدیق کی اور کہا اکثر دیکھا اور سنا ہی کہ چیل بعض چیزین علاوہ اپنے طعمہ کے بھی لیجاتی ہی یہ امر کچھ بعید القیاس نہین۔

سعدی نے یہ سنکے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی اور اسمین سے دو سو اشرفیان گن کے مجھے دین اور کہا
حسن ایکی اور دو سو اشرفیان تمھین دیتا ہون خبردار اب انکو اچھی جگہ رکھنا پہلے کی طرح ضائع نہ کرنا اور اپنی
دانائی سے انکو صرف کرنا کہ اپنا سرمایہ بڑھا کے نفع کثیر حاصل ہونے کی تدبیر مین رہنا خدا نے عقل دی ہے
کچھ تو ہوشیاری کر دیانتداری سے اپنی جمع بڑھاؤ حیثیت ظاہری درست کر دو اور لوگون کو دیکھو کیونکر عقل و
تدبیر سے اپنا کام بڑھاتے ہین چند روز مین امیر کبیر ہو جاتے ہین فلاح و بہبود پر نظر کرتے ہین اپنی
زندگی عیش سے بسر کرتے ہین۔

مین نے پہلی مرتبہ سے زیادہ سعدی کی شکر گزاری کی ہزارون دعائین دین ممنون منت ہوا اسی
خوشی انکو رخصت کیا مین جو مکان مین آیا وہان کسی کو نہ پایا اتفاقاً اُسوقت میری قبیلہ اور لڑکے گھر سے
کہین محلے مین چلے گئے تھے مین نے میدان خالی پاکے اُن اشرفیون مین سے دس اشرفیان تو
نکال لین باقی ایک کپڑے مین مضبوط باندھ کے چاہا ایسی جگہ رکھدون کہ بی بی اور لڑکون کا
ہاتھ وہان نہ پہونچے یکایک ایک گوشہ مین ایک مٹکی دیکھی بھوسی اسمین بھری تھی اسی کے اندر دم
پوٹلی اشرفیون کی رکھدی کہ یہان کون دیکھے گا کسی کا وہم و گمان بھی اس طرف نہ جائے گا یہ کارروائی
کر کے سن خرید کرنے بازار چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میری بی بی گھر مین آئی اور ایک شخص سر دھونے کی مٹی بیچتا ہوا آ نکلا میری
بی بی کو اُسکی ضرورت تھی اور کوڑی پیسہ پاس نہ تھا بھوسی کو بیکار سمجھ کے اُس سے کہا اگر بھوسی
سے مٹی بدلو تو مین لے لون وہ راضی ہو گیا مٹی دے کے بھوسی مٹکی سمیت اُٹھا لے گیا اور
اپنے گھر کا راستہ لیا۔

جب مین سن لے کے بازار سے آیا تھک گیا تھا لیٹ رہا خیال جو کیا مٹکی کو اُس کونے مین نہ پایا
گھبرا کے اہل خانہ سے پوچھا وہ مٹکی یہان سے کہان رکھدی اسنے کہا کہ سر دھونے کی مٹی بکنے
آئی تھی مین نے بھوسی سے بدل لی مٹکی سمیت اُسے دیدی۔

یہ سنکے مین نے سر پیٹ لیا کہا غضب کیا مجکو کہین کا نہ رکھا ارے کم بخت مین نے دس کم دو سو
اشرفیان اُس مٹکی مین رکھدی تھین اُن دوستون نے میرے حال پر رحم کھا کے پھر مجکو دی تھین
ہائے کیسا مین ذلیل و خوار ہونگا دوستون کے سامنے کاذب و بے اعتبار ہو جاؤنگا کیا جواب
دونگا کیونکر منھ دکھاؤنگا۔

یہ سنکے وہ غریب بھی رونے پیٹنے لگی فرط اضطراب سے زمین پر پچھاڑین کھاتی تھی سر پر

خاک اُڑاتی تھی مین نے سمجھایا چپ رہ محلے والے اگر سُنینگے میری حماقت پر ہنسینگے پیکے نقصان مایہ
و دیگرے شماتت ہمسایہ کا مصداق ہوگا اُنکا اُنکو ہنسانا اور بھی شاق ہوگا اب رونا دھونا بیکار
ہی فضول ہے سب انتشار ہی ہے

شدنی امر مین یہ وہم و گمان کیا معنی	موت کے نام سے یعنی خفقان کیا معنی

اب جو ہونا تھا وہ ہوا تقدیر تو بر خلاف ہی منفعت کیونکر ہو بلکہ جو ذلت و رسوائی بدی ہی وہ ضرور
ہوگی دوستون سے خفت کے مارے انکو سامنے نہ ہو سکے گی کیا جواب دونگا بدنامی کا ٹوکرا سر پر ہونگا

مجبور قضائے الٰہی پر راضی ہو کے چندے اوقات گزاری۔

آخر ایک دن وہ دونون غمخوار میرے گھر کی طرف آئے مین نے اُنکو دور سے دیکھکر اپنا کام چھوڑ دیا
اور چاہا کسی گوشہ مین جا کر چھپ رہون اور اُنکے روبرو نہ ہون اس وجہ سے کہ میری آنکھ شرم کے
مارے اُنکے سامنے نہو گی ہنوز مین اپنے کارخانہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ اُن دونون مہربانون نے پہونچکر
سلام علیک کی اور خیر و عافیت پوچھی مین نے نہایت شرمندگی و خجالت سے سر نیچا کرکے جواب
سلام دیا مجکو ویسا ہی شکستہ حال پاکے متعجب ہوے اور پوچھا خیر باشد کیون تم اس حال مین کیون
ہو وہ اشرفیان تم اپنے صرف مین نہین لائے۔

مین نے اُنسے کہا صاحبو حال اُن اشرفیون کا یہ ہوا کہ بعد تمھارے جانے کے مین اپنے گھر مین گیا
اور مین نے ایک مٹکی مین کہ مدت سے میرے گھر مین ایک کونہ مین گیہون کی بھوسی اُسمین بھری ہوئی رکھی تھی
مین نے دس اشرفیان نکال کے باقی اشرفیان ایک کپڑے مین مضبوط باندھ کے وہ پوٹلی اسمین
رکھ دی تا کہ بی بی اور بچون کی نظر سے محفوظ رہے اپنی دانست مین احتیاط کی تھی مگر تقدیر کی گردش
سے وہ برعکس ہوئی تدبیر کنند بندہ تقدیر زند خندہ۔

حسب اتفاق اُسوقت کوئی گھر مین نہ تھا مین وہ دس اشرفیان لیے ہوے بازار سن خریدنے
کی غرض سے چلا گیا میرے پیچھے میری بی بی گھر مین آئی اتفاقاً ایک شخص سر دھونے کی مٹی بیچتا ہوا
آیا اُس نیک بخت کو اُسکی ضرورت تھی اور پیسا موجود نہ تھا بھوسی مٹکی سمیت اُسکو دے دی اور
مٹی بدل کے لے لی اگر یہ کہا جاے کہ بی بی سے اشرفیان رکھنے کا تذکرہ کیون نہ کیا تو اُسکے جواب
مین یہی کہا جا سکتا ہی کہ آپ نے مجھے تاکید کی تھی کہ اب کی مرتبہ انکو بہت محفوظ جگہ رکھنا مین نے اپنے
گمان مین وہ بہت اچھی جگہ سمجھی تھی اور احتیاطاً اپنی بی بی تک سے خبر نہ کی تھی کہ مبادا بے اطلاع میرے
کچھ اُسمین سے صرف کر ڈالے

من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال		کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

غرض تمھاری پرورش اور احسان مین کچھ شک نہین مگر میری قسمت مین افلاس ہے کیونکر آسودگی و فراغت ہو دور رنج و کلفت ہو بہرحال مین تمھارا تمام عمر احسان مند رہونگا اطاعت سے قدم باہر نہ دھرونگا

صدقے اس بندہ نوازی کے ترے مین جاؤن		باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و مشفق

سعدی نے اس حال کو سنکے کہا مجھے تمھاری اس بات کا یقین کامل ہوا مین نے دوستانہ تم کو چارسو اشرفیان تو اضع کی تھین کہ اس سے تم کو فارغ البالی ہو نہ یہ کہ تم اُسکا شکریہ ادا کرو بہرحال وہ دونون میری بدقسمتی پر متاسف ہوے۔

آخرالامر سعد نے کہ باخدا شخص تھا اور مجھسے قدیم شناسائی تھی ایک پیسہ سیسہ کا جیب سے نکال کے سعدی کو دکھایا اور مجھسے کہا اس سیسہ کے ٹکڑے سے دیکھو تو خدا کیسی برکت عطا کرتا ہے سعدی اُسے دیکھکر ہنسا اور ازراہ تمسخر کہنے لگا کہ یہ سیسہ کا ٹکڑا کیا حسن کو منفعت بخشیگا اور وہ اسکو کس معرف مین لائیگا۔

سعد نے اُس پیسے کو دیکے کہا کہ تم سعدی کی باتون پر کچھ خیال نہ کرو اور اسکو اپنے پاس رکھو زنکو ہنسنے دو ایک ہی دو روز مین تم کو حال معلوم ہو جائیگا اور خدا چاہیگا تو تم اسکے سبب سے بڑے آدمی ہو جاؤگے مین نے اُسکے ہاتھ سے وہ پیسا لیکر اپنی جیب مین رکھا پھر وہ دونون دوست مجھسے رخصت ہوکے چلے گئے اور مین رسی بٹنے کے کام مین مصروف ہوا رات کو جب مین نے سونے کے لیے اپنے کپڑے اُتارے وہ پیسا جو سعد نے مجھے دیا تھا جیب سے گر پڑا مین نے اُسکو اُٹھاکے کسی طاقچے مین رکھدیا اتفاقاً اُسی رات ایک ماہی گیر کو جو میرے ہمسایے مین رہتا تھا اپنے جال کی درستی کرنے کے لیے ایک پیسہ کی ضرورت ہوئی تاکہ سوت لاکر اُس جال کی درستی کرے اور مچھلیان پکڑنے جائے اور اُنکو بیچ کر اپنے عیال مین صرف کرے اسکا معمول تھا کہ دو گھڑی رات رہے وہ دریا پہ مچھلیان پکڑنے جایا کرتا تھا اُسنے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو جاکر اپنے ہمسایہ سے ایک پیسہ قرض لے آ اور مجھکو دے وہ عورت سب کے گھر گئی مگر کہین سے پیسہ اُسکے ہاتھ نہ لگا مایوس ہوکر اپنے گھر واپس آگئی۔

ماہی گیر نے کہا شاید تو حسن حبال کے گھر نہین گئی عورت نے کہا سچ ہے مین اُسکے گھر نہین گئی اس وجہ سے کہ بہ نسبت اور لوگون کے اُسکا گھر فی الجملہ دور ہے اگر وہان جاتی تو ضرور پیسہ

لے آتی اس جھگڑے سے نجات پاتی۔
ماہی گیر نے کہا تو نہایت سست ہے ارے اسکے گھر جا مقرر وہان سے پیسہ پائیگی اُسکی وجہ بڑبڑاتی ہوئی میرے گھر آئی اور دروازہ کھلا کر کہا ای حسن جبال میرے شوہر کو اسوقت ایک پیسہ کی ضرورت ہے کہ سوت لاکر اپنے جال کی مرمت کرے اور صبح کو مچھلیان پکڑنے جائے مجھے یاد تھا کہ وہ ایک پیسہ جو سعد نے دیا تھا فلان جگہ رکھا ہے مین نے اس عورت سے کہا ذرا ٹھہر جا تو میری بی بی پیسہ لاتی ہے اور اپنی عورت سے مین نے پتہ بتا دیا کہ فلان طاق مین پیسہ رکھا ہے اُٹھا دے اُسنے میرے بتانے سے وہ پیسہ لے جاکر اپنی ہمسائی کو دیا وہ عورت پیسہ پانے سے بہت خوش ہوئی اور میری بی بی سے کہا تو نے اور تیرے خاوند نے میرے شوہر پر بڑا احسان کیا مین اقرار کرتی ہون کہ جو پہلی دفعہ میرا خاوند جال ڈالکے مچھلیان پکڑیگا وہ سب تجھے لا دونگی اور یقین ہے کہ میرا شوہر بھی اس اقرار کو قبول کرے۔
جب اُس عورت نے وہ پیسہ لے جاکر اپنے خاوند کو دیا اور اپنے اقرار سے آگاہ کیا اُسنے بہت خوش ہو کے اس اقرار کو بدل قبول کیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے بہت اچھا کیا کہ یہ اقرار اُسنے کرائی پھر وہ اپنے جال کی مرمت کرکے چار گھڑی کے تڑکے حسب معمول مچھلیان پکڑنے کے لیے دریا پر گیا اور اپنے کام مین بدل مصروف ہوا۔
اتنے مین تاریکی شب مستور ہوئی ظلمت کافور ہوئی شہرزاد نے دُرج دہان پر قفل خموشی لگایا بادشاہ خلوت کدہ سے باہر آیا دوسری شب کو جب شہریار ذی حشم خاقان خدم خلوت کدہ مین آیا اور شہرزاد پری خصال کو طلب فرمایا تو وہ سرو چمن ناز معشوقہ سراپا انداز پہلے بادشاہ شہریار کی تعریف مین رطب اللسان ہوئی توصیف مین یون عذب البیان ہوئی کہ یا رب سلطان حاتم بذل ارسطو عقل کا تیرا اقبال ابد الآباد تک تابان رہے خورشید جلال تا قیام زمین و زمان درخشان رہے سه

کف ہمتش غیرت ابر نیسان — کہ آن آب می بارد و گوہر افشان
چو مریخ خون ریز باشد بہ ہیجا — چو خورشید تابان بود عالم آرا
عدو غرق چون ز آب شمشیر او شد — حسود ان نشانہ سپہ تیر او دید
ز پیلان او ہست یک پیل گردون — سبق بر در خلق پیغمبر و گلگون
بہ ایثار گنجینہ ہا میدہد او — بہ احرار پشمینہ ہا میدہد او
نہ مغموم شد ہیچ کس از در او — نہ محروم شد ہیچ کس از در او
ہمہ وقت سالش بود زندگانی — با قبال و با جاہ و با کامرانی

بنفشہ بود صحت و عافیت ہم	زینش بود عشرت و ہمیشت ہم	

اسکے بعد شہرزاد یون زمزمہ سنج بیان ہوئی کہ حضور جب ماہی گیر نے پہلی مرتبہ جال دریا مین ڈال کر کھینچا ایک ہی مچھلی کوئی سوا بالشت کی اُس جال مین آئی اُسنے اُس مچھلی کو علیحدہ رکھ لیا پھر کتنی دفعہ جال ڈالا اور بہت مچھلیان پکڑین مگر وہ سب مچھلیان اس ماہی سے جسنے پہلے پکڑا تھا چھوٹی تھین اُسکے برابر کوئی نہ تھی جب وہ ماہی گیر اپنے گھر آیا پہلے سب کامون سے اُسنے یہ کیا کہ پہلی مچھلی پکڑی ہوئی ہاتھ مین لے کر حسن حبال کے پاس آیا اور کہا اے ہمسایے رات کو میری قبیلہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ جتنی مچھلیان پہلی دفعہ مین جال مین آئینگی وہ سب تم کو دونگا چنانچہ ایک ہی مچھلی پہلے پہل جال ڈالنے مین مین نے پکڑی تھی لہذا وہ حاضر ہی اسکو احسان شب گذشتہ کا سمجھو اور میری بی بی نے جو تم سے اقرار کیا تھا مین نے اسکو ایفا کیا اگر جال بھر کے پہلی دفعہ مین آتین مین وہ سب تمکو لا دیتا مگر تمہاری قسمت مین بھی ایک مچھلی تھی جو پہلی دفعہ جال مین آئی۔

حسن حبال نے اُس سے کہا وہ پیسا جو رات کو مین نے تمھین دیا تھا اسکی کیا حقیقت تھی کہ اسکا بدلا اور عوض لیا جاے ہر چند مین نے اس مچھلی کے لینے مین تکرار کی آخر جب اصرار ہمسایے کے وہ مچھلی لے کر مین نے اپنی بی بی کو دی اور کہا جو پیسا رات کو ہم نے ماہی گیر کی زوجہ کو دیا تھا یہ اُسکا عوض ہی جو ظہور مین آیا مگر سعد نے تو ہم سے اقرار کیا تھا کہ بسبب اس ایک پیسے کے ہم دولت سے مالامال ہو جاینگے سب طرح سے فارغ البال ہو جاینگے۔

پھر مین نے اپنی بی بی سے اُن دونون دوستون کے آنے کا حال اور سعد کے پیسہ دینے کا قصہ سب بیان کیا میری بی بی بھی اس ایک مچھلی کو دیکھکر متحیر ہوئی اور کہا مین اسکو کیا کرون پھر سوچ سوچ کر دل مین کہا کہ لڑکون کے لیے بھون لون اسواسطے کہ مصالح نہین ہی جو شوروے دار پکاؤن آخر میری بی بی نے اُس مچھلی کو صاف کرتے وقت اُسکے پیٹ سے ایک بڑا ٹکڑہ ہیرے کا پایا اُسنے جانا کہ یہ ٹکڑا شیشے کا ہی اگرچہ اُسنے فقط نام ہیرے کا سُنا تھا کبھی آنکھ سے نہ دیکھا تھا اُسنے چھوٹے بچے کو کھیلنے کے واسطے دے دیا وہ اسکو ہاتھ مین لے کر کھیل رہا تھا کہ اتنے مین اُسکے اور بھائی بہنون نے دیکھکر اُس سے لیا اُسکی خوبصورتی اور چمک دیکھکر سب اسکے مشتاق ہوے اور ہر ایک اسکو باری باری سے اپنے پاس رکھتا۔

جب رات ہوئی اور چراغ روشن ہوا تو ہمارے بچے چراغ کی روشنی مین اُسے دیکھکر خوش ہوتے اور شور و غل مچاتے یہان تک کہ میری بی بی نے کھانا لاکر رکھا اور ہم سب کھانے کے واسطے

بڑے لڑکے نے اُس ہیرے کو ایک طرف دسترخوان کے رکھدیا اور چپکے ہوکے کھانا کھانے لگا بعد فراغت کھانا کھانے کے پھر وہ بدستور آپس مین واسطے اُس ہیرے کے لڑنے جھگڑنے لگے باوجود سُننے اس ہنگامہ کے ہم اصلا متوجہ نہ ہوے کہ کیون وہ بچے شور و غل کرتے ہین آخر جب بہت شور و غل کیا مین نے بڑے لڑکے کو بُلا کر پوچھا آج تم کس لیے آپس مین لڑ رہے ہو اُسنے کہا بابا ہم واسطے ایک ٹکڑے شیشے کے کہ مانند چراغ کے روشن اور چمکتا ہے آپس مین جھگڑتے ہین مین نے اس ٹکڑے کو منگوا کر دیکھا اسکی چمک دمک دیکھکر مین بھی متحیر ہو گیا اور اپنی بی بی سے پوچھا یہ شیشے کا ٹکڑا کہان سے تمھارے ہاتھ لگا اُسنے کہا مین نے اس مچھلی کے پیٹ سے صاف کرتے وقت پایا۔

مین نے سوا اسکے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ ایک شیشے کا ٹکڑا ہے کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلا بعد اسکے مین نے اپنی زوجہ سے کہا کہ چراغ کو آڑ مین کوٹھری کے اندر رکھدو جب ہماری نظر سے اوجھل ہوا روشنی اُس ہیرے کی اس قدر تھی کہ ہم سب کام بدون چراغ کے اسکی روشنی مین کرتے تھے ہم نے اُسکو کنارہ کوٹھری کے رکھدیا کہ ہم کو روشنی دیوے۔

یہ حال دیکھکر مین نے اپنے دل مین کہا سعد کے پیسے کی بدولت اتنا فائدہ ہوا کہ رات کو چراغ جلانا نہ پڑا تیل کی کفایت ہوئی اور جب ہمارے بچون نے دیکھا کہ ہم نے چراغ بجھا کر بجاے چراغ کے اُس شیشے کے ٹکڑے کو رکھا وہ اور بھی اُچھلنے کودنے اور شور و غل مچانے لگے یہان تک کہ اس شور کو سب اہل محلہ نے سُنا آخر میرے گھرکنے سے لڑکے چُپ ہو گئے سو رہے اور ہم نے بھی اپنے بستر پر آرام کیا بند اپنا سب کام کیا۔

اتنے مین سپیدۂ صبح

جھلکا جھلکا سپیدۂ صبح		ہلکا ہلکا سپیدۂ صبح	

شہرزاد خاموش ہوئی اور بادشاہ روانہ دربار ہوا مصروف کاروبار ہوا جب شام کو بادشاہ خلوت کدہ مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا۔

خاتون جمیلہ شہرزاد یون کہنے لگی کہ حسن حبال فجر کو اُٹھکر حسب معمول اپنے کاروبار مین مشغول ہوا شیشے کے ٹکڑے کا خیال دل سے جاتا رہا ہمسایہ مین میرے ایک بڑا تاجر جوہری یہودی رہتا تھا جو خرید فروخت جواہر کی کیا کرتا تھا اس رات کو وہ اور اُسکی بی بی جب قصد سونے کا کرتے بچون کے شور غل سے بیچین ہوتے اور دیر تک اُنکو شور و غل کی وجہ سے نیند نہ آتی۔

غرض صبح کے وقت اُسکی بی بی اپنی اور خاوند کی طرف سے شکایت کرنے شور و غل کی میرے مکان

مین آئی میری بی بی نے اُسے دیکھکر قبل اسکے کہ وہ کچھ شکایت کرے مافی الضمیر اسکا دریافت کیا اور اسکا نام لیکے کہا اے راحیل تم نے کل رات کو میرے بچون کے شور وغل سے تکلیف اٹھائی ہوگی انکا قصور معاف کر دیجے تھوڑے مین ہنس دیتے ہین اور تھوڑے مین رو دیتے ہین اندر آؤ مین سبب اُنکے شور وغل کرنے کا جو موجب تمھاری شکایت کا ہی بیان کردن -
جب وہ اندر گئی میری بی بی نے وہ شیشے کا ٹکڑا اُسے دکھلایا اور کہا یہی سبب اُنکے شور وغل کا تھا وہ یہودیہ کہ سب اقسام کے ہیرون کو خوب پہچانتی تھی اُس ٹکڑے کو دیکھکر متعجب ہوئی میری بی بی نے سب حال اُسکے مچھلی کے پیٹ سے پانے کا اس زن یہودیہ سے کہدیا اُسنے تجاہل عارفانہ کرکے کہا یہ ٹکڑا شیشہ کا بہ نسبت اور قسم کے شیشون کے اچھا ہی میرے پاس بھی اسی طرح کا ایک ٹکڑا شیشہ کا ہی کہ کبھی مین اُسکو پہنتی ہون اگر تو بیچے تو مین مول لے لون میرے بچے نام بیچنے کا سُنکے اپنی ماں سے روکر کہنے لگے کہ تو اسکو نہ بیچ ہم پھر شور وغل نہ کرینگے -
لڑکون کا اصرار دیکھکر وہ دونون عورتین چپ ہو رہین اور وہ یہودیہ رخصت ہوکے اپنے گھر چلی اور آہستہ میری بی بی سے کہا خبردار کوئی دوسرا شخص اس شیشے کے ٹکڑے کو نہ دیکھے اور بغیر اطلاع ہمارے اور کسی کے ہاتھ زنہار نہ بیچنا اور وہ یہودی فجر کو اپنی دوکان پر گیا اسکی بی بی نے وہین جاکر اس شیشے کا ٹکڑے کا حال اُس سے ظاہر کیا -
یہودی نے کیفیت سُنکے کہا ابھی تو جاکے اس ٹکڑے کو میرے واسطے مول لے لے پہلے اسکی تھوڑی قیمت کہنا پھر بتدریج دام اسکے بڑھا کے جتنے کو ہوسکے خرید لینا مال ہاتھ سے جانے نہ دینا یہودیہ بموجب حکم شوہر کے میرے بی بی کے پاس آئی اور کہا بیس اشرفی اُس شیشے کے ٹکڑے کے دیتی ہون ابھی مول لیتی ہون -
میری بی بی بیس اشرفی کا نام سُنکے اپنے دل مین سوچی کہ یہ قیمت اُسکی بہت دیتی ہی مگر اُسکا کچھ جواب نہ دیا اتنے مین مین اپنا کام چھوڑکے واسطے کھانا کھانے کے گھر آیا اور دونون کو دروازے مین باتین کرتے دیکھا میری بی بی نے مجھے وہان ٹھہراکے کہا بیس اشرفی قیمت اس شیشے کے ٹکڑے کی دیتی ہی مین نے اب تک کچھ جواب اسکو نہین دیا ہی تمھاری کیا مرضی ہی مین نے سعدی کی بات کو یاد کیا کہ اسنے کہا تھا کہ یہ پیسہ پیسے کا تم کو بہت کچھ دلوائیگا فائدہ دلوانے کا سبب ہی -

	دریشان حالی و درماندگی	دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست	

یہودیہ نے میرے سکوت سے جانا کہ اس قیمت پر یہ راضی نہین اسنے کہا اے ہمسائی اگر تم اس

قیمت پر راضی ہو تو مین پچاس اشرفی دیتی ہون مین نے دیکھا یہودیہ ایسی جلدی مین اشرفیون سے
پچاس تک آئی ہی اسکی قیمت بہت زیادہ ہوگی مین خاموش ہو رہا پھر کچھ جواب نہ دیا ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اُسنے مجھے خاموش دیکھکے کہا ایک سو اشرفی لو اور یہ اسکی قیمت بہت ہی مین نہین جانتی کہ میرا خاوند
اتنی قیمت دینے پر راضی ہو یا نہین۔
مین نے کہا بی بی کچھ ہوش کی باتین کرو مین اس ٹکڑے کو لاکھ اشرفی سے ہرگز کم نہ بیچونگا اور اس قیمت
پر تمھین اور تمھارے شوہر کو دیتا ہون اس لیے کہ تم میرے ہمسایے ہو۔
پھر وہ یہودیہ بڑھتے بڑھتے پچاس ہزار اشرفی تک آئی اور مجھسے کہا تم رات تک ذرا تامل کرو کہ میرا
خاوند اسکو ایک نظر دیکھ لے مین نے کہا بہتر ہی۔
رات کو اسکا خاوند یعنی وہ یہودی میرے گھر آیا اور مین نے اس ہیرے کو دکھلایا ہنوز چراغ نہین
آیا تھا مگر وہ گوہر شب چراغ میرے ہاتھ مین چمک رہا تھا یہودی کو اُسوقت جو کچھ کہ اُسکی بی بی نے کہا تھا
یقین ہوا اور اسکو اپنے ہاتھ مین لے کر دیر تک جانچا اور پھیر پھیر کے دیکھا نہایت متحیر ہوکے کہا کہ میری بی بی
پچاس ہزار اشرفی دیتی ہی مین بیس ہزار اشرفی اُسپر اضافہ کرتا ہون مین نے کہا تم کو زبانی اپنی بی بی
کے معلوم ہوا ہوگا بخوبی مفہوم ہوا ہوگا جو مین نے اُسکی قیمت اس سے کہدی ہی یعنی ایک لاکھ اشرفی سے
کم مین اسکو نہ بیچون گا ؎

آبرو جنس گران ہی کہین بیکار نہ جاے	توہی سستے لے تو یہ سودا سر بازار نہ جاے

ہر چند اُسنے چاہا کہ لاکھ اشرفی سے کم قیمت لون مین نے کہا اگر تم اس قیمت کو نہ لوگے تو مین اور
جوہریون کے ہاتھ اس ہیرے کو بیچونگا ؎

ہی سر بازار فروشی تو خریدار بہت	تم نہین اور سہی اسکے طلبگار بہت
بیچ ڈالو اسے ملجائیگی قیمت اچھی	سو خریدار ہین موجود جو مال اچھا ہی

آخر وہ یہودی اس قیمت پر راضی ہوا اور دو ہزار اشرفی بطریق بیعانے کے مجھے دے گیا کہا کل مین سب
اشرفیان تجھے لا دونگا اور اس ہیرے کو لے جاؤنگا مین بھی اس بات پر راضی اور آمادہ ہوا
اپنے دل مین مسرور زیادہ ہوا دوکان بند کرکے اپنے گھر آیا بی بی کو یہ مژدہ سنایا خدا کا شکر بجا
لایا سعد کی اعانت سے گوہر مقصود ہاتھ آیا تھوڑے زمانہ مین دل کی کلفت دور ہوگی اب نصیب
راحت اور کثیر دولت ہوگی ؎

اتنے مین سہ

منشی سحر ہاتھ مین لے کر قلم زر / لکھنے لگا منصوبی و معزولی لشکر
لے فرد سیہ شب کو کیا خارج دفتر / منصوب ہوا عامل روز اپنی جگہ پر

مہتاب پہ جاری تھا قلم امر و نہی کا
پروانہ چراغون کو ملا برطرفی کا

شہرزاد نے تاجدار فلک احتشام کی جانب مخاطب ہو کر کہا بشرط خیریت شب کو بقیہ قصہ سناؤنگی کہ طوطی بھی بند ہو جائے حضور کی روح خورسند ہو جائے سہ

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزل خوانی / تو بلبلین ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا کبھی جو کھینچے قد / برنگ سایہ پڑے پاؤن سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میرے / نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی

بادشاہ نے خوش اور محظوظ ہو کر کہا شہرزاد اس فن قصہ گوئی مین تو ہزار داستان ہے بیشک سحر بیان و شیرین زبان ہے خداوند کریم جلد شب کی صورت دکھائے کہ بقیہ قصہ تمھاری زبان معجز بیان سے میرے سننے مین آئے سہ

عشوہ و ناز و کرشمہ سے مجھے شاد کرو / دل ویران کو شب وصل سے آباد کرو

شہرزاد گویا ہوئی کہ دوسرے دن اُس یہودی نے اپنے دوستون اور شریکون سے قرض لیکے ایک لاکھ اشرفی گن دین اور مین نے اُسوقت وہ ٹکڑا ہیرے کا اُسے دیدیا حسن جبال نے کہا اسی سبب سے مجھے فراغت حاصل ہوئی اور جو دولت غیر مترقب مین نے پائی خدا کا شکر بجا لایا اور مین نے چاہا کہ اسی طرح شکر سعد اور سعدی کا جا کر بوقت ملاقات بجا لاؤن۔

پھر مین نے اس دولت خداداد سے اپنا اسباب امیرانہ درست کیا اور میری بی بی نے بھی اپنے بچون کی درستی اسباب و پوشاک کی کر لی اور ہم نے ایک بڑا گھر مول لیکے کہ اسکو چھت پردے وغیرہ اسباب و سامان سے تیار کیا۔

اسکے بعد مین نے اپنی بی بی سے کہا اب ہمین مناسب یہ ہے کہ اپنے قدیم پیشے کو نہ چھوڑین اُسکے لیے کچھ دولت اُٹھا رکھین اُسی سے اُسکا کاروبار کیا کرین۔

پھر مین نے سب کاریگر شہر کے نوکر رکھے اور انکو بہت سے روپئے دیکر کئی کارخانے رسی بٹنے کے جاری کیے اور کئی شخصون کو معتبر جان کے ایک ایک کارخانہ انکے سپرد کر دیا اب کوئی محلہ بغداد کا باقی نہین ہے جسمین گماشتہ اور میرا

کاروبار رسی کا تھوا اور اسی طرح سے ہر ایک شہر اور ہر ایک ضلع مین ایک ایک کارخانہ مقرر کرکے ایک ایک ایجنٹ وہان متعین کیا ہے اب مجکو اس سبب سے دولت کثیر حاصل ہوتی ہے اور واسطے اپنے کارخانہ خاص کے ایک بڑا مکان اور مول لیا جسمین زمین بہت تھی مگر وہ گھر بہت شکست و ویران تھا مین نے اسکو توڑ کر پھر از سر نو اسمین ایک عمارت عالی شان بنوائی جسکو کل حضور نے ملاحظہ فرمایا تھا اسمین صرف میرے کارندے رہتے تھے اور دفتر حساب کتاب کا بھی وہین ہے اور اسباب اپنا اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت کا اسی مکان مین رکھتا ہون۔

اسکے بعد مین اپنے قدیمی گھر کو جسمین سعد اور سعدی آئے تھے چھوڑ کر نئے محل مین کہ خاص اپنے رہنے کے لیے بنوایا تھا آرہا۔

بعد ایک مدت کے سعد اور سعدی نے مجھے یاد کیا اور چاہا کہ پھر مجھے دیکھین وہ دونون اسی مکان قدیم مین آئے مجکو اور میرے چھوٹے سے کارخانہ کو اس مقام پر نہ پاکے بہت متحیر ہوے پھر وہان کے رہنے والون سے پوچھا کہ فلان رسن فروش کہان ہے جیتا ہے یا مر گیا لوگون نے کہا صاحب اب تو وہ بڑا تاجر ہے اب اسکا نام خالی حسن کرکے کوئی نہین لیتا بلکہ اسے خواجہ حسن حبال کہتے ہین اور اب فلان مقام پر ایک محل عالی شان بنوایا ہے وہین رہتا ہے۔

پھر وہ دونون مہربان میرے پوچھتے ہوے وہان آئے مگر سعدی کو اصلا یقین نہ تھا کہ یہ دولت و حشمت مجکو بسبب اس پیسے کے ہوئی ہے اس امر کو تصور کرکے اسنے سعد سے کہا مین حسن حبال کو مرفہ حال دیکھ کے نہایت خوش ہوا اگرچہ اسنے دو جھوٹ مجھ سے بولے یہان تک کہ چار سو اشرفیان مجھ سے لین اور اسی سرمایہ سے اسنے یہ دولت بڑھائی اور وہ پیسہ کا جو تم نے اسے دیا تھا محال ہے کہ اس سے اسقدر فراغت اسکو حاصل ہو۔

سعد نے کہا یہ خیالات تمھارے بالکل غلط ہین حسن حبال آدمی فریبی و دغاباز نہین ہے جو اسنے پہلے تم سے کہا تھا وہ صحیح و درست ہے اور مجھے یقین کلی ہے کہ اسی پیسے کے سبب یہ فارغ البالی و خوشحالی اسکو میسر ہوئی عنقریب زبانی خواجہ حسن کے اسکا کل حال تمھین معلوم ہوگا قدرت خدا مین انسان کو کیا دخل ہے اسکے کارخانے مین عاری عقل ہے سو

پل مین چاہے تو گدا کو وہ کرے تخت نشین	کچھ اچنبھا نہین اسکا کہ خدا قادر ہے

یہی گفتگو کرتے ہوے وہ دونون شفیق اس کوچہ مین جہان میرا گھر تھا تشریف لائے عمارت جدید میری کی رفعت و عظمت دیکھ کے پہچان گئے کہ یہ نو تعمیر مکان مقرر خواجہ حسن کا ہوگا پھر انھون نے دروازہ پہ

دستک دی میرے دربان نے دروازہ کھول دیا —
سعدی بہت کروفر اور کثرت شاگرد پیشہ کی دیکھکر خائف ہوا کہ مبادا یہ گھر کسی اور امیر کبیر کا ہو تو مفت مین خفت حاصل ہو —
غرض جرات کرکے دربان سے پوچھا کیا یہ مکان خواجہ حسن حبال کا ہی دربان نے جواب دیا کہ یہ گھر اُنھین کا ہی اندر آیئے خواجہ صاحب اپنے دیوان خانہ مین بیٹھے ہین وہان اکثر خادم منتظر موجود ہونگے آپ کی فوراً اطلاع کر دینگے —
پھر وہ دونون صاحب آئے مین نے دیکھتے ہی اُنکو پہچان لیا اور جلد اپنی جگہہ سے اُٹھکے اُنکی طرف دوڑا اور اُنکی قبا کے دامنون کو بوسہ دیا ہرچند وہ چاہتے تھے کہ معانقہ کرین مین ازراہ فروتنی کے اپنے تئین اس سے باز رکھتا تھا آخر کو بڑے تپاک سے اندر لیجا کے ایک دالان رفیع مین بہت اچھی جگہہ چاہا کہ بٹھاؤن مگر وہ اصرار کرتے تھے کہ یہ بیٹھے —
پھر مین نے کہا کہ صاحبو مین اپنی اوقات بھولا نہین ہون وہی غریب ٹکے کا آدمی حسن رسّی ساز ہون ہمیشہ تمھارے حق مین دعاے خیر کرتا ہون —

سر منت کش اُٹھتا نہین بار ندامت سے	ترے لطف و عنایت کی ہی اسقدر گرانباری

اور تمھارے حقوق مین نے فراموش نہین کیے یہ سب آپ ہی کا تصدق ہی اور آپ ہی کے طفیل سے مجکو یہ ثروت حاصل ہوئی ہی جو مین کہون اُسکو مانیے آخر وہ ایک جگہہ بیٹھ گئے مین بھی اُنکے مقابل بیٹھا تھا صحبت اُنکی کرتا رہا —
سعدی نے سلسلۂ سخن آغاز کیا کہ ہم تمھین اس حال مین دیکھکر نہایت خوش ہوے اور بعد اسنے جیسا کہ ہمارا جی چاہتا تھا تمھین اُس رتبہ کو پہونچایا اور مجھے یقین ہی کہ اُنھین چارسو اشرفیون کے سرمایے سے جو مین نے تمھین دی تھین یہ سب دولت و حشمت تم کو حاصل ہوئی ہوگی لیکن سچ کہو کہ کسو واسطے تم میرے فریب دینے کے واسطے سابق مین دو دفعہ جھوٹ بولے —
سعد یہ کلام سعدی کا سنکے دل مین تا وپیچ کھاتا رہا مگر چپکے سُنتے گیا جب وہ کہہ چکا تو یہ گویا ہوا کہ قبل اسکے کہ حسن حبال تمھین اس بات کا کچھ جواب دے مین عرض کرتا ہون کہ جو کچھ تم سے پہلے حسن نے حال نقصان اشرفیون کا کہا تھا سب صحیح و درست ہی سر مو اسمین فرق نہین ہی جھوٹ اسمین ذرا نہین کہین ہی —
پھر اُن دونون مین باہم اسی بات پر محبت و تکرار ہونے لگی مین نے کہا صاحبو اس گفتگو

خوا ہ مخواہ تم سے مین نے کہا کہ جو کچھ مجھ پر گذرا تھا وہ میرے اوپر ہوا گے مین نے کہا
کو جانے دو میرے واسطے کیون رنج اُٹھاتے ہو تمھارے حضور مین آیا ہی جو کچھ ظہور مین آیا ہی تمھارے حضور مین کہتا ہون بہرحال مین تمھارا
اُسکو سچ جانو یا جھوٹ سمجھو اور اب بھی جو کچھ ظہور مین آیا ہی
ممنون احسان ہون تابع فرمان ہون ؎

بہر تقریر مین گر لب دریا مجھکو		آپ کی فیض رسانی کا بیان تب بھی ہو

چنانچہ تمام حال اُس پیسے کے دینے کا ماہی گیر کو اور ہیرے کے نکلنے کا مچھلی کے پیٹ سے جیسا کہ مین نے
آپ کے حضور مین کہا اُنسے بھی ظاہر کیا۔
سعدی نے اُسے سُنکے کہا اے خواجہ حسن اتنے بڑے ہیرے کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا ویسا ہی ہی جیسا کہ
چیل تمھارے سر پر سے پگڑی لے گئی اور تھیلی بھوسی کی دے کے سر دھونے کی مٹی بدل لی اگرچہ وہ پیچ
ہی کیون نہو مگر مجھے باور نہین آتا کسی طرح سے قرین قیاس نہین ہو سکتا یہ سب فراغت انھین اشرفیون
کے سبب سے تمھین ہوئی ہی۔
یہ کہکے وہ اُٹھے اور مجھ سے رخصت ہونے لگے مین بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنسے کہنے لگا صاحبو تم نے میرے
حال پر نہایت کرم کیا کہ میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمایا ؎

در رہ گذرت گل و سمن کاشتمے		از آمدنت اگر خبر داشتمے

مگر مین امید وار ہون کہ شب کو یہین ما حضر تناول فرمائیے اور اسی فقیر خانے مین شب باش ہو جیے صبحکو مین
آپ کو دریا کی سیر کے لیے اور وہ مکان دکھانے کو لے چلونگا جو مین نے لب دریا تفریح طبع کے
لیے مول لیا ہی از سر نو تعمیر کیا ہی۔
تصویر حسن حبال کی مع سعد و سعدی کے اُس مکان پر تکلف مین آنے کی جہان طرح
طرح کے کھانے دستر خوان پر چنے اور عورت و مرد ناچتے اور قسم قسم کے تماشے ہو رہے ہیں



اُنھون نے بعد معذرت کے میری عرض کو قبول کیا مین نے انکے واسطے کھانا تیار رہونے کا حکم دیا اور انکو سب اپنے مکانات و اسباب اور سامان دکھلانا شروع کیا اور ہر ایک طرح کی باتین خوشی اور فرح آمیز آپس مین کرتے رہے یہان تک کہ خادمون نے خبر دی حضور کھانا تیار ہی مین اپنے اُن دونون دوستون کے اُس کمرے مین لے گیا جہان دسترخوان بچھا ہوا تھا اور انواع و اقسام کے شیرین و نمکین کھانے اُسپر چنے ہوے تھے اور شمعین جابجا روشن تھین اور آگے میز کے گانا بجانا ہو رہا تھا اور ایک سمت کو زنانے اور مردانے طائفے گا رہے تھے اور سوا اسکے بہت تماشے اُن دونون کو دکھلاکے دونون صاحبون نے بے تکلف کھانا کھایا پھر بادۂ ارغوانی کا دور رہا نقشہ ہی کچھ اور رہا حالت سرور و نشہ مین سعدی نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ یہ غزل گائی حاضرین کی طبیعت بہلائی ؎

تمال آفرینش دمبدم پیغام رخصت ہی
اجل ہی دست بستہ گرمی بازار رحلت ہی

متاع مستعار زندگی پر ناز بیجا ہی
کہ پاس انسان کے پھر چند روزہ یہ ودیعت ہی

عبث ہم کو امید وصل جانان ہی کہ [illegible]
انیس خلوت شبہائے تیرہ رنج فرقت ہی

میسر ایک دن ہی ظلمت شبہائے تنہائی
فروغ زندگانی پر حیات انسان کو نخوت ہی

نہ بھول اے بلبل شیدا زمان موسم گل پر
کہ دو دن عمر سے کب گل کو گلشن کو فرصت ہی

بشکل دیدۂ تصویر حیرانی قسمت کو ہی
نہین معلوم کس آئینہ رو کا محو طلعت ہی

مین رند بادہ کش ہون زہد سے کیا کام مجھکو
کسے کہتے ہین تقوی کون پابند طریقت ہی

کسے کہتے ہین تقوی کسکو استغفار کہتے ہین
ادنٰی لومی پیو ساغر کہ دور عیش رخصت ہی

طبیعت خستہ دل ساغر پیو عہد جوانی ہی
ازل سے حضرت پیر مغان کی یہ وصیت ہی

سعدی نے بھی اسی ردیف و قافیہ کی غزل بحر ہزج مین گانا شروع کیا سب کے دلون کو اپنی جانب رجوع کیا ؎

ازل سے طاعت پیر مغان اپنی سعادت ہی
کہ میرا ایمان ہی میرا میکدہ جائے عبادت ہی

خم محراب ابرو مجھکو تو ہر جائے سجدہ ہی
تلاوت مصحف رخسار کی عین عبادت ہی

گمان ہوتا ہی عنقا کا ہمارے جسم لاغر پر
فراق یار مین کس مرتبہ اوج نحافت ہی

نہین اسکے ہین سب کانٹے مرے پا خار صحرا سے
سر شوریدہ بھی زینت کش سنگ ملامت ہی

کسی کو کم کیجیو مقتل مین زور بازوے قاتل
کہ مجکو ایک مدت سے تمنائے شہادت ہی

ذقن ہی چاہ زمزم اور دہن سرچشمہ حیوان	لب جان بخش جانان شکرستان حلاوت ہی
بشکل قیس کیون لیلی شمائل کے تعشق مین	وداع عقل و دین ہی رخصت ناموس و طاقت ہی
کہون کیا مین کہ ذکر بوے گل سے سرگرانی ہی	یہ ادنی اُس پری رخسار کا طرز نزاکت ہی
پہونچنا ہم سفر ملک عدم مین کچھ نہین آسان	بڑی منزل سفر مشکل عجب بعد مسافت ہی
کہان تو اور کہان تیرے بلیغ اشعار ایسے مین	سمجھ اسکو خداوند ازل کی یہ عنایت ہی

جب آدھی رات گئی آرام کیا دم سحر بعد ادائے نماز مین نے کہا اب دل کے میرا مکان و باغ جو لب دریا مین نے بنوایا ہی ملاحظہ فرمایئے ۔
القصہ کشتی بہت تکلف کی مین نے سیر کے واسطے بنوائی تھی منگائی اُسپر ہم سوار ہوے باغ مین پہونچے اسکی تیاری پھولون کا رنگ کیاریون کا ڈھنگ دیکھ کے اُنکی طبیعت فرحناک ہوئی سب قسم کے پھولون کے درخت روشون کے کنارے برابر لگے ہوے تھے اور دریا سے پکی نہرون مین ہو کے پانی سب جگہ پہونچتا تھا اور میوے پختہ درختون مین لگے ہوے اور پھول چمنون مین کھلے ہوے جنکی خوشبو سے تمام باغ مہک رہا تھا دماغ معطر ہوتا تھا ۔

درختانش کشیده شاخ در شاخ	به تنگ آغوشی هم تنگ گستاخ
چنارش را قدم بر دامن سرو	حمائل دستها بر گردن سرو
قد رعنا کشیده نخل خرما	گرفته باغ را از کار بالا
اگر فردوس بر روے زمین ست	همین ست و همین ست و همین ست

اور جابجا آبشارین اور فوارے چھوٹ رہے تھے اور طرح طرح کے جانور خوش الحان درختون پر بیٹھے چہچہا رہے تھے اور سوا اسکے بہت چیزون کو جنکے دیکھنے سے دل کو نہایت فرحت حاصل ہوتی تھی وہ دونون صاحب دیکھکر کمال مسرور ہوے کبھی میری شکرگزاری کرتے تھے کہ تم نے ایسی سیر دکھائی کہ دل باغ باغ ہوگیا اور کبھی کہتے تھے کہ خداے تعالے تمھین یہ مکان و باغ مبارک کرے آخر الامر پھرتے پھرتے ایک درخت بہت بلند و سرکشیده کے قریب پہونچے کہ اُس طرف کنارے پر باغ کے لگا ہوا تھا اسکو دکھلا کے ایک مختصر مکان مین واسطے کھانا کھلانے کے لے آیا اور دالان مین جہان مسند تکیہ لگا ہوا تھا اُن دونون شخصون کو بٹھایا ۔
اس اثنا مین وہ دو لڑکے میرے جنکو مین نے دو تین دن قبل اُنکے معلم سمیت اُس باغ مین واسطے تبدیل آب و ہوا کے بھیجا تھا آشیانے چڑیون کے ڈھونڈھتے ہوے ایک درخت کے نیچے گئے جہان بچہ

چنانچہ اُنکو وہان ایک آشیانہ نظر پڑا بے اختیار ہوکے چاہا کہ اُس درخت پر واسطے اُتارنے اُس آشیانے کے چڑھ جاوین مگر بسبب کمزوری اور بے کثرت ہونے کے چڑھنے کی جرأت اپنے مین نہ پائی آخر غلام کو جو اُنکی خدمت مین رہتا تھا اس درخت پر چڑھایا وہ غلام اس درخت پر چڑھ گیا اور آشیانے کو دیکھکر نہایت متعجب ہوا کہ وہ کپڑے سے بنا ہوا تھا وہ جو کچھ بجنسہ اُس درخت سے اُتار لایا اور میرے لڑکون کو وہ پگڑی دکھلائی بڑا لڑکا اسکو ہاتھ مین لیے ہوے میرے دکھانے کو لایا مین نے اسکو دور سے دیکھا کہ نہایت خوشی سے میری طرف آتا ہے اور اسکو میرے آگے رکھکے کہا بابا دیکھو یہ آشیانہ کپڑے کا بنا ہوا ہے سعد اور سعدی بھی اُسے دیکھکر مجھسے زیادہ متعجب و متحیر ہوے۔

جب مین نے اچھی طرح سے اس آشیانے کو دیکھا تو اپنی دستار کو پہچانا کہ یہ وہی دستار ہے کہ جسکو چیل میرے سر پر سے جھپٹا مار کے لے گئی تھی پھر مین نے اُن دونون دوستون سے کہا تم بھی خوب غور کرکے دیکھو کہ یہ وہی دستار ہے کہ اُس دن میرے سر پر تھی جس دن کہ پہلے پہل آپ لوگون نے میرے کارخانہ مین قدم رنجہ کیا تھا۔

سعد نے کہا مین تو پہچان نہین سکتا سعدی بولا کہ اگر ایک سو ایک اشرفیان اُسمین ہون تو جانیے کہ یہ وہی دستار ہے مین نے کہا کہ صاحب بیشک یہ وہی میری پگڑی ہے تب مین نے اُسکو انداز کیا تو بہت بھاری پایا کھولا تو ایک چیز بھاری اُسمین بندھی ہوئی تھی جب اُس گرہ کو کھولا تو اُسمین وہی تھیلی اشرفیون کی نکلی مین نے اُس تھیلی کو دکھلا کے سعدی سے کہا پہچانا تو یہ تھیلی تمھاری ہے سعدی نے پہچان کر کہا فی الحقیقت یہ وہی تھیلی اشرفیون کی ہے جو مین نے تم کو اول ہی دفعہ دی تھی پھر مین نے منہ اس تھیلی کا کھولکے غالیچہ پر آگے سعدی کے اشرفیان ڈھیر کر دین اور کہا اسکو شمار کرو اُسنے گنین وہ پوری ایک سو نوے اشرفیان تھین۔

سعدی اس معاملہ سے نہایت خجل ہوا اور اقرار کیا کہ اب مجھکو تمھارے کہنے کا یقین ہوا میری بدگمانی غلط تھی تم صحیح کہتے تھے مگر اب آدھی فراغت تم کو اُن دوسو اشرفیون سے ہوئی ہے جو دوسری مرتبہ تم کو دین تھین اور آدھی اُس پیسے کے سبب سے جو سعد نے تمھین دیا تھا مین سنکے خاموش ہو رہا مگر سعد اور سعدی کے درمیان پھر بحث و تکرار ہونے لگی گفتگو بیکار ہونے لگی بعد ازان کھانا کھایا اور اُس ہوادار مکان مین سو رہے۔

تھوڑے دن رہے اُٹھے مکانات کی سیر مین اور اُسکی تیاری دیکھنے مین شام ہو گئی چونکہ پہلے سے قصد شب باشی کا وہان نہ تھا اسوجہ سے گھوڑون پر سوار ہوکے بغداد کو چلے اثنائے راہ مین سب

خدمتگار ہم سے جدا ہو کے پیچھے رہ گئے دانہ گھوڑون نے نہین کھایا تھا اور سب دکانین شہر کی بند ہو گئی تھین
دو تین غلام کہ ہمارے ساتھ دوڑتے چلے آتے تھے دانہ تلاش کرنے گئے چنانچہ ایک غلام نے ایک مٹکی بھوسی
کی بھری ہوئی کسی بنیے کی دوکان پر رکھی ہوئی دیکھی وہ اُس بنیے سے اُس بھوسی کو مول لیکے مٹکی سمیت
ہمارے پاس اُٹھوا لایا اس اقرار پر کہ کل ہم تمھاری مٹکی بھجوا دینگے۔
پھر وہ غلام مٹکے سے بھوسی نکال نکال کے ہر ایک گھوڑے کو دینے لگا اندھیرے مین ایک کپڑا اُسکے
ہاتھ لگا اور بہت بھاری معلوم ہوا وہ غلام اس کپڑے کو بجنسہ میرے پاس لے آیا اور مجھے دیا کہ دیکھیے یہ وہ
کپڑا تو نہین ہے جسکا قصہ آپنے کئی بار ہم لوگون سے بیان کیا ہے مین نے اس کپڑے کو دیکھکر پہچانا کہ بیشک
یہ وہی کپڑا ہے جسمین ایک سے نوے اشرفیان باندھ کے بھوسی کی مٹکی مین ڈال دی تھین نہایت خوش
ہو کے مین نے اپنے دوستون سے کہا تھا جو خدا نے مجھے قبل اسکے کہ مین اور تم جدا ہون سرخرو اور سچا کیا
علی الخصوص سعدی سے کہا یہ دوسری ایک سے نوے اشرفیان مین جو دوبارہ آپ نے مرحمت کی تھین اور
مین اس پرانے چیتھڑے کو جسمین اُنھین باندھا تھا خوب پہچانتا ہون پھر مین نے اُس مٹکی کو اپنے سامنے
اُٹھوا منگوایا اور اپنی بی بی کے پاس بھی پہچاننے کے لیے بھیجا کہ یہی مٹکی ہے جس سے تم نے مٹی بدلی تھی
زوجہ نے بھی اُسے شناخت کر کے کہلا بھیجا کہ فی الواقع یہ وہی مٹکی ہے جسمین مین بھوسی رکھتی جاتی تھی اور
بضرورت سر دھونے کی مٹی سے بدلی تھی مع مٹکی دے دی تھی۔
سعدی نے یہ حال دیکھ کے اقرار کیا کہ مین غلطی پر تھا اور سعد سے کہا اب مین نے تمھارے
قول کی تصدیق کی اور اسپر اعتقاد میرا جم گیا کہ دولت بسبب دولت کے نہین بڑھتی بلکہ حضرت خدا
کی عنایت سے فقیر غنی ہو جاتا ہے۔

بخت و دولت بکاردانی نیست	جز بتائید آسمانی نیست	
مال بے تدبیر و تلاش ہاتھ آتا ہے کو بیشتر ایسے کہ جسمین تمام عمر خاک اڑاتا ہے		
پل مین چاہے تو گدا کو وہ کرے شاہ	کچھ نہین اسکا کہ خدا قادر ہے	

سعدی نے یہ تذکرہ کر کے مجھ سے عذر رات کی باتون کا چاہا سو رہے صبح کو جب آفتاب عالمتاب نے
رخ نورانی اپنا پردۂ مشرق سے نکالا اور جہان کو اپنے جلوے سے نورانی کیا وہ دونو
مجھ سے رخصت ہو کے اپنے اپنے مکان پر گئے اور انھین یقین ہوا کہ مین نے کچھ قصور اور صرف
بیجا اُن اشرفیون مین نہین کیا۔
خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ قصہ زبانی خواجہ حسن کے سُنا کہا مجھے پہلے سے زبانی اہل محلہ کے

معلوم ہی کہ تمھارا خرچ فضول نہین ہی اور تم نہایت نیک چلن اور خوش گذران شخص ہو سے اگر یہ دولت برسی ہست نہ گردی مردی ÷ اور وہ ہیرا جس نے تمھین یہ مرتبہ اعلیٰ بخشا وہ میرے خزانہ مین موجود ہی سبحان اللہ کون ہے اور کسکو ملے تو سعدی کو بُلا لاکر وہ اپنے آنکھ سے اُس ہیرے کو دیکھے اور یقین کلی اُسکو ہو کر دولت صرف تدبیر سے ہاتھ نہین آتی بلکہ تقدیر کو بڑا دخل ہی جب تک تقدیر پلٹا نہین کھاتی تدبیر بھی راست نہین آتی سہ

چاک کو تقدیر کے ممکن نہین کرنا رفو
سوزن تدبیر ساری عمر کو سیتی رہی

اور اے حسن حبال اس فسانہ حیرت افزا کو میرے خزانچی سے بھی بیان کر کہ وہ اس حال کو بطور یادگار سے آب زر سے لکھوا کر اس ہیرے کے ساتھ بیت الخزانے مین رکھے پھر خلیفہ نے خواجہ حسن کو رخصت کیا بابا عبداللہ نابینا و سیدی نعمان نے بھی پایہ تخت کو بوسہ دے کے اپنا رستہ لیا اور خلیفہ کی شان مین دعائیہ اشعار زبان پر لایا سہ

یا الٰہی جبتلک شبدیز چرخ چنبری
گرم جولانی ہی جبتلک ابلق لیل و نہار
شہسواران مہ و خورشید کی ہی زیر ران
ہمعنان انکے رہے اقبال و دولت جاودان

زمانہ نے گردش لیل و نہار کا رنگ دکھایا سپیدہ صبح نے ماہ و ستارون کی چمک کو مٹایا روز روشن کا طور ہوا نقشہ ہی کچھ اور ہوا سہ

منشی سحر ہاتھ مین لیکر قلم زر
لے فرد سیہ شب کو کیا خارج دفتر
لکھنے لگا منصوبی و معزولی لشکر
منصوب ہوا عامل روز اپنی جگہ پر

مہتاب پہ جاری تھا قلم امر و نہی کا
پروانہ چراغون کو ملا برطرفی کا

شہرزاد نے قفل خموشی دہن مین لگایا دنیازاد بے بیقرار ہو کے یہ فقرہ سُنایا بہن یہ کہانی اچھی تھی افسوس صبح ہو گئی شہرزاد بولی باجی جان اگر آج جان بچی تو کل قاسم و علی بابا کا فسانہ حیرت افزا سُناونگی سامعین خوش ہونگے ایسی حکایت زبان پر لاؤنگی شہریار تو اسکی تقریر پر شیدا تھا یہ کہکے بستر راحت سے اُٹھا کہ تیری سحر بیانی نے میرا دل مسخر کر لیا جب تک سلسلہ سخن اختتام نہ پائیگا تیری حیات کو زوال نہ آئیگا ذریر تیغ بکف حکم کا منتظر تھا مژدہ جان بخشی سُنکے خوش ہوا وہ دن مشاغل سلطنت مین گذرا شام کا ہنگامہ گرم ہوا رات کی سیاہی نے دن کی سفیدی کو چھپا لیا بادشاہ ماہ داخل انجمن انجم ہوا شہریار نے خلوت سرا کا عزم کیا کچھ دیر استراحت کی جب

زلف لیلائے شب تا کمر پہونچی داستان چھوڑ گئی —

قصہ علی بابا و چالیس ٹھگون کا ایک لونڈی کی چالاکی سے قزاقون کا مارا جانا علی بابا کا دولت بے شمار پانا

شہرزاد عرض پیرا ہوئی۔

رنگین نشاط سے ہے سفید و سیاہ دہر ◆ ہے ابلق زمانہ پہ گویا سوار عیش
اس غم کدہ کو چرخ نے عشرت کدہ کیا ◆ اب دیکھیے دکھائے گا کیا کیا بہار عیش
پلانے لگا نہال محبت نگن مراد ◆ بنتا ہے نخل غم کے لیے برگ و بار عیش
جوش نشاط و فرط خوشی سے عجب نہین ◆ آخر کو غمزدون کے دلون پر ہو بار عیش
رحمت سے حق کے دور نہین مفلسی کی مار ◆ گر آج دوزخی کو ملین بے شمار عیش
لکھا کسی نے بھول کے گر کوئی حرف غم ◆ نکلا زبان خامہ سے بے اختیار عیش
گر بس چلے تو ہاتھ سے مینا نہ منہ سے رکھ ◆ جی بھر کے خوب پی کہ جو ہو خوشگوار عیش

اے سلطان عالی جاہ خاقان کلاہ۔

ترے بہار کرم سے ہر ایک ہے زردار ◆ بھرے چمن بھی گل اشرفی سے جیب و کنار
جو نام لے کے ترا توڑے گل کوئی گلچین ◆ تو ہاتھ مین ہو زر گل طلائے دست افشار
ترا وہ حلم وہ ثروت ہے تو اگر چاہے ◆ ہر اک فقیر کا گھر اس طرح سے ہو تیار
بجائے آب ہو آب گہر کا صرف آسمان ◆ خرید مین سونے کی اینٹین بنائین گھر معمار
دعا یہ میری ہے مثل خضر ہو عمر تری ◆ کبھی نہ ہو تو مسیحا کی طرح سے بیمار

ملک پارس مین دو بھائی تھے ایک کا نام قاسم دوسرے کا علی بابا تھا باپ انکا جب اس جہان فانی سے ملک جاودانی کی طرف روانہ ہوا تھوڑا سا ترکہ پدری انکے ہاتھ آیا اس وجہ سے کہ یہ کوئی مالدار شخص نہ تھا متوسط الحال آدمی تھا یہی باعث کمی تھا قاسم نے ایک بڑے دولت مند کی بیٹی سے عقد کیا علی بابا کے ہاتھ جو ترکہ آیا تھا وہ بیچا گنوایا خوب شہدا پن مین گلچھرے اڑاتے چند روز مین لکھک ہو کے رہ گئے — یہی دولت کا مزا ہے کہ اڑین گلچھرے ÷ ہاتھ آتے ہی جو اڑ جای وہ مال اچھا ہے قاسم کا خسر جب دنیا سے گذرا تو اسکے ہاتھ دولت لا انتہا اسباب طرح طرح کا بیش بہا اسکے ہتے چڑھا اب کیا ہے ملک التجار مشہور ہو گئے عوام الناس مین ہر جگہ یہی مذکور ہو گئے —

علی بابا کے پاس جو کچھ رقم بچ رہی اُسنے اُسمین چند گدہے خرید کیے جنگل سے لکڑیان لانے لگا مشقت سے روٹی کھانے لگا۔

ایک روز حسب معمول جنگل مین لکڑیان کاٹ رہا تھا کہ سامنے سے غبار تیرہ و تار معلوم ہوا اور گرد باسمان رسیدہ دیا گرد و زمین پیچیدہ آخر ہوا کے جھوکون سے دامن گرد شگافتہ ہوا غور جو کیا تو سوارون کا غول سامنے سے آتے دیکھا ڈھاٹے اُنکے بندھے ہوے نیزے ہاتھون مین خونخوار شکلین علی بابا سمجھا یہ بیشک قزاق ہین دل مین کہنے لگا بُرے پھنسے بھاگو یا کہین چھپ رہو ورنہ یہ ظالم سخت تکلیف دینگے یا قتل کر ڈالینگے ہر چند چار طرف نگاہ دوڑائی کوئی جاے امن نظر نہ آئی ناچار ایک درخت بہت گھنا سامنے تھا اُسپر چڑھ کے پتون مین چھپ رہا گھوڑے قریب جو آئے گدھے بھی ایک سمت ٹل گئے وہان سے نکل گئے۔

وہ چالیس سوار اور اُنکا سردار اُسی درخت کے تلے ٹھہرے وہان قریب ایک غار تھا راستہ ناہموار تھا پہلے سردار اُترا وہ سب بھی گھوڑے سے کودے جسقدر مال و اسباب لائے تھے گھوڑون سے اُتار کے سردار کے پیچھے روانہ ہوے غار کے اندر اُتر کے دروازے کے پاس پہونچے سردار نے کہا کھل جا اوسمسم فوراً دروازہ کھل گیا وہ سب اندر گئے اسباب لوٹ کا وہان رکھ کے باہر نکلے پھر کہا بند ہو جا اوسمسم پھر دروازہ بند ہو گیا وہ سب گھوڑون پر سوار ہو کے جدھر سے آئے تھے چلے گئے نظر سے غائب ہو گئے ذرا نہ ٹھہرے۔

علی بابا درخت پر سے یہ ماجرا آنکھون سے دیکھتا کانون سے سُنتا تھا کچھ دیر انتظار کیا جب وہ نظر سے غائب ہو گئے یہ درخت سے اُتر کے دروازے کے پاس آیا کہا کھل جا اوسمسم یہ لفظ زبان پر آتا تھا کہ دروازہ کھل گیا یہ اندر پہونچا سبحان اللہ قدرت خدا کا تماشہ معائنہ کیا مکان بہت تکلف کا نہایت معقول مساوی عرض اور طول اور جا بجا اشرفی روپے تھیلون مین بھرے طرح طرح کے اسباب ڈھیر کے ڈھیر پڑے اسنے کچھ توڑے اشرفیون کے اُٹھائے باہر آیا پھر وہی کلمہ زبان پر لایا دروازہ بند ہوا یہ گدھے ڈھونڈھ لایا پہلے اشرفیان لادین پھر لکڑیون سے اُنکو چھپا کے شہر کی طرف چلا گھر کے دروازے پر پہونچ کے لدے ہوے گدھے گھر مین لے گیا لکڑیان جلد پھینکین اور اشرفیان اپنی عورت کو دین وہ بہت خوش ہو کے حال جو پوچھنے لگی علی بابا نے کہا یہ راز کی بات ہے چُپ رہ پھر تجھ سے مفصل کہدونگا اس معاملہ سے آگاہ کر دونگا عورت اُنکو گننے لگی اسکے شوہر نے کہا اسمین دیر ہو گی ترازو سے تول لے زمین مین گڑھا کھود کے گاڑ دے تاکہ کسی کو

کا نون کان خبر نہو اس بھید سے کوئی ماہر نہو۔

تصویر علی بابا کے گدھون پر اشرفیان لادکر جنگل سے اپنے گھر کی طرف جانے کی



قاسم کا گھر نزدیک تھا یہ وہان گئی اسکی بی بی سے کہا مجھے ترازو درکار ہے کچھ تولونگی وہ عورت بڑی
چالاک نہایت ہوشیار تھی اور رات بھی ہو گئی تھی اُسنے اندھیرے مین چربی ترازو مین لگا دی کہ جو کچھ
یہ تولے نشان اُسمین بن جائے پتہ ہاتھ آئے۔
یہ عورت ترازو لے کے گھر مین آئی اشرفیان تولین پھر زمین مین گاڑدین ترازو جاکے پہونچا دی
قاسم کی عورت نے جو روشنی مین دیکھا ایک اشرفی چربی مین چمٹ آئی تھی جب قاسم اُسکا شوہر
دوکان سے گھر مین آیا کہا تو علی بابا کو محتاج جانتا ہے وہ تجھ سے زیادہ مالدار ہے اشرفیان تول کے
رکھتا ہے دولت بے شمار ہے پھر حقیقت ترازو لے جانے کی اور اشرفی اسمین چمٹ آنے کی
سنائی قاسم کو تاب نہ آئی علی بابا کے پاس آیا کہا سچ سچ مجھ سے حقیقت حال کہدے کہ یہ اشرفیان
کہان سے تیرے ہاتھ آئی ہین کیونکر پائی ہین وگرنہ نشانی اُسکی موجود ہے وہ اشرفی جو ترازو مین
رہ گئی تھی دکھائی کہا کو توال شہر سے جاکر مخبری کر دونگا گھر کھدوا کے تہس نہس کرادونگا
ذرا لحاظ دل مین نہ لاؤنگا۔
علی بابا سمجھا افشاے راز ہو گیا بھائی بدباطن ہے خراب کرے گا ہزار بہانے اور حیلہ سے پیری

جان عزیز بعذاب کرے گا۔

کیا کہون کچھ کہا نہین جاتا
سب لیے کچھ بھی رہا نہین جاتا

مجبور وہ سب داستان سنائی پتہ نشان بتایا گویا آنکھ سے وہ راہ دکھائی۔
استے مین ع

آیا جو تیغ روز لیے شاہ نیمروز
ماہی شکار شیر سوار و جہان فروز
باندھے کمر مین خنجر بیضاے کینہ سوز
پھر دیو ہفت سر ہوا صید عقاب روز

مہتاب لشکر شب خاور مین گھر گیا
اور شعاع کا سر انجم پہ پھیر گیا

یعنی صبح ہوئی اور شہرزاد نے نور کی جھلک دیکھکر خاموشی اختیار کی۔

جب کہ خزینہ دار فلک نے اشرفی نہ انور کیسۂ مغرب سے نکالی اور سیاہی شب نے صبح نورانی بہا کو غار مشرق کی براہ بتائی شہرزاد نے بلبل زبان کو یون صفیر سنج بیان کیا کہ صبح کو وہ حریص و طماع یعنی قاسم برادر علی بابا بھی خواب سے بیدار ہوا دس خچرون کے اُسی طرف چلا جنگل مین پہاڑ نظر آیا درخت کا نشان بعینہ پایا غار مین اُترا دروازے کو بند دیکھا خوش ہوکے زبان سے کہا کھل اے سمسم دروازہ کھل گیا مکان مین جو آیا فی الواقع جا بجا اشرفی روپے اسباب کا ڈھیر پایا دیکھ کے اسکے منھ مین پانی بھر آیا اور دروازہ حسب معمول بند ہو گیا دل مین قاسم نے کہا اب مین ثانی قارون بڑا دولت مند ہو گیا دل مین خورسند ہو گیا اللہ دے اور بندہ لے خوب کھچا کھچ اشرفیان اسنے بھرین خرجیان زر سرخ سے معمور کرلین دروازہ کے پاس پہونچا قضا را وہ نام ایسا بھلایا تھا گویا تمام عمر زبان پر نہ آیا تھا سمسم بھول کے ششیشم کہنے لگا ہر چند چلا کے اپنا مغز کھایا سر پھرایا مگر کچھ سود مند نہ ہوا اُلٹے لینے کے دینے پڑے چھکے چھوٹ گئے لاکھ لاکھ تدبیرین کین مگر کچھ پیش رفت نہ گئین ع بد وز طمع دیدہ ہوشمند ٭ جان کے لالے پڑ گئے ہوش و حواس بگڑ گئے زمین نے پانوں پکڑ لیے اشرفیان پھینک دین اور نقش دیوار کی صورت ایک کونے مین چھپ رہا ہمہ تن تصویر حیرت بن گیا۔

قضاے کار اُسی روز وہ قزاق قافلے کو لوٹ کے وہان آئے بہت مال اسباب رکھنے کو لائے سردار نے کہا کھل اے سمسم دروازہ کھل گیا اور قاسم گھوڑون کے ٹاپون کی آواز سنکے مردہ ہو گیا تھا قالب بیجان کی طرح بےحس و حرکت تھا مگر دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی نکل بھاگا باہر ٹھگ

مسلح موجود تھے ایک شخص نے جو تلوار لگائی دو ٹکڑے برابر کر دیے مال و اسباب دیکھا سب موجود تھا
سردار حیران ہوا جوانون سے پوچھا یاروبتاؤ تو یہ شخص اس مکان کے اندر کیونکر آیا اگر نام یاد تھا تو
اسکے اندر بیٹھ رہنے کی کیا وجہ ہوئی اگر نہ یاد تھا تو اندر آنا محال تھا پھر دیر سب سوچا کیے جب ذہن
نہ لڑا اسکے چار ٹکڑے کرکے دروازے پر لٹکا دیے کہ جو دیکھے خوف سے قدم آگے نہ بڑھائے
دور سے بھاگ جائے یہ ترکیب بنا کے وہ تو جہان سے آئے تھے اُسی طرف کو راہی ہوے۔

جب دن تمام ہوا وقت شام ہوا قاسم کی عورت دن بھر منتظر رہی جب یہ نہ آیا تو اسکا ماتھا
ٹھنکا ہزارون وسواس دل مین آئے آخر چین نہ پڑا بیقرار و اشکبار علی بابا کے پاس آئی کہا اِس
دم تک قاسم کی راہ دیکھی خدا جانے کیا صورت پیش آئی صدائے برنخاست تقدیر نے کیا گردش
دکھائی ہائے مین لُٹ گئی اپنے شوہر سے چھٹ گئی اسقدر روئی پیٹی چلائی کہ بدبختان آئی بد نے
بدنے اپنی صورت دکھائی۔

علی بابا نے بھاوج کی تسکین کی کہا وہ شخص عاقل ہے راہ کترا کے لوگون کی نظر بچا کے آتا ہوگا
دولت بیشمار اور اشرفیان لاتعداد لاتا ہوگا القصہ اسی سوچ مین صبح ہوگئی قاسم کی زوجہ بالکل بے اِس
ہوگئی سخت بدحواس ہوئی دیور کے پاس گریان و نالان آئی کہا اب تک پتا نہ لگا لالچ کا کام خراب
ہوتا ہے جان کا عذاب ہوتا ہے مثل مشہور ہے مصرع راسہ حرف ست و ہر سہ تہی + اسکی خبر لانی
ضرور ہے دل کی بیقراری کو دور ہے۔

مجبور علی بابا دو چار گدھے لے کے اُدھر چلا جب اُس درخت کے نزدیک آیا جا بجا خون کا نشان
پایا دل سے کہا خیر نہین شگون بد ہے یہ لہو اُسکے قتل کی سند ہے دروازہ کے متصل جو پہونچا لاش کے
چار ٹکڑے نظر آئے دونون طرف پڑے ہوے دیکھکر بہت گھبرائے مگر جی کڑا کرکے اپنے سمسم کے نام سے دروازہ
کھول کے چند تھیلیان اشرفیون کے لے دو گدھون پر رکھین اور بدستور اول لکڑیون سے چھپا دین
اور دو گدھون پر چارون ٹکڑے لاش کے لادے اور اُنکو بھی لکڑیون سے چھپا کے چل نکلا راہ
مین کسی نے نہ ٹوکا بے اندیشہ گھر پہونچا اشرفی کے گدھے اپنے مکان مین ہانک دیے لاش والے
قاسم کے دروازے پر لایا۔

مرجینا نام قاسم کی کنیز آفت زمانہ تھی مکاری مین یگانہ تھی اُسکو بلایا کہا سمین تیرے آقا کی
لاش ہے مگر پاش پاش ہے آتا ہے کے دفن و کفن کی تدبیر کر مین تیری بی بی کو اس سانحہ جانگزا سے
آگاہ کرکے آتا ہون شریک ہو جاتا ہون نصف شب رونے پیٹنے مین گذر گئی جب تھوڑی رات

رہی مرجینا اُٹھی مصطفیٰ نام درزی کفن دوزی کرتا تھا اُسکے مکان پر گئی ایک اشرفی اُسکے ہاتھ مین رکھی کہا میرے ساتھ چل مجکو کفن سلوانا ہی مگر شرط یہ ہی کہ تیری آنکھون پر پٹی باندھکر لے چلونگی راہ مین ہرگز نہ کھولونگی۔

درزی نے اسمین عذر کیا مرجینا نے دوسری اشرفی نکال اُسکے ہاتھ مین رکھدی اور منت کی کہ اسمین تیرا کیا نقصان ہی قریب مکان ہی سہ زر بر سر فولاد نہی نرم شود ٭ درزی لالچ مین آکے راضی ہو گیا مرجینا نے اپنی چادر اُتار کے اُسکی آنکھون کو خوب لپیٹا ہاتھ پکڑکے اپنے گھر لائی ایک اندھیری کوٹھری مین بٹھا دیا اور لاش کے ٹکڑے برابر لگا دیے پھر اُسکی آنکھین کھولین دو شمعین روشن کر دین کہا اسکا کفن جلد تیار کردے ایک اشرفی اور تجکو دونگی۔

درزی نے موافق اسکے کفن تیار کیا مرجینا نے تیسری اشرفی دے کے پھر اُسکی آنکھون مین پٹی باندھی جہان سے لائی تھی وہین پہونچا دیا گھر مین آئی علی بابا کو بلاکے جنازہ اُٹھایا ایک گورستان مین لے جاکے زیر قبر چھپایا ؎

کہین کیا خاک زیر خاک پایا		گریبان کفن تک چاک پایا	

علی بابا چالیس روز تک ماتم دار رہا گھر سے باہر نہ نکلا بعد چہلم قاسم کی بی بی سے عقد کیا اور اپنے بیٹے کو جو تجارت کے طریقے سے آگاہ تھا قاسم کی دوکان پر مقرر کر دیا یاوری تقدیر سے علی بابا بھائی کی دولت پر بھی قابض ہوا بفراغت بسر کرنے لگا دولت درہوا امیر کبیر ہو گیا ملک التجار زبان زد ہر برنا و پیر ہو گیا۔

اب حقیقت حال اُن چالیس ٹھگون کی سُنیے کہ ایک روز موافق معمول وہ سب خزانہ کی طرف آئے قاسم کی لاش تلاش کی جہان لٹکا گئے تھے وہان پتہ نہ پایا باہم مشورہ کیا کہ اس جگہ ضرور کوئی آیا لاش لے گیا اب جو آئے گا خزانہ اُٹھالے جائے گا اسوقت کوئی تدبیر بن نہ آئیگی دولت برباد ہوگی حسرت رہ جائیگی۔

سینے کو چمن بنائینگے ہم		گل کھائینگے گل کھلائینگے ہم	

بہتر یہ ہی کہ کوئی ہوشیار چالاک شہر مین جائے اور اُسکا پتہ لگائے کہ آج کل کون شخص تازہ مرا ہی اُسکا مکان دریافت کر آئے تو یہ بھید کھُل جائے راز سربستہ فاش ہو لاش لے جانے والے کی تلاش ہو اُنھین سے ایک قزاق کہ چالاکی مین اپنا عدیل و نظیر نہ رکھتا تھا آنکھون کا نٹھ کمیت جیسے ٹھگ کہتے ہین اُسنے اس کام کا بیڑا اُٹھایا کہا مین اُسکی تلاش مین جاتا ہون جان لڑاتا ہون

یا تو اُس شخص کا پتہ ہاتھ آئے گا یا اس راہ مین میرا سر جائے گا ؎

یا ساتھ تیرے سوئینگے یا گور مین جا کر — مدفن تو ملے گا جو ترا گھر نہ ملے گا

اگر ناکام رہا تو بندہ دوستون کو مُنھ نہ دکھائے گا بے حصول مرام خالی واپس نہ آئے گا ؎

مشرق سے صبح کی جو سفیدی عیان ہوئی — اور پردۂ حجاب مین ظلمت نہان ہوئی

دفعۃً فلک شعبدہ باز نے نیرنگی دکھائی نور سحر سے رات کی سیاہی ایسی بھاگی کہ نظر نہ آئی شاہ کج کلاہ چرخ چہارم افق مشرق سے نکلا عالم روشن ہوا شہرزاد حیرت سے ساکت ہوئی شہریار نے عبادت خانہ کی راہ لی بعد ادائے نماز داخل ایوان سلطنت ہوا مصروف انصاف وعدالت ہوا مجرم سزایاب ہونے لگے بدکرداری کا خمیازہ اُٹھانے لگے۔

یہان تک کہ دن تمام ہوا شہریار نے دربار برخاست کیا بعد گلگشت خلوت سرا مین داخل ہوا شہرزاد کا مطلب حاصل ہوا کچھ دیر اختلاط کی صحبت رہی پھر کہانی شروع ہوئی پہلے بادشاہ کی شان مین رطب اللسان ہوئی مدح سرائی مین عذب البیان ہوئی ؎

کوئی سائل عہد مین تیرے نظر آتا نہین — مٹ گیا حرف غلط کی طرح نام سایلان
عہد دولت مہد مین تیرے کہان محتاج ہے — نام حاجت سے نہین ہے آشنا ہرگز زبان
گوہر مقصد سے دامان تمنا بھر دیا — ابر نیسان سخاوت کی یہ ہین اٹکھیلیان
رستم وسہراب کا افسانہ پارینہ ہے — جس جگہ تیری شجاعت کی بیان ہو داستان
بیگمان وقت دعا قتل عدو کے واسطے — ہے نگاہ خشمگین گویا خدنگ جان ستان
انس وجان تنہا نہین ہین محو اخلاق عمیم — مست بوے خلق ہین چرخ برین پر قدسیان
علم ایسا عالمون کو جسکے آگے دیز نا رہی — علم ایسا جسکے آگے ہو سبک کوہ گران
اب ہوا تیرے زمانے مین عدالت کو فروغ — تھا برائے نام نام نصفت نوشیروان
تیرے باعث سے ہوئی قائم بناے عدل وداد — علم کا عنقا صفت باقی نہین نام ونشان

پھر شہرزاد نے کہا کہ حضور جس ڈاکو نے پتہ لگانے کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ رات کو شہر مین پوشیدہ رہا دوسرے دم سحر بازار مین پہونچا ہر طرف نظر کی سب راہین کھلی ہین سب کے دروازے بند تھے تمام معدودے چند ستھے تمام چوک مین اُسی مصطفے خیاط کی دوکان کھلی تھی قطع برید مین مشغول حسب معمول تھا ٹھگ نے پہلے سلام کیا پھر یہ کلام کیا کہ یہ سن اور ابھی روز روشن نہین ہوا ہے! کچھ سیتے پروتے ہو یا بیہودہ اپنی اوقات کھوتے ہو۔

درزی نے جواب دیا تمھاری جوانی حماقت کی نشانی ہی دو دن گذرے ہین اندھیری رات اور آنکھون پر پٹی بندھوا کے ایک شخص کا کفن سیا ہی بھلا کسی جوان نے بھی ایسا عمل کیا ہی یہ کلمہ سُنکے ٹھگ اپنے دل مین سوچا کہ اب پتہ ہاتھ آئے گا حریف مل جائے گا ایک اشرفی جیب سے نکال مصطفی درزی کے ہاتھ پر رکھی کہا کچھ حال حقیقت کا پرسان نہین فقط یہ چاہتا ہون جہان تم نے کفن سیا ہی وہ دروازہ مجکو دکھا دو پہلے تو اُسنے انکار کیا مگر لالچ بُرا ہوتا ہی دم صبح بے منت مشقت اشرفی پائی درزی کے مُنھ سے رال ٹپک آئی مرجینا اپنے گھر تک اسے کھُلے بند دن لے گئی تھی مصطفی اُس ٹھگ کو اپنے ہمراہ وہان تک لایا آگے قدم نہ بڑھایا کہا یہان تک وہ عورت مجکو لائی تھی پھر میری آنکھون پر اُس نے پٹی چڑھائی تھی۔

قزاق نے دل مین کہا خیر گھر نہ ملا تو کیا ہوا محلہ تو یہی ہی پھر اُس دروازے پر کھریا سے نشان بنایا مصطفی سے ہنسی خوشی رخصت ہوا کہ چل کر یہ مژدہ اپنے سردار کو دیجیے اور تھوڑی سی جستجو مین اُس گھر کا پتہ لگا لیجیے۔

قضائے کار مرجینا آفت روزگار کسی ضرورت کو کہین گئی تھی وہ جو پھری دروازے پر کئی لکیرین سفید دیکھین یہ تو آفت زمانہ تھی کھڑی ہو کے سوچی کہ یہ کسی دشمن کا کام ہی اُسنے دروازے کا پتہ لگایا ہی اسنے فوراً تمام محلے کے دروازون پر ویسی ہی لکیرین بنا کے گھر مین آ کی بیٹھ رہی بی بی سے بھی کچھ اطلاع نہ کی وہ قطاع الطریق ہوا کے گھوڑے پر اُڑا ہوا اپنے گروہ مین پہونچا یہ مژدہ سب کو سُنایا دوسرے روز انکا سردار اپنا قافلہ لے کے شہر مین آیا پراگندہ ہو کے سب پھرنے لگے وہ شخص سردار کو اُسی محلہ مین لایا وہ نشان دکھایا اُس نے بغور جو دیکھا تو اُس محلے کے کل دروازون پر وہی نشان پایا کوئی دروازہ اس علامت سے خالی نہ تھا جسپر وہ نشان حالی نہ تھا غرض کہ خجل و نادم سب وہان سے پھرے کمین گاہ مین پہونچ کے اُس راہبر کو جہنم واصل کیا مطلب نہ حاصل کیا القصہ اسی جیسے سے ایک اور شخص سربکف سردار کے روبرو آیا کہا مین جاتا ہون اگر زندہ رہا تو ٹھیک پتہ لاتا ہون سردار نے ... خلعت دے کے رخصت کیا پتہ ملجانے پر انعام کا وعدہ دیا اسنے ... اُسی کو ڈھونڈھا کچھ اشرفیان دین وہ اسکو بھی اُسی دروازے پر ... نشان بنا کے اپنا رستہ لیا سردار کے روبرو بہت کلے ٹھلے سے دعوی کیا ...

... نشان کو دیکھا فی الفور سب گھر ... دروازون ... [illegible]

بنا دیا مثل مردم شماری نمبر لگا دیا۔

دوسرے دن وہ قزاق سردار کو ہمراہ لے کے شہر مین جو آیا کل دروازون پر اسی علامت کو پایا بہت آشفتہ ہوا اور غمگین وحزین وہ صحرانشین اپنی مقام کو پھر گیا سرخ نشان بنانے والے کو زرد روئی حاصل ہوئی منھ کالا کرکے اپنی صحبت سے نکال دیا۔

دل سے کہا اب اس زمرہ مین کوئی ایسا نہین جو اس کام کا اقبال کرے اپنے لہو سے ہاتھ لال کرے مصلحت یہی ہی جو ہونی ہو وہ ہو بذات خود کمر کس کر اس وادی مین قدم رکھو حریف سے بدلا لو یہ سوچ کے بذات خود تن تنہا شہر مین آیا اسی مصطفی درزی کے وسیلہ سے علی بابا کے مکان تک پہونچا بدیدہ دل غور کرکے نقشہ اس مکان کا صفحہ دل پر نقش کیا پھر اپنے گروہ مین آیا سب کو سنایا کہ حریف کے گھر کا تصور اسکے کوچے وبام ودر کا نشان مثل سبق یاد کرکے آیا ہون انشاءاللہ المستعان وہ جملہ فراموش نہین ہوسکتا دشمن روپوش نہین ہوسکتا تم جاکے انیس خچر زبردست لاؤ اور سینتیس کپّے مول لو ایک ایک جوان مسلح کپّے مین بٹھاؤ ایک کپّے مین روغن بھر لو خچرون پر دھر لو اور مین روغن فروش کی صورت بناکے رات کو اسکے دروازے پر پہونچونگا غریب الوطن بنکے اس سے ایک رات کے قیام کی اجازت لونگا جب رات زیادہ جائیگی تم سب کو انمین سے نکال کے دشمن کا کام تمام کردونگا پھر بھاگنے کا سرانجام کردونگا۔

الغرض یہ تدبیر ٹھہرا کے ایک دن قریب شام وہ قطعہ حرام علی بابا کے دروازے پر پہونچا اتفاقات زمانہ علی بابا اسوقت طعام شب کھاکے دروازہ پر چہل قدمی کرتا تھا ٹھگ نے سامنے پہونچ کے سلام کیا پھر بمنت یہ کلام کیا کہ آپ صاحب خانہ معلوم ہوتے ہین مین مسافر غریب دیار ہون یار ہا قصبہ وقریہ سے تیل لے کے شہر مین آتا تھا بیچ کر چلا جاتا تھا آج مجبور رات ہوگئی حیران ہون بس جوانمردی سے رات بسر کرنے کو مکان مانگون صبح کو اپنے گھر چلا جاؤن غریب واجنبی مسافر ہون راستہ سے نہین ماہر ہون ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم	کہ حال دل بکہ گویم عجب غمے دارم

علی بابا خوش خلق عالی ہمت جوانمرد تھا اسکو اجنبی سمجھ کے کہا بہت اچھا مکان حاضر ہی اور غلام کو بلاکے کہا اس دیوان خانہ مین خچر اسکے بندھوا کے دانے گھاس کی تدبیر کردے کسی طرح کی ایذا اسکو نہ پہونچے اور مرجینا سے کہا یہ شخص آج کی شب مہمان ہی اسکے کھانے پینے کا سامان فوراً درست کرکے اسکے روبرو لا اسنے کھانا کھانے سے انکار کیا۔

مرجینا نے ایک کمرے مین پلنگ بچھاکے فرش درست کر دیا علی بابا تو اسی وقت سونے کو چلا گیا تھا ٹھگ اس مکان مین آکے پلنگ پر لیٹا مرجینا سے کہا تم بھی جاکے سو رہو یہ اسی لکھا ہے ایک کونے مین چھری مگر علی بابا نے اسکی خدمت گذاری کی تاکید کی تھی مرجینا کو کھٹکے مین نیند نہ آئی جب رات زیادہ گذری وہ ٹھگون کا سردار اٹھا ادھر ادھر دیکھا کوئی معلوم نہوا کپون کے پاس پہونچا آواز دی کہا چار پانچ گھڑی کے بعد آونگا تمکو نکالونگا قتل وقمع شروع کرونگا سو نہ جانا وقت ہاتھ سے نہ گنوانا سب نے جواب دیا ہم کو نیند کہان آپ دل جمعی سے دو گھڑی آرام کیجیے پھر اسکی خانہ خرابی کا پورے طور سے انتظام کیجیے۔

اتفاقات زمانہ مرجینا وہین پڑی تھی جہان کپے رکھے تھے یہ داستان جو سنی لسبلہ عقیلہ وہ لونڈی تھی فوراً سمجھ گئی یہ وہی ٹھگ ہے آج اس صورت مین آیا روغن فروش کا بھیس بنایا ہے غضب ہوا یہ ہنگامہ برپا کرے گا اسنے دل سے کہا دیکھون کسی کپے مین تیل بھی ہے یا سب مین قزاق ہین جسکے پاس گئی اور کپے کو بجایا اسنے آواز دی کہ ہم نکلین اسنے دبی زبان سے کہا ابھی نہین دیکھتے دیکھتے جب آخر کے کپے کے پاس پہونچی اسکو تیل سے بھرا پایا اسنے ایک چھوٹی دیگ نکال کے چولھے پر چڑھا دی اور آگ بہت تند وتیز اسکے نیچے بھڑکا دی پھر اس کپے سے دیگچی بھر بھر کے تیل نکالا دیگ مین ڈالا جس دم وہ خوب جوش مین آیا کھولنے لگا وہی دیگچی بھر کے لائی اور کپے کے منھ مین چھوڑ دی جسپر تیل پڑا فوراً جل کے کباب ہوا ملک عدم کو روانہ شتاب ہوا آواز تک نہ نکلی اسی طرح سب کو جلایا خدشہ مٹایا پھر اپنے مقام پر پانون پھیلاکے لیٹ رہی۔

جب پہر رات رہی وہ سردار چونکا کپون کے پاس پہونچا آواز دی کہ نکل آؤ کچھ جواب نہ ملا باواز بلند پکارا کسی مردے نے دم نہ مارا دل مین کہا ؎

کہان کی نیند آگئی اگلی مسافران رہ عدم کو	کچھ ایسے سوئے ہین سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

اسوقت گھبرا کے کپے کا منھ کھولا جلی بو چربی کی چراہند دماغ مین جو گئی بدحواس ہو کے بھاگنے کی راہ ڈھونڈھنے لگا دل مین کہنے لگا ؎

کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے	تہمتین چند اپنے ذمے دھر چلے

جب نکل جانے کی کوئی راہ نہ پائی طبیعت بہت گھبرائی خانہ باغ کی دیوار پر چڑھ کے کودا اور سر پہ پانون رکھکے بھاگا ؎

قسمت کو دیکھیے کہ کہان ٹوٹی جا کمند	دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گئے

ادھر سحر نے اس مژدے کے اضطرار و فرار پر خندہ دندان نما کیا اُدھر مہر منور کی آمد کے دبدبہ سے ماہ باکر دہ انجم مغرب کی سمت گرم خیز ہوا ؎

گردون پہ جب بیاض سحر کا ورق کھلا　　یعنی کتاب ذکر خدا کا سبق کھلا
بزم جہان مین دفتر نظم و نسق کھلا　　ظلمت نہان ہوئی در باغ شفق کھلا

پہونچا زوال یہ ماہ کو حکم انقلاب کا
برنج ہو اسے پھول کھلا آفتاب کا

تیرگی شب نور روز سے بدلی شہرزاد نے زبان تکلم بند کی شہریار خلوت سرا سے داخل ایوان سلطنت ہوا اپنے اپنے کام مین مصروف ہر ارکان دولت ہوا تمام دن نظم و نسق کا مشغلہ رہا مالی و ملکی کا درپیش معاملہ رہا جب مہر جہان گرد سراے مغرب مین آیا اور قزاق شب نے اپنا رنگ جمایا شہریار خلوتخانہ مین رونق فزا ہوا آرام فرمایا -

جب تھوڑی رات رہی شہرزاد نے کہانی شروع کی کہا مرجینا جب ٹھگون کو جلا کے خاک کر چکی اور سردار کو بھگا کے قصہ پاک کر چکی اطمینان سے بستر راحت پر سو رہی جب نسیم سحری چلنے لگی طفل غنچہ کو پنکھا جھلنے لگی ؎

شب بھر کی گردشون سے بنا بدر جام صبح　　خورشید کے سپرد ہوا اہتمام صبح
نکلا زبان مرغ سحر سے جو نام صبح　　چرخ برین بھی کرنے لگا انتظام صبح

پردے مین ماہتاب کو لینے لگا فلک
جھاڑو شعاع مہر سے دینے لگا فلک

صبح کو علی بابا اُٹھا ضروریات سے فرصت کرکے نماز صبح پڑھنے کے لیے دیوان خانہ مین جو آیا خچرون کو بندھا پایا مرجینا کو بیدار کیا پوچھا ماجرا کیا ہے روغن فروش کیسے اور خچر ابھی تک نہین ہانکا گیا ہے خود کس طرف گیا ہوا ہے -

مرجینا نے کہا آپ کُپّے کو ملاحظہ کیجیے وہ قریب آیا دیکھا کُپّے کے اندر آدمی جلا بھنا بیٹھا ہے جیون کے کُپّہ ہو گیا ہے وہ بہت گھبرایا مرجینا سے کہا میرے سر کی قسم سچ بتا کیا معاملہ ہے مرجینا بولی آپ اور کچھ خیال نہ فرمایئن خاطر مبارک مین فکر پر تم دیکھو یہ ا... دین [illegible] دشمن ... [illegible]

... مہربان ... [illegible]

[illegible]　　جسکو ... سائیان ... [illegible]

جلد غلامون کو بلا کے اس خانہ باغ مین بڑا عمیق گڑھا کھدوائیے کہ یہ سب کے سب اُسی مین سما جائین باہر رہنے نہ پائین جب اس کام سے فرصت ہو جائے گی یہ لونڈی مفصل رو داد ابتدا سے انتہا تک آپ کو سنائے گی۔
علی بابا نے فی الفور غلامان چالاک و چست کو بلایا اور ایک بڑا گڑھا کھدوایا لاشین اُسمین گاڑ دین اور کوٹ پیٹ کے زمین ہموار کر دی۔
جب اس کام سے فرصت ہوئی مرجینا نے وہ سب حقیقت بیان کی کہ اس طرح ٹھگون کا سردار کُپون کے پاس آیا اور یہ کلمہ زبان پر لایا مین نے وُہ کی باتین سُننکے موقع جو پایا اُسی کے تیل کو جوش کر کے سب کو جلایا مگر وہ سردار بچ گیا بھاگ نکلا اب اس گروہ سے تین شخص باقی ہین ایک سردار اور دو اُسکے رفیق بدکردار لیکن وہ آپ کی فکر سے غافل نہونگے آپ کو ہوشیاری و خبرداری فرور ہو غفلت مین سراسر فتور ہے ۔ دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد +

سمجھانے سے تھا ہمین سروکار		مانو کہ نہ مانو تم ہو مختار	

علی بابا یہ داستان سُنکے مرجینا سے بہت راضی ہوا کہا میرا جینا مرجینا کے باعث ہوا ورنہ دھوکا کھا چکا تھا ایسی بلا کو بُلا کے اپنے گھر مین لا چکا تھا اُن خچرون کو ایک ایک دو دو کر کے غلام کے ہاتھ بازار مین بھیجا سب کو بیچ ڈالا۔
اب اُس خزانا شخص یعنی بھاگے ہوے ٹھگ کا حال سُنئے یہ گدھا یہان سے اُسی صحرا مین پہونچا نادم و خجل تنہائی سے یا بگل ہے

نادم ہوا ہون کھینچ کے کسی نونہال سے		دیتا ہے بوسے گل عرق انفعال کچھ	

دل مین سوچا علی بابا کو اگر نہ مارونگے تمہاری زندگی خراب ہوگی شرمندگی بے حساب ہوگی اور سب دولت بھی مفت برباد ہوگی خزانے سے وہ بالکل واقف ہو گیا ہے سب نکال لیجائیگا داغ حسرت دیجائیگا ہ

کیمیا گر بغصہ مردہ برنج		ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج	

اب اور کسی غیر کو اپنا شریک نہ کرون اس امر سے کسی دوسرے کو اطلاع نہ دون خود تن تنہا جس طرح سے کہ ہو سکے علی بابا کو مارون جہنم کو پہونچاؤن بعد اسکے اور رفیق خاطر خواہ اپنے نوکر رکھ کے وہی پیشہ قزاقی جو آبائی چلا آتا ہے اُسکو اختیار کرون دل مین یہ ٹھیرا رات کر کے شب کو وہین سو رہا۔

جب کہ تاجر روز نے متاع انجم کو نہان خانہ مغرب مین رکھا اور گوہر آب دار خورشید جہان تاب کو بازار جہان مین پیش کیا ؎

مشرق سے صبح کی جو سفیدی عیان ہوئی	اور پردہ حجاب مین ظلمت نہان ہوئی

شہرزاد نے قصہ تمام کیا بادشاہ نے سلطنت کا انتظام کیا تمام دن رتق و فتق سلطنت مین مشغول ہوا ہر سنعیث تمنائے دلی سے حصول ہوا شام کو بادشاہ خلوت کدہ مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا اُس مہ پارہ عابد فریب نے بلبل زبان کو یون صفیر سنج بیان کیا توصیف مین ان اشعار کو ورد زبان کیا ؎

بجود کش چرخ زانجم مایہ دار ست	بفیضش حاتم طی شرمسار ست
چنان در دہر داد معدلت داد	کہ ایوان ستم از پا در افتاد
چو جور شمع بر پروانہ دیدہ	بمقراض عدالت سر بریدہ

کہ حضور دوسرے دن ٹھگون کے سردار نے تاجرون کا لباس پہنا اور وہان سے شہر مین آکے ایک کاروان سرا مین اُترا اور اپنے دل مین تصور کیا کہ اتنے شخصون کا خون حاکم پر ضرور ظاہر ہو گیا ہو گا اور یقیناً علی بابا اُسکے مواخذہ مین گرفتار ہوا ہو گا حاکم نے گھر بار ضبط کر لیا ہو تو کچھ بعید نہین تمام شہر مین یہ خبر مشتہر ہوئی ہو گی گھر گھر خبر ہوئی ہو گی ۔

اپنے مہماندار سے کہا آج کل اس شہر کے باشندون کی خبر جو کچھ عجیب و غریب تم نے سُنی ہو بیان کرو اُسنے جو جو حوادث کہ دو تین دن کے عرصہ مین وقوع پذیر ہوئے تھے اور اُسنے دیکھے سُنے تھے سب اُس سے کہے مگر اُس سردار نے کوئی حرف اپنے مطلب کا نہ سُنا سمجھا کہ علی بابا نہایت ہوشیار اور دانش مند معلوم ہوتا ہے کہ باوجود لیجانے اس قدر دولت کے میرے خزانے سے اور قتل کرنے اتنے آدمیون کے اپنی چالاکی سے ابتک محفوظ ہے ایسا نہو کہ تو بھی اُسکے ہاتھ سے مارا جائے سیدھا جہنم کو چلا جائے باوصف اس خیال کے اُسنے علی بابا کو فریب دینے کی غرض سے اچھا اچھا اسباب تجارت کا اُس خزانہ سے لا لا کے جمع کیا اور چوک مین اُس شہر کے ایک دوکان کرایہ کی لے کر وہ اسباب اُسمین سج دیا اور بیچنے کے بہانے اُس دوکان مین بیٹھنے لگا ۔

اتفاقاً یہ دوکان اُس مقام پر واقع تھی جہان قاسم کی دوکان تجارت تھی اور قاسم کا بیٹا اُسپر بیٹھا کرتا تھا اب اُسی دوکان کے محاذی اس دوکان پر سردار ٹھگون نے بیٹھنا شروع کیا اور اپنا نام خواجہ حسن تاجر مشہور کیا اور گرد و پیش کے دوکاندارون سے راہ و رسم پیدا کی اور ہر ایک کے ساتھ بلطف و اخلاق پیش آنے لگا ؏ لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش ۔ خصوصاً علی بابا کے بھتیجے

سے جوکہ ایک جوان حسین وطرحدار تھا اور عمدہ پوشاک ولباس سے نہایت ذوق تھا خوش پوشاکی کا اسکو کمال شوق تھا اس سردار نے رسم اتحاد بڑھایا اکثر اُسی کے پاس نشست وبرخاست کیا کرتا تھا تین دن چار دن کے بعد اُسنے علی بابا کو جو اکثر اپنے بیٹے کو دیکھنے اُسکی دوکان پر جایا کرتا تھا پہچان کر پوچھا کہ یہ شخص کون تمھاری دوکان پر آیا کرتا ہی اُسنے کہا وہ اُس شخص کا باپ ہی پھر وہ اس بات کو سُنکے یعنی علی بابا کے بیٹے کو فریب دینے کے واسطے پیار کرنے لگا اور کچھ تحفے اُسے دیکر اکثر اپنے کھانے مین کہ بڑے تکلف سے پکاتا تھا شریک کیا کرتا۔

علی بابا کے بیٹے نے بھی چاہا کہ ایک دن اُسکی دعوت کرے مگر جو مکان اُسکے رہنے کا تھا وہ نہایت تنگ ومختصر تھا ویسا تکلف جیسا کہ خواجہ حسن کیا کرتا تھا ویسا سامان اس مختصر مکان مین فراہم نہین ہوسکتا تھا اس وجہ سے اُسنے اپنے باپ سے اس امر کا مذکور کیا۔

اسکے باپ نے کہا بہت اچھا تم بھی اپنے دوست کی دعوت جس تکلفات سے کہ اُسنے کی ہی تم بھی اُسی سامان سے کرو کل جمعہ کا دن ہی تم بھی اعلے تاجرون کے موافق اپنی دوکان بند کرو اور بعد تناول چاشت خواجہ حسن کو بے اسکے کہ اُسکو اطلاع ہو ٹہلتے ہوے میرے مکان پر لے آؤ مرجینا کو حکم دے رکھتا ہون کہ وہ کئی طرح کا عمدہ کھانا تیار کر رکھے گی بلکہ سب سامان یہان مہیا ہوگا دسترخوان تک اغذیہ لطیف سے چنا ہوگا۔

وہ حسب وعدہ خواجہ حسن کو اپنے مکان پر لایا اُسکی تو امید بر آئی مُنھ مانگی مراد پائی علی بابا سے ملاقات ہوئی دیر تک اخلاص واتحاد کی بات ہوئی جب کھانے کا ذکر آیا خواجہ حسن انکار زبان پر لایا کہا چندر روز سے مجکو ایک مرض ایسا لاحق ہوا ہی جسکے علاج مین اطبائے حاذق نے نمک کھانے کو قطعاً منع کیا ہی۔

علی بابا نے کہا کیا مضائقہ ہی وہی چیزین تیار ہو جائینگی جسمین نمک کا لگاؤ نہ ہوگا پھر مرجینا کو بلا کے کہا ہمارے مہمان کو نمک کھانا نہین ہی کہتے ہین کوئی عارضہ ہی بہانا نہین ہی تو ویسی چیزین جلد تیار کر یہ سُنکے مرجینا بہت متعجب ہوئی کہنے لگی کہ ایسا کون شخص ہی جو کھانا بے نمک کھائے گا کیا خاک لطف اُٹھائے گا۔

علی بابا نے کہا کوئی شخص ہو تجھے اس سے کیا کام جس طرح مین کہتا ہون ویسا پکا مرجینا نے بظاہر اُس سے کہا کہ بہت اچھا مین ویسا ہی کھانا تیار کرونگی پھر مرجینا اپنے دل مین سوچ کے کہنے لگی کہ وہ آدمی کیسا ہی جو بے نمک کھانا کھاتا ہی ذرا مین بھی چل کر دیکھون یہ تو اُڑتی چڑیا

پہچانتی تھی سنتے تاڑ گئی کہ اسمین کوئی بات ضرور ہی سہ کچھ تو ہی جسکی پردہ داری ہی بعد کھانا پکانے کے دستر خوان بچھانے اور کھانا لے جانے کے بہانے سے عبد اللہ غلام کی شریک ہوئی اور بغور دیکھنے کے خواجہ حسن کو بھانپ لیا اگرچہ اُسنے اپنے تئین تاجرون کے لباس مین چھپایا تھا ہیئت بتبدیل کرکے نیا بہروپ بنایا تھا۔

پھر مرجینا نے بغور دریافت کیا کہ یہ جو خنجر اپنے زیر قبا چھپائے رکھتا ہی یہ ہو بہو وہی قزاق حرامزادہ ہی اسی لیے میرے آقا کا نمک نہین کھاتا ہی تاکہ اُسے فریب سے قتل کرے یہ اسکا ارادہ ہی پھر مرجینا نے یہ دل مین کہا کہ قبل اسکے کہ یہ شب کو قصد میرے آقا کی ہلاکت کا کرے مین شام ہی کو اسکا کام تمام کرونگی بخیر انجام کرونگی۔

غرض وہ میز پر دستر خوان سفید بچھا کے اور کھانے کے ظروف قرینے سے چن کے وہان سے چلی گئی اور اپنی تدبیر مین مصروف ہوئی۔

جب علی بابا اور خواجہ حسن کھانا کھا چکے عبد اللہ نے مرجینا کو خبر دی کہ کھانے سے فراغت ہوگی اب میوے لے چل مرجینا نے دستر خوان بڑھا کے میوہ کی تشتریان لگا دین اسکے بعد ایک چھوٹی چوکی شراب کی علی بابا کے قریب بچھا کر تین گیلاس اُسپر رکھ دیئے اور آپ عبد اللہ سمیت کھانے کے بہانے دوسرے مکان مین چلی گئی۔

خواجہ حسن مصنوعی میدان خالی پا کے دل مین بہت خوش ہوا اور کہا یہی وقت ہی کہ اپنا بدلا علی بابا سے لون اور ایک خنجر اُسکو مار کے کام اسکا تمام کرون اور پھر باغ کی راہ سے نکل جاؤن پھر اپنی صورت نہ دکھاؤن۔

اسکا بیٹا مجھے اس قصد سے باز نہین رکھ سکتا اگر ذرا بھی ہاتھ پاؤن ہلائے تو اسے بھی ایک ہاتھ مار کے ٹھکانے لگا دونگا شربت اجل پلا دونگا مگر یہ کام اُسوقت کرنا چاہیے کہ جب علی بابا کا غلام لونڈی کھانا کھانے جائین یا باورچی خانے مین جا کر سو رہین آرام پائین دل کے پھپھولے پھوڑون اسکو جہنم واصل کرون۔

مرجینا اسکے تیور دیکھ کر اس ارادہ پر مطلع ہوئی اور یہ خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہین وہ بدذات میرے آقا پر دست درازی کرے بہتر ہی کہ مین پہلے ہی حیلے کسی بہانے سے اسکا کام تمام کرون اسکی ہلاکت کا پورا انتظام کرون۔

پھر اُس کنیز وفادار آفت روزگار نے جلدی سے لباس ناچنے والون کا پہنا ایک دستار سر پر

رکھی اور ایک کمر بند نقرئی کمر سے باندھا اور اُسمین ایک خنجر رکھکے اپنے مُنھ چھپانے کے لیے ایک دوپٹہ بہت اچھا اوڑھا جب وہ بھیس بدل چکی اُسنے عبد اللہ سے کہا اپنا طبلہ اُٹھالے تا ہم دونون مل کے اپنے آقا کے مہمان کو ناچ گا کر محظوظ کرین عبد اللہ طبلہ بجاتا ہوا آگے مرجینا کے چلا پھر وہ دونون اُس مکان کے اندر جسمین علی بابا اور اسکا مہمان تھا آئے اور آداب بجا لاکے اجازت ناچنے اور تماشا کرنے کی علی بابا سے مانگی۔

علی بابا نے اُسے اجازت دے کے فرمایا کہ ایسے تماشے اور نقلین کر جسے خواجہ حسن دیکھ کے خوش ہو خواجہ حسن نے کہا صاحب تم نے سب طرح کے تکلفات اس ضیافت مین کیے مجھپر احسان کیا رہین منت بے پایان کیا۔

پھر جب عبد اللہ نے نزدیک اُنکے کھڑے ہو کر طبلہ بجانا شروع کیا مرجینا اُسکے آگے ہو ناچنے لگی اور طرح طرح کے ناچ دکھا کر سب کو خوش کیا پھر مرجینا نے بالحان داؤدی یہ غزل گائی اور خواجہ حسن کو سُنائی۔

جو تڑپ حاصل ہے فرقت مین مرے دل کے لیے — کب میسر ہو فلک پر پردہ بسمل کے لیے
وہ فروغ حسن جانان ہے کہ جسکے رنگ سے — ہو ترقی مین تنزل ماہ کامل کے لیے
دار فانی مین مآل ہر ترقی ہے زوال — آسمان پر ہے تنزل ماہ کامل کے لیے
مین ازل سے ہم اسیر دام زلف پُرشکن — فکر اے حداد بیجا ہے سلاسل کے لیے
کشتہ ہون اُس رشک گل کا اسلیے تا بوت پر — نوحہ خوانی چاہیے صورت عنادل کے لیے
ہے محیط موج خیز عشق ناپید اکنار — دست و پا مارے عبث غواص ساحل کے لیے
ابر و گل گیر کو سر کاٹنے کا حکم ہے — یہ بیا عشاق وہ ہے شمع محفل کے لیے
کُنج مدفن چشم آہوے ختن مین چاہیے — کشتہ تیغ نگاہ شوخ قاتل کے لیے
مین وہ مجنون ہون کہ فرط ناتوانی سے مجھے — ملتفی تا دگریبان ہے حمائل کے لیے
بزم دنیا ایک عالم کی تماشا گاہ ہے — دی عجب تاثیر حق نے تیر بسمل کے لیے
دام زلف و دانہ خال عنبرین صیاد حسن — ہے قفس چاہ زنخدان طائر دل کے لیے
خون مقتول جفا بدلے حنا کے اے بلیغ — چاہیے مقتل مین قاتل کے انامل کے لیے

پھر مرجینا خنجر کمر سے نکال اور ہاتھ مین لے ناچنے لگی اور سب ناچون سے اِس قسم کا ناچ بہت اچھا ان سب کو معلوم ہوا عین رقص مین مرجینا کبھی خنجر کو اپنی بغل مین رکھتی اور کبھی اسکو اپنے سینے

پہر بعد تھوڑی دیر کے طبلہ اُسنے عبد اللہ سے کر اپنے بائین ہاتھ مین پکڑا اور خنجر کو دہنے ہاتھ مین اور طبلہ اُٹھا کے واسطے لینے انعام کے کہ معمول تماشا کرنے والون کا ہی آگے علی بابا کے گئی۔

تصویر مرجینا کی تلوار ہاتھ مین لے کر ناچنے گانے اور عبد اللہ کے طبلہ بجانے کی



علی بابا نے اُسکو ایک اشرفی دی پھر مرجینا طبلے کو آگے علی بابا کے بیٹے کے لے گئی اُسنے بھی ایک اشرفی دی مرجینا نے خوشی خوشی لی۔

خواجہ حسن نے دیکھا کہ وہ میرے پاس بھی لائے گی وہ آگے سے اشرفی نکالنے مین مشغول ہوا مرجینا نے قابو پاکے نہایت چستی اور دلاوری سے ایسا خنجر اُسکے جگر مین مارا کہ کلیجے کے پار ہوا چھاتی کو توڑ کر دوسا ہوا خواجہ حسن فوراً مر گیا سانس بھی نہ لی بیٹھے بیٹھے جان دی ؎

پھیرتا ہی جو چھری حلق پہ ٹھہرا ٹھہرا — رقص بسمل مرے قاتل کو تماشا ٹھہرا
حسرت ہی اُسکو نکلی نہ بسمل کی آرزو — پوری کرے خدا مرے قاتل کی آرزو
یہ نا امید زیست وہ مشتاق رقص ہی — بسمل کے پاس دیکھیے قاتل کی آرزو
کہین ہی عید کی شادی کہین ماتم ہی مقتل مین — کوئی قاتل سے ملتا ہی کوئی بسمل سے ملتا ہی
مجھے آتا ہی کیا کیا رشک وقت ذبح اُس سے بھی — گلا جسدم لپٹ کر خنجر قاتل سے ملتا ہی
نہ ہوگا کیا ہمارا کام ہوگا — نہوگی کیا ادا قاتل مین ہوگی

نہ کرتے دل لگی کیا جانتے تھے	ہماری جان اس مشکل مین ہوگی
چرائے گا اُسی سے آنکھ قاتل	ذرا سی جان جس بسمل مین ہوگی
عدم کے جانے والو سنتے جاؤ	یہ آسائش نہ اُس منزل مین ہوگی

جس دم وہ مر گیا علی بابا مرجینا پر جھلایا کہ یہ کیا تجھ سے وقوع مین آیا ناحق بدنام کیا رسوائے خاص وعام کیا یہ خبر حاکم کے جو گوش زد ہوگی میرے قتل کی اُسکو کد ہوگی۔

مرجینا نے جواب دیا کہ شکر کرو تمھاری جان بچی اُس حرامزادے کے سر گئی پہچانو تو کون ہی وہی قزاق روغن فروش خانہ بدوش ہی جو اب شاہد مرگ سے ہم آغوش ہی آج یہ گھات لگائی تھی حکمت اُسکی بن آئی تھی جو مین یہ ترکیب نہ کرتی آپ کی جان بچتی دیکھو کمر مین اُسکے خنجر ہی ظاہر اس سے سر بسر ہی یہ کھانا کھانے آیا تھا یا خنجر لگانے آیا تھا۔

علی بابا کے خنجر دیکھ کے اور یہ سُنکے ہوش و حواس بجا نہ رہے مرجینا کو گلے سے لگا کے آزاد کیا کہا تیرے حقوق میرے ذمے پڑے ہین اسواسطے تیری شادی اپنے بیٹے کے ساتھ کر دونگا بڑی عزت تجکو دونگا حرمت بخشونگا۔

جب مرجینا نے یہ مژدۂ طرب خیز عشرت بیز و نوید بہجت خیز سُن پایا تو غنچۂ دل نسیم مسرت کے اہتزاز سے کھل کھلایا نقش آرزو کرسی نشین ہوا منھ مانگی مراد پائی تمنا سے دلی بر آئی ؎

مہمان ہی وہ غیرت خورشید و قمر آج	دن آج ہی رات آج ہی شام آج سحر آج
جس دوست کو دیکھا مجھے دشمن نظر آیا	جبتک مری نظرون مین رہے تیری نظر آج
یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا	کیا ہو مرے قابو مین تم آجاؤ اگر آج

پھر بیٹے سے کہا اسکی ہوشیاری وفاداری دیکھی دو بار اس قزاق سے مجکو بچایا اور اس راز کو چھپایا وہ بھی سعادت مند تھا راضی ہو گیا۔

پہلے اسکی لاش کو مٹی مین دبا دیا پھر قاضی کو بلا کے مرجینا کا نکاح پڑھا دیا اور صحرا کے خزانے مین جو مال و اسباب تھا اُسے بتدریج اُٹھا لایا ان کامون سے فرصت کر کے خانہ نشین ہوا یاد الٰہی مین زندگی کے بسر کرنے لگا دولت لازوال کرورون روپیہ نقد لاکھون کا مال پایا تمام کنبے نے تا زیست بفراغت کھایا شہر مین مسجد مدرسے مہمان سرا تعمیر کیے اور شرفائے گوشہ گزین بیوگان پردہ نشین کے وظیفہ مقرر کر دیے کہ خیر جاری سے دارین مین اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہے خلق خدا نیکی سے اُنکو یاد کرے اور حاصل دلی مراد کرے ؎

زندہ ہست نام فرخ نوشیروان بخیر
اس طرح جی کہ بعد مرنے کے

ورنہ بسے نماند کہ نوشیروان نماند
یا دکوئی تو گا ہ گا ہ کرے

شہرزاد نے یہ قصہ تمام کرکے چاہا کہ دوسری حکایت شروع کرے بادشاہ کو اپنی جانب رجوع کرے ہنوز زبان نہ کھولی تھی کچھ نہ بولی تھی کہ نور سحر چمکا دنیا کا رنگ بدلا ادھر صبح کی نوبت بجی ادھر توپ چلی مسجد مین اذان ہوئی شعاع مہر تابان سے زمین درخشان ہوئی سہ

پیدا ہوا سفیدۂ طلعت نشان صبح
باندھا عمامہ نور کا پہنا کتان صبح

سلطان صبح نے کیا قصد اذان صبح
چرخ چہارمی پہ گیا خطبہ خوان صبح

خورشید صبح کا کل و دستار ہو گیا
پھر تار تار جیب شب تار ہو گیا

شہریار آرام خاص سے اٹھا عبادت خانہ مین داخل ہوا بعد ادائے نماز اورنگ حکومت پر جلوہ فرما ہوا عدل و انصاف کا دروازہ کھلا یہان تک کہ دن تمام ہوا رات کا غلغلہ عام ہوا شہریار زمانہ مشتاق فسانہ دربار برخاست کرکے خلوت کدہ مین داخل ہوا شہرزاد کا مطلب حاصل ہوا پہلے اُسنے دعا دی پھر داستان شروع کی۔

طوطی خامہ کی شکر ریزی دربیان قصۂ علی خواجہ تاجر بغداد و خلیفہ ہارون رشید والا نژاد

شہرزاد بحضور شہریار گویا ہوئی کہ شہنشاہ عالم و عالمیان پشت و پناہ سلاطین جہان کو خدائے تعالی قیامت تک سلامت رکھے باقبال و باکرامت رکھے دوست شاد دشمن پائمال ہون رفقا وندما و وابستگان دولت سیم و زر سے مالا مال ہون سہ

رہین جبتک الٰہی مہر و ماہ و کوکب و اختر
میسر خیر خواہون کو تو عیش جاودانی ہو
پیے تلوار تیری ہر گھڑی خون دل اعدا
دعا تھون پہر ہی ہفت اقلیم آئے قبضے مین

رہے جبتک الٰہی اس زمین پر چرخ زنگاری
ترے بدخواہ کو حاصل ہمیشہ ذلت و خواری
ترا خنجر کرے دائم ترے دشمن کی خونخواری
ترے قبضے کی ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری

راوی شیرین کلام کا بیان ہی طرب افزا داستان ہی کہ عہد دولت خلیفہ ہارون رشید بادشاہ بغداد مین علی خواجہ نام سوداگر ساکن بغداد تھا پیشہ تجارت مین بسر اوقات کرتا تھا باوجود اطمینان و فارغ البالی حسرت اولاد فرزند مین مرتا تھا سچ ہی تنہائی کی زیست موت سے بدتر ہی کسی کا

یہ قول بہت معتبر ہی سہ

بہار عمر ملاقات دوستداران ہست ۔ چہ حظ برد خضر از عمر جاودان تنہا

اُس تاجر نے تین شب متواتر خواب مین دیکھا کہ کوئی بزرگ اُس سے کہتا ہی کہ ای شخص حج تجھ پر فرض ہی تو کیون قصد بیت اللہ شریف نہین کرتا اس راہ مین کیون قدم نہین دھرتا جلد خانہ کعبہ کو روانہ ہو خبردار اسمین توقف ذرا نہ ہو۔

یہ خواب دیکھکر خوف اسکے دل پر طاری ہوا اور اُس پیر مردستودہ صفات نے اسکے قلب پر کچھ ایسی تاثیر کی کہ سب اپنا اسباب تجارت بیچ کر سفر بیت اللہ کی تدبیر کی اپنے مکان مین ایک کرایہ دار رکھکے ہمراہ ایک قافلے کے جو مکے کو جاتا تھا روانہ ہوا اور قبل جانے کے اُسنے ایک ہزار اشرفی جو زادراہ سے بچی تھی ایک ٹھلیا مین رکھ اور اسپر روغن زیتون بھر منھ اُسکا اچھی طرح سے بند کیا اور ایک سوداگر کے پاس جو اُسکا بڑا شفیق غمخوار تھا صاحب اعتبار تھا اُس گھڑے کو لے گیا کہا مین عازم خانۂ خدا ہون تجھکو اپنا شفیق جانتا ہون میری مراجعت تک یہ ٹھلیا روغن زیتون کی اپنے پاس رہنے دیجیے جب مع الخیر واپس آؤنگا لے لونگا۔

اُس سوداگر نے کنجی اپنے گودام کی علی خواجہ کو دے کر کہا تم آپ گودام کھول کر جس مقام پر چاہو رکھدو حج سے واپس آکر اپنی امانت بجنسہ لے لینا۔

علی خواجہ نے اس ٹھلیا کو ایک حجرہ مین رکھکے اُسکو مقفل کر دیا اور کنجی اسکی اُس سوداگر کے سپرد کر دی اور اپنا مال تجارت ایک شتر پر بار کرکے اسپر سوار ہو قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا بعد طے مراحل و قطع منازل جب مکہ معظمہ مین پہونچا اور مناسک حج سے فرصت پائی اسباب تجارت جو اسکے ہمراہ تھا نکال کے بیچنے لگا۔

اتفاقاً دو سوداگر سیر کرتے ہوے علی خواجہ کی دوکان پر گئے اور اسکے اسباب کو دیکھکر بہت خوش ہوے اور پسند کرکے آپس مین کہنے لگے کہ اگر یہ تاجر اس متاع نادر کو کیرو دار السلطنت مصر مین لے جا کر فروخت کرے تو نفع کثیر ہاتھ آئے۔

علی خواجہ کہ مدت سے ملک مصر دیکھنے کا مشتاق تھا اس بات کو سُنکے زیادہ تر اشتیاق بڑھا اور بغداد جانے کا ارادہ ملتوی کرکے مصر کا عزم مصمم کیا اور ایک قافلہ مصری کے ساتھ چل نکلا جب وہان پہونچا اُس ملک کی سیر سے دل نہایت مسرور ہوا شہر کو بارونق دیکھا اور وہان کے باشندون سے ملاقات کرکے بہت خوش ہوا مال جو عمدہ دکھایا سب کو پسند آیا بڑی قیمت سے بیچا فائدہ

بہت اُٹھایا اور اسباب خرید کرکے دمشق جانے کا ارادہ کیا ایک مہینے تک کیر دمین رہ کے سیر اہرام کی جو کنارہ دریاے نیل کے کئی منزل سے نظر آتے ہین اور شہرون کو جو کنارہ دریاے نیل کے آباد ہین دیکھکے لطف مزید حاصل کیا پھر وہان سے دمشق کی جانب روانہ ہوا اسداہ مین رود بسلیم اور اُسکی مسجد کی جو شاہان اسلام نے تعمیر کی تھی زیارت کی اور شہر دمشق مین داخل ہوکر اُسکو نہایت آباد اور آراستہ پایا چشمے بکثرت زراعت و باغات شگفتہ اور بارور دیکھے نہایت محظوظ ہوا بغداد کو بھول گیا ؎

ہوائے خوش و میوہ ہائے فراخ — درختان بارآور و سبز شاخ
زمرد کے مانند سبزے کا رنگ — روش پر جواہر لگا جیسے سنگ
روش کی صفائی پہ بے اختیار — گل اشرفی نے کیا زر نثار
چمن سے بھرے باغ گل سے چمن — کہین نرگس و گل کہین یاسمن
کہین زرد نسرین کہین نسترن — عجب رنگ پر زعفرانی چمن
زمین کا کرون اسکے کیا مین بیان — کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان
رہین کھلتے اسمین روشن مدام — معطر شب و روز جس سے مشام
قرینے سے گرد اُسکے سرو سہی — کھڑا اک دور دور اُس سے سیب و بہی

روح کو بالیدگی ہوئی جان مین جان آگئی سبزہ و گل کے نظارے سے تازگی پائی چوک کی خوب سیر کی لطف اُٹھایا بازارون مین گشت کی چکر کھایا چندے اس شہر مین قیام کیا پھر وہان سے حلب و موصل و شیراز کا رستہ لیا عمائد کی ملاقات سے محظوظ ہوا اسی طرح جا بجا پھرتا دیار و امصار کی سیر کرتا سات برس کے بعد بغداد مین داخل ہوا اعزا و احباب کی ملاقات سے سرور حاصل ہوا اسکا سبب

وطن از ملک سلیمان خوشتر ✤—

اب ذکر اُس بے ایمان امانت دار کا سُنیے سات برس تک نہ اسکو علی خواجہ یاد آیا نہ اُس گھڑے کو دیکھا جس روز علی خواجہ شہر مین داخل ہوا اُسی شب کو وہ اپنی عورت کے ساتھ کھانا کھاتا تھا عورت نے کہا مدت سے روغن زیت ہم نے کھایا نہین بلکہ نظر بھی آیا نہین سوداگر کو علی خواجہ کا قصہ یاد آیا بی بی سے کہا میرا ایک دوست کعبہ شریف گیا ہی اُسکا گھڑا روغن زیت کا امانت میرے پاس رکھا ہی ایک پیالہ اور روشنی مجھے دے مین کوٹھری سے نکال لاؤن وہ نیک بخت بہت اپنی انجام بین تھی بولی پرائی امانت مین خیانت کرنا بہت بُرا ہی انجام اسکا ذلت و خفت کے سوا اور کیا ہی ؎ مرد آخربین مبارک بندہ ایست ✤ اگر وہ آئے اور اپنی امانت طلب کرے اور نہ پائے

تو پھر کیا ہو رسوائی حد سے سوا ہو۔

وہ بولا سات برس گذرے اسکا پتہ ہی نہ ٹھکانا ہی کیسا آنا جانا ہی عورت نے ہر چند سمجھایا اسکی خلقت مین بے ایمانی تھی اصلا سمجھ مین نہ آیا روشنی اور پیالہ لیکے کوٹھری کو کھولا گھڑے کو ٹٹولا طول مدت کے باعث وہ تیل سڑکے متعفن و خراب ہو گیا تھا ایسی بدبوئیں آتی تھی کہ ناک نہ دی جاتی تھی مگر اس لئیم نے گھڑا الٹا کے تیل پیالے مین انڈیلا قضائے کار ایک اشرفی بھی تیل کے ساتھ نکل آئی پھر تو بے تکلف سب تیل نکال کے اشرفیان چنین اپنے کیسے مین بھرین دوسری کوٹھری مین بہت ہوشیاری سے دھرین برے کام کا انجام برا ہوتا ہی کیسا ہی نیک ہو بدنام ہوتا ہی تیل وہ سڑ گیا شیطان کا اسیر سایہ پڑ گیا اشرفیان نکال کے اور تازہ تیل منگا کے گھڑے مین بھر دیا منھ باندھ کے اسی طرح دھر دیا اتفاقات زمانہ شب کو یہ حرکت ہوئی دم سحر بعد نماز علی خواجہ اسکے مکان پر آیا بعد ذوق شوق امانت طلب کی اسنے کنجی سامنے پھینک دی کہ جہان رکھ گئے ہو وہان سے لیجاؤ۔

علی خواجہ نے کوٹھری کو کھولا جہان گھڑا رکھ گیا تھا وہین پایا اپنے مکان پر اٹھا لایا یہان کھول کے جو دیکھا تیل موجود ہی مگر اشرفیون کا نشان مفقود ہی علی خواجہ الٹے پانوں اسکے پاس آیا کل حال سنایا وہ بولا سبحان اللہ خوب کعبے گئے تھے حاجی ہوکے نہ آتے نہ ایسا بہتان اٹھاتے ؎

خر عیسی گرش بمکہ برند
چون بیاید ہنوز خر باشد

خوب حج کر آئے کو یا خرادہ پر چڑھ آئے بے ایمانی دو چند ہوئی زیارت کچھ نہ سودمند ہوئی یہ تو بتائیے کہ آپ مجکو تیل دے گئے تھے یا اشرفیون کا کچھ ذکر کیا تھا اچھا الٹا دھڑا باندھا علی خواجہ نے بمنت و زاری کہا کہ میری تمام عمر کی کمائی ہی جسپر یہ آفت آئی ہی اگر عند الضرورت صرف ہو گئی ہون بتدریج دینا انکار تو نہ کرو عاقبت کے مواخذہ دار نہ ہو۔

سوداگر بغداد نے خیال کیا ؎

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

ہر چند اس تاجر حاجی نے بہت کچھ شور و غل مچایا تمام اہل محلہ کو یہ سانحہ سنایا مگر اس پاجی نے دم نہ مارا الٹا انھین کو بے ایمان بنایا۔

غرض کہ یہ خبر چار سو مشتہر ہوئی ہر کس و ناکس کو خبر ہوئی آخر قاضی تک نوبت آئی مدعی کے گواہ طلب کیے علی خواجہ نے کہا مجکو اسکا بڑا اعتبار تھا برسون کا یار تھا اسوقت قاضی نے اس دغاباز سے قسم کو کہا وہ حرام خور بے تکلف قسم کھا گیا قاضی نے مقدمہ خارج کیا مدعی کو جواب دیا علی خواجہ

جواب

خجل و نادم گھر پھرا لوگون نے مضحکہ کرنا شروع کیا یکے نقصان مایہ و دیگرے شماتت ہمسایہ مثل راست ہوئی منکر سے کچھ نہ بازخواست ہوئی ۔

بادشاہ بغداد خلیفہ ہارون رشید نیک نہاد نماز جمعہ کو جو وہ سوار ہوا علی خواجہ نے راہ مین عرضداشت گذرانی بعد ملاحظہ حکم ہوا صبح کو مدعی مدعا علیہ دونون دردولت پر حاضر ہون ہم بذات خاص اسکا فیصلہ کرینگے شب کو موافق معمول لباس تبدیل کر کے شہر کا حال دریافت کرنے جو نکلا ایک محلے مین دس بارہ لڑکے چاندنی مین کھیل رہے تھے خلیفہ وہان ٹھہر گیا ایک لڑکا اُنمین خوبصورت و ہوشیار تھا وہ کہنے لگا آؤ ہم تم سب ملکے قاضی کی نقل کرین مین قاضی بنتا ہون تم کسی کو علی خواجہ اور کسی کو تاجر بغدادی بناکے ہزار اشرفی کا دعوی کرو مین اس قصے کا انفصال کردونگا جھگڑا چکا دونگا سرمو کسی کی رعایت نہ کرونگا ۔

خلیفہ نام علی خواجہ و تاجر بغداد کا سُنکے متحیر ہوا کہ کل اسی مضمون کی عرضی راہ مین کسی شخص نے گذرانی ہے اور مین نے اسکو پڑھا ہے متخاصمین کا یہی نام ہے دیکھون اس مقدمے کے فیصلہ مین اس لڑکے کی تجویز کا کیا انجام ہے ۔

تصویر لڑکون کے قاضی بنکر فیصلہ کرنے اور خلیفہ ہارون رشید کے خفیہ دیکھنے کی



غرض کہ خلیفہ مشتاق ہوکر لڑکون کی نقل دیکھنے لگا اور اپنے دل مین تصور کرتا تھا کہ یہ مقدمہ شہر

یہین اس درجہ مشتہر ہوا ہی کہ لڑکے تک لہو ولعب مین نقل کرتے ہین بہرکیف اُن اطفال مین سے ایک کو علی خواجہ مدعی اور دوسرے کو تاجر بغدادی مدعا علیہ قرار دے کر روبرو اس لڑکے کے جو قاضی بنا تھا اور بڑی عظمت وشان سے مسند قضا پر تن کے بیٹھا تھا پیش کیا اُس مصنوعی قاضی نے فرضی خواجہ علی سے پوچھا کہ تو کیا دعوی اس سوداگر پر رکھتا ہی۔

علی خواجہ نے بہ تفصیل اپنے دعوے کو بیان کیا مصنوعی قاضی نے دعوی مدعی کا سُنکے اُس سوداگر سے پوچھا کہ تو نے اسکی اشرفیان کیا نہین وہین اُس فرضی سوداگر نے وہی جواب دیا جو اصلی سوداگر نے قاضی شہر کے سامنے بیان کیا تھا اور حلف اُٹھانے پر مستعد ہوا جعلی قاضی نے کہا قبل اسکے کہ تو قسم کھائے مین اُس ظرف کو دیکھنا چاہتا ہون جسمین مدعی نے روغن زیت بھر کے تیرے گھر مین امانتاً رکھا تھا پھر علی خواجہ فرضی سے کہا جلد اُس ٹھلیا کو حاضر کر۔

علی خواجہ فرضی نے وہ گھڑا پیش کیا اُس فرضی قاضی نے بہ تکرار دونون متخاصمین سے تصدیق کی کہ تم خوب پہچانتے ہو یہ وہی ٹھلیا ہی جسکو مدعی گھر مین مدعا علیہ کے رکھ گیا تھا اُن دونون نے اقبال کیا کہ بیشک یہ وہی سبوچہ ہی پھر قاضی نے اُسے کھلوایا کہا ذرا سا روغن میرے پاس لاؤ تاکہ ذائقہ سے دریافت کرون کہ امتداد زمانہ سے مزے مین فرق آگیا ہی یا متعفن ہوگیا ہی غرض کہ قاضی فرضی نے قدرے روغن زبان پر رکھکے کہنے لگا نیا ماجرا ہی سات برس کا زمانہ گذرا تیل کا ذائقہ نہین بدلا کوئی حاضر ہی دو روغن فروشون کو بازار سے بُلا لاؤ اُنھین مین دو لڑکے روغن فروش بن کے سامنے حاضر ہوے مودب ہو کر تسلیم بجا لائے۔

قاضی نے پوچھا تم لوگ کیا پیشہ کرتے ہو انھون نے کہا ہم لوگ خرید فروخت روغن زیت کی کیا کرتے ہین قدیم سے ہمارا یہی روزگار ہی پھر سوال کیا کہ روغن زیت کتنی مدت تک اچھا رہتا ہی بدذائقہ نہین ہوتا روغن فروش مصنوعی بولے پیر ومرشد کیسے ہی احتیاط سے رکھا جائے تین سال کے بعد اسکے رنگ وبو مین فرق آجاتا ہی بوند بھر زبان پر نہین رکھا جاتا بلکہ پھینک دیا جاتا ہی پھر قاضی مصنوعی نے حکم دیا کہ اس ٹھلیا مین جو روغن زیت ہی اسکو چکھ کر تجویز کرو کتنی مدت کا ہی اور کیسا مزا ہی فرضی روغن فروشون نے جھوٹ موٹ اُس ٹھلیا مین سے روغن زیت نکال کے دیکھا اور چکھ کر کہا خداوند نعمت یہ تیل تازہ ہی انتہا یہ کہ سال بھر گذرا ہوگا قاضی نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو علی خواجہ کو سات برس ہوے ہین کہ اس روغن کو اسی ٹھلیا مین رکھکر حج کو گیا تھا فرضی روغن فروشون نے عرض کیا حضور جو چاہین فرمائین مگر یہ روغن ایک برس سے زیادہ کا ہرگز نہین اسی سال کا

بناہی کوئی تاجر بغداد مین نہین کہ جواس امر کو نہ جانتا ہو چنانچہ اُس سوداگر نے بھی جو مدعا علیہ بنا تھا اُس روغن کو سونگھ کے اور زبان پر رکھکے اس امر کا اقرار کیا ۔

دعوائے مجست ظہور ری ۔ ثابت شدہ مدعی گواہ است

تب قاضی مصنوعی تاجر بغدادی سے کہنے لگا کہ ای ملعون تو سخت دغاباز و مکار تیرا جفا شعار ہی یہ فریب تو نے کیسا کیا اگر زیست درکار ہی جو امر راست ہو اُسکا اظہار کر اپنی خطا کا اقرار کرو ورنہ ای بدکردار تجکو دار کا چہرہ دار کرونگا تیرے لہو مین اپنا ہاتھ بھرونگا تمہم ... ہوگے زندہ نہ بچوگے ۔

یہ سُنکے وہ تھرایا اور ایسا رعب چھایا کہ اُسنے اشرفیان نکالنے اور تیل بدلنے کا اقرار کیا خطو کا خواستگار ہوا لڑکے یہ سُنکے تالیان بجانے لگے کودنے لگے اس لڑکے کو جسے سوداگر بغدادی مدعا علیہ قرار دیا تھا لڑکے حوالات مین لے گئے ۔

خلیفہ ہارون رشید یہ معاملہ دیکھ کے سخت متحیر ہوا جعفر سے فرمایا تو نے اسکے ذہن کی رسائی طبیعت کی زور آزمائی دیکھی اس لڑکے کو پہچان رکھ اور محلے کا خوب دھیان رکھ دم سحر تخت عدالت پر جلوہ فرما ہونگا ان لڑکون کو بھی میرے سامنے لانا ہوگا علی خواجہ و تاجر بغدادی کا ایکی ... قصہ چکانا ہوگا اور قاضی شہر بھی حاضر ہوکر فیصل کرنا مقدمے کا اس بچے سے سیکھے بزرگی لعقل ... ال مسند کا گذرانا ہے اور مدعی سے کہلا بھیج کہ کل وہ تھلیا بھی اجلاس پر اپنے ہمراہ لیتا آوے اور شہر کے دو چار روغن فروش بھی حاضر رہین خلیفہ ہارون رشید یہ سب حکم ساہ مین وزیر کو دے کر اپنے محل مین داخل ہوا ۔

اتنے مین سحر

جب دیو سیاہ شب ہے ہتاب ۔ رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب
روز گل لیے آفتاب تابان ۔ ہنگام سحر ہوا نمایان

جب مرغ سحر نے آواز لگکرون کون کی دی اور نمازیون نے نماز سحر ادا کی طائران خوش الحان نے حمد و ثنائے خداے تعالے مین زبان کھولی اور مسجدون مین اذان ہونے لگی شہرزاد نے سکوت اختیار کیا بادشاہ دیجاہ نے قصد دربار کیا تمام دن کار و بار سلطنت مین مشغول ہوا ہر مستغیث کو اپنا مقصد دلی حصول ہوا بعد برخاست دربار شہریار خلوت کدہ مین داخل ہوا شہرزاد کا مطلب حاصل ہوا قصہ خوانی شروع ہوئی طبیعت شہریار رجوع ہوئی شہرزاد نے پہلے مدح سرائی کی پھر یون طبیعت آزمائی

کی کہ تیرے عہد معدلت مہد مین شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتا ہی جیتا کتے کی سایہ حمایت وظل عاطفت مین جیتا ہی ؎

یا الٰہی تا بناے یک دلی قائم بود	پردہ دار آشنائی تا دل پیر و جوان
روز بہ باشد نصیب دشمنان تو مدام	شرمگین و خستہ جان باشند دائم دشمنان
آستان تو بود مسجود اہل احتیاج	دولت و اقبال باشد پاسبان آستان

صبح کو وزیر اُس محلہ مین گیا جہان لڑکون نے قاضی کی نقل کی تھی اُنکے اُستاد سے پوچھا اُسنے کہا وہ سب لڑکے اپنے اپنے گھر گئے ہین-

وزیر نے اُنکے باپ کو بُلا کے فرمایا اپنے اپنے لڑکون کو جلد حاضر کرو چنانچہ دم بھر مین سب لڑکے حاضر ہوگئے وزیر نے اُنسے پوچھا کہ تم مین سے کل رات کو کس لڑکے نے قاضی بنکے علی خواجہ کا مقدمہ فیصل کیا تھا سب سے بڑے لڑکے نے کہا مین قاضی بنا تھا وزیر نے اُس سے کہا میرے ساتھ چل خلیفہ نے تجھے یاد فرمایا ہی والدین اُس لڑکے کے ڈر گئے اور رونے لگے وزیر نے اُنکی تسلی کی کہ تم کچھ اندیشہ نہ کرو گھنٹہ بھر مین تمھارے فرزند کو پہونچا دونگا اُسکی مان نے مطمئن ہوکر لڑکے کو عمدہ کپڑے پہنا کے وزیر کے ہمراہ کر دیا وزیر نے خلیفہ کے حضور مین حاضر کیا-

خلیفہ نے وقت اجلاس کے اُس لڑکے کو اپنے پاس بٹھا لیا جب متخاصمین حاضر ہوئے اور مقدمہ پیش ہوا خلیفہ نے اُنسے فرمایا تم ہر ایک اپنا حال اس لڑکے سے کہو یہی تمھارے مقدمہ کو تجویز کرے گا علی خواجہ اور تاجر بغداد ی نے اپنا اپنا حال اُس لڑکے سے ظاہر کیا اور وہ سوداگر بغداد انکار کرنے کے مستعد قسم کھانے پر ہوا-

اُس لڑکے نے کہا ابھی قسم کھانا ضرور نہین پہلے اُس ٹھلیا کو حاضر کرو چنانچہ وہ سبو جو روغن زیت پیش ہوا خلیفہ نے اسکا مُنہ کھلوا کے روغن کو چکھا اور روغن فروش جو حاضر تھے اُنکو بلا کے چکھایا اُن سب نے بالاتفاق کہا کہ مزا اس روغن کا بگڑا نہین اسی سال کا ہی تب اُس لڑکے نے اُنسے کہا تم خلاف کہتے ہو اس وجہ سے کہ علی خواجہ نے اسکو سات برس ہوئے ہین کہ اس ظرف مین بھر کے رکھا ہی اس برس کا روغن اسمین کہان سے آگیا ہی-

روغن فروشون نے بعینہ وہی جواب دیا کہ جو اُن فرضی روغن فروشون نے کھیلنے کے وقت کہا تھا آخر اُس سوداگر بغدادی نے قائل ہوکر اپنے قصور کا اقرار کیا اُس لڑکے نے خلیفہ سے عرض کیا کہ خداوند ہم نے کل آپسمین کھیلنے کے وقت یہ نقل کی تھی ہم کو مقدور مجرم کے سزا دینے کا نہ تھا اب یہ مقدمہ آج حضور

مین فیصل ہوا اسکو سزا دے کر ہزار اشرفی اس سے علی خواجہ کو دلوا دیجیے کہ حق اسکا ثابت ہوا خلیفہ نے حکم دیا کہ اس سوداگر کو پھانسی دو اور اُس سے پوچھو کہ ہزار اشرفی علی خواجہ کی کہان ہین جہان بتلائے وہان سے لا کر علی خواجہ کے حوالے کرو اور اُس لڑکے کو گلے سے لگا کے ہزار روپیہ مرحمت کیا بحفاظت گھر پہونچوا دیا۔

ملکہ شہرزاد نے ادھر قصہ کو تمام کیا اُدھر خورشید جہان گرد کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا۔

آیا جو تیغ روز لیے شاہ نیم روز
باندھے کمر مین خنجر بیضا ے کینہ سوز
مہتاب لشکر شب فنا ور مین گھر گیا

ماہی شکار شیر سوار و جہان فروز
پھر دیو ہفت سر ہوا صید عقاب روز
ارہ شعاع کا سر انجم پہ پھر گیا

قاضی ماہ نے اطفال نجوم کے فیصلے کی خفت سے اپنا رستہ لیا نور کا تڑکا ہوا شہرزاد کو قتل کا دھڑکا ہوا دنیازاد گھبرا کے بولی اُٹھی بہن تمھارے سکوت سے طبیعت گھبراتی ہے جان بیقرار لبون پر آتی ہے کوئی قصہ اور چھیڑ دے جبتک روز روشن ہو آفتاب نکلے اُسنے کہا باجی جان اگر آج جان بخشی ہوئی کل وہ داستان سناؤنگی کہ دل خوش ہو جائیگا اُسکی عمدگی پہ تعجب آئیگا کہ کیا عمدہ کہانی ہے واقعی سحر بیانی ہے۔

شہریار نے دل مین خیال کیا جلدی کیا ضرور ہے قتل ممکن ہے جب منظور ہے مسکرا کے فرمایا تیرا اضطراب بیجا ہے تیری سحر بیانی نے میرے دل کو مسخر کر لیا ہے پھر بستر استراحت سے اُٹھا حمام مین جا کے غسل کیا پوشاک بدل کے داخل عبادت خانہ ہوا بعد ادائے نماز لبعد بنیاد دو رنگ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا دن بھر مصروف انتظام مملکت رہا قریب شام دربار برخاست کیا اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر کچھ دیر مصروف گلگشت باغ رہا جب سیر سے طبیعت سیر ہوئی خلوت سرائی راہ لی بعد اکل و شرب آرام کیا پھر بیدار ہو کے شہرزاد سے بیان داستان کا احکام کیا یہ گویا ہوئی شہریار عالیجاہ کا یاور اقبال رہے عدو پائمال رہے۔

شہزادۂ احمد اور پری بانو کی داستان ندرت عنوان

ملکہ شہرزاد نے گوہر آبدار سخن کو اپنے لب لعلین سے سلسلۂ بیان مین یون منتظم کیا کہ اے شہریار فریدون فر سنجر منزلت جم رتبت ؎

تیری بخشش نے دیا اہل جہان کو وہ وقار
جو گدا اب نظر آتا ہے شہنشاہ تبار

مجمع سو دیہ دیدے اُسے قارون سب گنج / تیری بخشش کے جو وعدے پہ کوئی مانگے اُدھار
گو سے بازی ہی ترے عہد مین لڑکون کے لیے / کف پہ دینے مین تھا وہ جو زر دست افشار
ابر و بحر تنک مایہ کی کس طرح رہے / یون رہے دست کرم جبکہ ترا گوہربار
لعل و یاقوت بناتا ہی جو اس کثرت سے / بخشیہ کرتا ہی مگر مہر جہان تاب نثار
یون رہے ہاتھ کو تکتا ترے حاتم ہر دم / جسطرح جانب ساقی نگران بادہ گسار
کسکو معلوم تعدی ہی ترے لشکر کی / کسکو مفہوم زمانے مین ہی ناروی کا شمار
مجھسے تقصیر تو سرزد ہوئی لیکن ہو معاف / کیا کرون عدل مین تشبیہ ہی تیری درکار
اس سے بہتر نہ سمایا مری نظرون مین کوئی / ای کرم پیشہ کہا ہی تجھے کسری ناچار
ذکر کیا ہی کہ کسی پر کوئی کچھ ظلم کرے / دخل کیا ہی کہ کسی کو کوئی دیوے آزار
پر پروانے سے گر شمع کو پہونچے نقصان / دل بلبل مین چبھے گل کی طرف سے گر خار
ہم پر اسکو جلاتی ہی رہے آتش تیز / حشر تک اسکا جگر چاک رکھے باد بہار
تا جہان مین رہے رنج و الم و عیش و سرور / تا فلک پر رہین گردش مین نجوم سیار
پاے احباب رہے زینت فرق اعدا / سر اعدا رہے پامال ہجوم ادبار

شہنشاہ عالم کی عمر دراز ہو زمانہ سابق مین ہندوستان کا ایک بادشاہ تھا اسکے تین فرزند دلبند تھے بڑے کا نام شہزادہ حسین اور منجھلے کا شہزادہ علی اور چھوٹے کا شہزادہ احمد تھا اور ایک شہزادی جسکا نام نورالنہار تھا وہ اسکی بھتیجی تھی جب اسکے باپ نے قضا کی چچا کو یہ مصلحت سوجھی کہ اپنے ہی گھر مین لایا شہزادون کے ہمراہ اسکی بھی پرورش کرنے لگا یہ شہزادی بہ نسبت اور تینون شہزادون کے حسن و جمال مین بے نظیر تھی غیرت مہر منیر تھی ؎

غارت گر ہوش ہی سراپا / عشوہ غمزہ ادا کرشما
وہ نور کہ صدقے مہر انور / وہ رُخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جسپر

حور لقا ماہ سیما زلف گرہ گیر مشک ختن کی قدر کھوتی یاسمن رخسار صبح پر صدقے ہوتی ؎

رخسار کو قمر جو کہون اُسمین داغ ہی / خورشید ہی تو کیا ہی وہ دن کا چراغ ہی

لب نازک عقیق یمن رشک لعل بدخشان دہن تنگ شکر افشان دانتون کی چمک سے دُر شہوار ہیرا الماس چاہ ذقن کے سامنے سیب زرد رو نظر آتے ؎

ترے دندان و لب نے کر دیا بیقدر عالم مین / گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

آنکھین وہ جادو بھری ہوئی نشہ شراب حسن و جمال مین مست ہین کہ دیکھنے والون کے حوصلے بالکل ہی پست ہین ؎

آنکھین وہ نرگسی جنھین دیکھے سے ہو سرور
یا صاف دو ستارون کا ہے ایکجا ظہور
روشن میان کعبہ ہین یا دو چراغ طور
کوثر سے یا بھرے ہوے ہین ساغر بلور

پتلی نہین یہ چشم سیہ کے حجاب مین
پنہان ہے روے حضرت یوسف نقاب مین

کان برگ گل سے خوشتر یا پہلوے ماہ مین دو اختر صراحی دار گردن سانچے مین ڈھلی ہوئی نور مین مثل شمع روشن چھب تختی وہ کہ اگر فرشتے دیکھ پائین اُنکے بھی وضو شکست ہو جائین شکم مثل آئینہ شفاف گرداب محیط حسن وہ ناف کمر نازک تار نگاہ دیدہ وہم ہے بلکہ بعید از فہم ہے ہاتھون مین حنا کی تزئین پنجہ مہر دست رنگین ساقین شاخ نخل طوبی ہین پر نور مثل ید بیضا ہین کف پا رشک عارض حور دو تا ساقد قیامت نخل مراد سراپا وہ سہی قامت انداز و ادا کرشمہ و ناز سب اُس غیرت حور کے دمساز ہین ایسی نور کی صورت پائی تھی گویا صانع قدرت نے خود بنائی تھی ؎

آپ پروانہ ہو گر دیکھے اُسے حسن آفرین
اپنی صناعی پہ حیران خود وہ صورت گر رہے

علاوہ حسن بیمثال کے عقل و دانش فہم و فراست مین بھی ممتاز تھی مجسم خوبی وہ سراپا ناز تھی غرض کہ وہ تینون شہزادے اور یہ چونچھال سالہا سال یکجا بسر کرتے رہے ایک مکتب مین لکھتے پڑھتے رہے لیکن اُسکی شمع حسن کے پرتو سے ہر ایک محبت کا دم بھرتا تھا مجموعۂ عقل و ہوش برہم تھا جام آرزو بادۂ عشق سے پیہم بھرتا تھا ؎

مشغول کوئی پہ درس و تعلیم
کوئی شین کی تھا کشش پہ خوش حال
کوئی قطعہ خط سے حظ اُٹھاتا
آتے دم صبح جیسے مدہوش
انگشت بہ لب بہ صورت میم
یہ خم سوے جیب صورت دال
جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا
سیپارۂ دل لیے در آغوش

جبکہ سب حد بلوغ کو پہونچے بادشاہ عالی جاہ نے مشیران دولت مدبران سلطنت سے آپس مین مشورہ کیا کہ کوئی شہزادۂ عالی خاندان اور تین شہزادیان والا دودمان نجیب الطرفین کہین ٹھہرانا چاہیے کہ ان چارون کی شادی سے فرصت ہو خانہ آبادی کی صورت ہو کہ گردش چرخ کا اعتبار نہین خدا جانے کیا رنگ لائے آج کیا ہے کل کیا پیش آئے ؎

بیک ساعت بیک لحظہ بیک دم	دگرگون میشود احوال عالم

ایک خواجہ سرا ے قدیم نے بادشاہ کو تنہا لیجا کے عرض کیا پیرو مرشد کو صاحبزادون کی شادی کا خیال ہے یہی فکر لاحق حال ہے انکا تو کچھ رنگ ہی اور ہے حال عجیب ہے مثل سنتے تھے ایک گز دو فاختہ یہان تماشا ے عجیب و غریب ہے تین گز ایک فاختہ کا ڈھنگ ہے زمانہ کا طرفہ نیرنگ ہے تینون شاہزادے ملکہ نور النہار حور خصال کے عاشق زار ہین شادی کے امیدوار ہین زیست سے تنگ ہین آپس مین آمادۂ جنگ ہین تیر عشق شہزادی کا کلیجے کے پار ہے ہر ایک شہزادی کا عاشق زار ہے ماہی بے آب کی طرح بیقرار ہین ورد زبان یہ اشعار ہین ؎

کرشمے لاکھ تیرے ہر ادا مین	ہزارون شوخیان ہین دلربا مین
نہین کچھ ایک شوخی دلربا مین	کرشمے ہین ہزارون ہر ادا مین
جسے کہتے ہین اعجاز مسیحا	وہی انداز ہے تیری ادا مین
مرا دل اب نہ لے کر جو لیگا	گرہ دے لیجیے بند قبا مین
جگر بھی مضطرب ہے دل بھی بیتاب	سنبھالین ہم اسے یا اسکو تھامین
ملاتے ہی نظر دل لے گئے وہ	لگاوٹ ہے حسینون کی ادا مین
کلیجہ دونون ہاتھون سے وہ تھامین	اثر اتنا تو ہو آہ رسا مین

خواجہ سرا سے یہ کیفیت سنکے شہنشاہ فریدون بارگاہ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی انواع و اقسام کے خیالات نے خاطر اقدس مین راہ پائی تردد و انتشار کے سوا کوئی بات ذہن مین جمنے نہین پاتی تھی مرآت ضمیر مین عکس اوہام منعکس تھا تصویر تفکر نظر آتی تھی کبھی دل مین یہ خیال کرتا تھا کہ اگر ایک کے ساتھ شادی کردون یہ دونون جھلائینگے اگر کوئی حرکت ناشائستہ نہ کی تو شہر سے ضرور نکل جائینگے تکلیف غربت سفر کی زحمت اٹھائینگے دشت نوردی سے ہلاک ہو جائینگے جیتے پھر کر نہ آئینگے —

کبھی یہ ذہن نشین شاہ والا تبار ہوتا کہ اگر کسی غیر شاہزادے سے اُس دُر شاہوار سلطنت کا انعقاد ہوا تو یہ شاہزادے اُسکے دشمن جان ہو جائینگے مار ڈالنے کا خیال ہوگا اُسکا زندہ رہنا محال ہوگا ؎

باسایہ ترا نمی پسندم	عشق ست و ہزار بدگمانی

آتش رقابت کی شعلہ افشانی حریفون کے جگر مین سوزش پیدا کرے گی مرا اثر ہو یدا

کرے گی جبکا نتیجہ التہاب نائرہ عداوت ہی سخت انتشار طبیعت ہو اسی سوچ مین شب و روز سر دُھنتا تھا کچھ کسی سے نہ کہتا تھا نہ سُنتا تھا خاموشی صورت تصویر قفل دہن تھی مُہر سکوت لب پر جلوہ افگن تھی سہ

نہ ہو کوئی آگاہ راز نہان سے	خموشی کو یہ مُہر لب جانتے ہین		

آٹھو پہر دریاے تفکر مین شناوری کرتا مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آتا کوئی امر تسکین بخش خاطر لوح دل پر نقش پذیر نہ ہوتا جس سے تفریح حاصل ہوتی طبیعت یک سوئی پر مائل ہوتی یہ شعر ورد زبان تھا نہایت ہی پریشان تھا سہ

غم کھاتا ہون لیکن مری نیت نہین بھرتی	کیا غم ہی مزے کا کہ طبیعت نہین بھرتی		

معاملہ ایسا نازک کہ زبان سے نکالنے مین خشت از بام ہونے کا خیال ہی دیوار ہم گوش دارد شہرت کا خیال ہی سہ نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا۔

سوچتے سوچتے مدت مین ایک امر ذہن مین آیا شہزادون کو حضور مین طلب کرکے یہ سُنایا کہ تم میرے لخت جگر نور نظر ہو ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین میرے نزدیک سب برابر ہو مین ایک کو دوسرے پر ترجیح دے نہین سکتا ایک ہی شجر دولت کے تینون گلہاے شاداب ایک ہی صدف حشمت و اقبال کے تینون دُر نایاب ہین۔

مین بلکہ نور النہار کی شادی کیا چاہتا ہون اور منظور یہ ہی کہ باہم تم مین ملالی نہ ہو رشک و حسد کا دل مین خیال نہ ہو وہ اس شرط پر موقوف ہی کہ تم علیحدہ علیحدہ سفر کرو اور سوغات میرے واسطے وہ لاؤ کہ بے مثل ہو آج تک کسی کی نگاہ سے گذری نہ ہو تاجر فلک نے بازار جہان مین ہیرانہ سالی متاع دہر مین دیکھی نہ ہو نظیر و مثال اپنی پردۂ دنیا پر نہ رکھتی ہو ایسی ارمغان ہو کہ عالم شہود مین اپنا جواب مقابلہ مین نہ دیکھ سکتی ہو ایسی شی نادر و یکتا جو لائے گا اُسکو فوقیت ہوگا فرید شوق ہوگا ایسی عدیم المثال چیز جو پیش کرے گا اُسی کے ساتھ اُس گلعذار کا بیاہ ہوگا قران مہر و ماہ ہوگا گل و بلبل کے اتصال کی یہی راہ قرار پائی ہی شمع و پروانہ کی باہمی اسی صورت سے نظر آئی ہی بادۂ وصل سے لبریز جام ہوگا دنیا مین شادکام ہوگا۔

تینون بھائی اس بات پر راضی ہوے سامان سفر شام وسحر درست کرکے بقدر حوصلہ سرکاری خزانہ سے زر سرخ وسفید لے کے مان باپ سے رخصت ہوے تینون بھائی باہم گھر سے چلے باپ نے دعاے خیر دی اور یہ بیت پڑھی سہ

بسفر رفتنت مبارک باد — بسلامت روی و باز آئی

دفعۃً یکہ تاز سپہر بکمال شوکت و شان خناک فلک پر نظر آیا پرچم شعاعی کی چمک نے دیو شب کو بھگایا فوج مین وردی کی توپ چلی ؎

آمد وہ آفتاب کی اور وہ سحر کا نور — کافور ہو گیا تھا فلک پر قمر کا نور
بالا تھا نخل طور سے ہر اک شجر کا نور — پھیلا تھا چاندنی کی طرح دشت و در کا نور

غنچون کے منہ جو صبح کو شبنم نے دھوئے تھے
گویا گلون نے عطر مین چہرے ڈبوئے تھے

ادھر مہر جہانتاب کی شعاع در و بام پر نمایان ہوئی ادھر شہرزاد حیرت سے بُت بن گئی شہریار بستر راحت سے اُٹھا عبادت خانہ کا عازم ہوا بعد ادائے نماز تخت سلطنت پر جلوہ دیا وزرا و ارکان دولت بعد ادائے تسلیم و زمین بوس مشغول کار ہوئے ظالم و مظلوم حاضر کیے گئے عدالت کا گرم بازار ہوا سزایاب ہر بدکردار ہوا اس عرصہ مین زمانے نے رنگ بدلا تیرگی شب نے روز روشن کو چھپایا ؎

ہوئی آغاز کو تکلیف انجام — قدم بوسی کو آئی گیسوے شام
چمک دی شمع کے شعلون نے ہر سو — ملا محفل مین ہر پہلو سے پہلو

شہریار محفل عشرت مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا کچھ دیر اکل و شرب کا چرچا رہا پھر آرام کیا جب تھوڑی سی رات رہی شہریار نے بیدار ہوکے بیان داستان کی فرمائش کی شہرزاد جو نزاد یون گویا ہوئی کہ ؎

ای شاہ جہان گیر جہان بخش جہاندار — ہی غیب سے پیدا تجھے صد گونہ بشارت
ہی عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو — تو وا کرے عقدے کو سو وہ بھی باشارت
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا — ہی فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت
ہی نقش مریدی ترا فرمان الٰہی — ہی داغ غلامی ترا توقیع امارت
تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان — تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت
ڈھونڈھے نہ ملے موجۂ دریا مین روانی — باقی نہ رہے آتش سوزان مین حرارت

ایک عالم اس بات سے آگاہ ہی کہ مسافر کے لیے سفر کی عمر کوتاہ ہی بعد قطع منازل و طی مراحل ان تینون شہزادون کا گذر چالیس دن مین ایک شہر کے اندر ہوا عجب نقشہ بد نظر ہوا کچھ ایسے حساب سے

اس شہر کی بنا ڈالی تھی اُقلیدس سے نئی شکل نکالی تھی کہ جنے شہر نامی گرامی اور اچھے تھے وہان سے بعد مسافت مین مساوی رکھے تھے چندے اُسکی سیر کرکے باہم مشورہ ہوا کہ مکان سے یہان تک ہم سب ساتھ آئے ہین پھر کر گھر بھی ہمراہ پہونچین اُسکی ترکیب یہ ہو کہ جو مراجعت کرے وہ اسی شہر مین آئے اور رون کے انتظار مین ٹھہر جائے جس دم فلک تفرقہ پرداز سب کو دوچار کردے مع الخیر بالاتفاق اپنے ملک کو چلین -

یہ امر باہم مستحکم کرکے دم سحر ایک دوسرے سے مل کے رخصت ہوا تفرقے کا بہانہ ہوا پہلے بڑے صاحب شہزادہ حسین جسکا نام تھا وہ ہمیشہ تعریف شہر بشن گڈھ کی سُنا کرتا تھا اور بکمال شوق اُسکے دیکھنے کا رکھتا تھا اُس شہر کی طرف باتفاق قافلے کے جو اُدھر کو جاتا تھا جہاز پر سوار ہوا مہینے تک دریا کا سفر کیا بعد ازان خشکی کی راہ طے کرکے اکثر شہرون کی سیر کرتا ہوا بشن گڈھ مین پہونچا - بسبب وسعت شہر کے کئی حاکم اُس شہر کے تھے انتظام ملکی اور کثرت آبادی کی وجہ سے ہر حاکم اپنے حصہ ملک کا انتظام کرتا تھا رعایا کی دادرسی صبح و شام کرتا تھا-

غرض کہ یہ شہزادہ شہر مین وارد ہوا اور ایک کاروان سرا مین جو مخصوص تاجران اطراف و جوانب کے لیے تھی فرد کش ہوا وہان کے باشندون سے معلوم ہوا کہ اس شہر مین ایک بڑا بازار ہی جسمین عجائب غرائب اسباب اور ہر ملک کی چیزین نادر و نایاب بکتی ہین نہایت آراستہ و پیراستہ ہی بڑی تعریف اس بازار کی سُنی -

دوسرے دن شہزادہ حسین اُس بازار کی سیر کو گیا تو دیکھا کہ واقع مین بڑا عظیم الشان بازار ہی جسکے طول و عرض کو دیکھکر یہ حیران ہوا اور اُس بازار مین ہزارہا دُکانین نہایت لطافت و خوبی سے بنی ہوئی تھین ہر دوکان کے سائبان نہایت تکلف سے دھوپ اور گرمی کی حفاظت کے لیے اس خوش اسلوبی سے لگائے تھے کہ اگر اُن سائبانون کی تعریف کی جائے تو اطلس چرخ شرمائے خورشید کا مُنھ رشک سے زرد ہو جائے ہر جنس و اسباب کی دوکانین علٰحدہ علٰحدہ تھین اور طرح طرح کے اسباب خوبصورتی سے اُنمین سجے تھے -

کہین بزازہ کہین صرافہ جوہری بازار چاندی بازار کہین مالن کہین کیڑن کہین سنکرن کہین تنبولن جڑیا کی دُکان تھی اُسکی خوبی کیا تحریر ہو ادنی تو یہ بات ہی کہ جس کسی نے اُسکے قریب جالی جالی لوٹ کی طرح دل سوراخ دار ہوا جی لوٹ گیا لاہی دود آہ عاشقان کا پتہ دیتی تھی گلبدنون کے تن کی زیب بنی تھی جو گل رخسار اُس دوکان کے کپڑے کو دیکھ پائے تو شبنم ندامت

بہائے ہاتھ ململ کے رہے کم خواب آئے۔

اسی طرح صرافہ مقابل بزاز کے آراستہ روپیہ اشرفی کوڑی پیسے کا ڈھیر لگا ہوا چاندی بازار مین گہنا سونے چاندی کا رکھا ہوا جسکو دیکھکر خازن کی طبیعت مالا مال زر امید سے آسودہ حال اشرفی کو جو کوئی سیم بدن بیہری سے دیکھا تو زرد روئی ہو جاتی مثل سیم سادہ سادہ لوحی ہاتھ آتی فلک مفلس ہر چند للچاتا ہی مگر وہان کے درم و دینار نہین پاتا ہی سایہ کو اکب دور سے دکھاتا ہی اشرفی مہر و ماہ اپنے نثار کرنے کو تیار رہی اس لیے نہین پاتا ہی صراف سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے نفر آتے تھے ٹاٹ کے نیچے اٹھنیان چونیان چھپائے بیٹھے تھے کسی طرف جوہری بازار مین یاقوت زمرد پکھراج ہیرا جسکے دیکھنے سے عقل دنگ ہو نیلم ہو خواہ دہان فرنگ ہو عقیق لب لعلین معشوق سے بہتر موتی رشک دُر دندان دلبر۔

کسی طرف بساط خانے کی سجاوٹ بصد انبساط تھی ولایتی نفیس اسباب دُکانون مین ڈھیر تھا چھتریان ٹنگی تھین جو سورج مکھی کو شرماتی تھین جھاڑ فانوس کنول چینی کے ظروف اور شیشہ آلات سے ہر دوکان رشک نگار خانہ چین ہو رہی تھی انکی ددکانون کے نیچے علاقہ بند بیٹھے تھے جو ریشم کے کرن پھول بناتے اور گہنا گوندھتے تھے وہ کرن پھول جو گل رخساروں کے زیب بناگوش ہوتے دل اُنکا کنول ہو جاتا باغ حسن مین بہار آجاتی دلون کو لبھاتا۔

بساط خانہ کے برابر کسی طرف کو گل فروشون کی دوکانین تھین کہین تنبولن کی آن بان تھی گل فروش بہت سے گلچین بنکر گل نظارہ سے دامن بھرتے تھے گویا بہار گلستان کا اُس دوکان پر مقام تھا غنچہ لبون کا اژدہام تھا شمشاد قامت اگر وہان کے پھولون کو نام دھرتے تو باد صبا انکی الف قامت جھکا کر نون بناتی لالہ رو گلہائے بوقلمون کو دیکھکر اگر پسند نہ کرتے تو داغ دل حاصل ہوتا نسیم سحری اُنکا دل خون بناتی جب اُس دوکان کی طرف برنگ بلبل عاشق تن آتے فرط عشرت سے پھولے نہ سماتے ہزار دن وہان کے پھولون کی محبت مین گل کھاتے سورج مکھی کو دیکھکر آفتاب رشک سے جلا جاتا ہی گل چاندنی دیکھکر مہتاب داغ کھاتا ہی چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو قابل دید بہار رشک بو بیلا سب سے البیلا جوہی کا ہار جوہی اُسکا خواستگار اُدھر تنبولنون کی سرخ روئی جنکے سامنے کوئی بات سر سبز نہ ہوئی وہ اُنکا بانکا پن کہ عشاق بے ساز و برگ اُنکی دوکان پر جان سپاری کرین پانون کی صفت مین زبان مُنھ مین لال رہے یاقوت کی طرح دل اُگال رہے اُسکے عشق مین خون دل قوت ہو جاے اُس پان کی سُرخی کو لعل احمر

کہون یا لب رنگین جانان سے تشبیہ دون کہان تک خون دل پیون اور ہونٹھ چبا چبا کر رہون بہتر ہی کہ شفق آسمان لکھون تنبولن عاشقون کے قتل پر بیڑا اٹھائی تھی ہزارون کے خون بہاتی تھی ایک عالم کو اسکے ہاتھ کی گلوری نے چھا لیا تھا جو کوئی دہان گیا اسکو سرخ رو بنا دیا مرادآباد کا کتھا چین کی سپاری مہوبے کے پان ہر شہر کی جنس اُسکے پاس گران لونگ الایچی جوز جوتری کا پان مین مزا کھانے سے اُسکے ہر رگ مین خون پیدا ۔

ایک طرف حلوائی اپنی دوکانین جمائے تھے برنجی تھال خوبصورتی سے لگائے تھے وہی بالائی کے کونڈے جمے ہوے جو کوئی اُسکو کھائے نعمت بالائی کا مزہ پائے امرتیان مسلسل وپیچدار جلیبیان اور برفی ذائقہ مین خوش گوار تلخ کامون کو شیرین دہانی حاصل دربہشت قوت دل موتی چور کے لڈو آبداری مین موتی سے زیادہ تر تفریح قلب کے واسطے معجون مرواریدسے بہتر ۔

ایک جانب بھنگیرنین جوڑے ترچھے باندھے تختون پر بیٹھی تھین آتشین رخسار تھی تھین عارض پر زلف پیچان تھی یا آہ عشاق کا دھوان تھا رخسار پر خال سیاہ مثل سویداے دل سوختگان عیان تھا ایک طرف پیچوان دھرے تھے پینے والون کے دماغ خوشبودار تمباکو سے لیے تھے مدریے کی آواز پر زندگی کا دارمدار تھا حقے کی آواز سے دل پہلو مین بیقرار تھا عاشق مزاج سامنے انکے ٹہلتے تھے اور شعر مضحکات طور کے پڑھتے تھے کوئی کہتا تھا ؎

	بزم توحید ست تمباکوے ما		بوے وحدت می دہد ہر موے ما	
	این جوانانے کہ تمباکو کشند		اولش احمد و آخر ہو کشند	

ایک طرف کنجڑنین سنگترے نین مہ پارہ نگر ایک ایک حرافہ وعیارہ رنگترون کے رنگ سے باغ آرزو آب ورنگ پاتا میٹھا اُس شیرین دہن کا تلخ کامون کو خوش آتا ناسپاتی کی خریداری سے مشتری کی روح راحت پاتی نارنگی کی رنگینی نازک مزاجون کو بھاتی رام پھل کے کھانے سے دل کو آرام جسنے ایک بار کھایا تمام عمر اُسکے سیب و ذقن کا رام اگرچہ معشوقان ہند شجر خوبروئی کے ثمر ہین مگر ان شکر لبون کو دیکھکر زرد آلو کی طرح رنگ باختہ وبے خبر ہین انارپستان اگر انکے ہاتھ آتے تو عاشق انکو کھانے کے عوض چھاتی سے لگاتے پونڈے کی گنڈیریان نایاب مصری کی ڈلیان جیسے دیکھکر بیتاب غرض دوکانداروں کا مجمع خریدارون کا ہجوم جیسے مہتاب کے گرد نجوم ؎

	سراپا حسن وخوبی تھے وہ مہرو		فسان غمزہ تیز تھی تیغ ابرو	

صفت بزاز کی خامہ جو لکھے
وہ مالن رشک گل عاشق فراموش
گل و غنچہ رخ و لب سے خجل تھے
تنبولن کا بیان کیا کیجے احوال
لب نازک پہ اُسکے رنگ پان تھا
مسی آلیدہ لب پر رنگ پان تھا
کبابی کا کوئی دیکھے جو دیدار
لگا اُس شعلہ رو کی مدح کیجے
ملاحت اُسکے رُخ پر تھی نمودار
جو وہ شیرین دہن کرتا تبسم
نگہ سے نشہ ہوتا تھا زیادہ
جو سبزی بیچنے والون کو دیکھا
وہ ساقی بن کے دیتا جام بھر بھر
کوئی اُس آئینہ رو کی نظر سے
کوئی تھا گرم نظارہ بصد جوش
جو دکانین تھین عطارون کی ہر سو
دُکان اُنکی بھی مثل بوستان تھی
جواہر پوش معشوقان زیبا
عجب گویا تھا اُنکا لعل مے نوش
وہ ساقی وان کے جنکو جام دیتے
شراب ایسی بھری شیشون کے اندر
لب نازک جو تھا ہمرنگ بادہ
غضب تھی اُس پری کی چشم مخمور
وہ ڈورے سرخ آنکھون مین وہ مستی
غرض عالم غضب تھا اُس پری پہ

قباے نور معنے کو پنھا دے
سخن سے جسکے ہو غنچہ بھی خاموش
ہزارون سرو خم سے پا بگل تھے
زبان تعریف مین جسکے ہوئی لال
ویا خون دل دلدادگان تھا
تماشا تھا نہ آتش و دھوان تھا
نمک ریز جراحت ہو یہ گفتار
کباب دل کو سوز تازہ دیجے
صباحت کا ہوا تھا گرم بازار
تو خوش آتا تھا اُس جا شور مردم
نہ تھین آنکھین وہ تھے دو جام بادہ
قدح نوش اسکی دوکان کے تھے جو یا
کھڑے دوکان پہ اُسکی مست یکسر
کھڑا رہتا تھا حیرت کے اثر سے
ہزارون آہ لب پر لیک خاموش
غضب تھی عطر مجموعہ کی خوشبو
کہ نکہت وان کی نکہت بخش جان تھی
وہان بیٹھے تھے مثل نقش دیبا
شفا بخش مریضان بلاکوش
تو نقد ہوش اُس مہوش سے لیتے
کہ دیکھے سے ہوا انشاد میسر
سخن سے مستی ہوتی تھی زیادہ
کہ نرگس اک نگہ سے ہوتی رنجور
وہ ہنسنا اُسکا اور وہ مے پرستی
کہ اک عالم تھا دلدادہ اُسی پہ

کہین صرافون کا تھا گرم بازار — ہوا تھا ہر مشتاقان دیدار
کوئی زر دیکے سودا مول لیتا — کوئی نقد دل وجان دونون دیتا
کوئی زرین لباسون کا تماشید ا — برنگ زر تھی زردی رخ پہ پیدا

علاوہ ان دوکانداروں کے سڑک پر بازی گر تماشہ کرتے اکابرین شہر چلتے پھرتے کہین سانپ کا تماشا ہوتا ضحاک کا دل اُسیر شید اکہین بھان متی کا سوانگ تھا کہین اندر سبھا اور سپیرے کا ناچ ہوتا کہین شعبدہ بازون کے جما وعقل وہوش کھوتا۔

غرض ہر مقام پر تماشائیون کا مجمع بیشمار کہین اکابرین شہر کہین صغار وکبار بازار قابل دید تھا بلکہ دید نہ شنید تھا۔

شہزادہ حسین نے صرف ایک بازار مین اس قدر رونق اور آراستگی دیکھکر دل مین تصور کیا نہ خدا جانے سارے شہر مین کس قدر ہر جنس کی کثرت مال واسباب کی فراوانی ہوگی اور وہان کے برہمنون کو دیکھکر اور بھی متعجب ہوا کہ ادنے سے ادنے اُنمین کا بسبب کثرت دولت کے زیور اور جواہرات نہایت عمدہ پہنے پھرتے تھے اُنکے لونڈی غلام تک سونے کے جڑاؤ کڑے ہاتھون مین پہنے طوق مرصع زیب گلو کیے تھے ہر ایک بازار مین پھولون کا اس قدر انبار تھا کہ ہر گلی کوچہ رشک گلزار تھا وضیع وشریف پھولون کے ہار بعضے ہاتھون مین اور بعضے بطور سہرے کے لپیٹے بعض بدھیان گلے مین پہنے شہر مین گلگشت کیا کرتے اور سب دوکاندار گلدستے پھولون کے قرینے سے خوشنمائی کے لیے دُکان پر رکھتے باوجود اس وسعت کے تمام بازار اُن پھولون کی خوشبو سے معطر ہو رہا تھا تماشائیون کا دماغ طبلۂ عطار تھا تمام تمام بازار خوشبودار تھا

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را باکسے کارے نباشد

شہزادہ حسین نے دیر تک اُس بازار مین سیر کی تھی تھک گیا تھا اُسنے چاہا کہ کسی دُکان پر بیٹھکر ذرا دم لے لون چلنے کا کسل دور کر دون۔

ایک تاجر نے اُسکے بشرے سے یہ حال دریافت کرکے کمال اخلاق وگرمجوشی سے اُسکو اپنی دُکان پر بٹھایا شہزادہ حسین صاحب سلامت کرکے بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک دلال کو دیکھا کہ ایک غالیچہ مربع کوئی چار گز کا لیے ہوئے کہتا پھرتا تھا کہ یہ قالین تیس ہزار اشرفی کو بکتا ہے جسکا جی چاہے اسے مول لے شہزادے نے اُسکی آواز سنکر بہت تعجب کیا اور اُس دلال کو بلاکر غالیچہ کو دیکھا کہا کہ ایسا قالین ایک روپے کو بکتا ہے اسمین کیا وصف ہے کہ

جسکی قیمت تونے تیس ہزار کہین سے

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

دلال نے شہزادہ حسین کو تاجر تصور کرکے عرض کیا کہ آپ اس قالین کی قیمت بہت جانتے ہین مالک نے مجھسے کہا ہی کہ مین چالیس ہزار اشرفی سے کم نہ بیچونگا شہزادہ بولا شاید اسمین کوئی وصف عجیب و غریب ہوگا جسکی وجہ سے اتنی گران قیمت مانگتا ہی—

دلال نے کہا حضور اس غالیچے مین بڑا وصف ہی یہ اپنا نظیر نہین رکھتا جس وقت آپ اسپر بیٹھکے کسی جگہہ نزدیک خواہ دور جانے کا قصد فرماوینگے فی الفور اُسی مقام پر پہونچ جاوینگے گو وہ مقام کتنے ہی فاصلہ سے ہو آن واحد مین وہان داخل ہونگے چشم زدن مین مطلب حاصل ہونگے اسمین سر مو فرق نہوگا غلام آپ خجالت مین غرق نہوگا ؎

آبرو جنس گران ہی کہین بیکار نہ جائے — تو ہی لے لے تو یہ سودا سر بازار نہ جائے
مین جو کہتا ہون ذرا جھوٹ نہین سچ ہی — فائدہ تم کو ہو خالی مری گفتار نہ جائے

شہزادے نے یہ وصف سُنکے تصور کیا کہ اس سے عجیب تر کوئی تحفہ نہین جو قابل لے جانے کے بادشاہ کے حضور مین ہو اس سفر سے جو مجکو مقصود تھا الحمد للہ کہ وہ حاصل ہوا یقیناً سلطان فریدون اس تحفہ کو ملاحظہ فرماکے نہایت خوش ہوگا اور کیا عجب ہی کہ پسند خاطر اقدس بادشاہی ہوا اور بندہ مورد عنایت جہان پناہی ہو—

پھر اس شہزادے نے بہ تہیہ خریداری دلال سے کہا اگر اسمین یہ وصف و خواص ہی تو البتہ اس قیمت کو گران نہین مین اسے مول لیتا ہون—

دلال نے کہا حضور سے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی ✤ اگر میرے کہنے پر آپ کو کچھ شک ہو امتحان کر لیجیے اور اسی پر بیٹھکے کاروان سرا مین جہان آپ فروکش ہین تشریف لے چلیے آپ کو امتحان بھی ہو جائیگا اور وہین قیمت بھی مجکو عنایت کیجیے گا—

شہزادہ راضی ہوا دلال نے اُسکو بچھایا انکو بٹھایا خود بھی ایک طرف سوار ہوا تصور کی دیر تھی کاروان سرا مین داخل ہوا امتحان حاصل ہوا فوراً اشرفیان نکالکے دلال کو دین اور کچھ بطریق انعام مرحمت کین دل سے کہا اس سے زیادہ کیا چیز دنیا مین عجیب ہی جو اور کوئی میرا بھائی لائیگا دیکھنا میدان ہمارے ہی ہاتھ آئیگا جب مطلب حصول ہوا اسیر تماشے مین مشغول ہوا—

وہان کے بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ ہفتے مین ایک دن واسطے انصاف اور سماعت مقدمات

تاجران بیرونی و یاردمصار کے مقرر کیا تھا اسوجہ سے شہزادۂ حسین بھی اُسے بخوبی دیکھتا تھا مگر اپنے تئین ظاہر کرنا مناسب نہ جانتا تھا کہ کسی پر انکشاف حال ہو خدا جانے کیا مآل ہو اس جہت سے مخفی ہی رہنا مصلحت وقت ہی اور چونکہ شہزادہ حسین نہایت خوش رو صاحب جمال حسین و خوش خصال مہر تمثال ہے

	صورت کہ فروغ صبح گاہی	چہرے سے عیان جلال شاہی	
	شیرین حرکات اور پری زاد	غیرت دہ گل رخان نوشاد	
	نسرین تن و نسترن بناگوش	پرکالۂ آتش و ستم کوش	

خلیق صاحب تمیز خوش بیان لطیفہ گو بذلہ سنج نکتہ فہم بہمہ صفت موصوف تھا اس سبب سے بادشاہ بشن گڈھ کمال قدر و منزلت کرتا تھا اور بہ نسبت اور تاجرون کے انکو زیادہ تر عزیز جانتا تھا اکثر نظر توجہ انھین کی جانب کرتا اور قابل خطاب شاہی انھین کو سمجھ کر اکثر انسے تکلم کیا کرتا اور حالات سلطنت ہندستان اور اُسکے فرمان روایان ذی شوکت و شان کے استفسار فرمایا کرتا اعزاز و افتخار بخشا کرتا۔

غرض کہ شہزادۂ حسین کبھی تو شاہ معدلت پناہ کے حضور مین حاضر ہوتا اور کبھی سیر و تماشے کی غرض سے شہر کے مشہور و معروف بتخانون کی سیر کیا کرتا۔

چنانچہ ایک نہایت عمدہ خوش اسلوب بت خانہ مین انکا گذر ہوا جو بالکل پیتل سے بنا ہوا تھا اور اندر سے اگر کا مربع تھا اُسکے اندر ایک بت عجیب صورت کا انھون نے دیکھا کہ برابر قد آدم کے زمین سے دوگز اونچا معلق ہوا پر قائم ہی اور حلقہ چشم مین اسکے دو لعل بدخشانی نصب ہین اور طرفہ صنعت یہ رکھی تھی کہ چارون طرف کے دیکھنے والے اُسکو اپنی ہی طرف متوجہ پاتے تھے جدھر سے دیکھو برر در ہو ہر طرف دو بدو در ہو ہے

	اپنی صناعی پہ حیران خود وہ صورتگر رہے	ایک ہین کیا دیکھ لے اُسکو اگر حسن آفرین	

پھر دوسرے بت خانے کی جانب انکا جانا ہوا وہ بھی نہایت عجیب و غریب ایک قصبہ مین بنا ہوا تھا جو پہلے بت خانہ کی بہ نسبت فسحت و فضا مین دو چند تھا۔

ایک میدان وسیع و سبزہ زار مین ہزارہا درخت گلاب وغیرہ گلہاے رنگارنگ و خوشبودار کے بہت ہی قرینے سے لگے ہوے تھے ہے

	روش پہ جواہر لگا جیسے سنگ	زمرد کے مانند سبزے کا رنگ	

روش کی صفائی پہ بے اختیار / گلِ اشرفی نے کیا زر نثار
چمن سے بھرے باغ گل سے چمن / کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن
کہیں زرد و نسرین کہیں نسترن / عجب رنگ پر زعفرانی چمن
زمین کا کروں اسکے میں کیا بیان / کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان
رہیں تختے اسمیں روشن مدام / معطر شب و روز جس سے مشام
قرینے سے گرد اُسکے سرو سہی / کچھ اک دور دور اس سے سیب و بہی

اور گرد اس باغ کے چار دیواری سنگ سرخ کی تین گز بلند اٹھی ہوئی تاکہ کوئی جانور چرند اُسمیں نہ آسکے اور وسط باغ میں ایک چبوترہ سنگ مرمر کا قد آدم اونچا نہایت وسیع و مربع اس صنعت کا بنا تھا کہ روح فرہاد دیکھتی تو وجد کر جاتی پتھروں کو آپس میں اس عمدگی سے وصل کیا تھا کہ کہیں جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا بلکہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک ڈال ترشا ہوا ایک پتھر کا ہے اور اس چبوترے کے وسط میں ایک معبد تھا نہایت بلند کہ کئی کوس کے فاصلے سے ہر چہار طرف سے نظر آتا تھا ۱۰۰ گز طول اور ۲۰۰ گز عرض سنگ مرمر سرخ سے بالکل بنا تھا پتھر اسکا ایسا شفاف و لعاب دار چکنا اور مجلا تھا کہ مثل آئینے کے اُسمیں شکل دیکھیے بلکہ اپنے کل جسم کو معائنہ کیجیے ؎

زہے صفائے عمارت کہ در تماشایش / بدیدہ باز نگردد نگاہ از دیوار

گنبد اُسکا نہایت خوبصورت و خوشنما رشک برج آسمان اور ایوان خاطر عارفان مصفا مثل عروس شب اول فرش و فروش و شیشہ آلات سے آراستہ تار نظر محبوب چلمنوں کی تیلیوں کا نقشہ کہ بمقتضا ہے ؎

ہر پایہ ستون کا نگاری / بنا و مکان تختیاری
سوراخ میں باب فیض جاوید / کھولی ہے جہاں نے چشم امید
دیواروں کو وہ صفا تھی حاصل / جیسے کوئی آئینہ مقابل
دروازوں کی طرفہ عز و شان ہے / دہلیز سے پست آسمان ہے
موزوں ہے ہر ایک مصرع در / ہے مطلع آفتاب انور

بیچ میں اُس گنبد کے ایک میز زینت آمیز بچھی تھی قاقم و دیبا سے منڈھی تھی اُس میز پر بہت سے گلدستے جو اپنی خوش رنگینی سے عارض رنگین عذاروں کو ہنستے رکھتے تھے اور

اندر اُس بت خانے کے ہزارہا بت قرینے سے منصوب تھے صبح و شام اس صنم کدہ آذری میں ہزاروں برہمن زن و مرد پوجا کرتے تھے اور طرح طرح کے کھیل و تماشے کرتے بعضے ناچتے گاتے اور انواع و اقسام کے مزامیر د باجے بجانے محفل جشن و سرور منعقد کرتے دور دور ملکوں سے لوگ واسطے ادا کرنے اپنی نذروں کے لاکھوں آدمی جمع ہوتے اور روبروے اہلکاران شاہ کشن گڈھ کے روپے اشرفی اور طرح طرح کے نادر تحفے بت خانے میں چڑھاتے۔

شاہزادہ حسین نے تماشا میلہ کا جو اس شہر کشن گڈھ میں ہر سال ہوا کرتا تھا بخوبی دیکھا کہ گرد و پیش بت خانہ کے دوکانیں لگا دی گئیں اور ساکنین شہر یہاں سے سامان پوجا کرنے کا لے کر چلے عورتیں برنجی تھالیاں ہاتھوں پر رکھے ساریاں باندھے تھالی میں شیرینی وغیرہ رکھے اور حسب مقدور روپیہ اشرفی زر و گوہر رکھے پاؤں میں خلخال و پازیب پہنے پاؤں مہاورے رنگے ہوئے انوٹھ بچھوے پہنے چھم چھم کرتی دم بدم بت بزرگ کا بھرتی چلیں بہت سے اہل حرفہ اور پیشہ کی عورتیں لہنگے قیمت کے مہنگے پاؤں میں پہنے ہوئے ہاتھوں میں پہونچیاں وغیرہ زیب دست کیے ہوئے پوجے کا سامان علی قدر حال لیے ہنستی ہوکی جاتی تھیں بہت سے مہاجنیاں کھترانیاں سر سے پاؤں سفید الماسی پوشاک پہنے کہ حسن انکا اُس لباس سے پھوٹا نکلتا چھوٹ انکے حسن کی پڑتی ایک ایک انمیں اپنے حسن سے شاہدان چین و چگل کو شرفا لعبتان ہند و فرنگ کو غیرت دلاتی سہ

غارت گر ہوش ہے سراپا | عشوہ غمزہ ادا کرشما
ہے فرق سے تا قدم پرستی | شوخی چہل بل ترنگ مستی
آواز ملی ہے کیا رسیلی | آنکھیں پائی ہیں کیا نشیلی
ہیں چشم و چراغ دیدۂ حور | ماشاء اللہ چشم بد دور
پایا ہے غضب کا خوشنما فرق | ہے دفتر حسن ہی بلا فرق

از پا تا فرق زیور مرصع کار میں غرق باین حسن و زیور ننگے پاؤں ہاتھوں میں تھالیاں لیے ہوئے پھول و لونگ الایچی صندل و دہن بھوگ زر و جواہر چڑھانے کے لیے انمیں رکھے بجنندہ پیشانی بت خانے کی طرف جاتی تھیں بعض بعض پجاری اس ہیئت سے رواں تھے کہ قشقے ماتھے پر کھینچے گھور چندن کے بدن میں لگے جوت کے دیے جلتے چو مکھین گھی کی تھالیوں میں روشن کیے ہار وغیرہ گلے میں پڑے ہوئے رواں تھے۔

اس صورت سے یہ مجمع جب اُس صحرا میں پہونچا تو وہاں کی خلقت کا اژدہام نہایت دھوم دھام

دیکھی ہر طرف میلہ تھا دوکانین لگی تھین کہین چرخ پوجے گڑے تھے کہین سوانگ ہو رہے تھے کہین بازی گر تماشا کر رہے تھے کہین فقیر چادرین بچھائے بیٹھے تھے خداوند بھلا کرین کہہ رہے تھے لوگ پیسا کوڑی اناج وغیرہ انکو دے رہے تھے۔

کہین صراف کوڑی پیسون کا ڈھیر لگائے ٹاٹ بچھائے بیٹھے تھے کہین خونچے والے دال موٹھ وغیرہ بیچ رہے تھے کہین حلوائی کہین تنبولی تخت بچھائے بیٹھے تھے غرض ہر طرف عجب طرح کا جلسہ بجائے خود ایک مختصر سا میلہ جسکا یہ نقشہ تھا کہ ؎

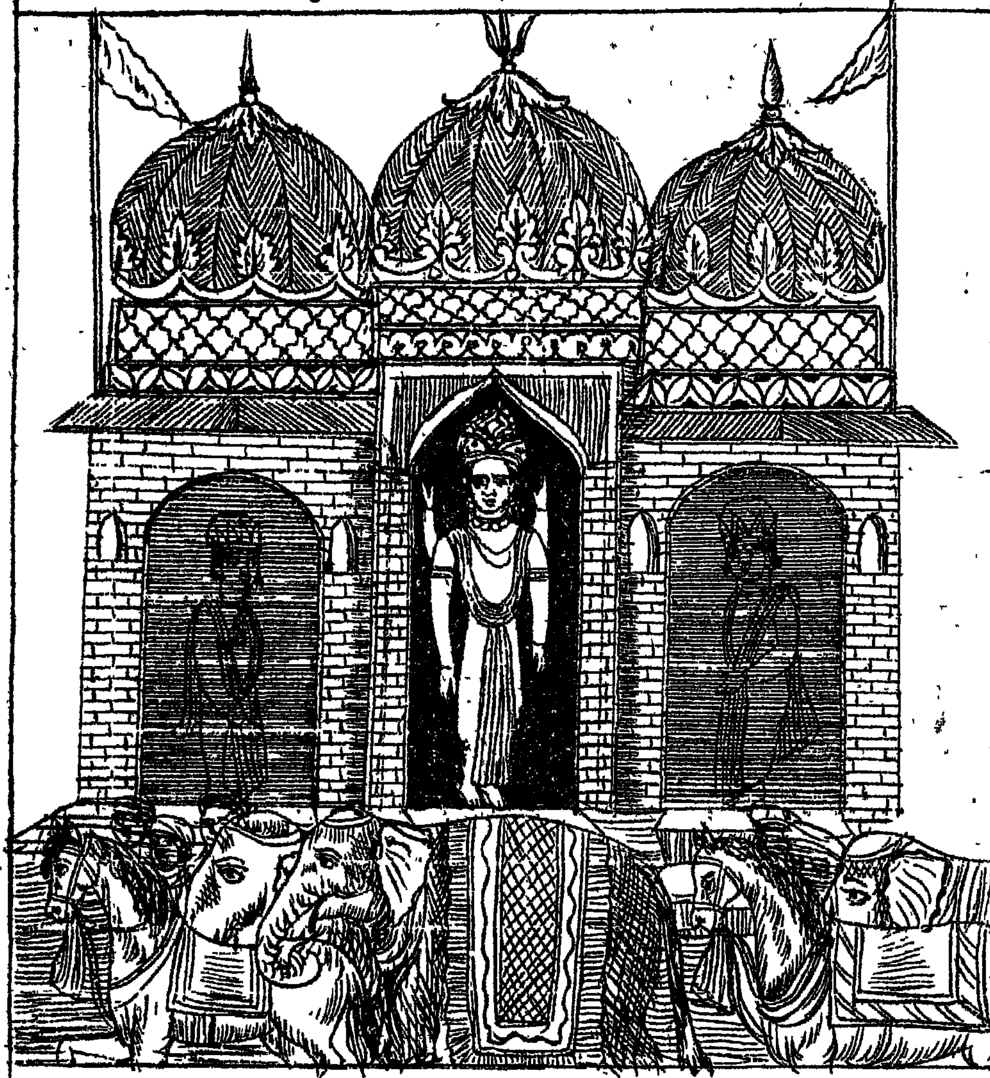
پرستش گزینون کا مجمع ہوا ۔۔۔ کہ بت خانے کے گرد میلہ لگا
ہر اک ماہرو وہ پرستش گزین ۔۔۔ فدا جن پہ تھے لعبت ہند و چین
یہ کندھون پہ تھی تھالیون کی ضیا ۔۔۔ چمک رخ کی تھی وہ کہ تھا مہر سا
کہین ساتنین اور کہین کنجڑین ۔۔۔ دم عشاق کو دین ہرا دل کرین
تماشائیون کا کسی جا ہجوم ۔۔۔ تھی بازی گرون کی کسی سمت دھوم
کہین ناچ کا نٹیون کے سمان ۔۔۔ فلک کی طرح چرخ پوجا روان
کہین سرخ رو تھے تنبولی وہان ۔۔۔ کسی جا تھے حلوائی شیرین زبان

غرض کہ تمام ہند کے ہنود بیحد و بیشمار واسطے پرستش کے اُن مندرون مین اس قدر فراہم ہوئے کہ جن کو دیکھکر شہزادے کو کمال استعجاب ہوا اور بسبب کثرت خلائق کے بنظر واحد اُن سب کا دیکھنا محال تھا اور جسکو دیکھیے حسن مین بیمثال تھا شہزادہ جسے دیکھتا نک سک سے درست پایا چالاک و چست پاتا اپنے دل مین کہتا کہ ان ماہرویان گل رخسار کا حسن خداداد ہی عجب آن وبان طرز نو ایجاد ہی ؎

خمدار وہ بھوین وہ جبین قمر مثال ۔۔۔ تابندہ ایک چاند کے نیچے ہین دو ہلال
مطلع ہی صاف غور سے بینا کرین خیال ۔۔۔ نقطہ ہی نور حسن کا ابرو پہ ہی جو خال
خوبی مین وہ تو یہ ہمہ تن لاجواب ہی
دیوان حسن مین یہی بیت انتخاب ہی

اور ایک طرف اُس میدان سے کہ نہایت وسیع اور بہت لمبا چوڑا تھا ایک عمارت نو درجے کی بڑی وسیع چالیس پیل پایون پر نہایت زیبائش کے ساتھ کھڑی تھی اہل ہنود کی پرستش کے لیے بنوائی گئی تھی۔

تصویر لشن گڑھ کے بُت خانے اور وہان کے عجائبات کی



اُسمین بادشاہ اور اسکے مشیر و وزیر و دیگر ارکان دولت واسطے دادرسی رعایا اور عدل و انصاف خلائق کے بیٹھتے تھے ہفتے مین ایک دن وہان اجلاس ہوتا تھا اور وہ مکان اندر سے نہایت آراستہ اور اسباب وسامان قیمتی سے سجا ہوا تھا اور باہر سے نقشے ملکون اور ولایتون کے خصوصا تصویرین انواع و اقسام کے جانوران چرند و پرند و درند و حشرات الارض کی کمال خوبصورتی کے ساتھ اُسکی دیوارون پر کھنچی ہوئی تھین اور وہ تصویرین اور وہ نقشے اس صورت سے بنے تھے کہ اصلی و زندہ نظر آتے تھے دیہاتی گنوار دور سے نصاویر جانوران درند مثل شیر وغیرہ کے دیکھکر ڈر جاتے تھے ۔

تین طرف اُس میدان کے عمارات چوبی مثل اول کے اندر باہر سے بنی ہوئی اور تصویرین بھی

اس صنعت کے ساتھ بنی ہوئی تھین کہ جدھر کو چاہتے اُس طرف کو آدمیون کے سمت گھمانے سے پھرتین اور حرکت کرتین چنانچہ لوگ واسطے سیر و تماشے کے چارطرف اُن عمارات چوبی کلدار کو گھماتے اور لیے پھرتے تھے اسکے علاوہ ہر ایک مقام پر ہزارہا فیل جو زر دوزی جھولون اور ہودج ہاے نقرئی و طلائی سے آراستہ و پیراستہ تھے نظر پڑتے خرطوم اُنکی اور تھے مختلف رنگون سے رنگین و منقش تھے اور اُن فیلون پر قوال بیٹھے ہوے گاتے اور نقلین کرتے۔

شہزادہ حسین بہ نسبت اور تماشون کے ہاتھیون کا تماشہ دیکھکر زیادہ تر متعجب ہوا یعنی ایک ہاتھی کنجل بہت بڑا اپنے چارون پاؤن کو چار تپائیون پر جنکے تلے پہیے اور چرخ لگے ہوے تھے کھڑا ہوکر خرطوم سے بانسلی کو اس خوبی سے بجاتا کہ جو سنتا وجد مین آجاتا اور اُس فیل کو جدھر چاہتے مع تپائیون کو کھینچکر لیجاتے اور ایک دوسرا ہاتھی بہ نسبت اول کے کچھ چھوٹا ایک بہت بڑے شہتیر چوبی کے سرے پر کھڑا تھا اور وہ شہتیر ایک بلند تپائی کے وسط پر جو بقدر آٹھ دس گز کے بلند تھی نصب کیا ہوا تھا اور دوسرے سرے پر اُس شہتیر کے ایک وزن لوہے کا بہت بھاری مثل وزن فیل کے چڑھا تھا پس وہ ہاتھی کبھی بسبب زور کرنے کے نیچا ہوکر زمین سے لگ جاتا اور کبھی اپنے تئین ہلکا کرنے سے اُٹھکر اوپر کو اُٹھ جاتا غرض وہ شہتیر مثل ڈھینکلی کے تھا کہ دونون سرے اُسکے تلے اوپر ہوا کرے اور وہ ہاتھی عین اُس حالت مین اپنے بدن کو جنبش دے کر رقص کی حالت دکھاتا اور خرطوم سے تال کے ساتھ گاتا اور ہاتھی بھی گانے مین اُسکا ساتھ دیتے اور ایسی حالت مین فیل مذکور کو شہتیر سمیت ادھر اُدھر لیے پھرتے یہ تماشا ہاتھیون کا خاص بادشاہ کے حضور مین ہوتا تھا۔

شہزادہ حسین واسطے دیکھنے ایسے تماشون اور میلون کے قریب ایک سال کے شہر بشن گڈھ مین مقیم رہا نئے نئے تماشے دیکھتا رہا۔

جب اُسکی معاودت مین عرصہ قلیل باقی رہا ایک دن اُس کاروان سرا کے بچھوڑے جسمین وہ مقیم تھا جاکر اُس قالین کو بچھایا اور اُسپر اپنے خدمتگار سمیت جسکو اپنے ہمراہ لایا تھا بٹھایا اور دل مین خواہش پہونچنے کی اُس سرا مین کی جسمین اُسکے بھائیون نے وعدہ آنے کا کیا تھا یہ خیال کرتے ہی فوراً وہان پہونچ گیا اور تاجرون کی وضع سے اُس کاروان سرا مین توقف کرکے انتظار اپنے بھائیون کے آنے کا کرنے لگا۔

اب شہزادہ علی کا حال سُنیے کہ یہ جو اپنے بھائی شہزادہ حسین سے رخصت ہوا تو ہمراہ ایک قافلہ کے تیسرے روز روانہ ملک ایران ہوا چار مہینے بعد شیراز مین جو دارالسلطنت ملک پارس کا

تھا پونچا اور تاجرون کے ساتھ جن سے راہ میں رسم و اتحاد کا رابطہ خوب بڑھ گیا تھا ایک سرا میں فروکش ہوا اور اپنے تئین جوہری قرار دے کر باتفاق اُنکے رہنے لگا۔

دوسرے دن جب اُن تاجرون نے اپنے اسباب کی خرید و فروخت کا عزم کیا شہزادہ علی نے سوا اسے اسباب ضرورت کے کہ اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا لباس سفر کا تبدیل کر کے ہمراہ کسی تاجر کے اُس شہر کے بڑے بازار میں جو بزازے کے نام سے مشہور تھا گیا دیکھا تو اُس بازار میں دوکانیں پختہ بنی ہوئی تھیں محرابدار گول پلپایون پر نہایت خوشنمائی سے تعمیر کی ہوئی تھیں شہر میں چشمہ ہاے سرد و شیرین روان زن و مرد خوش لباس پری رو نوجوان تمام شہر گلزار ہر گلی کوچے میں جہان کی بہار عمارت کی وہ صفائی کہ نور علی نور در و دیوار کی سفیدی رشک عارض حور ؎

محراب کی طرفہ عز و شان ہے　　شرمندہ فلک پہ کہکشان ہے
وہ نقش و نگار ہیں ہر ایجاد　　دیکھے تو ہو تازہ روح بہزاد
گلدام نظر ہر ایک چلمن　　ہر چشم پری ہر ایک روزن
ہر در میں عجب صفا کا تھا جوش　　کھولے ہوئے حور خلد آغوش
یون گرد تھیں چلمنیں نمایان　　جس طرح کہ گرد چشم مژگان

دکانات مثل گلشن رنگین پر از نقش و نگار تزئین میں پیرایۂ یا نہ ہر قسم کی اشیا سے معمور ہر شخص فارغ البالی اور مرفہ حالی سے بیفکر و غیور جدھر دیکھیے سامان عشرت فراہم کثرت ابتہاج ہنگامہ نشاط برپا گہما گہمی بمقتضائے نظم ؎

بازار میں یون سرخ صفا خیز　　جس طرح کہ نہر آب لبریز
سرخی ہوئی روح کے لیے قوت　　کوٹے ہوئے اُس پہ لعل و یاقوت
سرخی سے عجیب عالم نور　　یا مانگ میں مہ وشون کے سیندور
دیکھا عجب اژدہام مردم　　ہر سمت ہجوم عام مردم
عالم وہ دکان جوہری پر　　جس طرح کہ برج ماہ و اختر
بزازہ تھا اک طرف کو برپا　　کپڑا جس میں ہر اک طرح کا
صراف غنی تھے سیم و زر سے　　زیور کثرت سے وان سجے تھے
عطارون کی تھیں دکانیں یکسر　　تھا اُن سے دماغ جان معطر
پُر نور مٹھائیون کے وہ تھال　　خورشید کی بھی ٹپک پڑے رال

بیٹھے ہوئے اک طرف کبابی — اک سمت دکان نانبائی
وہ گرم و سرخ نانفتائین — بھوکون کی فدا انھین جن پہ جانین
ہر کھانے مین طرفہ آبداری — کیا ذائقہ بخش تھی نہاری
تیار کہین تھا نان و حلوا — اترا تھا فلک سے من و سلوا
پوری سے گرسنگی کو دوری — بھوکون کی ہوئی مراد پوری
وہ گرم کچوریون کا عالم — یا ان جنکی ہوس مین آئے آدم
اثمار بھی تازہ تازہ موجود — سیب و بہی وانار وامرود
پونڈے کی گنڈیریان وہ نایاب — ڈلیان مصری کی جن سے بے آب

شہزادہ فلک جاہ یہ کیفیت شہر کی دیکھکر بہت محظوظ ہوا ہر طرف سیر کرتا تھا مگر حیران تھا کہ ہر گاہ لاکھون کرورون روپیہ کا اسباب ایک بازار مین ہی تمام شہر کی دولت کا کیا حساب ہو سکتا ہی دلال نمونے ہر ایک چیز کے دکھاتے پھرتے تھے۔

ازان جملہ ایک دلال کو دیکھا کہ ایک دوربین ہاتھی دانت کی نصف گز لمبی اور پون گز کا دور ہاتھ مین لیے ہوئے کہتا پھرتا ہی دیکھنے والو دیکھو کیا شی فلک نے آج تم کو دکھائی ہی طرفہ عجیب وغریب چیز نظر آئی ہی قیمت اسکی تیس ہزار اشرفی ہی ان مولون بھی بہت سستی ہی ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

شہزادہ علی نے یہ بات سنکر خیال کیا کہ شاید یہ دلال دیوانہ ہی پھر اُسنے ایک دوکاندار سے کہ جان پہچان تھی جا کر پوچھا کہ کیا یہ دلال سودائی ہی کہ جو تیس ہزار اشرفی ایک ہاتھی دانت کے چونگلے کی قیمت کہتا پھرتا ہی بھلا کوئی دیوانہ ہوگا جو اس گران قیمت کو مُسے مول لیگا اپنی دولت مفت و بیکار خرچ کریگا۔

اُس دوکاندار نے جواب دیا صاحب یہ دلال بہ نسبت اور دلالون کے بڑا ہوشیار و صاحب اعتبار ہی ہمارا ہزارون روپیہ کا اسکی معرفت بیپار ہی بڑا فہیم و عقیل ہی راستبازی مین بے عدیل ہی اگر وہ دلال اُس دوربین کی قیمت تیس ہزار اشرفی کہتا ہی وہ مقرر اسی قیمت کی ہوگی بلکہ زیادہ کی ہوگی نایاب بیقیمت ہوگی ؎

عجب یہ جنس نادر ہی کہ نقد جان بھی دیجے یہ	خریدار محبت کو نہ مہنگی ہی نہ سستی ہی

بہرکیف اسکا حال ابھی معلوم ہوا جاتا ہی ذرا اُسکو میری دوکان تک آنے دیجیے جب تک

میری دوکان پر توقف کیجیے ملحر بھر آرام سے لیجیے شہزادہ اُس تاجر کے کہنے سے وہان بیٹھ گیا اتنے مین وہ دلال اُس طرف ہوکر گذرا اُس سوداگر نے اُسے بلا کر کہا وصف اس دوربین کا کیا ہی جو تو اس قدر قیمت مانگتا ہی جو سنتا ہی دیوانہ سمجھ کے ہنستا ہی۔

وہ بولا خداوند دیکھنے کا تماشا ہی نام اسکا دوربین ہی فی الحقیقت اسم بامسمی ہی اگرچہ آپ اسوقت مجھے اس قدر قیمت اُسکی کہنے سے دیوانہ بناتے ہین مگر جسوقت مین اسی دوربین کے اوصاف و خواص عرض کرونگا تو اُسی وقت آپ اُسکو اُسی قیمت پر بے تامل ہول لے لینگے آپ پر موقوف نہین اور لوگ بھی شہر کے اسکی اس قدر قیمت سُنکے مجھپر خندہ زنی کرتے ہین۔

پھر دلال نے وہ دوربین شہزادہ علی کو دکھلا کر کہا پہلے اسکی ماہیت عرض کرتا ہون کہ اسکے دونون سرون پر دو شیشے کے ٹکڑے لگے ہوے ہین جس وقت آپ اپنی نظر کو مقابل اُن شیشون کے کرینگے جس چیز کو کہ نزدیک ہو یا دور ہو وہ اس طرح آپ کو دکھائی دے گی جیسے آپ کے پاس رکھی ہی اگر ہزار کوس کی شی کا تصور کیجیے گا فوراً نظر آئے گی حسرت دید نکل جائے گی۔

شہزادہ علی نے کہا مجکو تیرے کلام کی تصدیق نہین ہوتی جب تک کہ اُسے امتحان نہ کرلون دلال نے وہ دوربین شہزادہ کے ہاتھ مین دی اور اُسکے دیکھنے کی ترکیب بتا کے عرض کیا حضور جس چیز کو آپ دیکھنا چاہتے ہون اپنے دل مین اُسکا خیال کر کے ملاحظہ فرمائیے۔

شہزادہ علی نے اپنے باپ کے دیکھنے کا ارادہ کر کے اُس دوربین کو اپنی نظر کے مقابل کیا فی الفور اُسنے اپنے باپ کو صحیح و تندرست تخت پر بیٹھا ہوا دیکھا کہ عدل و انصاف مین خلق اللہ کے مشغول ہی وزرا امرا سب دست بستہ حاضر ہین دربار آراستہ ہی۔

شہزادہ یہ کیفیت دیکھکر نہایت متعجب ہوا ازبسکہ اپنی معشوقہ کا مشتاق تھا صدمہ دوری بہت شاق تھا اُسکا تصور کر کے دوربین مین دیکھا بے تکلف شہزادی نور النہار نظر آئی خواصین دست بستہ کھڑی ہین سنگاردان سامنے دھرا ہی آرایش کا مشغلا ہی آنکھین آئینہ سے لڑی ہین دیکھتے ہی دنیا و ما فیہا بھولا عجب شگوفہ پھولا۔ سہ

بیخبر دنیا و ما فیہا سے ہو جاتے ہین ہم	دیکھتے ہین جبکہ روے دلستان مے فروش

سوچا اس سے عجائب کیا چیز کسکے ہاتھ آئے گی جو مجھپر اُسکو ترقی ہو جائے گی جو میرا مطلب دلی تھا بر آیا اب قیمت کا مذکور زبان پر لایا اُس دلال سے کہا فی الحقیقت جیسا کہ تونے کہا تھا مین نے اس دوربین کو پایا تیس ہزار اشرفی مجھسے لو دوربین مجھے دو۔

دلال نے کہا صاحب مالک نے قسم کھائی ہے کہ مین چالیس ہزار سے کم کو نہ بیچونگا شہزادہ علی نے دلال کو سیجا جان کے کاروان سرا مین لے جا کر چالیس ہزار اشرفیان گن دین اور اُس دوربین کو کہ فی الواقع جہان بین تھی مول لے لیا اور بہت خوش ہو کے تصور کرتا تھا کہ بسبب اس دوربین کے میری معشوقہ نور النہار مجھے ملے گی دل کی کلی کھلے گی۔

پھر اس طرف سے اپنا اطمینان کر کے شیراز و پارس کی سیر کرنے لگا قریب ایک سال کے وہان رہا جب فراق سے بیتاب ہوا نہایت اضطراب ہوا اسسبب سے رخصت ہو کے قافلے کے ہمراہ ہندوستان کی طرف چل نکلا اور بخیر و خوبی وہان پہونچ کر اُس کاروان سرا مین جہان شہزادہ حسین آگے سے اُسکے منتظر تھا وارد ہوا اور باتفاق شہزادہ حسین کے وہان قیام کیا انتظار صبح و شام کیا تیسرے بھائی کے آنے کا انتظار تھا دل بیقرار تھا۔

وہ جو سب سے چھوٹا بھائی یعنی تیسرا شہزادہ کہ جسکا نام احمد تھا اپنے بھائیون سے رخصت ہو کر دنیا کی دیکھ بھال و سیر و عجائب و غرائب ہر شہر و دیار کرتا ہوا وارد شہر سمرقند ہوا شہر کی سیر کرتا ہوا ایک کاروان سرا مین پہونچا وہان مقیم ہوا۔

صبح کو ہوا کھانے جاتا شام کو چوک کی سیر کے لیے نکلتا جو چیز عمدہ نظر آتی اُسکو بغور دیکھتا مگر دل خواہ نادر کوئی شی نہ پاتا دل مشتاق کو یہ مضمون سناتا ؎

کچھ تازہ غرض شوق کا حاصل نہین ہوتا	ہر روز نئی آنکھ نیا دل نہین ہوتا

مہینہ بھر شہزادہ احمد اُس شہر لطافت بہر مین مقیم رہا اور دونون وقت گلگشت کرتا رہا اور اسی جستجو اور تلاش کی فکر مین مصروف رہا مگر سارا چاند ختم ہو گیا اور کوئی تحفہ نایاب اُسکی نظر سے نہ گذرا اُسکا نون سے بھی نہ سُنا۔

حسب اتفاق ایک روز کچھ تھوڑا سا دن باقی تھا کہ شہزادہ چوک مین آیا کسی نے یہ فقرہ بآواز بلند سنایا کہ یہ چیز انتخاب ہے نایاب و لاجواب ہے جسکی قسمت مین ہو وہ پالے پھر مسیحا کی بھی خواہش نہو نظر سے گر جائے ؎

پھوٹین یہ کان گر تم عیسی کی ہو ہوس	مرتے ہین جسپہ ہم وہ مسیحا ہی اور ہے
دیکھے جو تیرے قد کو قیامت تو یہ کہے	سچ مچ ہی اور ہے یہ سراپا ہی اور ہے

شہزادہ نے جو یہ صدا سُنی دل مین اشتیاق پیدا ہوا آتش شوق کا نون سینہ مین مشتعل ہوئی قریب بلا کے پوچھا میان کیا چیز ہے جو ایسی عزیز ہے جسکے یہ اوصاف بیان کرتے ہو صرف تمہید ہی تمہید

ہی یا واقع مین دیدہی نہ شنیدہی-

وہ بولا حضرت ایسا نادر تحفہ چشم فلک نے تو اب تک بایں پیرانہ سالی نہ دیکھا ہوگا یہ کہکر جیب سے ایک سیب نکال کے دکھایا اور وصف کا یہ جملہ زبان پر لایا کہ یہ وہ شی ہی کسی طرح کا بیمار ہو علاج سے طبیب تھکے لاچار ہو اُسوقت اُسکو سنگھا ئیے اگر ہونٹھون پر جان ہو کسی کو صحت کا نہ گمان ہو از سر نو زندہ ہو جائے روح رفتہ پھر قالب مین عود کر آئے قیمت جو دریافت کی کہا بعد استحان بیان ہوگی کل کیفیت عیان ہوگی-

قضاے کار ایک مرد پیر شریف و نجیب مگر نہایت محتاج وہان کھڑے تھے جہان یہ اوصاف سیب مذکور کے بیان ہو رہے تھے یہ سُنکے بولے کہ ایک بندۂ خدا صاحب فراش ہی گور وکفن کی تلاش ہی اگر اُسپر آزماؤگے جزا اسکی روز جزا کو پاؤگے دنیا مین ثواب عظیم ہوگا عقبے مین بخیر نام ہوگا بخوبی کام انجام ہوگا-

دلال راضی ہوکے اُٹھا شہزادہ کو ہمراہ لیا مکان پر جو پہونچے رونے پیٹنے کی آواز گھر مین سے آتی تھی غل اسقدر تھا کہ بات نہ سجھائی دیتی تھی جو بزرگ ساتھ لے گیا تھا اُسنے دستک دی پردہ ہوا اندر لے گیا مین نے دیکھا بیمار کو چار پائی سے زمین پر اُتار ا ہی نبض ساقط ہوش نہ حواس فقط سانس کی آمد شد ہی یہی سہارا ہی نفس چند حیات مستعار کے باقی ہین ملک الموت کی تشریف آوری کے سامان ہین روح اُنکے استقبال کے لیے جانے کو آمادہ ہی اسی باعث سے اضطراب وبیقراری زیادہ ہی-

دلال سیب نکال کے جس دم سنگھاتا تھا ہر سانس دم مسیحائی تھی وہ سنبھلتا جاتا تھا چار گھڑی مین گئی ہوئی طاقت آگئی بھلا چنگا نظر آیا-

شہزادہ سہو محو ہوگیا وہان سے نکل کے سیب کا مول پوچھا سا تھ ہزار اشرفی دلال نے بیان کی شہزادہ نے کچھ کہا نہ سُنا سرا مین دلال کو اپنے ہمراہ لاکے ساٹھ ہزار اشرفیان گن دین قیمت حوالے کردی اور سیب کو بلا تشبیب اپنے پاس رکھا دل مین یہ خیالات کرنے لگا کہ یہ سیب جو مین نے پایا ہی کسی نے دیکھا نہ سنا ہوگا نہ کبھی کسی کے ہاتھ آیا ہی نہ آئے گا یہ بھی خدا کا فضل شامل حال تھا جو ایسی نادر اور نایاب شی اس قلیل قیمت پر دستیاب ہوگئی ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ		ترخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز	

شہزادہ اس سیب کے پانے سے ایسا خوش ہوا کہ پھولے نہ سماتا تھا غرض کہ اُسی دن سامان

سفر درست کیا دم سحر وطن جانے کا عازم ہوا اور ارادہ کیا کہ جب کوئی قافلہ عازم ہندوستان ہو تو اسکے ساتھ مین اپنے وطن کو جاؤن اور جب تک کوئی قافلہ بہم پہونچے سمرقند اور اُسکے گرد و پیش کی سیر کرون خصوصاً موضع سد ا کی کہ چارون طرف زمین اُسکی مانند فردوس کے ہمیشہ بہر سبز و شاداب رہتی ہی اور وہ بستی داخل ملک عرب کے تھی پھر چند روز کے بعد شہزادہ احمد ایک قافلے کے ہمراہ جو عازم ملک ہند کا تھا روانہ ہوا اور مع الخیر بعد چند مدت کے اُسی کاروان سرا مین کہ جہان دونون بھائی اسکے حسین اور علی منتظر تھے آیا پھر وہ تینون بھائی جو کہ انتظار مین بیقرار تھے باہم بغل گیر ہو کر نہایت خوش ہوے اور شکر خدا بجا لائے کہ بعد مفارقت کے بخیر و خوبی ہم کو پھر ایک دوسرے سے ملایا لطف ملاقات پایا اور حظ زندگانی اُٹھایا۔

شہزادہ حسین نے کہ سب سے بڑا تھا کہا اب ہم سب اپنی اپنی سیر و سفر کا حال اور جو تحفہ کہ خرید کیا ہی اسکا وصف بیان کرین سب سے پہلے مین اپنا حال ظاہر کرتا ہون۔

مین بشن گڈھ سے ایک غالیچہ کہ جسپر بیٹھا ہون اور بظاہر بے حقیقت معلوم ہوتا ہی مول لایا اور وصف اُسکا یہ ہی کہ جب کوئی شخص اُسپر بیٹھکر کسی ملک دور و نزدیک کے جانے کی خواہش کرے بمجرد ارادے کے خاص اُسی جا پر اگرچہ مہینون برسون کی راہ ہو بہ آرام تمام پہونچ جائے چنانچہ مین نے اسے چالیس ہزار اشرفی کو مول لیا اور اُس شہر کے عجائب و غرائب اشیا کو دیکھ کے اسی قالین پر بیٹھا اور ارادہ یہان آنے کا اپنے دل مین کیا بمجرد اس ارادے کے اس کاروان سرا مین پہونچ گیا پانچ مہینے گذرے مین کہ مین یہان آکر تمھارا انتظار کر رہا تھا اب یہ غالیچہ حاضر ہی جسکا جی چاہے امتحان کر لے بقول شخصے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی۔

جب شہزادہ حسین اپنا حال اور وصف غالیچہ کا بیان کر چکا شہزادہ علی نے اپنا حال اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ بھائی سچ ہی تمھارا غالیچہ عجیب و غریب خاصیت رکھتا ہی اور بقول تمھارے ایسی نادر و نایاب چیز کبھی کسی نے دیکھی نہ سُنی ہوگی پھر اُسنے اپنی ہاتھی دانت کی دوربین کو نکال کر دکھایا اور کہا کہ مین نے اسکو بھی اُتنی ہی قیمت کو لیا اور اسکا خواص کیا بیان کرون اوصاف اسکے مستغنی از حد بیان ہین اس سے سیکڑون کوس کی چیز اس طرح دکھائی دیتی ہی کہ جیسے روبرو رکھی ہی اگرچہ مین نے امتحان کیا ہی مگر تم بھی امتحان کرو مین اسکی وضع رکھنے اور دیکھنے کی تمکو بتاتا ہون آنکھون سے دکھاتا ہون۔

شہزادہ حسین نے اُس دوربین کو اپنے بھائی علی سے لے کر جس طرح سے شہزادہ علی نے اسکو بتایا تھا

ایک سرا اُسکا اپنی آنکھ کے مقابل رکھکر ارادہ دیکھنے شہزادی نور النہار کا کیا دوسرے دو بھائی اسکی طرف دیکھ رہے تھے کہ دیکھین وہ کیا دیکھتا ہے دفعتہً انھون نے شہزادہ حسین کا رنگ متغیر پایا وہ اُسے نہایت مغموم دیکھکر متحیر ہو گئے۔

شہزادہ حسین نے قبل اسکے کہ بھائی اُسکے کچھ اس سے پوچھین کہا افسوس ہی ہم سب نے جو اسقدر محنت اس سفرہاے دور و دراز کی اختیار کی تھی صرف شہزادی نور النہار کی امید پر کہ وہ ہمین ملے گی اب جو مین نے اُسکو دیکھا نہایت بیمار اور قریب بمرگ پایا عجیب عالم مین نظر آئی کہ نفس چند باقی ہین عزیز و اقربا سرھانے بیٹھے روتے ہین خدمت گزار ایسے جان کھوتے ہین دوربین اسکے ہاتھ سے گر گئی مردنی چہرے پر پھر گئی بے اختیار رونے لگا اور یہ اشعار زبان پر لایا ؎

ہاتھ سے زلف چھوٹے نہ پریشان ہوتے
آہ گر ہم نہ کبھی عاشق مژگان ہوتے
مثل آئینہ نہ رو تکتے نہ حیران ہوتے
کس لیے آج تہ خنجر بُرّان ہوتے

دل تو اس تیغ جگر ریش سے صد پارہ ہی
عشق بیباک و ستمگر سے نہین چارہ ہی

کر دیا زار غم گیسوے پیچان نے مجھے
جب سے دیوانہ کیا اُس مہ تابان نے مجھے
تار سطر سا کیا زلف پریشان نے مجھے
اپنی صورت مین لیا وحش بیابان نے مجھے

کیسے تھے طالب و مطلوب ہمیشہ ہم تم
کیسے تھے راغب و مرغوب ہمیشہ ہم تم

یہ سُنکر وہ سب حیران ہوے کہ ماجرا کیا ہی جو اسنے دیکھا تھا وہی رنگ سب کو دکھایا جسنے دیکھا وہ غم رسیدہ دل گیر ہوا سب کا نقشہ نقشہ تصویر ہوا کہا ؎

فلک نے ظلم یہ ڈھایا کہ اب مرے دل مین
پہونچ گیا ہی گریبان کا چاک دامن تک
کبھی ہی ہوش مجھے گاہ فرط بیہوشی
ہر ایک دشت مین پھرتا ہون صورت وحشی
بہت قلق جو ستاتا ہی تو یہ پڑھتا ہون
فغان ہی درد ہی غم ہی الم ہی آٹھ پہر
گذر گیا ہی بس اب سر سے آب دیدۂ تر
کبھی تو آپ مین ہون گاہ آپ سے باہر
کبھی اُدھر سے ادھر اور کبھی ادھر سے اُدھر
عجیب حسرت و ارمان سے ہاتھ پھیلا کر

اجل بیا کہ ترا تنگ در کنار کشم
بہ تنگ آمدہ ام چند انتظار کشم

تصویر نور النہار کی جو قریب مرگ پلنگ پڑی ہی اور خواصین گرد و پیش ہین و شہزادون کا دیکھنا



اسکے بعد چھوٹے بھائی نے کہا اگر مین اسی دم وہان پہونچون اور شہزادی کے جسم مین کچھ بھی دم رہے تو فوراً اچھا کردون بھلا چنگا کردون۔

شہزادہ حسین نے شہزادہ احمد سے کہا یہ بات جو تم نے کہی کچھ مشکل نہین ہی ہم غالیچے کے سبب سے فی الفور نور النہار کے حجرے مین پہونچ سکتے ہین اب ہم کو یہان توقف کرنا نہ چاہیے میرے ساتھ تم دونون بھی اس غالیچہ پر کہ گنجائش تین شخصون کے بیٹھنے کی بخوبی رکھتا ہی بیٹھو لو تاکہ طرفۃ العین مین وہان پہونچ جاوین اور خدمتگارون کو یہین چھوڑو پیچھے سے ہمارے پاس پہونچ رہینگے مین اپنے قالین کا وصف تم کو دکھاتا ہون اگر خدا نے چاہا گھڑی بیتنے نہ پائے گی سب کو وہان پہونچاتا ہون یہ کہکے قالین کو بچھا اور بھائیون کو بٹھا کے اُڑا پلک سے پلک نہ ملنے پائی تھی کہ قالین نے تینون کو ملا دیا ملکہ کے پلنگ تک انکو پہونچا دیا۔

خواجہ سرا محلدار پیش خدمتین اور جو وہان تھے گریان و نالان مبتلائے رنج و الم کوئی بدحواس کسی کو سکتا ہوا گھبرائے کہ ہوا پر یہ کون اور کیونکر آئے بعد تامل سب نے پہچانا بادشاہ کو خبر ہوئی وہ بھی روتا ہوا وہان آیا سب کو غمگین پایا۔

شہزادون نے بعد ادائے تسلیم و قدم بوسی عرض کی آپ بدجمعی تمام تشریف لائیے پروردگار کی

قدرت ملاحظہ فرمائیے بادشاہ کرسی پر جلوہ گر ہوا چھوٹے بیٹے نے سیب جیب سے نکال کر شہزادی کو سنگھانا شروع کیا وہ سیب عجیب الہیب تھا تھوڑی دیر کے بعد ہوش حواس درست ہوئے شہزادی اُٹھ بیٹھی بادشاہ کو تسلیم کی شہزادوں کی تعظیم کی سفر کا حال پوچھنے لگی چھوٹا بڑا جو جو حاضر تھا نقش دیوار تھا کہ یہ کیا اسرار تھا بادشاہ نے بیٹوں سے سفر کا حال پوچھا ہر ایک نے اپنی اپنی سرگذشت کہکے اپنا اپنا تحفہ پیشکش کیا اور خواص سب کا مفصل بیان کر دیا۔

بادشاہ نے فرمایا میں تمہارا مطلب سمجھا مگر شہزادی کی صحت میں یہ تحفے مساوی ہیں اگر دوربین نہ ہوتی تم کو صحت و بیماری کی کیفیت معلوم ہونا دشوار تھی اور جو قالین ہاتھ نہ آتا تو اتنا جلد کون پہونچاتا اور سیب نے اُسکی بیماری کے آسیب کو کھو دیا دوبارہ زندہ کیا لہذا سب برابر رہے انہیں کوئی کیا کہے لیکن اور دوسری ترکیب خیال میں آئی ہے اُسی پر اس کام کی بنا ٹھہرائی ہے وہ جو صحرا ہے وسیع ہے وہان چل کے تیر پھینکو جسکا تیر آگے نکلے وہ شہزادی کا سزاوار ہے باہم کی خواہش بیکار ہے اس بات پر سب راضی ہوئے بلا عذر اقرار ناطقی ہوئے۔

اتنے میں سہ

آیا جو تیغ روز لیے شاہ نیم روز
باندھے کمر میں خنجر بیضائے کینہ سوز
ماہی شکار شیر سوار و جہان فروز
پھر دیکھئے سپہر وعید عقاب روز

مہتاب لشکر شہ خاور میں گھس گیا
اور شعاع کا سر انجم بکھر گیا

یکایک قدر انداز چرخ چہارم قوس کی کمان ہاتھ میں سنبھال تیر شعاعی سوفار سے تا پیکان دیکھ بھال میدان زنگاری میں تلبیس ہوا ماہ انجم سپاہ نے سہم کے گوشۂ مغرب کا رُخ کیا فوراً آنکھوں سے نہان ہوا اُنکی روشنی کا جھگڑا بر روئے آسمان عیان ہوا شہرزاد نے خموشی اختیار کی شہریار ہر چند درپے ہوا یہ چپ رہی آخر بوعدۂ شام قصہ کا اختتام ہوا داخل تخت گاہ شہریار ذوی الاحترام ہوا امور انتظامی میں گو کہ مشغول رہا مگر دل قصہ کے انجام کا نہ معلوم ہونے کے گوشہ ملول رہا گردش لیل و نہار سے گدا و بادشاہ سب آگاہ ہیں دور و تسلسل شام و پگاہ ہیں پھر شب ہوئی شہرزاد طلب ہوئی قصہ دوشینہ کا حال یوں عرض کرنے لگی کہ اے شاہ فلک بارگاہ سہ

خدیو فلک شاہ عالی گہر
جہان تیرے پرتو سے ہے کامیاب
زمین بوس ہون جسکے شمس و قمر
ہے تو برج اقبال میں آفتاب

اسی مہر سے ہی منور یہ ماہ — جہان ہووے اذرہو جاندار شاہ
جہان عدل سے تیرے آباد ہی — غریبون فقیرون کا دل شاد ہی
پھرے بھاگتا مور سے پیل مست — زبردست ظالم یہ ہی زیردست
بیان سخاوت کرون جو رقم — تو دُرریز کاغذ یہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کے دیکھا جدھر — دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر
اسے عدل کی طرح جو یاد ہی — کسے یاد ہی یہ خداداد ہی
ستم اُسکے ہاتھون سے رویا کرے — سدا فتنۂ دہر سویا کرے
لکھون گر شجاعت کا اُسکی بیان — قلم ہو مرا رستم داستان
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جیسے اٹھائے — اجل کا طمانچہ قسم اُسکی کھائے
جہان تک کہ ہین علم کسب و کمال — ہر اک فن مین ماہر ہی وہ خوش خصال

وہ تینون شہزادے منتظر سحر تھے تیر و کمان اُٹھا کے حاضر ہوے بادشاہ مع سپاہ سوار ہو صحرا مین جا پہونچا پہلے بڑے صاحبزادے نے تیر لگایا۔

تصویر حسین و علی و احمد کے تیر و کمان لیکر میدان مین جانے اور تیر لگانے اور بادشاہ کے آنے کی



بعدہ منجھلا صاحبزادہ روبرو آیا اسکا تیر بڑے سے پلا کر گیا سو قدم آگے گذر گیا پھر چھوٹا برادر سامنے

آیا بقوت تمام تیر لگایا عجب سناٹے سے خانہ کمان سے نکلا کہ کہین پتہ ونشان اُس میدان مین نہ ملا اُٹکل لیس گیا۔
بادشاہ نے منجھلے شہزادے کے ساتھ نورالنہار کی شادی کردی بڑا بیٹا اس رشک مین ترک لباس کرکے فقیر ہوگیا کنج قناعت اختیار کیا ؎

جیتے جی جبر سے انسان کرے ترک لباس	بعد مردن اُسکے ہاتھون سے کفن ملتا نہین

چھوٹے نے لباس بدستور رکھا مگر شادی کے جلسہ مین رقابت کی غیرت سے شریک نہوا الا اپنے تیر کی تلاش مین اکثر صحرا نوردی کرتا تھا جنگل مین ہرسمت دیکھتا پھرتا تھا۔
آخر ایک دن شہزادہ احمد تن تنہا واسطے تلاش کرنے اُس تیر کے اُس مقام مین جہان سے تیر شہزادہ حسین اور علی کے پائے گئے تھے گیا اور وہان سے سیدھا دہنے بائین دیکھتا ہوا آگے کو بہت دور تک چلا گیا یہان تک کہ کئی ٹیلے اور پہاڑ پر چڑھ کے تلاش کیا چنانچہ ایک بڑے ٹیلے پر اُسکو پڑا ہوا پایا متعجب ہوکر دل مین خیال کیا کہ اتنی دور پر تیر کا آنا محال ہے یہ خام خیال ہے اور اس تیر کو اُسی پڑا ہوا دیکھکر زیادہ اُسکو استعجاب ہوا پتھر مین چسپیدہ تھا عقل حیران تھی طبیعت نہایت پریشان تھی کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے جو ذہن مین نہین آتا ہے آخر سوچا کہ تیر کا اس قدر پلا کرنا اور اس وضع سے آنا خالی از اسرار نہین ؎

یہ وہ جگہ ہے کہ عبرت پہ عبرت آتی ہے	یہ وہ جگہ ہے کہ حسرت پہ حسرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ آفت پہ آفت آتی ہے	یہ وہ جگہ ہے کہ شامت پہ شامت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے جہان ہر کسی بھی ڈر ڈر جاے	یہ وہ جگہ ہے اجل خوف کھا کے مر جاے

پھر آگے بڑھ کے ایک غار مین جو اُس ٹیلے پر تھا گیا تھوڑی دور آگے نہ گیا ہوگا کہ ایک دروازہ آہنی نظر پڑا اُسکے اندر جاکر کتنی قدر نشیب پایا اُس مقام پر شہزادہ احمد تیر کو ہاتھ مین لیے ہوے پہونچا بلا وسواس چلا گیا۔
دل مین کہتا تھا کہ ضرور اس نشیب مین تاریکی ہوگی پورے مقام تک نہ پہونچونگا کف افسوس ملتا ہوا واپس آؤنگا کچھ تدبیر بن نہین آتی عقل کام نہین کرتی کہ کیا کرونگا اور تاریکی کی وجہ سے کدھر جاؤنگا۔
مگر جب وہان پہونچا تو برعکس اپنے خیال کے پایا یعنی چارون طرف اُس غار کے اسقدر روشنی تھی کہ ہر شے صاف نظر آتی تھی۔

تصویر شہزادہ احمد اور پری بانو کی باہم بارہ دری مین بیٹھنے کی



غرض کہ اُسی روشنی مین جاتے جاتے ایک مکان عالی شان دیکھا جب نزدیک اُس عمارت عالی کے پہونچا دفعۃً دروازہ اُس ایوان رفیع کا مثل آغوش تمنا وا دیکھا ایک شہزادی حسین ماہ طلعت مہر جبین لباس شاہانہ در بر جواہرین غرق دریائے جواہر ادھر اُدھر بیچ مین وہ آفت زمانہ ناز و انداز مین یگانہ کس تمکنت سے چلی آتی ہی اُسکی رفتار ناز پر آسمان کو چکر ہی زمین تھراتی ہی بمجرد دوچار ہونے نگاہ کے شہزادہ احمد اُس ماہ رو قوس ابرو عنبرین مو پر عاشق زار ہو گیا اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا حال ابتر و خراب ہوا دل بیتاب ہوا حسب حال یہ اشعار زبان پر لایا دل کو سمجھایا

عشق کی راہ سے اللہ بچائے دل کو — عشق کی شکل الٰہی نہ دکھائے دل کو
عشق کے دام مین ایزد نہ پھنسائے دل کو — عشق کی تیغ سے معبود بچائے دل کو

عشق وہ آگ ہی دوزخ ہی شرارا جسکا
عشق وہ سم ہی کہ جیتا نہین مارا جسکا

قیس کو اسنے کیا مالک جنون کا سلطان — اسی کے ہاتھ سے آخر گئی فرہاد کی جان
گل ہی کیا بلبل بیدل ہی اسی سے نالان — اسی بدکیش نے مجکو بھی کیا ہی حیران

عشق بیباک خدا سے بھی نہین ڈرتا ہی
گھر فرشتون کے دلون مین بھی ہی کرتا ہی

کبھی معشوق کی صورت پہ نظر آتا ہی
کبھی عاشق کے لبون سے یہ فغان لاتا ہی
کبھی آنکھون سے لہو اشک کا برساتا ہی
کبھی آنکھون مین یہ بجلی سا چمک جاتا ہی

درد بن کر کبھی یہ دل کو دکھا دیتا ہی
لے کے شمشیر کبھی خون جگر پیتا ہی

شہزادے نے آہ کی کلیجہ پکڑ کے رہ گیا مگر مصلحت وقت سے ضبط سے کام لیا دل مضطر کو تھام لیا
؎ صبر تلخ ست ولیکن بر شیرین دارد۔
یکایک اُسنے کہا اے شہزادہ احمد آئیے قدم رنجہ کیجیے کلبۂ تار کو رخ انور سے روشن فرمایئے

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکر تو بود زمزمۂ شادی ما

جس دم اُسنے نام لیا شہزادے کے ہوش جاتے رہے کہ یہ اجنبی نہین صورت آشنا ہی یہ معاملہ کیا ہی غرض آگے بڑھا شہزادی نے نہایت گرمجوشی سے ہاتھ پکڑ لیا اور کمال خلق و محبت سے باتین کرتی ہوئی محل کی طرف لے چلی جب بارہ دری کے طرف پہونچے دیکھا کہ ایک عمارت ہی شاہانہ درست تا سقف و دیوار جوشی ہی وہ نادر زمانہ دُلھن کی صورت ہر کمرہ سجا سجایا شیشہ آلات کے سوا جو جو ضرورت کی چیزین ہوتی ہین جا بجا سب کو قرینے سے آراستہ پایا شہزادہ نے کہا میری عقل حیران ہی کارخانۂ قدرت کا یہ سب سامان ہی پھر شہزادی سے مخاطب ہو کے کہا پہلے یہ فرمایئے کہ میرا نام جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا اسکا کیا سبب ہی آپ کے کیونکر گوش زد ہوا ہی وہ گویا ہوئی ؎

جو کہ تم پوچھتے ہو حال اسکا
کیا نہین تم کو اس سے آگاہی
تم نے کس طرح مجھکو پہچانا
کہ نہین قوم جن سے کچھ مخفی

مگر یہ مکان آپکی نشست کے لائق نہین بارہ دری مین چل کے آرام کیجیے یہ کیا من وعن سب حقیقت مفصل سن لیجیے۔
جب یہ بارہ دری مین آیا وہان بالکل سحر کا کارخانہ پایا نقرئی طلائی چمکتی در و دیوار جواہر کی بیلین لاجورد کی پچی کاری الماس یاقوت زمرد کے پھول ہزار در ہزار ایک کمرہ مین مسند شاہانہ بچھی تھی اُسپر بعد تعظیم و تکریم بٹھایا ؎

بیٹھا مسند پہ وہ خجستہ شعار — ہو گیا گرم پہلو دلدار
عیش کا تھا مہیا سب سامان — کس طرح دل نہ ہو وہاں شادان

پھر یہ فقرہ سنایا آپ مجکو جانتے نہین پہچانتے نہین مین جو بعید سے آپ کو خوب جانتی ہون تمام کہنے کو آپ کے پہچانتی ہون پہلے میری رام کہانی سُن لو پھر اپنی ابتدا سے حقیقت میری زبانی سُنلو تم نے سُنا ہوگا کہ قبل از ظہور آدم علیہ السلام قوم بنی جان اس پردۂ دنیا پر مثل بنی آدم کے رہتی تھی اور آج تک ہی بالفعل میرے والد بزرگوار کی سلطنت ہی ساری قوم تحت حکومت ہی پری بانو میرا نام ہی بود و باش کا یہی مقام ہی بہت دنون سے مجکو تمھارا خیال تھا فرقت کا ملال تھا عشق بُری بلا ہی جسکی ابتدا ہی نہ انتہا ہی ؎

پیشتر عشق کے آزار سے آگاہ نہ تھی — ایسی مشتاق کسی چہرے کی مین آہ نہ تھی
قائل کاکل پیچان کبھی واللہ نہ تھی — بت پرستی نہ کیا کرتی تھی گمراہ نہ تھی

دل و جان کو مرے غمزے نے برباد کیا
خانۂ دل کو مرے [illegible] آباد کیا

اب اپنی سرگذشت سُنو تم تین بھائی ہو اور تمھارے چچا کی بیٹی نور النہار ہی اُسکے سب فدائی تھے پھر اپنے باپ کی تجویز سے تم سفر کو گئے ایک نے قالین خریدا جو ہوا پر اڑتا تھا دوسرے نے دوربین لی جو جام جہان نما سے بہتر تھی اُسی نے وہ تم چھین لی تم سمرقند مین پہونچے وہ سیب مین نے تم کو بھیج دیا تھا جس سے تم نے اُسکو اچھا کیا تھا مگر مطلب نہ حصول ہوا کسی کا ہدیہ سب سے بہتر نہ ٹھہرا پھر بادشاہ نے تیر اندازی کا حکم دیا تھا تیر جسکے دور جانے پر شادی ہونا مقرر ہوا بڑے بھائی کے تیر سے منجھلے کا تیر آگے نکل گیا۔

جب تم نے تیر لگایا مین نے اُسکو اُٹھا کے اُس ٹیکرے پر ڈالدیا اس خیال سے کہ تم اُسکی تلاش کو آؤ گے مجھ سے مل جاؤ گے اب بدیدۂ غور و نظر انصاف سے مجکو دیکھو وہ جو تمھاری مطلوبہ ہی مجھ مین اور اُسمین تمیز کرو دیکھو تو کون اچھا ہی کسکی معشوقانہ دلفریب ادا ہی۔

شہزادہ نے جواب دیا کہ مین بقسم کہتا ہون تم مین اور اُسمین زمین و آسمان کا فرق ہی وہ ایسا حسن یہ پاکیزہ صورت یہ جاہ و حشمت کہان سے لائے گی تمھارے روبرو غیرت دار ہوگی تو کبھی نہ آئے گی اپنی صورت نہ دکھائے گی۔

اور مین شہزادل تمھارا عاشق زار فریفتہ و نثار ہو گیا ہون تمھاری صحبت ہفت اقلیم کی سلطنت

سے بہتر جانتا ہون لیکن یہ خوف ہی کہ میری خاک سے پیدائش ہی اور تمھاری خلقت آتش سے ہی ماں باپ عزیز و اقارب سرکار کے یہ مواصلت کب گوارا کرینگے اپنی ذلت تصور کرکے توہین ہمارا کرینگے ہماری جان مفت جائے گی —

شاہزادی نے جواب دیا اس بات سے دلجمعی رکھو ہماری قوم کا دستور ہی بالغ عورت جسکو پسند کرے وہی سب کو منظور ہی اور یہ رسم بہت خوب ہی دیکھو بھال کے جو کوئی کام کرتا ہی دوسرے کو کب بدنام کرتا ہی بوجہ اُنس تمام عمر نبھ جاتی ہی کدورت طرفین میں نہیں آتی ہی شیر و شکر کی طرح آمیزش رہتی ہی کسی طرح کی نہیں کاہش رہتی ہی —

یہ سنکے شہزادہ نے اسکا ہاتھ سینے پر رکھا آنکھوں سے لگایا اُسکے الطاف کا شکریہ بجا لایا وہ بولی اس ہاتھ پکڑنے کی شرم تمھارے ہاتھ ہی مرنے جینے کا ہمارا تمھارا ساتھ ہی شہزادہ نے کہا ایجاب قبول اسی کا نام ہی جو ہمارے تمھارے باتوں میں ہو چکا اور پھیرا اہل شرع کا فقط نمود اور دکھانے کا ہوتا ہی قصہ سارے زمانہ کا ہوتا ہی اُسکے ہونے کی ضرورت کیا ہی شرعی حکم اتنا ہی جو مزاج دان مصاحب سن رسیدہ آ تو مخلد از مخلانیان حاضر تھیں نذریں پیش کرکے مبارکباد دینے لگیں دونوں کی بلائیں لینے لگیں طائفے حاضر تھے گانے ناچنے لگے ایک نازنین مہ جبین یہ غزل گانے لگی اہل محفل کو لبھانے لگی ؎

ہمارے دم نکلنے میں بھی اک عالم نکلتا ہی — کہ وہ مشتاق ہیں دیکھیں تو کیونکر دم نکلتا ہی
الٰہی کیا پڑ گئی ہی چاہنے والوں کی ای قاتل — کہ اب تلوار کم کھنچتی ہی خنجر کم نکلتا ہی
گلہ کسکا کہاں کا رنج کسکا جان بلب ہونا — جب اُسنے پیار سے پوچھا تمھارا دم نکلتا ہی
نہ سمجھا آج تک دیکھا نہ سمجھا حشر تک سمجھیں — ان آنکھوں سے بہت نکلا بہت عالم نکلتا ہی
کوئی کیا چل سکیگا اس خرام ناز سے بڑھکر — قیامت کا تمھاری ٹھوکروں میں دم نکلتا ہی
گداز غم سے میری ہڈیاں گھلتی ہیں گھلجائیں — ترا ارمان تو آہی دیدۂ پرنم نکلتا ہی
تمھیں میرے مسیحا ہو تمھیں میری تمنا ہو — تمھیں پر جان جاتی ہی تمھیں پر دم نکلتا ہی
نقاب روے روشن سے رخ پرنور کا جلوہ — جو چھن چھن کر نکلتا ہی تو یہ کیا کم نکلتا ہی
الٰہی خیر کرنا آج کوئی داغ کے گھر سے — نہ بے شیون نکلتا ہی نہ بے ماتم نکلتا ہی

دوسرے کمرے میں دسترخوان چنا ہوا تھا یہ دونوں اُٹھکے وہاں جا بیٹھے جہان کی نعمت عجیب کھانے لگے بعد فراغ جلسہ طعام دور شراب ناب کا ہونے لگا حجاب کا پردہ دور ہوا دل کی

خلافت کو دیکھنے لگا جام بادۂ ارغوانی گردش میں آیا عیش و سرور نے اپنا رنگ جمایا شہزادی عالم آب میں یہ غزل گا نے لگی مخاطب کو سنانے لگی ؎

ار میاں کیجیے جو بن یہ زیادہ ہو جاے	نکل آنے جو عرق حسن کا دریا ہو جاے
گردش چشم کا تیرے اثر ایسا ہو جاے	گرد اُڑے پاے نگہ سے تو بگولا ہو جاے
نشہ میں پانوں جو تم سبزۂ زیر رکھو	ہر یہ بالیدہ ابھی صورت مینا ہو جاے
رنگ کندن سا تمھارا ہے عجب کیا ہے اگر	طوطی سبزۂ خط سونے کی چڑیا ہو جاے
سر مہ دنبے میں نکل آئیں جو تیرے آنسو	ہر گل اشک ابھی نرگس شہلا ہو جاے
چشم مخمور سے دیکھے جو وہ بت کعبے کو	مے سے محراب کا بھر پیالا ہو جاے

خواصیں جو دست بستہ حاضر تھیں آداب بجا لائیں اپنے اپنے مقام پر آئیں دو چار باہر پردے کے منتظر طلب کھڑی ہوئیں ہلا رہوں میں خوشیاں پڑی ہوئیں۔

الحاصل شب کو وہاں آرام کیا دم سحر بصد کرو فر خواب راحت سے بیدار ہوے حمام جانے کو تیار ہوے شہزادی شرمائی ہم صحبتوں سے آنکھ چرائی داخل حمام ہوئی پرستان میں شادی کی خبر عام ہوئی یہ نہا دھو کے جامے خانے میں آئے پوشاک کی کشتی منگائی نکھر نکھر کے عاشق معشوق مکان میں داخل ہوے ؎

جب نہا دھو کے وہ حمام سے باہر نکلا	آتشیں برج سے گویا مہ انور نکلا

کھانا چنا ہوا تیار تھا نوش کیا غم عالم فراموش کیا اس اثنا میں پرستان کے طائفے نقال حاضر ہوے خوب ناچے گائے جوہر دکھائے کچھ دیر یہ جلسہ رہا شہزادے نے بہت پسند کیا خلعت و انعام سب کو مرحمت کیا اُس دن سے شب و روز نئی تیاری ہوتی تھی دل کے ارمان نکلتے تھے سہ پہر کو خانہ باغ میں پھرنے چلتے تھے۔

پری بانو نے شہزادہ احمد کی اس طرح دل کی خاطرداری و مدارات کی کہ ماں باپ کی محبت معشوقہ اول کی صحبت سہو محو دل سے ایک ذات کی مگر گاہ گاہ شام و پگاہ باپ کا خیال شاہزادہ کو آتا تھا دل میں کانٹا سا کھٹک جاتا تھا۔

آخرکار ایک روز موقع پا کے شاہزادی پری بانو سے کہا کہ میرا باپ ضعیف ہے اور مجھ سے بدرجہ الفت و محبت تھی ایک دم کی جدائی ناگوار ہوتی تھی بے دیکھے قبلہ عالم کی طبیعت بیقرار ہوتی تھی کئی مہینے کا عرصہ ہوا میرا حال تم انکو معلوم نہیں خدا جانے کیا حال ہوا ہوگا یقین ہے جینا

محال ہوا ہوگا ان باتون سے پری بانو کو یقین کامل ہوا کہ شاہزادہ فریب نہین کرتا ہی فی الواقع مجھ سے محبت رکھتا ہی باپ کو دیکھکے چلا آئے گا میری مفارقت گوارا نہ ہوگی بے دیکھے رہا نہ جائے گا. بخوشی اجازت دی کہا زیادہ دیر نہ لگانا جلد چلے آنا یہان تو جانے کی تیاری تھی پری بانو کو بیقراری تھی باہم اظہار رنج و الم تھا دل کو نہایت غم تھا۔

اب دو کلمے یہ سنو کہ جس دن سے بادشاہ نے منجھلے بیٹے کی شادی خانہ آبادی کی نفی پر شہزادہ چھوٹے بیٹے کو نہ دیکھا تھا اُنکی جدائی سے گھبراتا تھا ہر دم نیا وغدغہ تھا کیا کیا خیال آتا تھا جب وزیرون اور امیرون سے یہ مقدمہ دریافت کیا بالاتفاق سب نے عرض کیا کہ بڑے صاحب رشک کے باعث ترک لباس کرکے خانہ نشین عزلت گزین ہین گوشہ تنہائی اختیار کیا ہی اہل دنیا سے مُنھ موڑ لیا ہی اس رباعی پر اپنا عمل کیا ہی ؎

دنیاے دنی کو جو کہ فانی سمجھے　　اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے
دریاے حقیقت کو وہی پائے تیر　　جو مثل حباب زندگانی سمجھے

چھوٹے مرشدزادے غریب الوطن ہوگئے شہر مین نہین ہین اسکے علاوہ اور کچھ معلوم نہ ہوا کوئی حال تازہ مجکو مفہوم نہ ہوا۔

بادشاہ ملول اور کبیدہ خاطر رہنے لگا دو نور عین کی مفارقت دو لخت جگر کی مہاجرت دل کو بیچین کرنے لگی قلب مضطر کی عجیب حالت ہوئی۔

اُس شہر مین ایک ساحرہ نزدیک و دور مشہور تھی وزیر اعظم اُسکو حضور مین لایا اُسکے کمالون کا مذکور سمع اقدس مین سُنایا حضرت ظل سبحانی نے روبرو بُلاکے فرمایا مین فقط اس بات کا مشتاق ہون کہ شہزادہ احمد زندہ ہی یا مر گیا اور جو زندہ ہی تو کس طور پر ہی کہان ہی مجھ سے پھر بھی ملاقات ہوگی طبیعت نگران ہی دیکھنے کے لیے پریشان ہی۔

ساحرہ نے بہت دیکھ بھال کے عرض کیا کہ شاہزادہ احمد راحت و آرام سے ہی بڑے اعزاز و احترام سے ہی سلطنت لازوال ملک مالامال قبضہ مین آیا ہی خوب لطف زندگانی اُٹھایا ہی مگر دو چار دن مین وہ آتا ہی الم مفارقت دور ہوا جاتا ہی یہ امر جب ملاحظہ والا مین آئے گا میرے کمال کا حال خود حضور پر منکشف ہو جائے گا۔

بادشاہ مژدہ آمد فرزند سُنکے بہت خوش ہوا نقد و جنس بطور انعام دے کے رخصت کیا اور شہزادہ کی ملاقات ہونے کے بعد اور عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔

پھر وہی جملہ چھیڑتا ہے کہ جب شاہزادہ احمد اپنی معشوقہ پری بانو سے رخصت ہونے لگا اُس نے اُس سے رخصت کے وقت کہا یہ سب قول و قرار فیما بین ہو چکے ہین لیکن اس نصیحت کو خوب یاد رکھنا کہ یہان کا حال عجائبات کی کیفیت میرا عقد مین لانا یہ مال و خزانہ جو تمھارے قبضہ اختیار مین ہے اسکا ذکر کسی اپنے بیگانے سے نہ کرنا اور جو زبان پر لاؤگے انتہا کا رنج و ملال پاؤگے صدمہ شدید اٹھاؤگے اسی پر قصہ مختصر کرنا کہ آسائش تمام صبح و شام اوقات بسر کرتا ہون چین سے گذر کرتا ہون یہ سمجھا کے بیس سوار پری زاد بڑی جھلک دمک کے جو کسی نے کبھی دیکھے سنے نہ تھے ہمراہ کیے گھوڑا سواری کو وہ دیا جو بجلی بام سے باتین گردش صبح و شام اُسکا نام نہ سنتا تھا اور پوشاک و جواہر بھی وہ نایاب و انتخاب پہنایا تھا کہ سرپرآرایان ہفت اقلیم کو خواب مین بھی نظر نہ آیا تھا اور خدمتگارون کو حکم دیا کہ جیب و دامن اشرفیون کے توڑے لیے نثار کرتے جائین کہ محتاج فائدہ اُٹھائین شہر وہان سے بہت فاصلہ پر نہ تھا اور پری زادون کا چلنا بھر بھر کے عرصہ مین شاہزادہ داخل ہوا جسکی نظر پڑی وہ بغور دیکھتا رہ گیا سب دعائین دے دے کے کہتے تھے جل جلالہ کیا ساز و سامان ہے جسکو دیکھکر عقل بشر حیران ہے کہان سے شہزادے کے ہاتھ غیب کا خزانہ دفینون کا کارخانہ ہاتھ آگیا ہے کہ خدمتگار اشرفیان لُٹاتے ہین غریب غربا شہر کے فقیر محتاج آسودہ ہوتے جاتے ہین افلاس کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہر شخص کو امیر کبیر بنا دیا۔

اسی کر و فر تزک و احتشام سے در دولت پر وارد ہوا اہلکارون نے خبردار پہلے سے اظہار حال کر چکے تھے وزیر امیر دوڑے بادشاہ بھی بیتاب تخت سے اُٹھا بیٹے کو چھاتی سے لگا لیا پہلو مین بٹھایا آنکھون نے دیدار سے سرور پایا۔

اودھر نور سحر کا ظہور ہوا شعاع مہر سے عالم پر نور ہوا اودھر ماہ باگروہ ثوابت و سیارہ فلک اطلسی سے کافور ہوکر حجرۂ مغرب مین مستور ہوا موذن نے اذان کہی صدائے اللہ اکبر بلند ہوئی طائرون نے نغمہ سنجی سے صبح کی دھوم مچائی ؎

پرچم کشا ہوا علم زرفشان مہر — لی روز نے پناہ بزیر نشان مہر
آیا عروج پر حشم گیتی ستان مہر — اور لشکر شعاع نے تانی سنان مہر
نیرہ کرن کا دیدۂ گردون مین ڈال کے
مغرب مین پھینکی رات کی پُتلی نکال کے
سلطان صبح نے رُخ آفاق فق کیا — اور دور نے قمر کو الٹ کر رمق کیا

باطل کو باطل اسنے کیا حق کو حق لیا | دامن رنگ فق کیا یہان خون شفق کیا
خورشید صبح کا گل دستار ہو گیا
ظلمت تار تار جیب شب تار ہو گیا

روشنی سحر نمودار ہوتے ہی شہرزاد خوش زاد نے سکوت کیا شہریار عالی وقار راحت منزل سے برآمد ہوا وزیر امیر ارکان دولت مشیران سلطنت تسلیم کرکے اپنے اپنے کام مین مصروف ہوے کاغذات مالی وملکی پیش کرنے لگے تمام دن یہی مشغلہ رہا سر شام دربار برخاست ہوا شہریار محل مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا جب سب کامون سے فرصت ہوئی کہانی شروع کی شہرزاد گویا ہوئی اُس وقت بادشاہ کی مسرت اور وزرا وارکان دولت کی بشاشت لایق دیدنی تھی بادشاہ نے شاہزادہ احمد سے سرگذشت پوچھی

شاہزادہ احمد نے عرض کیا فدوی حضرت کے سامنے کم وبیش زبان پر نہ لائے گا سچ جو گذرا ہی اُسکو سُنائے گا بعد شادی شہزادی بوجہ محبت غیرت مقتضی اسکی نہ ہوئی کہ اس شہر مین کسی کو صورت دکھائے مصلحت یہ ہوئی کہ کسی سمت نکل جائیے یہ سوچ کر ترک یار ودیار کیا تنہائی کا سفر اختیار کیا کچھ دور شہر سے بڑھا تھا پروردگار نے عنایت کی یہ دولت غیر مترقبہ ہاتھ لگی بوجہ احسن اوقات بسر ہوتی ہی جس شی کی خواہش ہوئی فوراً موجود ہو گئی راحت وآرام مین شام وسحر ہوتی ہی اس سے زیادہ بیان موجب ہنگامے وفساد کا ہی قول استاد کا ہی سه

دو چیز طیرہ عقل است دم فروبستن | بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی

حضرت کی قدم بوسی کا مشتاق تھا صدمہ مہاجرت شاق تھا حاضر ہوا اور اکثر آستان بوسی کا شرف حاصل ہوگا خرسند حضور کا دل ہوگا۔

بادشاہ نے ازراہ محبت پدری فرمایا اگر تم کو دیر ہو تو کیونکر ہم تمہاری خبر پائین کس جیتے سے کسی کو تمہارے پاس بھجوائین۔

شاہزادہ نے عرض کیا یہ باتین افشاے راز کی ہین یہ کام غلام سے نہوگا ہان جلد آجاؤن گا صورت دکھا جاؤنگا تین دن وہان صرف اوقات کی بے چینی مین دن رات بسر کی چوتھے روز رخصت ہوا فرط شوق سے چار گھڑی مین پری بانو کے پاس پہونچا وہ تو ہمہ تن انتظار رہتی تھی لپٹ گئی حال پوچھنے لگی اب دل پر نقش ہوگیا کہ شاہزادہ بدل ہمارا شیدا ہی دام الفت مین پھنسا ہی کہا اب ہم سے پوچھنے کی حاجت نہین دریافت کرنے کی ضرورت نہین ہفتے مین ایک روز

چلے جایا کرو تیسرے دن پھر آیا کرو۔

پھر کیا تھا شاہزادہ ہر بار نیا ٹھاٹھ بدل کے جاہ و ملک سے جاتا تھا موافق خوش ہوتے منافقوں کو رشک آتا تھا اور شہر میں داخل ہوکے بطرح اشرفیاں فقیروں کو لٹاتا تھا اہل حاجت کی تمنا بر لاتا تھا وزیر اعظم سے دوسرا وزیر جو رتبہ میں کم تھا رشک و حسد کے باعث آمادہ فساد وہ بدنہاد ہر دم تھا اور بادشاہ کبیر السن عقل کا دشمن کوسوں دانش مندی کے کوچے سے دور تھا حماقت سے مجبور تھا ایک روز اُس کم بخت نے بادشاہ کو اکیلا جو پایا یہ فقرہ جمایا حضور شہزادہ کے تیور دیکھتے ہیں غلام کو خوف آتا ہے کہ حضور کو گرفتار کرکے شاہزادہ جو تخت پر بیٹھے تو پھر کیا بن پڑے گا ہمسر اُسکا کون ہے جو لڑے گا مناسب ہے کہ غفلت میں ایسی سونے کی چڑیا کو صید کیجیے بے تکلیف قید کیجیے کھٹکا مٹ جائے خدشہ نظر نہ آسکے۔

بادشاہ پہلے تو چپ ہوا پھر دوبارہ کہنے سے راضی ہوا مگر بادشاہ کو اُس ساحرہ کا اعتقاد بہت تھا اسپ سے پوشیدہ اُسے بلایا کہا کسی ترکیب سے اسکے حال کو دریافت کرو یہ سامان جو کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوا شاہزادہ کہاں سے لاتا ہے کون یہ بار عظیم اٹھاتا ہے اُسنے جواب دیا چندے تامل کیجیے بہت جلد یہ حال کھل جائے گا پوشیدہ رہنے نہ پائے گا۔

شاہزادہ کے آنے جانے کا دن تو مقرر تھا یہ سرِ راہ جا بیٹھی شاہزادہ نے کبھی اُسکی صورت دیکھی تھی نہ ایسے امور کا خیال تھا دغدغہ سے فارغ البال تھا سواری جب قریب آئی یہ دعا دے کے ہمراہ ہوئی خادم نے اشرفی پھینک دی یہ مکارہ تھوڑی دور باتیں بناتی چلی جب اُس ٹیکرے کے قریب سواری پہونچی نظر سے غائب ہوگئی ہر چند چار طرف یہ دوڑی مطلق پتہ نشان نہ پایا کوئی باغ یا قصر و ایوان نظر نہ آیا اُسدن تو یہ خرافت ناکام پھری۔

جو دن شاہزادہ کے آنے کا تھا کچھ رات سے وہاں آ بیٹھی آہ و نالہ کے دم بھرنے لگی بیماری کا حیلہ کرنے لگی یکایک شہزادہ قریب پہونچا اُسنے سر بڑھایا ہائے وائے کا شور مچایا بسکہ وہ رحم دل تھا یہ غوغا جو گوش زد ہوا متاسف از حد ہوا گھوڑے کی باگ لی حال پرسی کی اس عیارہ نے رو کر اُسنے آواز بیماروں کی بنا کے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے گھر بار سے دور ہوں تپ شدید کے آنے سے ہوش و حواس جاتے رہے مجبور ہوں قدم اٹھانے کی طاقت نہیں جگہ سے حرکت دشوار ہے کوئی سرپرست نہ غمخوار ہے ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم
کہ حال خود بلہ گویم عجب غمے دارم

ایڑیان رگڑ کے مرجاوُنگی یا کوئی درندہ کھا جائے گا یا چیل کوون کے حصے مین گوشت پوست آئے گا کون ایسا خدا کا دلی مقبول بندہ ہی جو اس آفت سے بچائے گا۔

یہ سنکے شہزادہ کو اسکے حال پر رحم آیا خوف خدا کے ملازمون سے اُٹھوا لایا دروازے پر پہونچا تھا کہ محل مین خبر ہوئی گھبرا کے پری بانو نکل آئی پوچھا خیر ہی شہزادے نے جواب دیا راہ مین یہ ضعیفہ مرتی تھی اُلٹی سانس بھرتی تھی میرا جی دُکھ گیا یہان تک لے آیا اب تم کو اختیار ہی یہ بے کس غریب دیار ہی سہ

ایک تو کام یہ ثواب کا ہی	دوسرے نام بھی جناب کا ہی	

پری بانو نے کہا مین اسکی نگہبانی کو تا مقدور تیار رہون آپ کی مرضی ہی مین فرمان بردار رہون مگر بیمار حقوق خدمت بھول جاتا ہی جب اچھا ہوتا ہی اکثر بھلائی کا بدلہ بُرا ہوتا ہی شہزادے نے جواب دیا ہم لِلہ یہ کام کرتے ہین ہماری نظر ہر دم بخدا ہی اجرت کے طلبگار نہین خدمت کے خواہان زنہار نہین پھر کیا پروا ہی یہ کہکے گھوڑا اُٹھا اپنے والد ماجد کے حضور مین آیا مودبانہ آداب و تسلیم بجا لایا۔

یہان پری زادنے خواصون سے فرمایا اس ضعیفہ کو دار الشفا مین لیجا کے اچھی طرح سے رکھو دوا غذا خدمت مین اگر قصور ہوگا تو بڑا فتور ہوگا قریب شام وہ پانی چشمہ شیر کا جو آب حیات کا فائدہ رکھتا ہی کیسا ہی مرض مہلک ہو فوراً دفع ہو جاتا ہی مریض جب اسکو چکھتا ہی اسکو پلانا اور مالش ہمارا کھلانا خبر مین دیر نہ ہونے پائے جو کیفیت گذرے ہمارے کان تک آئے صحت کے بعد تم لوگون کو انعام ملے گا اور کوئی عمدہ کام ملے گا۔

دفعتہً فلک تراخو نے رنگ بدلا زمانہ شعبدہ باز نے ڈھنگ بدلا سپیدہ صبح چمکا شفق نے مطلع کو گلگون کیا شہزادہ حیرت سے خاموش ہوئی گویا بت بن گئی۔

عامل روز کی آمد سے ساحرہ شب ظلمت کدۂ مغرب مین پنہان ہوئی تاریکی مٹی روشنی عیان ہوئی مساجد سے اذان کی آواز آئی طائرون نے نغمہ سنجی سے دھوم مچائی مرغ سحر کی صدا کانون مین آنے لگی خواب سے جگانے لگی سہ

خورشید نے جو رخ سے اُٹھائی نقاب شب	در کُھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب	
انجم کی فرد فرد سے لے کر حساب شب	دفتر کشائے صبح نے اُلٹی کتاب شب	
گردون پہ رنگ چہرۂ مہتاب فق ہوا	سلطان غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا	

پہونچا جو مہر مہر سے زمان غزل شب — گردون پہ عاملان سحر کا ہوا نصب
منشی آسمان مع دفتر ہوا طلب — بس جا بجا سے اٹھ گئی انجم کی فوج سب

تا صبح زرد زرد مین بیگانگی ہوئی
برخاست کی چپراغون کو پروانگی ہوئی

وہ سرخی شفق کی ادھر چرخ پر بہار — وہ بارور درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلون پہ گہرہائے آبدار — پھولون سے سب بسا ہوا دامان کوہسار

نافے کھلے ہوئے وہ گلون کی شمیم سے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

شہریار بستر راحت سے اٹھا بعد غسل ملبوس شاہی زیب جسم کیا داخل ایوان سلطنت ہوا اجلاس فریب کی چھپان بنان کرنے لگا کسی کو سزا کسی کو رہائی دی اسی مشغلہ مین شام تیرہ انجام آ پہونچی اہلکارون کو کاروبار سے فرصت ملی ؎

ہوا ظلمت مین پھر خورشید پنہان — نظر آیا عروج ماہ تابان
دکھائی شام نے پھر شکل آکر — کھلی ہر چار سو زلف معنبر

شہریار کی یہی تمنا تھی فوراً دربار برخاست کرکے محل کی راہ لی کچھ دیر اکل و شرب کا چرچا رہا پھر آرام کیا تھوڑی رات رہے جب نیند سے چونکا بیان داستان کا حکم دیا شہزادی نے دعائیہ اشعار کو ورد زبان کیا پھر بقیہ قصہ یون بیان کیا ؎

ترے ابر کرم نے کی جو عالم مین گہر باری — تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری
ترا دل بادہ پندار سے خالی نظر آیا — جو ہی تو نشہ عرفان ہی چشم شوق مین جاری
وہ تیرا عہد ہی علم و عمل سے شاد رہتے مین — فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری
کسی کا دل تو کیسا آنکھ تک دکھتے نہین تی ئی — مٹائی عدل نے تیرے یہان تک مردم آزاری
نہ کیون ہو تیرے دستور العمل سے شادمان عالم — کرم کرنا تری عادت جفا سے تجکو بیزاری
بگولہ بھی ہوا پر شکل گنبد بن کے قائم ہو — یہان تک گم ہوئی خانہ خرابی خانہ مسماری
ترے در سے عدو سے رو کے یون بہتے آنسو — کہ چھوٹے جس طرح سے خون سوداوی کی پچکاری
سمندر مین سمندر ہون صدف مین ہون شرر پیدا — جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری
تری محفل کا جو سامان ہے ثانی نہین رکھتا — کھلین جمشید کی آنکھین اگر دیکھے یہ تیاری

کہ حضور پری بانو کے حکم سے خواصین اُس مکارہ پیرزال کو مکانات دکھاتی اُسکا دل بہلاتی شفاخانہ مین لے گئین اور تعالی جوڑ مین رکھکر چشمہ شیر کا پانی پلایا یہ تاثیر اُسکی شہزادی سے سُن چکی تھی رات بھر دم چرائے پڑی رہی دم سحر اُٹھ بیٹھی اور اُنسے کہا بی بیو اللہ تمھارے مالک کا جاہ و حشم بڑھائے تم سبھون کا بھلا کرے اب مین بالکل اچھی ہون طاقت میرے جسم ناتوان مین آگئی مرض دور ہوا ملکہ عالم کا شکر بجا لانا ضرور ہوا میری طرف سے بعد تسلیم عرض کرنا آپکے صدقے مین مجکو صحت حاصل ہوئی توانائی آگئی امیدوار ہون کہ حضور کی قدم بوسی حاصل کرکے اپنے بال بچون مین جاؤن اُنکو دیکھون اپنی صورت دکھاؤن —

خواصون نے جاکے ملکہ پری بانو کے حضور مین عرض کیا ساحرہ طلب ہوئی اُس بارہ دری مین جہان ملکہ تخت پر جلوہ فرماتھی پہونچی اُسکی صنعت کیا لکھون وہ جگہ کیا تھی ؎

پہونچتے ہی قصر طلسمات مین
چمک پائی تارون کی ذرات مین

نہ تاریکی شب نہ خورشید و ماہ
فقط عالم نور وقت پگاہ

نہ گرمی نہ سردی کی اُس جا سرشت
ہوا اُسکی مانند باغ بہشت

مگر سحر کا کارخانہ تمام
نہ تھا آدمی زاد کا اُسمین نام

نظر آئی خوش قطع بارہ دری
پری زادون سے تھی جو یکسر بھری

ساحرہ تو اور مکانون کو دیکھ کے سہو محو ہو چکی تھی ہوش حواس کھو چکی تھی بارہ دری کو دیکھکر بولی جل جلالہ کیا اُسکی قدرت کے کارخانہ ہین دیکھنے والے دیوانے ہین بارہ دری ہی گویا پری ہی آسمان سے اُتار کے اس سرزمین پر دھری ہی ؎

کیا وہ بارہ دری تھی جادوکار
در و دیوار غیرت گلزار

پھول سب اپنے اپنے جوبن پر
بوے گل تھی ہوا کے توسن پر

جابجا چل رہی تھی باد بہار
تختہ تختہ تھا روکش فرخار

اور جو قصر و ایوان و باغ ہی شداد کی عمارت مین اسکے رشک سے داغ ہی رود بار و چشمہ سار کی روانی اور صاف شفاف پانی اور بھی دل کو عجیب لطف دکھاتا ہی روح پژمردہ کو بے ساختہ وجد مین لاتا ہی ؎

درختان کشیدہ شاخ در شاخ
بہ تنگ آغوشی ہم نیک گستاخ

چنارش را قدم بر دامن سرو
حمائل دستہا بر گردن سرو

قد رعنا کشیدہ نخل خرما	گرفتہ باغ را از دو کار بالا
اگر فردوس بر روے زمین است	ہمین است وہمین است وہمین است

مرزنگ فانوس جھاڑ دن مین شیشہ آلات کا نام ہی سرا سر سونے چاندی اور جواہرات کا کام ہی قدرت خدا نظر آتی ہی ســہ

دیکھے نہ کسی نے مکان ایسے	جادو کے وہان یہ سائبان تھے
تھے نقش ونگار سے وہ گلزار	مانی بھی وہان تھا نقش دیوار
روشن جو مکان مین کنول تھے	وہ دیدۂ ساحر دغل تھے
وہ قصر کہ رشک قصر جمشید	جادو کے جہان کھلے تھے سب بھید
شمعون کی زبان پر انا الشرق	شعلہ سے بھی کم تجلی برق

یہ مکارہ مکانون کو دیکھتے ہوئی اور تعریف کرتی ہوئی شہزادی کے قریب آئی صدقے ہوئی بلائین لین گرد پھری بہت شکر ادا کیا کہ اپنے رحم دلی سے مردے کو جلا لیا وہ بولی نیک بخت یہ دنیا کے کارخانے ہین مرگ وزیست کا مالک پروردگار ہی اور سب بہانے ہین پچاس اشرفیان دے کے کہا اپنے لڑکون کو اسکی مٹھائی کھلانا۔

ساحرہ اس سیر چشمی پر اور بھی حیران ہوئی کہ ایک محتاج بے لیاقت کو اسقدر دیا نہال کر دیا خواصین آہنی دروازے پر لا کے قلعہ کی کچھ سیر دکھا کے کسی نے دوپٹہ کسی پائجامہ کوئی کرتی محرم دے گئی ایک لپشتارہ ہو گیا اپنے گھر جب گئی بوجھ سے دب گئی۔

دوسرے دن بادشاہ سے سب کیفیت بیان کی کہا وہ شاہزادی ہی پرستان کی جو اسیر مبتلا ہی یہ بھی اسیر دل وجان سے نثار و شیدا ہی جب مکانات باغ اور اسکے سامان وجواہر کا ذکر آیا بادشاہ کو دیوانہ بنا دیا کہا اللہ اللہ یہ دولت لازوال جواہر ولال پر اختیار رکھتا ہی چھوٹا بڑا اسکی اطاعت کا دم بھرتا ہی اور سیر چشمی اسکی. لونڈیون کی سنکے بادشاہ غلام ہو گیا ہوش وحواس کھو گیا کہا پھر اس سلطنت کا لینا مجکو قید مین بند کرنا کیا مشکل ہی جب اسکو ہر طرح کی قدرت حاصل ہی یہ کہکر ساحرہ کو رخصت کیا۔

وہ وزیر جو شاہزادے کی دشمنی مین تھا اسکو بلا کر یہ سب سامان جاہ وحشم فوج کی کثرت جلوس کا نوبت ونشان کوس وکورلوا وپرچم کا بیان کرکے تدبیر پوچھی سب نے قید کرنے کی مصلحت بیان کی ساحرہ کا تو اعتبار ہو چکا تھا دوسرے دن یہ مشورہ اس سے بیان کیا اسنے جواب دیا

یہ بڑی حماقت کی نشانی ہی اپنے ہاتھون خرابی لانی ہی جس دم اسکو یہان قید کیا اور وہان اُسنے سُنا فوراً چلی آئیگی سب کو خاک مین ملائیگی ایک متنفس بھی جان بر نہ ہوگا خاک سیاہ کیونکر یہ گھر ہوگا دولت سب لُٹ جائیگی سلطنت اُسکے قبضے مین آئیگی رونے والا اُنکا بنتا ہر کوئی نظر نہین آتا ہر برباد ناحق گھر ہوا جاتا ہی جو مین ترکیب بتاؤن اُسپر عمل کر یہ خیال موقوف رکھو بہت سی نادر چیزین جنکا دنیا مین جواب نہین وہان کون سی شی ہی جو نایاب و انتخاب نہین بند رنج اُنکو طلب کرو نہ وہ ہاتھ آئینگی نہ شاہزادہ پائیگا نہ یہان آئیگا غیرت وار ہی خفت کے باعث مُنہ دکھائیگا یہ سارا دغدغہ مٹ جائیگا۔

بادشاہ نے اُسکی عقل پر تحسین کی اور پوچھا پہلے کون سی شی طلب کرون اُسنے کہا شیرون کے چشمے کا پانی مانگو کہ وہ آب حیات ہی زیست کی کائنات ہی یہ کہکے چلی گئی۔

دوسرے روز شاہزادہ احمد جو آیا بادشاہ نے بہت چاپلوسی کرکے اُسکا سوال کیا شہزادہ نے جواب دیا کہ یہ امر بہت دشوار ہی غیر کی چیز اور ایسی نادر اُسمین میرا کیا اختیار ہی آپکے فرمانے سے مانگونگا کوشش بلیغ کرونگا جو میرے ہاتھ آیا تو ضرور لایا حضور کے ارشاد سے انکار نہین کرتا مگر لانے کا بھی اقرار نہین کرتا۔

یہ کہکے رخصت ہوا شب کو خلوت مین اپنی معشوقہ سے یہ ذکر کیا وہ بولی پانی کیا چیز ہی مجکو جان تک کب عزیز ہی مگر دقت طلب ہی شیرون کا وہان بند و بست سب ہی خبر یہ نقش سلیمانی بازو پر باندھکے جاؤ شیر اپنے سر جھکا لینگے گھڑا اُس سے بھر لاؤ یہ تکلف اُسمین ہی جس قدر صرف کروگے گھڑے کو بھرا پاؤگے جب تک اُسکو زمین پر نہ بہاؤگے۔

القصہ شاہزادہ آمادہ ہوا نقش سلیمانی کی برکت سے چشمے سے پانی بھر لایا اور اُسکو اپنے باپ کے پاس پہونچایا سب دیکھکے مع ساحرہ پانی پانی ہوگئے آب خجالت مین ڈوب کے زیادہ دشمن جانی ہوگئے کچھ دن ٹال کے ساحرہ نے کہا اب خیمہ طلب کرو کہ وہ ایسا ہو مٹھی مین آجائے اور وسعت اُسمین یہ ہو کہ تمام لشکر سما جائے اور راحت پائے۔

بادشاہ عقل کے دشمن نے شاہزادہ سے وہ خیمہ طلب کیا اُسنے شاہزادی سے کہا اُسکو تو شہزادہ کی خاطر مدنظر تھی فوراً دے دیا اُسنے باپ کی خدمت مین پہونچایا ہاتھ سے نکال کے طول و عرض دکھایا کہ ایسے دو چار لشکر اُسمین آجائین سوارون و پیدلون کی یہ صورت ہو کہ کوئی کسی کا پتہ نہ پائین یہ تو دیکھ بھال کے خزانہ مین بند ہوا بادشاہ کو چین نہ آیا درپئے آزار ہرگز نہ ہوا اب اس ساحرہ نے کہا فی الحال یہ

یہ سوال کرو کہ ایک آدمی ڈیڑھ گز کا ہو اور ڈاڑھی مونچھیں بیس گز کی ہوں جب تک وہ خود کھول کے نہ دکھائے زمین سے لگنے نہ پائے اور ہاتھ میں وہ جریب ہو جو بیس من سے کم نہ ہو انسان کی قضا جب آتی ہے پہلے عقل زائل ہو جاتی ہے تدبیر خلاف تقدیر ظہور پاتی ہے ایسے آدمی کا بلانا ملک الموت کا بہانہ ہوتا ہے سیدھا عدم کو روانہ ہوتا ہے۔

اس مرتبہ شاہزادہ جو آیا بادشاہ نے تازہ سوال پیش کیا شہزادہ سنکے سُن ہو گیا کچھ جواب نہ دیا جس دم رخصت ہو کے پری بانو کے پاس آیا اُسنے شہزادہ کو دیکھا حیرت کا مبتلا پایا پوچھا خیر تو ہے مزاج کیسا ہے سکوت کی وجہ کیا ہے

ظاہر میں تو صاف ہے ولیکن	چہرے سے عیاں ملال بھی ہے

شہزادہ نے اپنے باپ کی نئی فرمایش کا قصہ سُنایا وہ بولی کیوں گھبراتے ہو یہ کام بہت آسان ہے جسمیں آپ کی عقل حیران ہے وہ میرا حقیقی بھائی ہے یہ کیفیت خالق نے جسکو عطا فرمائی ہے میں بلاتی ہوں ابھی تم کو دکھاتی ہوں تم تردد فی الحال نکرنا کچھ اور خیال نہ کرنا عجیب الخلقت اسکا نام ہے کچھ فاصلہ پر وہ سلطنت کرتا ہے بودوباش کا وہی مقام ہے یہ کہکے بہ تمنائے ملاقات خط لکھا اور ایک پریزاد کو دیا وہ چار گھڑی کے عرصہ میں وہاں داخل ہوا وہ پایہ وتنہا وہی جریب ہاتھ میں لیے آیا شاہزادہ کو دیکھکے بہن سے پوچھا یہ کون ہیں۔

تصویر شیر برادر پری بانو کی مع تصویر شہزادہ احمد اور پری بانو کے



اُسنے حال سب بیان کرکے کہا مین نے اُسسے عقد کیا ہی تم اُن دنون قلعہ کہربائی کی فتح مین مشغول تھے اسوجہ سے تم کو تکلیف نہ دی بروقت اظہار اسکا موقوف تھا۔

وہ اُٹھکے شہزادے سے بغل گیر ہوا کہا مین آپکے ہونے سے آگاہ نہ تھا خالی ہاتھ آنے سے حجاب ہوا تمھاری نذر مع اکسیر گھر جاکر بھیجونگا یا پھر ملاقات کو آؤنگا ہمراہ لاؤنگا اب وہ کام بیان کرو جس واسطے مجکو جلد بلایا ہی کونسا امر اہم سامنے آیا ہی

مشکلے نیست کہ آسان نشود		مرد باید کہ ہراسان نشود	

پری بانو نے جواب دیا بھائی انکا باپ ہندوستان کا فرمان روا ہی اُسنے تم کو دیکھنے کو طلب کیا ہی وہ بولا بہن ابھی تم مفصل حقیقت سے آگاہ نہین ہو نہ تم کو معلوم ہی میرے شہر مین اسکی دھوم ہی سلطان ہند رشک سے بیٹے کا عدو ہی عنقریب قید ہو یا قتل کرے اسکی جستجو ہی کئی وزیر و مشیر اسکے بانی ہین ناحق عدوے جانی ہین۔

ایک ساحرہ ہی شوہر اسکا میرے ملک مین رہتا ہی سب قصہ اُسنے برسبیل تذکرہ مجھسے کہا ہی پانی کا مانگنا خیمہ کا طلب کرنا میرا دیکھنا یہ سب مشورہ اُس جادوگرنی کا ہی مین جاتا ہون جو بر سر حساب ہوا تو خیر ورنہ سب کو مٹاکے انکو تخت پر بٹھاکے آتا ہون۔

یہ کہکے شہزادے کو ہمراہ لے وہان جا پہونچا تمام شہر مین تہلکہ پڑ گیا جسنے یہ قد و قامت و جبا مست دیکھی مرنے کی علامت سمجھا بہت بھاگ نکلے اکثر سہم کے قالب بیجان کی صورت جہان بیٹھے تھے بیٹھے رہ گئے زہرہ پانی ہوکے بہ گئے یہ دونون سالے بہنوئی بادشاہ کے روبرو آئے حضار دربار خوف سے تھرائے بعض سکتے کے عالم مین حیران رہ گئے بادشاہ خوف سے آنکھین بند کرکے بھاگا اسنے جریب بڑھائی وہ دیکھیے سامنے آئی عجیب الخلقت نے گردن پکڑکے آہستہ سے ایک انگلی سر پر ماری کہ دماغ اسکا پاش پاش ہوا روح عالم بالا کو سدھاری اسنے کھڑے ہوکے جریب کو ہلایا زلزلہ آیا بہتون کو خاک مین ملایا۔

شہزادہ احمد نے ہنوز کوئی حکم نہ دیا تھا کہ اُسنے پہلے سے جاکر بادشاہ کا کام تمام کیا پھر چاہا کہ وزیر اعظم کو کہ دست راست سلطان کے حاضر تھا مارے۔

شہزادہ احمد نے اُسے بچایا کہ یہ تو میرا دوست ہی اسنے کوئی سخن بد میرے حق مین بخلاف اورون کے نہین کہا بلکہ اس کام سے منع کرتا تھا۔

یہ اشارہ پاکے شبر نے ایک ضرب سے سب مصاحبون اور وزیرون کو کہ دو طرفہ حاضر تھے اور سب

نے دشمنی شہزادۂ احمد سے کی تھی قتل کیا اور سوا ان لوگون کے کہ انھون نے اپنے تئین بھاگ کے بچایا تھا کوئی وہان زندہ نہ رہا سب کے سب اُسکے ہاتھ سے مارے گئے۔

پھر شبر نے عدالت گھر سے دربار بادشاہی مین آکر وزیر اعظم سے جسکی بموجب سپارش شہزادۂ احمد کے جان بخشی کی تھی کہا کہ اُس ساحرہ کو جو شہزادہ احمد میری بہنوئی کی دشمن تھی اور اُن مصاحبان بادشاہ کو جو اسکے حسد اور عداوت مین تھے حاضر کرتا اب اُن سب کو سزاے اعمال کی دون اُن سب کو سیدھا جہنم کو پہونچاؤن۔

وزیر نے پہلے اُس ساحرہ کو بعد اُسکے اُن مصاحبون کو جو مخالف شہزادے کے تھے بلوا کے حاضر کیا شبر نے اُنکو بھی اُسی حربۂ آہنی سے مارا اور اُس ساحرہ سے کہا کہ نتیجہ تیری بد آموزی کا بادشاہ کو اور تیرے مکر و فریب کرنے کا یہ ہی جو تجھے اب ملا۔

پھر شبر نے چاہا کہ تمام شہر کے لوگون کو قتل کرے مگر شہزادۂ احمد نے اُن سب کو بچایا پھر شبر نے شہزادہ احمد کو پوشاک شاہانہ پہنا کے تخت سلطنت ہندوستان پر بٹھایا اور اُسکے نام کی تمام شہر مین منادی کی سب لوگ شہر کے وضیع و شریف کہ شہزادہ احمد سے راضی تھے اُسکے بادشاہ ہونے سے نہایت خوش ہوے اور اُسکے حضور مین نذرین گذران کے آواز بلند دعائین دینے لگے کہ سلطان احمد ہزارون برس زندہ رہے۔

شبر جب یہان کا بندوبست کر چکا تب پری بانو اپنی ہمشیر کو لاکے وہان کا ملکہ کیا اور خطاب اسکا شہربانو دیا بعد اُسکے شبر اپنی بہن شہر بانو اور سلطان احمد سے رخصت ہوکر اپنے گھر گیا اُسکے جانے کے بعد جلسہ عام ہوا ناچ و رنگ کا انتظام ہوا طائفے آ کے ناچ گانے ایک رقاصہ نے یہ اشعار گائے سامعین خوش ہوے وجد مین آگئے ؎

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط	لگے ناچنے اُس سے اہل نشاط
کناری کے جوڑے چمکتے ہوے	وہ پانون کے گھنگرو جھنکتے ہوے
وہ بالے چمکتے ہوے کان مین	پھرکنا وہ ٹھنکنے کا ہر آن مین
وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤن کے ساتھ	دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ
کبھی دل کو پانون سے مل ڈالنا	نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا	کبھی اپنے مجرم کو لینا چھپا
کسی کے چمکتے ہوے نورتن	کسی کے وہ مکھڑے پہ نتھ کے پھبن

غرض ہر طرح دل کو لینا انھین	نئی طرح سے داغ دینا انھین

اسکے بعد سلطان احمد نے شہزادہ علی اور نور النہار کو بہت کچھ دے کے ایک بڑے شہر کا جو اُسکی دار السلطنت کے متصل تھا حاکم کرکے وہان رخصت کیا اور ایک سردار کو شہزادہ حسین کے پاس بھیج کر سب اس حال کی اطلاع کی اور کہلا بھیجا جس شہر اور ولایت کی تم کو خواہش اور رغبت ہو مین اُسکا حاکم تعین کرکے سند اُسکی لکھکر بھیجدون مگر شہزادہ حسین ازبسکہ عالم درویشی مین نہایت خوش اور محظوظ تھا اُسنے حکومت کسی ولایت کی منظور نہ کی اور اُس افسر کی زبانی شکرگزاری سلطان احمد کی کہلا بھیجی اور اپنی تمام عمر اُس خلوت نشینی مین بسر کی۔

اتنے مین دھوم ہوئی سحر کی	نوبت بجنے لگی گجر کی

ملکہ شہرزاد نے اس قصہ کو تمام کرکے کہا اگر آج کے دن شام ہوئی اور مین زندہ رہی یہ داستان تو تمام ہوئی مگر اور ایسا قصہ سُناؤنگی کہ یہ گذری حکایتین دل سے بھلاؤنگی شہریار نے بوعدۂ شب اپنے امور ضروری سے فرصت کرکے دار الحکومت کی طرف قدم بڑھایا ارکان سلطنت کو چشم براہ منتظر پایا انھین باتون مین بادشاہ مقتول کے ماتم مین شب نے زیب تن لباس سیاہ کیا بلند دود آہ کیا ایوان دہر مین شمعہاے کواکب روشن ہوئی اور آفتاب عالمتاب قصر مغرب مین جاکر آرام پذیر ہوا۔

ہوئی آغاز کو تکلیف انجام	قدم بوسی کو آئی گیسوے شام
چمک دی شمع کے شعلون نے ہر سو	بلا محفل مین ہر پہلو سے پہلو

شہریار دربار برخاست کرکے محل مین آیا شہرزاد کو یاد دلایا شب گذشتہ کا وعدہ یاد دلایا اُسنے صحبت کا رنگ جمایا شہریار کو ملتفت کرکے یہ قصہ سُنایا۔

حکایت خسروشاہ اور تین بہنون کی ایک کا منظور نظر بادشاہ ہو کے ملکہ پارس خطاب پانا دو کا رشک و حسد سے ملکہ کی اولاد کو مخفی نہر مین بہانا کتے کا بچہ جننے کی شہرت مچانا بادشاہ کا غیظ مین آنا ملکہ کو قید کرنا ایذا پہونچانا

شاہنشاہ مطلق دعا در حق شاہ عالی جاہ کو صد دس سال سلامت باکرامت رکھے اور دشمنون کو مورد ملامت رکھے۔

پھرتے تھے باغ مین ہر ایک روش پر سرخوش	راہ چلنے مین قدم مست کا تا جاے پھسل

مہ کے پرتو سے ہوتا چاک گریبان کتان — نخل خورشید سے تا عشق رکھے دانہ طفل (یعنی طفل شبنم ۱۲)
قدر ہو عود کی تا مجمر و آتش سے فزون — لطف ہوتا رہے عالم مین بچوب صندل
تا سمے رہے یہ منظم یہ باب عجب — جبتلک اس سے بر آوے مری امید وال
نخل امید سے اپنے ہون برومند محب — ہو محبت نہ تری جنکو نہ پائین وہ پھل

خدا حضور کو زندہ و سلامت رکھے زمانہ ماضی مین شیراز کا ایک بادشاہ عادل نیک خصال تھا بیٹا اُسکا جواد شجیع خوش اقبال تھا دنیا تو جگہ چھوڑ دینے کی ہی صرف چند ساعت دم لینے کی ہی آخر دار فنا کو اُسنے چھوڑا عزیز و اقربا کو گریان و نالان دیکھکے منھ موڑا وہی فرزند ارجمند تخت پر بیٹھا وزیر امیر رؤسائے شہر حاضر ہوے نذرین گذرین گو سکہ پر نام کھدا منادی نے ندا دی شہر مین دُھائی پھر گئی عیش و آرام کیا امورات سلطنت کا بخوبی انتظام کیا رعایا برایا کو اس حسن سے حلقہ بگوش کیا کہ سلطان گذشتہ کا زمانہ سبنے فراموش کیا۔

ازان جملہ ہفتہ عشرہ کے بعد وہ نیک نہاد لباس تبدیل کرکے مع وزیر اعظم شہر مین کوچہ بکوچہ گشت کرکے ہر ایک کے حال شادی و ملال سے خبردار ہوتا وقت کو بیکار نہ کھوتا۔

حسب اتفاق ایک روز موافق عادت کے پھرتا تھا دفعۃً ایک گلی مین گذر ہوا کان مین صدا آئی اگر میری شادی بادشاہ کے نان پز کے ساتھ ہوتی عجیب و غریب روٹیان کھاتی تم کو جلاتی یہ دروازہ کے قریب گیا دراڑ سے جھانک کے دیکھا کہ تین عورتین نوجوان باہم بیٹھی ہوئی بات چیت کر رہی ہین جب وہ کہہ چکی دوسری بولی کہ میرا بیاہ سلطان کے خاصہ پز سے ہوتا تو جہان کی نعمتین روز میسر آتین روٹی کی کیا حقیقت ہی فرہ پلاؤ قورمے کباب کا ہی۔

تیسری جو اُن سے کم سن تھی مگر صورت شکل سلیقے گفتگو مین فرہ سب سے زیادہ تھی کہنے لگی تم دونون پست ہمت کم حوصلہ ہو جو نفرون کی تمنا کرتی ہو ذلیل خواہش کا دم بھرتی ہوئین اگر بادشاہ سے منسوب ہون وہ طالب مین مطلوب ہون تو ایسا لال جنون کہ گو ہر شب چراغ سے روشن ہو زیب انجمن ہو اگر روئے تو اشک مسلسل موتی کی لڑی ہو جو وہ غنچہ دہن خندہ زن ہو تو پھولون کی جھڑی ہو بادشاہ اُسکی یہ تقریر سنکے حیران ہوا اولاد کی تمنا مین ہم بستری کا خواہان ہوا کہ کہین جلد یہ نازنین مہ جبین ہاتھ آئے باغ مراد پھل لائے ۔

وزیر سے فرمایا اس گھر کو بھول نہ جانا دم سحر تینون عورتون کو حضور مین لانا صبح کو وزیر اُنکو ہمراہ لیکے حاضر ہوا بادشاہ نے ارشاد کیا رات کو تم سب کی تمنا مین سن چکا ہون میرے روبرو جو تم اظہار کرو

تو تمھارا مطلب برآئے وہ کام ہو جائے ۔

دونون شرما کے گردن جھکا کے چپ ہو گئین چھوٹی بڑی چالاک تھی اُسنے سب حقیقت مفصل بیان کی اُسی وقت بادشاہ نے نان بائی و باورچی کو بلا کے دونون کا نکاح پڑھوایا چھوٹی کو اپنے عقد مین لایا محل مین بھجوایا ملکہ پارس خطاب دیا بڑا اعزاز و احترام کیا ۔

اسکی بڑی بہن اپنی قدر کے موافق نانبائی کی جورو بنی منجھلی بد باطن باورچن مشہور ہوئی اب حسد و رشک کی آگ مین جل کر بادشاہ کو بے لیاقت کہنے لگین دن رات یہ دونون اس فکر مین رہنے لگین کہ کوئی ایسی ترکیب نکالیے بادشاہ کی نظر سے چھوٹی بہن کو گرا کے ذلیل و خوار کرا دیجیے لیکن نصیب اسکا یار بخت مددگار تھا کچھ نہ بن آتا تھا مقدمہ برعکس ہوتا جاتا تھا شامل حال فضل پروردگار تھا ؎ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی ترست ۔

اس عرصہ مین اُسکا حمل مشہور ہوا ہر شخص مسرور ہوا کہ ؎

امید کے نخل نے دیا بار	خورشید حمل ہوا نمودار
نقشہ اک اور نے جمایا	پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا

بادشاہ اُسپر زیادہ متوجہ ہو گیا ساعت بساعت ترقی ہونے لگی شہر مین دھوم ہوئی یہ خبر سب کو معلوم ہوئی اندر باہر سب نے خوشی کے شادیانے بجائے مبارکباد سب کہنے آئے مدت کے بعد خدا نے یہ دن دکھایا کہ نخل مراد کو بار ور پایا ؎

یارو یہ نوید جانفزا ہے	یارو یہ نوید دلکشا ہے
فرحت انگیز ہے یہ مژدہ	بہجت انگیز ہے یہ مژدہ
سنیے احباب نے خبر دی	کٹی رات ہوئی ہے حسرتون کی
بجتے ہین خوشی کے شادیانے	کیا دن یہ دکھائے ہین خدا نے

وہ دونون بھی موقع پا کے مبارکباد کہنے آئین منت و سماجت سے یہ کلمہ زبان پر لائین کہ خدا نے ہماری مراد پوری کی دل کی تمنا ملی غنچہ امید شگفتہ ہوا بار ور نخل مدعا ہوا امیدوار ہین کہ وضع حمل سے پہلے ہم کو طلب فرمائیے فوراً بلائیے کہ پہلے تک ہم ہوشیاری سے خدمتگزاری کرین احتیاط تمھاری کرین ؎

عورتون کے تو مکر ہین مشہور	مُنہ کی کھاتے ہین یان یہ اہل شعور
زن مکر زن دل مردان دو نیم ست	زنان را کید ہائے بس عظیم ست

اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ قرآن شریف مین آیا ہی ارشاد حق تعالی ہی وہ بیچاری راضی برضا نظر بخدا رکھتی تھی راضی ہوکے اقرار کیا جب وہ وقت آیا ملکہ پارس کو درد زہ شروع ہوا اُنھون کو بُلایا اپنا حال سُنایا یہ کام خدمت مین مصروف ہوئین قابلہ اور دائیون کو پاس آ لے ئہ دیا پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا کتے کا بچہ پاس رکھ لیا تھا ملکہ کی آنکھ مین پٹی باندھ کے لڑکا جنوایا چاند کا ٹکڑا پیدا ہوا دیکھتے ہی اُنکی آنکھو مین زمانہ سیاہ ہوا رشک سے بہت حال تباہ ہوا فوراً چادر مین لپیٹ پٹاری مین بند کرکے محل مین جو نہر جاری تھی اُسمین بہا دیا وہ کتے کا بچہ مار کے سب کو دکھا دیا کہ ملکہ یہ جنی ہی عجیب الخلقت یہ اولاد ملکہ کے پیدا ہوئی ہی —

اسی ہنگامہ مین برج حمل سے بیضہ زرین نکلا دایۂ شب لے چاند تارون کو مہ پارون کو چادر سیاہ مین لپیٹ کے چشمۂ مغرب کی طرف بہا دیا شفق چرخ نے لعل بے بہا دیا شہرزاد نے سر رشتۂ تقریر کو حلقہ ناف کی طرح کاٹ دیا شہریار کا دل اُچاٹ دیا فرمایا غضب کی جگہ قصہ ناتمام چھوڑا تقریر سے منھ موڑا اُسنے عرض کی اگر جان بچی اور شام ہوئی تو یہ داستان بوجہ احسن تمام ہوگی ادھر ملکہ پارس کی بے کسی پر شام کالے کپڑے پہن کے داد طلب ہوئی امیر فقیر اپنے اپنے گھر مین کمر کھول کے مشغول خور و نوش ہوئے خواب راحت سے ہمدوش ہوئے شہرزاد کی طلبی ہوئی باقی کا سوال ہوا کہ اُس بیگناہ پر کیا گذری کیا مآل ہوا —

اُسنے عرض کی کہ بادشاہ یہ خبر سُنکے نہایت برہم ہوا اور قصد ملکہ کے مار ڈالنے کا مصمم ہوا بادشاہ کا یہ مقولہ تھا ؎

زنان باردار ای مرد ہشیار — اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بہ نزد یک خردمند — کہ فرزندان ناہموار زایند

مگر وزیر نے کہ اتفاقاً اُسوقت حاضر تھا بادشاہ کو اس ظلم اور ناانصافی سے باز رکھا اور بے قصوری ملکہ کی معقول دلیلون سے بادشاہ کے ذہن مین ثابت کی ہاتھ باندھ کے عرض کرنے لگا کہ پیر و مرشد یہ بے قصور ہی مرضی خدا سے مجبور ہی ؎

من چہ اگر یہ کنم از سبب شومی بخت — بے رضاے تو یکی برگ نہ جنبد ز درخت

اکثر یہ معاملہ ہوا ہی کہ عورتین عجیب و غریب بچے جنتی ہین کیا اپنے اختیار سے صورتین بگاڑ سکتی ہین ایسی باتون سے بادشاہ کے دل کو صاف کیا آخر قصور معاف کیا ملکہ کی جان بچی بادشاہ قتل سے باز رہا وزیر نیک نام ہوا ؎

وہ ڈلکا بہتا ہوا باغ سلطانی مین پہونچا جہان وہ نہر گئی تھی۔

قضاے کار داروغہ باغ نہر کی کیفیت دیکھ رہا تھا پٹاری جو قریب آئی اُسنے پانی سے نکلوائی جب اُسے کھولا ایک طفل مہ پارہ نہایت حسین وجمیل کپڑے مین لپٹا پایا یہ لاولد تھا لڑکے کی تمنا دن رات رہتی تھی عنایت پروردگار سمجھ کے گھر مین لایا بی بی کو سونپا اسکو بھی عید ہوئی فوراً دائیان طلب ہوئین انا چھوچھو ملازم سب ہوئین بہت اہتمام سے پرورش ہونے لگا جسنے اس نوباوۂ حدیقہ امارت کو دیکھا عش عش ہونے لگا۔

عجب صاحب حسن پیدا ہوا — جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
نظر کو نہ ہو حسن پر اسکے تاب — اُسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب

وہان بادشاہ جو ملکہ پارس سے ہم بستر ہوا حمل رہ گیا اب دوسرے لڑکے کی آمد ہوئی پھر وہی دشمن خدا بُلائی گئین لڑکا جنوانے لگین کسی کا خیال بُرائی کی طرف پہنچاتا تھا خالہ بھانجے کا ناتا تھا جب وہ دونون وضع حمل کے وقت آئین اپنی بد باطنی کی حرکت عمل مین لائین اُس مہ پارہ کو بھی بدستور کپڑے مین لپیٹ اور پٹاری مین بند کر اُسی نہر مین چھوڑ دئین اور کہا اس مرتبہ بلی کا بچہ ہی دیکھو ہمارا قول سچا ہی اتفاقاً وہ بھی داروغہ کے ہاتھ آیا اور کسی دوسرے نے نہ پایا داروغہ اپنے گھر لایا پرورش کا زیادہ ساز و سامان بڑھایا۔

اس بار بادشاہ سُنکے خونخوار ہوگیا اور خود قتل کرنے پر آمادہ ہوا اور بکمال افسوس یہ اشعار زبان پر لایا اور کہا

یہ وہ جگہ ہی کہ عبرت پہ عبرت آتی ہی — یہ وہ جگہ ہی کہ حسرت پہ حسرت آتی ہی
یہ وہ جگہ ہی کہ آفت پہ آفت آتی ہی — یہ وہ جگہ ہی کہ شامت پہ شامت آتی ہی
یہ وہ جگہ ہی کہ غیرت پہ غیرت آتی ہی — یہ وہ جگہ ہی کہ نفرت پہ نفرت آتی ہی
یہ وہ جگہ ہی جہان ہر کسی بھی ڈر ڈر جاے — یہ وہ جگہ ہی اجل خوف کھاکے مر جاے

پھر وزیر امیر صغیر کبیر شفاعت کو اُٹھ کھڑے ہوے بہت سی حکایتین سُنائین خوف خدا سے ڈرایا خون ناحق کا انجام بُرا سمجھایا بادشاہ کو رحم آیا۔

اب تیسری مرتبہ حمل کی باری ہوئی بڑی دھوم کی تیاری ہوئی وہی مکارہ بدکردار پھر پہونچین شریک حال بہ سماجت کمال ہوئین۔

اس بار لڑکی پیدا ہوئی آفتاب اُسکی صورت دیکھ کے محجوب ہوا سمت مغرب مُنھ چھپا کے

غروب ہوا وہ حرامزادیان مشتاق ہو چکی تھین اُسی طرح سے اسکو بھی کپڑے مین لپیٹ کے نہر مین بہا دیا اور پیچھو ندر پیدا ہونے کا غل مچا دیا۔

داروغہ تو چاٹ پر لگ رہا تھا صبح و شام ہر روز نہر پہ آتا اور باغبان کو تاکید کر جاتا کہ جو کوئی شی نہر کے ذریعہ سے کسی کے ہاتھ آئے فوراً ہمارے پاس لائے مورد انعام ہوگا اور مخفی کرنے مین اُسپر سخت الزام ہوگا۔

یہ لڑکی بھی داروغہ کو ملی اسی گھر مین صبح و مسا ایک جا رہنے لگی یہان یہ صورت گذری کہ ابکی مرتبہ بادشاہ نہایت غضبناک ہوا شیر کی صورت غصہ مین بھرا تاج سلطانی سر پہ رکھکر کہا اب جیتا نہ چھوڑونگا قتل سے مُنھ نہ موڑونگا پھر چھوٹے بڑے دست بستہ سمجھانے لگے بیوجہ خون کی حکایتین سناکے عتاب الٰہی سے ڈرانے لگے۔

آخر بہ گفتگوے بسیار و منت و سماجت بیشمار یہ صلاح ٹھہری کہ قفس خاردار آہنی بنایا جاے جسمین ہاتھ پاؤن ہلانے کی جگہ نہ رہے اُسمین بند کر دو ہر روز نئی ایذا دو جان تو بچ گئی مگر عذاب عظیم مین وہ بے گناہ پھنسی۔

اتنے مین سپیدۂ صبح نظر آیا شہرزاد نے قفل خموشی دہن پر لگایا ؎

چلنا وہ باد صبح کے جھوکون کا دمبدم ۔۔۔ مرغان باغ کی وہ خوش الحانیان بہم
وہ آب وتاب نہر وہ موجون کا پیچ و خم ۔۔۔ سردی ہوا مین پر نہ زیادہ بہت نہ کم

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیون سے دامن صحرا بھرا ہوا

شب کو شہریار خلوت کدہ مین آیا شہرزاد کو طلب فرمایا اُس رشک پری نے بصد ادا سے دلبری پہلے سلطان جہان پناہ کی شان مین کچھ کلام کہ سنایا کہ ؎

سلطان شرق و غرب شہنشاہ بحر و بر ۔۔۔ ای آنکہ از جمال تو عالم فرین ست
ای روشن ست بر ہمہ عالم چو آفتاب ۔۔۔ کاہر ذرہ آفتاب زرای تو روشن ست
گوئی ز حلقۂ در خلوت سرای تو ۔۔۔ خاتون ہفت قلعہ درین سبز گلشن ست
در پیش گلشن طرب آبا و بزم تو ۔۔۔ بستان آفتاب نمودار گلخن ست
ہر چند دشمن تو قلم دار سرکش ست ۔۔۔ شمشیر تو چو زلف نگارین سرافگن ست
با دار قفا کشیدہ زبانش نہفتہ وار ۔۔۔ آن کس کہ دو زبان بخلافت چو سوسن ست

اے مہر تمکین ظل آلہی گوہر معدن شاہنشاہی جب وہ لڑکے بسن تمیز کو پہونچے دار وغہ کو بہت عزیز ہوئے بڑی دھوم سے بسم اللہ ہوئی معلم ادیب خوشنویس حکیم طبیب فاضل ندیم سب ملازم ہوئے یہ پڑھنے لکھنے لگے دنیا کے عمدہ عمدہ کسب و فن سیکھے ۔

تھوڑے دنون مین ذہن کی جودت سے علوم و فنون مین کامل ہوئے منطق معانی صرف نحو ہیئت ہندسہ ریاضی رمل نجوم حکمت مین یہ دستگاہ کامل ہوئی کہ طبیبان تجربہ کار و حکیمان یکتاے روزگار جو تھے انکین شامل ہوئے خوشنویسی مین ہفت قلم انشا پردازی مین عطارد رقم شاعری مین رشک انوری و خاقانی مصوری مین لاثانی بلکہ فخر بہزاد و مانی ہوئے کوئی علم و فن کسب و ہنر ایسا نہ تھا جسمین وہ طاق نہون شہرۂ آفاق نہون ۔

پھر سپہ گری کا فن سکھایا بانک پٹا بندوق برچھا گھوڑے کا چڑھنا گھٹنا بڑھنا تیر اندازی نشانہ بازی شناوری غرض کہ جتنے فنون ہین سب مین مشق بہم پہونچائی نادر روزگار ہوئے مشہور دیار و امصار ہوئے جن جن سے یہ فنون حاصل کیے تھے انکو تبانے بار یکیان دکھانے کو تیار ہوئے لڑکون کے حال پر یہ عنایت کردگار ہوئی کہ علم و فضل عقل و شعور مین بے مثال ہوئے ہر فن مین باکمال ہوئے صورتین وہ سیرتین اس طرح کی جو دیکھتا تھا شیدا ہو کے نثار ہوتا تھا صدقے قربان دل و جان سے ہزار بار ہوتا تھا

ہر بات مین سحر آفرینی	ہر رنگ مین شان نازنینی
چلتے تو زمین پہ سرو گڑتے	باتون مین منہ سے پھول جھڑتے

داروغہ دولت دنیا سے مالا مال تھا فقط لاولدی کا ملال تھا وہ خالق نے ایسے عطا کیے کہ دیکھے نہ سُنے اُسنے انکے رہنے کے واسطے شہر کے باہر عمارت عالی شان شاہانہ مکان بنوایا بارہ دری دیوان خانہ اصطبل فیل خانہ پائین باغ رمنہ بہت بڑا ہزارہا جانور اُسمین چھوڑا جب جی گھبرائے شکار کھیلین دل بہلائین فن سپہ گری کی مشق کرین نا بھول جائین اور نام بھی انکی صورت دیکھکر رعب و جلال کے رکھے اسم بامسمی یعنی بڑے کا نام بہن چھوٹے صاحب پر ویز مشہور ہوئے بہن انکی زہرہ جبین رشک لعبت چین یہ نام سبکے سب مسرور ہوئے ۔

فلک سفلہ شعار ہر دم تازہ رنگ لاتا ہے کبھی صبح مسرت گاہ شام غم دکھاتا ہے پہلے داروغہ کی بی بی نے قضا کی سبھون نے انتہا کی بکا کی کہ یہ داروغہ اور اُسکی بی بی کو بے شبہ و شک اپنا ماں باپ جانتے تھے صغر سن کے پلے تھے انھین سے ہلے ملے تھے حقیقی ماں کی آغوش مین جانے کی

نوبت نہ ہوئی تھی انھین کی گود مین آنکھ کھلی تھی۔
کچھ دنون کے بعد داروغہ کی نوبت آئی بادشاہ کی ملازمت بھی نہ ہونے پائی اب یہ بے یار و غمگسار لیل و نہار بسر کرنے لگے باپ یعنی داروغہ کے انتقال پُر ملال کا بہت رنج و الم ہوا حد سے زیادہ غم ہوا بپا ماتم ہوا۔

کیا اپنے بخت بد کا کرون شکوہ مین غریب		دام الم مین طائر جان ہو گیا اسیر	
جب سے ہوا ہی حادثہ پُر ملال یہ		پڑتے ہین میرے سینے پہ ہر لحظہ غم کے تیر	

یہ کہکر دونون لڑکے زار زار رونے لگے اشک حسرت و غم سے مُنھ دھونے لگے اور ان اشعار کو ترجمان دل بنایا سر پہ آسمان اٹھایا۔

فلک نے ظلم یہ ڈھایا کہ اب مرے دل مین		فغان ہی درد ہی غم ہی الم ہی آٹھ پہر	
پہونچ گیا ہی گریبان کا چاک دامن تک		گذر گیا ہی بس اب سر سے آب دیدۂ تر	
کبھی ہی آہ مجھے گاہ فرط بے ہوشی		کبھی تو آپ مین ہون گاہ آپ سے باہر	
ہر ایک دشت مین پھرتا ہون صورت وحشی		کبھی اُدھر سے ادھر اور کبھی ادھر سے اُدھر	

مگر یہ نہایت عقیلہ تھی سمجھا بجھا کر تسلی دی تشفی خاطر کی اسوجہ سے اُسکی راے پر انکا دار و مدار تھا اجراے کار تھا یہانتک کہ بے اُسکی صلاح کے گھر سے باہر قدم نہ بڑھاتے تھے جب تک اجازت نہ پاتے تھے اب گاہ گاہ کوہ و صحرا مین بھی جانے شکار کھیل کے چلے آتے ایکبار دونون بھائی شکار کھیلنے گئے تھے زہرہ جبین گھر مین اکیلی تھی۔
دفعتًہ ایک پیرزال خجستہ خصال برقع سر سے پانون تک ہزار دانے کی تسبیح ہاتھ مین خدا و رسول کا ذکر بات بات مین زبان پر عصا ضعیفی کی لغزش کا سہارا دروازے پر آئی خواص سے کہا چار رکعت نماز کی اجازت چاہتی ہون مکان کے مالک سے لا دو وقت تنگ ہو گیا ہی ورنہ نماز قضا ہونے کا ڈر ہی اُسنے اندر آکے مفصل اُس ضعیفہ کا حال نماز پڑھ لینے کا سوال زہرہ جبین سے کہا کبھی اس وضع کی عورت اُسنے نہ دیکھی تھی روبرو بلایا خود اُٹھ کے سلام کیا پھر یہ کلام کیا خانہ شما ست تشریف لائیے وہ تخت بچھا ہی کرم فرمائیے جانماز تسبیح کنٹھہ سجدہ گاہ موجود ہی جس طریقہ پر منظور ہو بسم اللہ نماز پڑھیے فرض خدا ادا کیجیے۔
اُسنے بلا ئین لیکے دعا دی نماز مین مشغول ہوئی بہت رجوع قلب خشوع و خضوع سے عصر کی چار رکعتین تمام کیکے کچھ دیر وظیفہ پڑھا پھر سلام کر کے رخصت چاہی جانے کا ارادہ کیا زہرہ جبین نے

کہا اہے مادرمہربان آپکے تشریف لانےسے مکان ولکین کو افتخار حاصل ہوا ہمارا مسرور دل ہوا خدا جانے کس عرصہ سے دولت خانہ چھوڑا ہی اب دن تھوڑا ہی کچھ تناول کرکے جانا جلدی کیا ہی اور ایسا بھی کہین ہوا ہی ردعوت منع لکھا ہی۔

یہ کہکے خواصون کی طرف دیکھا وہ سب تعلیم یافتہ تھین فوراً کمرہ مین دستارخوان بچھایا شیرمال کباب نیز دو چار قسم کی مٹھائی اُسپر چنی وہ خود بھی آبیٹھی ہاتھ دھلوائے کھانا کھلوایا پھر خواصون سے فرمایا آپ کو مکانات و باغ کی سیر کراؤ سب دکھاؤ یہ عصا ٹیکتی سب کچھ دیکھے پھر آئی بارہ دری جو باغ مین دیکھی تھی اُسکی بہت تعریف سُنائی کہا صاحبزادی خدا تمکو صد ہی بسال سلامت رکھے اس سن وسال مین خلق ومحبت سیر چشمی ومروت دیکھی کیا سُنی نہ تھی نہ ایسی عمارت نہ باغ نہ اس طرح کی سجی سجائی بارہ دری چشم فلک نے دیکھی ہوگی۔

زہرہ جبین نے کہا یہ تو تم نے اپنی عنایت وخاطر سے فرمایا اب بلا رورعایت کہیے ایسی چیز کوئی جسمین یہ ہیٹنا ن ہوجائے درکار رہی یا نہین۔

وہ بولی کہ جو کچھ مکان کے واسطے درکار ہوتا ہی وہ سب سلیقہ وقرینہ سے جابجا ہی مگر ایسے مکان اور اس طرح کی شائق کے واسطے تین چیزین ضرور درکار رہین پہلی مرغ خوش صدا جسکو بلبل ہزار داستان کہتے ہین اُسکے آواز سُنکے کوسون سے جتنے جانور بولنے والے ہین جمع ہو جاتے ہین آپس مین خوب چہچہے مچاتے ہین۔

دوسرا درخت گانے والا ہوا کی تحریک سے باہم پتے اُسکے ہل کے ہلتے ہین تو ارگن کی آواز شرمائی ہی دھرپٹ خیال ٹپے غزل کی کیفیت کان مین آتی ہی۔

تیسرا سونے کے رنگ کا پانی اگر ایک بوند اُسکی کسی بڑے برتن مین جیسے لگن یا تسلہ مین ڈال دو فوراً وہ بھرپور ہو جائے اور دس بارہ گز وہ پانی فوارے کی طرح جھندہ ہو مگر ایک قطرہ اُس ظرف کے باہر نہ گرے سب کو کیفیت نظر آئے۔

زہرہ جبین نے پوچھا یہ تو فرمایئے یہ چیزین کہان ہین کس طرح سے میسر آئین کیونکر یہان پہونچ جائین اُسنے کہا یہان سے دو مہینے کی راہ شمال کی جانب تو کوئی شخص جائے جب ساتھ دن گذر جائینگے اور تیسرے مہینے کا پہلا روز ہوگا ایک شخص سن رسیدہ گرم وسرد زمانہ دیدہ ملیگا اُس سے اگر پوچھیگا وہ سب حال مفصل بتا دیگا۔

یہ کہکے وہ تو چلی گئی زہرہ جبین کو کد ہوئی کہ جان رہے یا جائے مگر یہ چیزین بہم پہونچا نے

اس سوچ مین بیٹھی تھی بھائی اسکے شکار کھیل کے جو آئے بہن کو مشوش دل گیر دیکھ کے گھبرائے - بہمن نے پوچھا بہن خیر ہے کیا ماجرا ہے افسردگی و ملال کا باعث کیا ہوا ہے وہ ٹالنے لگی جب قسمین دین تو اُسنے سب حقیقت بیان کی -

بہمن نے کہا تم پریشان نہو اگر زیست باقی ہے تو ہم اُسکو لائینگے دم سحر بہر تلاش ضرور جائینگے پرویز گویا ہوا بھائی صاحب تم بڑے ہو گھر کی رونق تمھارے دم سے ہے تم آرام کرو مجھے اجازت دو مین تمھارے اقبال سے یہ کام کرونگا پورا انتظام کرونگا -

بہمن نے جواب دیا کہ بھائی کو تم چھوٹے ہو مگر عزم بڑا رکھتے ہو جاؤ گے یہ چیزین لاؤ گے مگر میری غیرت کیونکر قبول کرے گی اگر مین گھر مین بیٹھکر آرام کرون اور تم کوہ و صحرا کی صعوبت اُٹھاتے دون بزرگی کے خلاف ہے صریح خون انصاف ہے -

الغرض بعد نماز صبح سفر کی تیاری ہونے لگی زہرہ جبین رونے لگی کہا کہ مجکو اُن چیزون کا اشتیاق ہے لیکن تمھاری جدائی بھی سخت شاق ہے مین اس خواہش سے درگذری تم نہ جاؤ بے دیکھے مجکو چین نہ آئیگا دل قرار نہ پائیگا ؎

دم بھر جو نہ دیکھے تجھے اے رشک پری آنکھ	مژگان کی زبانون سے کرے نوحہ گری آنکھ
جم جائے تصور جو ترے بوٹے سے قد کا	پتھرا کے بنے صاف عقیق شجری آنکھ
بیجا تو جو چمن کو تو کرے فرش رہ ناز	بلبل جگر و فاختہ دل کبک دری آنکھ

بہمن نے جواب دیا خدا پر نظر رکھو کسی بات کا دل مین خوف نہ خطر کرو زندگی باقی ہے تو مع الخیر جلد آتا ہون تمھاری فرمائش لاتا ہون یہ قرولی میری اپنے پاس رکھو جب میرا حال دریافت کرنا منظور ہو اسکو دیکھنا اگر بدستور صاف شفاف نظر آئے سمجھنا مین زندہ صحیح سالم ہون اگر اسمین خون ہوگا تو میرا حال زبون ہوگا -

اس طرح بہن کی دلجمعی کرکے رخصت ہوا بہن نے کہا ؎

بسفر رفتنت مبارک باد	بسلامت روی و باز آئی

بہمن توکل بخدا روانہ ہوا بخط مستقیم بے خوف و بیم چل نکلا دقیقہ ذرا نہوا چپ و راست مڑکے نہ دیکھا تنہائی کا اندیشہ نہ کیا -

جب سفر مین دو مہینے تمام ہوئے دم سحر دامن کوہ پر نگاہ جو کی ایک انسان بہ ہیئت حیوان نظر پڑا سر کے بال قدم بوسی کرتے تھے داڑھی مونچھون کے بال ناف سے نیچے گذرے تھے پلکین آنکھین

بند کر چکی تھین بھوین پلکون سے گذر چکی تھین چہرے پر جلال تھا درویش با کمال تھا یا دخسد زمین مصروف تھا عابد معروف تھا -

چہرے سے عیان جلال شاہی — صورت کہ فروغ صبح گاہی
پیری سے کمر مین اک ذرا خم — توقیر کی صورت مجسم
وہ ریش سفید کی درازی — چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی

یہ اُسکے قریب پہونچا بہت جھک کے سلام کیا اور یہ کلام کیا کہ آپ کتنے دنون سے اس وحشت افزا صحرا مین مقیم ہین جہان کوسون سے آدمی کی پرچھائین نظر نہین آتی ہی کیا تنہائی سے طبیعت نہین گھبراتی ہی -

تصویر پیر مرد کی جو معمر اور مہیب شکل تھا مع تصویر شہزادہ بہمن کے



فقیر نے کہا بابا برسون ہوے آدمیون سے رنج اُٹھا کے کنارہ کیا ہی دو دام کی صحبت مین گذارا کیا ہی خوب مجکو یاد ہی انسان کی ملاقات لاکھ طرح کا فساد ہی ؎

دوستون سے اس قدر پائے ہین رنج — دل سے دشمن کا گلہ جاتا رہا

اب اس دشت پر خطر مین تشریف لانے کا سبب بتائین سچ سچ حال زبان پر لائین -
بہمن نے کہا حضور پر سب کھلا ہی میرے اظہار کی حاجت کیا ہی فقیر نے کہا اگر مجھسے پوچھتے ہو

سپید ہے گھر کی راہ لو ادھر رخ نہ کرو ہزاروں خستہ تن غریب الوطن اس پہاڑ پر بے گور وکفن پڑے ہین غفلت کے پردے آنکھون پر پڑے ہین دیدہ و دانستہ اپنے خون مین ہاتھ نہ بھرو اور فقیر کو اس مظلمہ مین شریک نہ کرو یہ تمنا بیجا ہی دل سے دور کرو اپنے زور بازو پر نہ غرور کرو۔

بہمن نے کہا شاہ صاحب اس قصد پر یار و دیار کو چھوڑا ہی اپنے بیگانے سے مُنھ موڑا ہی بغیر اُن چیزون کے خالی پھر کر ہرگز نہ جاؤنگا کسی کو صورت نہ دکھاؤنگا اس ارادے مین جان جائے تو خوب ہی مگر واپس جانا نہین مرغوب ہی۔

فقیر نے دیکھا کہ یہ شاہزادہ عالی تبار ہی بڑا عزت دار ہی جان لڑا دیگا ناکام نہ جائیگا پھر کہا بابا خدا مددگار ہی تدبیر ایار ہی اگر فقیر کے کہنے پر عمل کروگے وہ پاؤگے اور جو بھول گئے پتھر ہوجاؤگے آج تک جو ادھر آیا ہی مین نے بہرکیف اُسکو سبق پڑھایا ہی اُنھون نے غصہ کو نہ روکا آپ دنیا سے گذر گئے فقیر کو ناحق بدنام کر گئے۔

تم بگوش دل سُنو اور یاد رکھو جب پہاڑ پر تمھارا گذر ہوگا چار طرف سے شور وغوغا پیشتر ہوگا آخر گالیون کی نوبت آئیگی اگر گردن تمھاری پھر جائیگی ہمہ تن سنگ سیاہ ہوجاؤگے بیکار رہکے پچھتاؤگے اور جو پنجرے تک بلبل کے پہونچ گئے چہچہے مچاؤگے پھر جو خدا نے چاہا تو درخت اور پانی سے لیکے مع الخیر پھر آؤگے بہمن نے کہا ای بادی تمھارے فرمانے پر قدم بقدم جاؤنگا کوئی کچھ کہے گردن نہ پھراؤنگا۔

یہ سُنکے اُسنے جیب سے گیند پُر زر نکال کے اُسکے روبرو پھینک دیا اور کہا یہ جس طرف جائے تم اُسکے پیچھے چپکے چلے جانا جب پنجرے تک گذر ہوگا پھر وہ چیزین بھی تمھارے ہاتھ آئینگی حسرتین نکل جائینگی لو خدا حافظ و نگہبان ہی سخت امتحان ہی۔

اتنے مین سہ

جب دیو سیاہ شب سے مہتاب	رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب
اور گل لیے آفتاب تابان	ہنگام سحر ہوا شتابان

دفعتًہ مرغ زرین فلک چارم نے آشیانہ مشرق سے باہر آنے کو پر تولے نغمہ سرایان سحر دورباش کے نقرے بولے نوبت نوازون نے نکور دمی شہناسے الیا بھیرون کی صدا پیدا ہوئی موذن نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا ماہ تابان فلک اطلسی سے سدھارا شہرزاد بلبل کی روش چہک رہی تھی دفعتًہ زبان بند کی شہریار کی طبیعت کلفت نصیب ہوئی مجبور بستر راحت سے اُٹھکے عبادت خانہ

میں آیا بعد حمد و ثنا سجدے میں سر جھکایا جب نماز و وظیفے سے فرصت ہوئی اورنگ سلطنت پر جلوہ گر ہوا متوجہ عدل و انصاف سر سبز ہوا زمانہ نیرنگ ساز نے پھر رنگ بدلا روز روشن کو چادر سیاہ شب میں چھپالیا شہریار عشرت کدہ میں تشریف لایا شہرزاد کو یاد فرمایا پہلے کی دستور کا چرچا رہا پھر آرام کیا جب رات تھوڑی رہی داستان گذشتہ کے بیان کرنے کا حکم فرمایا شہریار پہلے شہرزاد حور نژاد پری خصال کی شان میں یہ کلمات زبان پر لایا آج کی کہانی ہمیں بہت پسند آئی تمہاری داستان عبرت توامان روح کو وجد میں لائی ہے

اثر لبھانے کا پیارے تری زبان میں ہے	کسی کی آنکھ میں جادو ترے بیان میں ہے

اول تو حسن عدو صبر و شکیب ہے صورت دلفریب ہے

غارت گر ہوش ہے سراپا	عشوہ غمزہ ادا کرشما
ہے فرق سے تا قدم پرستی	شوخی چہل بل ترنگ مستی
آواز بھی ہے کیا رسیلی	آنکھیں پائی ہیں کیا نشیلی
ہیں چشم و چراغ دیدہ حور	ماشاء اللہ چشم بد دور
پایا ہے غضب کا خوشنما فرق	سر دفتر حسن ہے بلا فرق

دوسرے خوش بیانی اور بھی ستم ڈھاتی ہے جو دل کی آگ کو دو چند بھڑکاتی ہے شہرزاد نے زبان معجز بیان کھولی بعد دعا و ثنا وہ غنچہ نودمیدہ گلزار خوبی یوں بولی کہ شہزادہ بہمن حسب ہدایت اس ولی اللہ کے گیند کے پیچھے چلا جدھر وہ جاتا تھا بہمن اسکے ساتھ چلا آتا تھا یکایک وہ ٹھہر گیا بہمن بھی گھوڑے سے نیچے اتر پیادہ گیند کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا ہے

جو درویش کا گیند ہادی ہوا	ارادہ کیا قلۂ کوہ کا
ہوئی کوس بھر کی چڑھائی جو طے	تو دیکھا وہاں اور ہی رنگ ہے
وہ سبزہ وہ آب رواں وہ فضا	جنوں زا شگوفہ تھا یا دام کا
کسی جا پہ نیرنگ باغ فرنگ	کہیں ٹوانک کی ڈانگ کا ایک رنگ
جو شیشے ہوں اس سنگ شفاف کے	پری زاد تسخیر ہوں قاف سے
حقیقت میں تھی وہ جگہ بے نظیر	بیاں اسکی کی حمد رب قدیر
پناہ بلندی و پستی توئی	ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
توئی کآسمان را برافراختی	زمین را گزرگاہ او ساختی

ملے بے غل وغش جو ایسا مقام	تو زاہد کی خلد بریں کو سلام

دفعۃً چارطرف سے گیر ودار کی صدا آنے لگی لیجیو پکڑیو جو رہی جانے نہ دیجیو اسنے کچھ توجہ نہ کی جب وہ فحش گالیان دینے لگے صلواتین سنانے لگے اسکو غصہ آگیا بے اختیار پھر کر دیکھا فوراً تمام جسم پتھر کا ہوگیا۔

تصویر اُس پہاڑ کی جسپر لوگ سیاہ پتھر بنے ہوئے کھڑے ہوئے تھے مع تصویر شہزادہ بہمن کے



یہاں وعدہ گذر گیا زہرہ جبین نے قردلی کو دیکھا اسکو سیاہ خون چکان پایا نعرہ مارا خاک اُڑانے لگی بے اختیار رونے چلانے لگی۔

پرویز نے سُنا بہن کو سمجھایا کہا مضطر نہو مین جاتا ہون فضل آلہی شامل حال ہی تو بھائی کو اور اُن چیزون کو لاتا ہون یہ رخصت ہوکے چلا اور فقیر تک پہونچا اسکو بھی اُسنے سمجھایا صورت دیکھکر بہمن یاد آیا پرویز نے کہا وہ میرا بھائی تھا اب مین جاتا ہون تقدیر آزماتا ہون اگر خدا نے چاہا تو بامراد آتا ہون ہمت شرط ہی بقول شخصے ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

فقیر نے کہا نہ اُس سے کچھ ہوسکا نہ تجھسے کچھ ہوئے گا اپنی جوانی پر خدا کے لیے رحم کر مفت یہ جان عزیز کھوئے گا۔

تصویر شہزادہ پرویز کی گھوڑے پر سوار ہو کر راہ مخطور طے کرنے کی



پرویز نے کہا شاہ صاحب جان کا جانا آسان ہی ناکام پھر جانے مین خفت کا سامان ہی فقیر نے اُسکو بھی گیند دیا اور یہ مضمون مکرر سمجھایا۔

یہ گیند کی رہبری سے پہاڑ پر چڑھ آیا بدستور ہولناک و ہیبت آوازین آنے لگین اور پتھر کے آدمی قطار در قطار نظر آنے لگے جب گالی گلوچ کی باری آئی یہ جھلا بہت تھا سوچا انھین آوازون نے بھائی کو مارا ہی دیکھو تو ماجرا کیا ہی مگر جب اُسنے دشنام غلیظ سُنے نہایت غیوری اور جوانمردی سے تاب نہ لا کے غیظ و غضب مین آگیا اور اُسوقت غصے مین سب باتین اُس درویش کی بھول کر ایکبارگی تلوار میان سے نکال پیچھے پھرا تا کہ اُس شخص کو جو دشنام دیتا ہی مارے اُسنے وہان کسی کو نہ دیکھا اور ساتھ ہی وہ شہزادہ اور اُسکا گھوڑا سنگ سیاہ ہو گئے۔

شہزادی زہرہ جبین بعد روانہ ہونے شہزادہ پرویز کے ہر وقت اُس قرولی کو دیکھا کرتی تھی آخر اُس روز بد کو جسمین شہزادہ پرویز مانند اپنے بھائی بہمن کے پتھر کا ہو گیا تھا جب شہزادی نے اُس قرولی کو دیکھا تو اُسکو خون آلود پایا گویا چشم جوہر سے خون کے آنسو رو رہی ہی اسکو یقین واثق ہو گیا کہ شہزادہ پرویز کی بھی جان گئی اُسنے اپنے دل مین کہا کہ بعد ہلاک ہونے ایسے دونون پیارے بھائیون کے اب جینا میرا حیف ہی ہرچہ بادا باد تو بھی اپنے تئین اُنھین کے شریک حال کر۔

غرض کہ دوسرے روز لباس مردانہ مین اپنے تئین مردون کے بھیس مین بنایا اور اپنے نوکرون چاکرون سے کہا مین تھوڑے دنون کے واسطے کسی طرف کو جاتی ہون تم اسباب اور مکان سے خبردار رہنا جو آرتو مغلانیان سن رسیدہ جہان دیدہ عقل مند تھین مکان اسباب انکو سپرد کیا کہا پیچھے ہمارا انتظار کرنا پھر یہ سب کچھ تمھارا ہی بھائیون کو لاؤنگی تو تم سب کو منھ دکھاؤنگی ورنہ اسی کوہ و دشت مین جان دونگی جیتے جی نہ پھرونگی پھر مسلح گھوڑے پر سوار ہوکے تن تنہا اسی طرف کو روانہ ہوئی وہ شہزادی گھوڑے پر خوب سوار ہوتی تھی اور شکار کھیلنے مین بھی اسکو بہت دخل تھا اسواسطے وہ مصائب راہ کے بہ نسبت اور عورتون کے اسکو معلوم نہین ہوے رات دن راہ طے کرتی تھی جب گھوڑا تھک جاتا تھا تو ٹھہر جاتی کچھ دیر دم لے کے پھر سوار ہوتی آگے قدم بڑھاتی اسی طرح برابر چلی جاتی تھی القصہ ایک مہینے مین دو منزلہ کرتی دامن کوہ تک پہونچی وہ درویش نظر آیا کہا الحمد للہ منزل مقصود کا پتہ پایا شاہ صاحب سے ملاقات کی انکے پاس گھوڑے سے اُتر جا بیٹھی اور مستفسر حال ہوئی کہ اس قرب وجوار مین وہ کونسی جا ہے جہان بولتی چڑیا اور گانے والا درخت اور سونے کے رنگ کا پانی ہے ازراہ مہربانی مجکو بتائیے میرے حال پر رحم فرمائیے۔

تب درویش نے کہا تمھاری آواز سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم عورت ہو اگرچہ تم نے اپنے تئین مردون کے بھیس مین بنایا ہے سخت مشکل مین اپنے تئین پھنسایا ہے مین اُس جگہ کو جسمین وہ تینون عجائب اشیا ہین خوب جانتا ہون تم وہ جگہ کیون پوچھتی ہو۔

زہرہ جبین نے کہا مین نے اُن تینون چیزون کے اوصاف عجیب وغریب سُنے ہین چاہتی ہون کہ انکو اپنے قبضہ مین لاؤن گھر لے جاؤن۔

درویش نے کہا فی الحقیقت وہ چیزین ایسی ہی نادر و عجیب وغریب ہین اور اسی لائق ہین کہ وہ تمھارے پاس رہین اور تم اُنکی مالک ہو مگر تمھین معلوم نہین کہ اُن چیزون کے حاصل کرنے مین کیا کیا خطرات و مصائب ہین تمھارے حق مین یہی بہتر ہے کہ تم خیال اُنکا نہ کرو اور یہین سے اپنے گھر پھر جاؤ اس حرکت بیجا سے کنارہ کرو جان سی عزیز شے ناحق کھونا نہ گوارا کرو۔

شہزادی نے کہا اے پدر بزرگوار اور اے پیر تجربہ شعار مین بہت دور سے آئی ہون بڑا افسوس ہے کہ بے حاصل ہوئے مطلب کے یہان سے گھر کو پھر جاؤن اب آپ اُن خطرات سے مجکو آگاہ فرمائیے کہ کہان سے وہ شروع ہوتے ہین اور کس قسم کے وہ خطرات ہین تاکہ مین اُنکو سُنکر سوچون کہ مین متحمل اور عہدہ برا اُنکی ہوسکونگی یا نہین۔

اُس فقیر نے سب حال خطرات کے جیسا کہ شہزادہ بہمن او شہزادہ پرویز سے کہے تھے شہزادی زہرہ جبین سے ظاہر کیے اور کہا کہ وہ سب خطرات پہاڑ کے چڑھنے سے شروع ہوتے ہین اور پہونچنے چوٹی تک اُسکے رہتے ہین پہلے سب کے پنجرا اُس عرش کو یارہ کا ہاتھ لگے گا اور اُسی چڑیا کی رہبری سے گانے والا درخت اور سونے کے رنگ کا پانی بھی دستیاب ہوگا تمام راہ اس پہاڑ کے چڑھنے مین ہزارہا آوازین مہیب دہولناک اور دشنام آمیز مغلظات تجھین سُنائی دینگی اور چارون طرف جتنے سنگ سیاہ اُس کوہ پر دیکھوگی کہ پڑے ہوے ہین وہ سب سیاہ تپہر آدمی تھے کہ تجھی والا وری اور جرأت سے اسی مطلب کے واسطے وہان گئے اور راہ مین خوف کیا کہ سب نے پتھر کی صورت پیدا کی اور حال اُسکا یہ ہی کہ جب وہ آوازین خوفناک اور دشنام آمیز کو سُنکر غصہ مین آیا اور ڈر کے منہ پھیر پیچھے اپنے دیکھنے لگا منہ پھیرنے کے ساتھ ہی وہ اور اُسکا مرکب پتھر سیاہ ہوجاتا ہی ـ

جب وہ درویش اس حال کو بہ تفصیل بیان کرچکا شہزادی زہرہ جبین نے کہا مجھے خوب معلوم ہوا کہ صرف آوازین ڈرانے اور دھمکانے کے واسطے ہین سوا ان آوازون کے اور کوئی خوف و خطرہ نہین کہ کوئی شخص مقابل اور مددبر دہو کے اُس پہاڑ کے چڑھنے سے مانع ہو و یا حملہ کرے یا کسی طرح کا گزند پہونچاوے یا مقابلہ کرے ـ

کہا ای درویش اگرچہ مین طبقہ نسوان سے ہون لیکن مین ایسی دلیر اور بردبار ہون کہ متحمل ان سب باتون کی ہونگی نہ تو آوازون کو سُنکر غصے مین آؤنگی اور نہ مجکو خوف و ترس ہوگا اور علاوہ اس کے مین اسکی تدبیر کرونگی کہ وہ خوفناک آوازین مجھے مطلق نہ سُنائی دین مین اپنے کانون مین خوب سی روئی بھر لونگی نہ سنونگی نہ جواب دونگی ـ

درویش نے کہا بی بی مجھے معلوم ہوتا ہی کہ وہ چیزین تیرے ہی نصیب کی ہین اسواسطے کہ کسی کو آجتک یہ تدبیر نہین سوجھی تھی آخر سب کے سب وہین ہلاک ہوے اور کوئی اُنہین سے اپنے مطلب کو نہ پہونچا مگر خبردار اُن آوازون کو سُنکر نہ ڈرنا اور ذرا خوف نہ کرنا ـ

زہرہ جبین نے کہا ایسا ہی ہوگا اور مجھے سوا اس امر خاص کے اور کوئی شی مانع نہین معلوم ہوتی اور میرا دل گواہی دیتا ہی کہ مین مقرر اپنے مطلب کو پہونچونگی تم ازراہ مہربانی کے اُس راہ کو بتاؤ مفصل مجھسے بیان فرماؤ ـ

فقیر نے اُسے مکرر فہمائش کی کہ گھر کو پھر جائیے اور اس راہ پر خطر مین قدم نہ دھرے مگر زہرہ جبین نے کسی طرح نہ مانا بدستور اپنے ارادے پر ثابت قدم رہی ـ

درویش جب سمجھا کہ یہ شہزادی نہایت مستقل اور قائم مزاج ہی تب اُس سے کہا جاؤ تمہارا خدا حافظ و نگہبان ہی یہ کہکے ایک گیند اپنی جھولی سے نکال کر اُسے دیا اور کہا اسکو اپنے آگے لڑھکا دینا اور پیچھے اُسکے چلی جانا جب وہ گیند پہاڑ کے نیچے پہونچ کر ٹھہر جاے تم گھوڑے سے اُترکر پہاڑ پر چڑھنا شروع کرنا ہرگز توقف نہ کرنا۔

شہزادی گیند لے کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور جس طرح درویش نے کہا تھا گیند کو آگے اپنے پھینک کر پیچھے اُسکے مرکب کو تیز کیا آخر کو وہ گیند تلے کوہ کے پہونچ کر ٹھہر گیا بمجرد ٹھہرنے کے شہزادی نے گھوڑے سے اُترا اور اپنے کان روئی سے خوب بند کر پہاڑ پر دلجمعی سے چڑھنا شروع کیا جب چند قدم اوپر کو گئی چاروں طرف سے آوازیں مہیب وہولناک آنے لگین مگر بسبب روئی کے جو کانون مین بھری ہوئی تھی مطلق آوازین سُنائی نہ دین ؎

سُنتے نہین صدا جو کسی خستہ حال کی
کیا روئی اُنکے کان مین عطر حنا کی ہی

پھر بہت سخت اور ڈراونی صدائین آنا شروع ہوئین اُس سے اصلا شہزادی کے کان آشنا ہوے پھر وہ دشنام مغلظات جو مخصوص عورتون کے واسطے ہین اُسکو سُنائی دینے لگین کانون مین آوازین آنے لگین۔

شہزادی نے انھین تھوڑا بہت سُنکر ہنس دیا اور مطلق بُرا نہ مانا اور دل مین کہا ان مسخرات اور مزخرفات سے مین اپنے مطلب سے باز نہ آؤنگی اس بکنے اور فضولیات و لغویات سے کیا ہوتا ہی آخر الامر وہ شہزادی ایسی جاے خطرناک و دشوار گزار جہان رستم و اسفندیار کا زہرہ مارے خوف کے آب ہوتا تھا کمال دلیری اور ہمت مردانہ سے طے کر کے قریب سر کوہ کمال چستی و چالاکی سے پہونچی دیکھا تو ایک صحراے لق ودق ہی اگر اُس صحرا کی ویرانی بیان کیجاے تو یقین ہی کہ ویرانی کو بھی وحشت ہو ہمہ تن وہ بادیہ ہول خیز صعوبت کا گھر تھا بر آبادی کا نہ نظر تھا کوسون چٹیل میدان نشان نہ حیوان دشت سنسان ؎

تھا وہ صحرا عجیب نو ایجاد
نہ کوئی آدمی نہ آدمزاد

آفتاب وہان جاتے ہوے تھراتا ہی شب کو مہتاب کا دل داغدار نظر آتا ہی ہر ستارہ صورت داغ چرخ پیر کو وہان عشرت سے کب فراغ ہر ذرہ آفتاب محشر باد سموم کا قدم دھرنا مشکل اُس زمین پر مسافر خیال کو جانا محال رستم وہان خوف سے پیر زال بناہ پانی مشکل وہان سنگ ہر ایک سنگدل کو سون کیا منزلون تک آب نایاب دل گرمی مثل ماہی بے آب بیتاب دیوانگان

بادیہ وحشت بھی وہاں آتے ہوئے خوف کھاتے تھے یہ حال تھا ع

اُس سمت جو آسیں آئے ڈر جاسے ‏ دیوانہ ہو دیو بلکہ مرجاسے
ہوش اُڑتے تھے دیکھکر سیاہی ‏ پھیلی تھی اِدھر اُدھر سیاہی
ڈائن تھی جگر کو کھا رہی تھی ‏ بن بن کے بلا ڈرا رہی تھی
اک تیرگی لحد کا عالم ‏ معلوم نہ ہو کہ ہیں کہاں ہم
جان سوز لبان نار فرقت ‏ تھی روح گداز وان کی حدت
تھا مہر فلک کو بیم اُس سے ‏ شمشیر شرر و نیم اُس سے
ہم پلہ برق عالم افروز ‏ وہ مہر کہ خرمن جہان سوز
لرزان تھا جو مہر آسمان پر ‏ چڑھ آیا بخار اسکو ڈر کر
صحرا کے شرر تھے شعلہ افگن ‏ ہر ذرہ کا تھا چراغ روشن

اُس دشت ہولناک مین کہ جہان خضر والیاس تک باوجود حیات ابدی اگر آجائین تو وہ بھی خوف سے ڈر جائین وہ نہنگ بحر جرأت و دلاوری و اختر برج سعادت وکامگاری یعنی شہزادی زہرہ جبین رشک خوبرویان ہند وچین کمال مردانگی سے رہروی کرتی ہوئی چلی جاتی تھی کہ وہان اُسنے ایک قفس رکھا ہوا دیکھا جسمین ایک چڑیا طرح طرح کی بولیان خوش الحانی سے بول رہی تھی زمزمہ سنجی ونغمہ سرائی مین لب کھول رہی تھی مگر اُس شہزادی کو دیکھکر باوجود ایک مشت پر ہونے کے مثل بادل کے گرجی اور کہنے لگی سبحان اللہ عورت ہوکے وہ کام کیا جو مردون سے نہ ہوسکا یہ قصہ ہی تمام کیا جا پیچھے کو پلیٹ جا میرے پاس نہ آ۔

شہزادی اُسکی یہ بات سُنکر ہمت مردانہ باندھ وہان سے دوڑکر قلہ کوہ پر چڑھ گئی وہان زمین ہموار پائی اور جلدی جاکر اُس قفس پر اپنا ہاتھ رکھدیا اور کہا اب مین نے تجکو پایا کبھی تو میرے ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔

مرغ خوش الحان نے یہ باتین سُنکے شہزادی سے کہا روئی کانون سے نکالو میری باتین سُنو پہلے شہزادی بمقتضاے حزم واحتیاط کہ نہایت عقیلہ ودوراندیش تھی سمجھی کہ اسمین کچھ پیچ نہو یہ خیال آیا کہ فقیر نے کہا تھا جب پنجرا نظر آئے گا پھر کچھ خطرہ نہین سب کام بن جائے گا اُسنے روئی کانون سے نکال ڈالی درخت دیانی کا حال ہزار داستان سے پوچھا اُسنے کہا اے دلاور بی بی خاطر جمع رکھو اب مجھ سے تجکو کچھ ضرر ونقصان نہ پہونچے گا جیسا اور لوگون کو پہونچا اگرچہ مین اس قفس مین جبسند ہو لیا

مگر مجکو بہت کچھ احوال غیب کا معلوم ہی اسوقت سے مین تمہاری لونڈی ہوئی اور تم میری بی بی ای خدا وند نعمت سنتے مجھے تمہارا حال خوب معلوم ہی اسوقت سے مین تمہاری کنیز درم ناخریدہ ہون مجکو تمہارے حالات سے کامل آگاہی ہی اور تم اس حال سے مطلق واقف نہین ایک دن مین تمہارے کام آؤنگی اور حق تمہارے ادا کرونگی اور اب جو کچھ ارشاد فرمایئے اُسے بجا لاؤن ۔

یہ باتین اس چڑیا نے ایسی خوش بیانی سے کین کہ شہزادی سنکے نہایت محظوظ ہوئی مگر ساتھ ہی اُسکے اپنے دونون بھائیون کو یاد کرکے بہت رنج و افسوس کیا اور مرغ داستان سرا سے کہا مین چند امور کی خواہش رکھتی ہون سب کے پہلے میرا یہ سوال ہی کہ یہان کہین قریب سونے کے رنگ کا پانی ہی جسکے خواص عجیب و غریب بیٹے سُنے ہین اگر تجھے معلوم ہو تو مجکو بتا کہ اُس مقام پر جاؤن اور وہ پانی سونے کے رنگ کا لاؤن ۔

اُس چڑیا نے کہا سامنے وہ جو درۂ کوہ ہی اُسکے قریب چشمہ جاری ہی جسکی تم کو طلبگاری ہی زہرہ جبین نے کہا پانی لینے کے واسطے چاندی کی تھلیا ہمراہ ہی لیکن درۂ کوہ سے بھر کے لانا غم جانکاہ ہی غرض کہ یہ کہکے تھلیا اُس پانی سے بھر لائی ۔

پھر اُس طائر خوش صدا سے کہا مین تلاش مین گانیوالے درخت کے بھی ہون مجھے اُسکا بھی پتہ بتا کہ وہ کہان ہی مرغ زمزمہ سنج نے کہا پیچھے تمہاری پشت کے ایک جنگل ہی جسمین تم اُس درخت کو پاؤگی اور وہ جنگل بہت دور نہین ہی ۔

شہزادی اُس جنگل مین گئی اور وہان جا کر بہت اچھا گانا اُس درخت سے جسکی تلاش مین گئی تھی سُنا اور وہ درخت بہت بلند اور شاخ در شاخ تھا شہزادی نے مرغ خوش الحان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ درخت کو تو پایا مگر اُسکا اُکھاڑنا سخت دشوار ہی ۔

چڑیا نے کہا تم ایک چھوٹی سی شاخ اُسکی توڑ کرلے آؤ اور اپنے باغ مین اُسے لگا دو وہ شاخ بمجرد تمہارے لگانے کے فی الفور جڑ پکڑ کے لگ جائے گی اور بہت جلد نہایت خوبصورت درخت جیسا کہ تم اس جنگل مین دیکھتی ہو قائم ہو جائے گا ۔

چنانچہ شہزادی زہرہ جبین نے پنجرہ اُتار کے اپنے روبرو رکھا چشمے سے پانی بھرا اور قرولی سے ایک شاخ اُس درخت کی کاٹ لائی اور یہ سب چیزین لے کر وہان سے چلی جب اُن پتھرون مین پہونچی جو سب انسان تھے اور اب سنگ سیاہ ہوکر پڑے ہین اُسی جانور سے پوچھا کوئی ایسی ترکیب بھی ہی جو یہ آدمی ہو جائین اور ہمارے دونون بھائی زندہ نظر آئین ۔

وہ طائر مسیحا دم بولا گھڑے کا پانی چشمۂ زندگانی ہے تھوڑا تھوڑا پانی اپر چھڑک دے اللہ کی قدرت دیکھ لے اُسنے چلو مین پانی لیا سب پر چھڑک دیا جسپر بوند پڑی کلمہ پڑھا آنکھ کھول دی نئے سر سے حیات ابدی ملی جیسا تھا ویسا ہو گیا جب دونون بھائی فضل خدا سے زندہ ہوئے بہن روکے لپٹ گئی کہا بھائی کس کام کو آئے تھے کس شغل مین مشغول ہو گئے وہ خفت زدہ بولے بہن غفلت کی نیند مین سوتے تھے تمھاری بدولت چونکے۔

غرض جو سنبھلا اسکے قدمون پر گرا کہا آپ کے باعث اس بلائے عظیم سے نجات ہوئی آپ کی خدمت گزاری از قبیل واجبات ہوئی عمر بھر تمھارے احسان کا شکریہ ادا نہ کر سکینگے اب جو ہمین ارشاد ہو جان و دل سے اُسکو بجا لاوین۔

زہرہ جبین نے کہا غرض مجکو اپنے بھائیون کی زندگی سے تھی اُس ضمن مین تم کو بھی مجھ سے فائدہ پہونچا مین تمھاری شکرگزاری سے نہایت خوش ہوئی اب تم اپنے اپنے گھوڑون پر سوار ہو کے جدھر سے آئے تھے ادھر کو چلے جاؤ۔

زہرہ جبین نے اُن سب کو رخصت کر کے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کا قصد کیا شہزادہ بہمن نے اُسکے قبل سوار ہو کے شہزادی سے کہا اگر فرماؤ تو مین اس قفس کو اٹھاؤن اور تمھارے آگے آگے چلون شہزادی نے کہا یہ چڑیا میری لونڈی ہے مین خود اسکو لے چلون گی اگر تمھاری خوشی ہو تو تم درخت سرامیدہ کے شاخ لے چلو اور جب تک مین گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہون تم اس پنجرے کو تھامے رہو جس وقت وہ سوار ہوئی پنجرے کو لے کر اپنے آگے زین پر رکھ لیا اور شہزادہ پرویز سے کہا تم اس صُراحی کو جسمین سونے کے رنگ کا پانی ہے احتیاط سے اُٹھا لے چلو شہزادہ پرویز نے اُسے اُٹھا لیا پھر جب اور بھی سب لوگ جو شہزادی کے پانی چھڑکنے سے زندہ ہوئے تھے گھوڑون پر سوار ہو کر چلنے کو تیار ہوئے رخصت کے طلبگار ہوئے۔

تب شہزادی زہرہ جبین نے ٹھہر کے کہا کہ صاحبو تم مین سے جو شخص لیاقت آگے چلنے کی رکھتا ہو وہ آگے چلے سبھون نے کہا شہزادی ہم مین سے کوئی اس لائق نہین کہ جو تمھارے آگے چلنے پر اقدام کرے اس گستاخی کا التزام کرے۔

جب شہزادی پری زاد نے دیکھا کہ کوئی شخص اُنمین سے ارادہ سبقت اور شرف آگے ہونے کا نہین رکھتا ہے اور چاہتے ہین کہ مین ہی سب کے آگے ہون تب اُسنے عذر کر کے کہا صاحبو مجھے کسی طرح سے بزرگی آگے چلنے کی نہین مگر جو آپ سب صاحب فرماتے ہین اُس سے مین مجبور ہون

الامر فوق الادب کہکے آگے روانہ ہوئی ۔

تصویر شہزادی پریزاد کی گھوڑے پر سوار ہوکر مع پنجرے کے چلنے کی اور پرویز اور بہمن اور دیگر لوگ ہمراہ ہین



اُسکے پیچھے وہ دونون شاہزادے اور اُنکے پیچھے اور سب لوگ روانہ ہوے القصہ یہ فتح نصیب مجمع کثیر جم غفیر ہمراہ لیے پہاڑ سے اُتری فقیر صاحب کی خدمت مین پہونچی آداب بجا لائی اور ساری سرگذشت راست راست کہہ سُنائی ۔

شاہ صاحب نے وفور مسرت سے کھڑے ہوکے چھاتی سے لگایا مرحبا وجزاک اللہ مکرر فرمایا کہا یہ سب بزرگوار موجود ہین بہت انکو سمجھایا مگر کسی کی خاطر مین نہ آیا فقیر کے کلام پر عمل نہ کیا اپنی زلبست مین خلل کیا جو تمھارا یہان قدم نہ آتا تو انکو انسان کون بناتا فقیر اس طلسم کا نگہبان تھا یہی میری جان تھا دو گھڑی توقف کرو مجکو غسل وکفن دے کے تہ خاک چھپا دو پھر اپنا رستہ لو تمھارا احسان ہے فقیر رخصت ہوتا ہے نفس چند کا مہمان ہے یہ کچھ پڑھتے پڑھتے طلسم جسم سے جان راہی ہوئی سانس کی صدا جو نکلی سب کو آگاہی ہوئی بہمن وپرویز نے غسل دیا کفنایا سب نے نماز جنازہ پڑھی قبر مین جو اُتارا کچھ نظر نہ آیا ؎

کہین کیا خاک زیرِ خاک پایا	گریبان کفن تک چاک پایا

آخر نشان قبر کا بنا کر سب روانہ ہوے جو جس ملک کا رہنے والا تھا وہ اُس سمت کو

دونون شاہزادے بہن کے ہمراہ اپنے شہر کو چلے ۔
تھوڑے دنون مین مسافت راہ طے کرکے اپنے باغ مین باخاطر فراغ پہونچے ملازم دیکھ کے دوڑے محل سرا مین دھوم ہوئی مبارک سلامت کی صدا آنے لگی یہ خبر سب کو معلوم ہوئی منون تیل ماش صدقے کو آئے ہزارہا جانور اتارے گئے ؎

جو کہ طائر ترے صدقے مین رہا ہوتا ہے	ای شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے
تیل مین جب منہ کو دیکھا روغن گل ہو گیا	جانور صدقے مین جو چھوٹا وہ بلبل ہو گیا

روپیہ اشرفی بہت کچھ تصدق مین عزیزون دوستون نے بھجوایا محتاج غنی ہو گئے اس قدر زر کثیر غربا و مساکین نے پایا ۔
تمام باشندگان شہر خوشی سے شادیانے بجانے لگے مبارک و سلامت کی دھوم مچانے لگے سب نے علی قدر مراتب انعام پایا محفل طرب نے نیا رنگ جمایا ساغر مل اور رایحہ عطر و گل اور صراحی کی صدائے قلقل نے بزم طرب مین وہ سمان باندھا کہ بزم جم و کے کا نقشہ نظرون کے سامنے کھنچ گیا قلندران صافی مشرب اور مہوشان یاقوت لب ستار چھیڑتے کچھ گاتے بجاتے تھے شہزادہ بہمن و پرویز تال دیتے جاتے تھے گردش مین شراب کا دور تھا سمان کچھ اور تھا ؎

کیا بھیڑ میکدے کے ہی در پر لگی ہوئی	پیاسو سبیل ہی سر کوثر لگی ہوئی
تھوڑی ہی نظر گذر کی ملے ہم کو ساقیا	ہی اپنی تاک جانب ساغر لگی ہوئی

ستار کی دلکش صدائین کان مین آرہی تھین اور وہ بتان ناہید نغمہ پیچ سرون سے لبھارہی تھین اور یہ غزل گارہی تھین بھاو بتا رہی تھین ؎

مستی کے دلولون سے طبیعت خراب ہی	ساقی پلا شراب کہ عہد شباب ہی
واعظ خموش پیر و پیر مغان ہین ہم	میخانہ جاے طاعت و ریحان شراب ہی
سینہ مین کسکی آتش فرقت ہی مشتعل	سیخ نفس پہ جو دل بریان کباب ہی
کیا شوق مرگ ہی کہ سوے کشور عدم	دیکھا جسے جہان مین وہ پا در رکاب ہی
کھنچی ہوئی ہی چادر مہتاب ساقیا	لا آفتاب مد نظر ماہتاب ہی

شہزادی زہرہ جبین پری نژاد جو زر نگار مسند پر بیٹھی ہی ناچ دیکھ رہی ہی ریشمی کرتی زیب بدن ہی رشک وہ سیمین تن ہی آستینون پر یہ شعر آبدار سنہری حرفون سے لکھے ہوئے ہین سبحان اللہ وہ رونق دے رہے ہین کہ واہ جی واہ ؎

وہ باریک کرتی مثال ہوا ۔۔۔ عیاں مو بمو جس سے تن کی صفا
مغرق زری کا وہ شلوار بند ۔۔۔ ثریا سے تابندگی مین دوچند
لگا پاسے وہ نازنین تا بفرق ۔۔۔ سراپا جواہر کے دریا مین غرق
بھری مانگ موتی سے جلوہ کنان ۔۔۔ نمایان شب تیرہ مین کہکشان
وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب ۔۔۔ وہ صبح گلو مطلع آفتاب
وہ بالون کی بو رشک بوے ختن ۔۔۔ وہ ڈوبا ہوا عطر مین سب بدن
زمین سے معطر ہوا تا فلک ۔۔۔ زمانہ گیا اُسکی بو سے مہک
وہ پہونچی زمرد کی اور دستبند ۔۔۔ نزاکت مین بھی شاخ گل سے دوچند
وہ تکمے پہ جنبا کلی کی پھبن ۔۔۔ کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
فلک تک گئی حسن کے اُسکی دھوم ۔۔۔ لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم

الغرض شہزادی زہرہ جبین نے اُس طائر بذلہ سنج خوش آہنگ کا پنجرا باغ مین اُس طرف جو بارہ دری کے متصل تھا لٹکایا اُس جانور کے بولتے ہی ایک گروہ مرغان خوش نوا کا قسم بلبل ہزار داستان اور اگن اور بدے وغیرہ کے اُسکی آوازین سننے کو دور دور سے آکر جمع ہوا بعد اُسکے اُسنے شاخ درخت سرائندہ کی اُسی باغ مین دیکھا پر چو متصل بارہ دری کے تھی لگا دی وہ شاخ فی الفور جڑ پکڑ کے سرسبز ہوگئی اور جلدی سے وہ شاخ بڑھ کے ایک درخت بلند قامت ہوگئی اور اُسکے پتون سے آواز گانے کی مانند اُس بڑے درخت کے جسکی یہ شاخ تھی آنے لگی سب کے دلون کو بہلانے لگی ۔

پھر شہزادی زہرہ جبین نے ایک حوض بہت خوبصورت سنگ مرمر کا بنوا کر درمیان چمن کے رکھا اور اُسمین وہ سونے کے رنگ کا پانی بھر ا فی الفور اُس پانی نے بڑھنا شروع کیا یہان تک کہ وہ ظرف بھر گیا اور اُس ظرف سے اُبل کر مانند فوارے کے کئی گز بلند ہو کر چھوٹنے لگا وہ پانی اوپر سے اُس ظرف مین گرتا اور کسی طرف کو مطلق نہ بہتا اُسی ظرف مین رہتا چنانچہ اُن تینون عجیب چیزون کی خبر بہت جلد تمام شہر مین پھیل گئی اور تھوڑے ہی عرصہ مین دور دور مشہور ہونے لگی باشندے شہر کے باستماع خبر عجائبات کے جوق جوق جمع ہو کر آتے اور اُس باغ و بارہ دری مین جسکا دروازہ کھول دیا گیا تھا آکر تماشا اور سیر اُن اشیاے عجیب و غریب کی کرتے اور اپنے دلون مین نہایت متعجب و محظوظ ہوتے ۔

بعد چند روز کے جب ماندگی سفر کی شہزادہ بہمن و پرویز سے دفع ہوئی اُنھون نے بدستور سابق حسب معمول شکار کو جانا شروع کیا چنانچہ ایک دن دونون شہزادے سوار ہوکے واسطے صید افگنی کے دو تین کوس کے فاصلہ پر گئے اور مصروف سیر و شکار تھے کہ واقعہ تازہ ظہور پذیر ہوا عجب سانحہ دل گیر ہوا۔

شاہ خسرو و ملکۂ ایران کا فرزندون کی دید سے خوش ہونے کا سامان اور راہی پر ختم داستان

دکھا ساقی بہار انجمن کو — بہار ایسی کہ غیرت دے چمن کو
تڑپتا تھا بہت مدت سے ای جان — ذرا نکلینگے پھر اس دل کے ارمان
طلسم سخت سے جو ہو رہائی — خزان ہی گلشن غم پر پھر آئی
چمن مین غنچۂ عشرت ہی پھولا — ہوے ہین آرزو کے گل شگفتا
لب سوسن پہ مسی کی دھڑی ہی — چمن مین شانہ سنبل کر رہی ہی
گلستان مین عجب شادی رچی ہی — ہر اک سو دھوم عشرت کی مچی ہی
گل عباس شہنائی لیے ہی — بگل غنچو بجاتی ہی خوشی سے
صبا لے کر محافہ بوسے گل کا — چمن مین دھر کے ہی بہجت افزا
خوشی سے سرو بالیدہ ہوا ہی — اٹھا کے سر کسی کو جھانکتا ہی
نسیم صبح یہ دیتی ہے مژدہ — کہ آیا چاہتا ہی شاہ والا
اسی عشرت مین ای ساقی پرفن — بنا دے مے کدہ کو تو بھی گلشن
کہ لکھنا ہین بہار آگین مضامین — برنگ گل ہون گل الفاظ رنگین
ہوئی ہے بعد مدت ہم سے راضی — سنے گی بزم عقد دخت قاضی
صراحی کی ہو پیدا ایسی قلقل — کہ چہکے جس طرح گلشن مین بلبل
روان ہو اس طرح سے کشتی مے — کہ جیسے نہر مین کشتی روان ہی
ہون مے کش جمع میخانہ کے اندر — چمن مین جیسے ہون سرو و صنوبر
بشکل چشم نرگس ہو ہر اک جام — ہو لالہ ساغر میخانہ کا نام
جو ہو رندون کو الجھن ہجر مے سے — چمن مین زلف سنبل اسکو کہیے
کٹورے پھول کے ہون ساغر مے — کہ جن مین پی کے مل ہر رند بیٹھے

جو ہجر سے دل پہ آبلہ ہو — تو مے کش سمجھین سب انگور اسکو
گلابی میکدے کے سب ہون غنچے — عوض ساغر کے ہون گل کے کٹورے
چڑھے گی بیل یہ بھی اب منڈھے پر — نظر کی تاک ہی انگور تر پر
کہا تھا جو کیا ساقی نے وہ کام — پلائے بادۂ گلگون کے پھر جام
آخر تم بھی کرو ختم اب فسانہ — کہ مشتاق اسکا ہی سارا زمانہ
بیا اے ہمنشین نیک انجام — بنوش از بادۂ زین قصہ یک جام
ہوے ہین دن مسرت کے جو غالب — بہم ملتے ہین سب مطلوب و طالب

اسیران زندان ہجر و الم و مقیدان سلسلۂ درد و غم ظفر یابان طلسم خوش بیانی و بہجت اندوزان عرصۂ اقلیم معانی سیاحان کشور فصاحت و چمن پیرایان گلزار بلاغت رہائی یابان زندان رنج و مصیبت دعو دکنندگان حالت اصلی از طلسم کوہ و صحراے درد و محنت شاہزادگان معانی کو قید فکر سے اس طرح سے نجات دیتے ہین و محبوسان سنگ سیاہ مصیبت کو یون رہا فرماتے ہین کہ جب رنگ زمانہ پلٹا کھاتا ہی اور اچھے دن آتے ہین غیب سے سب سامان مہیا ہو جاتے ہین ؎

ہم نشین جب برے ایام بھلے آوینگے — ہین بلائے برے گھر آپ چلے آوینگے

اسکی قدرت کے عجب کارخانے ہین فرقت کے بہت سے حیلے ہین سیکڑون بہانے ہین جب زمانہ وصل قریب آتا ہی فرقت العین ہین اور یہی رنگ نظر آتا ہی بچھڑے ہوے مل جاتے ہین آپ سے آپ چلے آتے ہین ؎

آج یہ شکل ہی کل اور ہی صورت ہوگی — ہین بھی اک رنگ زمانہ ہون بدل جاوینگا
یک لحظہ بیک ساعت بیک دم — دگرگون مے شود احوال عالم

آمدم بر سر مطلب جب کہ دونون شہزادے یعنی بہمن و پرویز شکار کھیل رہے تھے کہ حسب اتفاق ادھر سے بادشاہ عالی جاہ خسرو شاہ کی سواری نمودار ہوئی چٹیل میدان تھا نہ گلی کوچہ نہ کوئی مکان تھا وحشت کا پورا سامان تھا —

بادشاہ نے دونون جوانون کو دور سے دیکھا قریب بلایا مجبور و ناچار دونون گھوڑے سے کودے آداب و تسلیم بجا لائے اشرفیان رومال پر رکھکر نذر دینے کو سر جھکایا ہاتھ بڑھایا بادشاہ انکی صورت اور وضع لباس ہتھیار گھوڑے دیکھکے حیران ہوا سمجھا کہ یہ بڑی بیگر کسی ملک کے شہزادے ہین واہ کیا تیور ہین کیا ارادے ہین ؎

چہرے سے عیاں جلال شاہی	صورت کہ فروغ صبح گاہی
ہمہ اسباب شاہی حاصل او	نماندہ آرزوے در دل او
فلک در خیالش از جوزا کمر بند	ظفر پابند تیغش سخت پیوند

بادشاہ نے نذر پر ہاتھ رکھکے انکو گلے سے لگایا پھر حال وطن بود و باش کا مسکن دریافت فرمایا خون جوش کھایا پیار سے پاس بٹھایا۔
بہمن نے بکمال ادب عرض کی سرکار کے خانہ زاد ہین حضور کے باغ کا جو داروغہ تھا اُسکے فرزند عقیدت نہاد ہین ہم سن رشد کو نہ پہونچنے پائے تھے کہ اُنکی قضا آئی ہماری ملازمت کی تمنا اُنسے نکلنے نہ پائی غنچہ آرزو شگفتہ نہ ہونے پایا تھا کہ صرصر اجل نے اُنکو فنا کیا نخل حیات بے برگ و بار ہوگیا قضا سے لاچار ہوگیا۔

ہجرادکرد با من آن کار سے	کہ نیاید ز دشنہ و شمشیر
جیب صبر و قرار چاک زدم	غم ادگشت چون گریبان گیر

یہ سُنکے بادشاہ نے تاسف کیا پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے رمنے میں بے اجازت شکار کھیلنے آتے ہو کچھ خوف و ہراس دل میں نہیں لاتے ہو۔
بہمن نے عرض کیا کہ پیر و مرشد خوف و ہراس تو ہماری آب و گل میں نہیں سچ تو یہ ہی کہ ادب سلطانی سے بوجہ لاعلمی آگاہ نہین اور کسی قاعدہ دان سے رسم و راہ نہیں یہ خطا عفو کے قابل ہی اس کوچہ سے نابلد تھے تعلیم کی یہ پہلی منزل ہی۔

ہرچند نیم لایق بخشایش تو	بر من منگر بر کرم خویش نگر

سلطان خسرو انکی صورت پر غش تھا جرات کی تقریر پر غش غش کرکے بحسرت یہ کہا کہ ایسی اولاد پروردگار نے ہم کو عطا نہ کی یہی تمنا دل میں رہی فرمایا ہمارے سامنے صید کرکے کسی جانور کو لاؤ اپنی شجاعت و نشانہ بازی کے جوہر دکھاؤ۔
یہ سُنکے دونوں نے گھوڑے بڑھائے پہلے تو گھوڑوں کی چل پھر گشت اس حسن سے دکھائی کسی نے دیکھا کسی کو نظر نہ آئی گھوڑے تھے کہ چھلاوہ تھے تیز روی میں نسیم و صبا بھی گرد تھی راکب و مرکب کی سرعت فرد تھی۔

راکب نے سانس لی وہ اُدھر کو روانہ تھا	تار نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا

الغرض ایک شیر نر ہر بر فیل پیکر نکلا یہ دونوں برچھوں سے ٹھہر کے رد بر و بادشاہ کے لائے بہمن گھوڑے

سے کود اسپر تلوار لے کے لڑنے لگا کس کس خوبصورتی سے اُسکے نیچہ سے جسم کو بچایا فن سپہ گری دکھایا پھر دانت کرتلا ہوا ہاتھ لگایا دو ٹکڑے کیے کم و بیش نہونے پایا دونون پلے برابر تھے نصف ادھر نصف ادھر تھے شور تحسین و آفرین کا بلند ہوا بادشاہ ذیجاہ نہایت محظوظ و خورسند ہوا گھوڑے سے اُتر پڑا دیر تک گلے سے لگا کے پیار کیا اشرفی روپیہ دست و بازو پر نثار کیا تمازت آفتاب سے چہرے مثل گل کملائے ہوئے تھے دن زیادہ چڑھ آیا تھا اس وجہ سے گھبرائے ہوئے تھے بادشاہ نے دولتسرا کا عزم کیا دونون شہزادون سے فرمایا ہمارے ہمراہ چلو

بہمن نے ہاتھ باندھ کے عرض کیا کہ ای شاہ فلک بارگاہ

خدیو فلک شاہ عالی گہر — زمین بوس ہون جسکے شمس و قمر
جہان تیرے پرتو سے ہی کامیاب — ہی تو برج اقلیم مین آفتاب
اسی مہر سے ہی منور یہ ماہ — جہان ہووے اور ہو جہاندار شاہ
جہان عدل سے تیرے آباد ہی — غریبون فقیرون کا دل شاد ہی
پھرے بھاگتا مور سے پیل مست — زبردست ظالم پہ ہی زیردست
بیان سخاوت کرون جو قسم — تو دُر ریز کاغذ پہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر — دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہی — کسے یاد ہی یہ خداداد ہی
ستم اُسکے ہاتھون سے رویا کرے — سد افتنۂ دہر سویا کرے
گھرون مین فراغت سے سوتے ہین سب — پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب
لکھون گر شجاعت کا اُسکے بیان — قلم ہو مرا رستم داستان
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جسپر اُٹھائے — اجل کا طپانچہ قسم اُسکی کھائے
جہان تک کہ ہین علم کسب و کمال — ہر اک فن مین ماہر ہی وہ خوش خصال

حضور کے حکم کی تعمیل ہم پر فرض ہی صرف اسقدر عرض ہی قبلہ عالم نے ایسا الطاف فرمایا کہ سر خاک افتادہ بر سر افلاک پہونچایا ہے

بدست مرحمت از خاک بر داشت — سر احقر باوج عزت افراشت

ہم حضور کی رعیت و فرمانبردار ہین جان نثار و تابعدار رہین گے

من بندۂ حضرت کریمم — پروردۂ نعمت قدیمم

آج کی گستاخی معاف ہو صبح خداوند نعمت جو رمنہ مین رونق افروز ہونگے تو خانہ زاد شرف آستان بوس حاصل کرینگے۔

بادشاہ نے اسکا سبب پوچھا پرویز عرض پیرا ہوا پیر و مرشد ہم دونون خانہ زاد ہین فرمانبردار بیک نہاد ہین ایک ہماری بہن ہے نام کو جدا ہین مگر ایک روح دو تن ہے کوئی کام بے مشورہ نہین کرتے ہین ہمیشہ طریق مشاورت پر قدم دھرتے ہین بادشاہ نے فرمایا ہین تمھاری محبت برادرانہ سے انتہا کا راضی ہوا بخوشی اجازت دی۔

یہ دونون آداب بجا لا کے رخصت ہوکے اپنے باغ مین آئے بہن سے بادشاہ کے ہان جانے کا حال عنایت و الطاف خسروانہ فرمانے کا مقال کہکے کہا کہ سلطان عالم اپنے ہمراہ لیے جاتے تھے ہم آج کی مہلت لے کے چلے آئے۔

وہ بدمزہ ہوئی کہا تم کیسے نادان ہو سطوت و صولت سلطانی کا خوف نہ آیا جانے کا انکار کیا عدول حکمی کا اندیشہ نہ ہوا بادشاہون کا نازک مزاج دم بھر مین منغص ہو جاتا ہے آدمی جی سے اتر جاتا ہے دم سحر سیدھے چلے جانا خطا کا عذر کرنا قصور معاف کرانا در دولت پر سواری پہونچانا بلا اجازت واپس نہ آنا۔

ادھر یہ گفتگو تھی اُدھر سحر نے چادر سفید نورانی سطح آسمان پر بچھائی ماہ و ستارون پر اُداسی چھائی شعاع مہر کی تجلی سے ایسے محجوب ہوے کہ گوشہ مغرب مین جا کر غروب ہوے شہرزاد بری نزاد حیرت سے خاموش ہوئی زبان تکلم بند کرلی ؎

خمار شب ہوا گردون سے جب دور — ہنسا اک بار جام مہر پر نور
ہوا خورشید سے پھر روز روشن — سحر ہوتے لٹا تارون کا خرمن
تجلی مہر کی ظاہر ہوئی جب — وہین زائل ہوئی تاریکی شب

گوہر کواکب جوہری دہر نے درج عدم مین رکھا اور برج آبگینۂ مشرق سے نگار خورشید سنہری سہرا خطوط شعاع کا باندھے دولھا بنا ہوا قلعۂ کوہ پر آیا شہریار بیت الراحت سے اُٹھا اورنگ سلطنت پر جلوہ دیا وزیر امیر ارکان دولت شرف یاب ملازمت ہوے مصروف کار و بار خدمت ہوے تمام دن نظم و نسق کا مشغلہ رہا اہل حاجت کا پیش معاملہ رہا آخر فلک شعبدہ باز نے رنگ بدلا روز روشن کو شب کی سیاہی نے چھپا لیا دن بخیر و خوبی تمام ہوا شمع کا فوری جلانے کا انتظام ہوا ؎

سیاہی رات کی گردون پہ چھائی ۔ چراغ ماہ لے کر شام آئی
زوال آیا عروج مہر پہ جب ۔ بڑھایا ماہ نے پھر رتبۂ شب

شہریار دربار برخاست کرکے خلوت سرا مین درآیا شہرزاد کا مدعا برآیا پہلے آرام کیا جب نیند سے بیدار ہوا بیان داستان کا حکم دیا۔
شہرزاد گویا ہوئی کہ اے سلطان دارا دربان سے

بہ تمنائے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال ۔ بسکہ یان سجدے کے مشتاق ہین ارباب کمال
یہ وہ در ہے کہ ہم آکے جہان پہونچا دے ۔ رتبۂ بال ہما ہر مگس بے پر و بال
آسمان کا یہ وہ عالم ہے کہ جسکے در پر ۔ جتنے ہین خاک نشین باغ کرم کے ہین نہال
جس جگہ تیری مروت کا زبان پر ہو ذکر ۔ شعلہ وان خس کی اذیت کو سمجھتا ہے وبال
قول پر ان کے ہوتی تری ہمت جو دلیل ۔ پوچھتا مین حکماسے ہے خلا کیونکہ محال
ہاتھ کا تیرے اگر عکس پڑے دریا پر ۔ درّ کنون سے ہو مشت صدف مالا مال
چاہیے ابر گہربار پسارے دامن ۔ پونچھکر چہرے کو نکلے جو تو اپنا رومال
جس گھڑی دہر مین تیرا ہو کف جود بلند ۔ اور اسوقت کرے آکے کوئی تجھسے سوال
ہو یہ اپنا رطلا دست مین ہر سائل کے ۔ کہ جسے پنجۂ خورشید کا پہونچے نہ خیال
منطق نے جس حرد و نوے ترے عہد کے بیچ ۔ سین و داو و الف و لام کو ڈالا ہے نکال
تو وہ عادل ہے جہان مین کہ قلمرو مین ترے ۔ چیونٹی بھی دست تعدی سے نہووے پامال
صولت قہر کے آگے ترے یون دیو سیاہ ۔ آنچ سے آگ کے جون تاب مین آجاوے بال
رد زنید ان قدم اپنا تو جہان گاڑے وہان ۔ کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال
شرق سے غرب تلک عجب ترے نیزے کا ۔ دھاک ہے تیغ جنوبی کی ترے تا بشمال
اسکی خون ریزی سے یون فوج عدو [illegible] ۔ جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال

وہ شب آدھی سلطان خسرو کو بیداری مین گذری ادھر شہزادون کی نیند اڑ گئی دلکو دل سے راہ ہوتی ہے نہ کہ خون کا جوش تعلق خاطر کا درجہ اس سے کیا بڑھکر ہوگا۔
غرض کہ جون تون رات بسر کی جب صبح کا تارا طلوع ہوا انشاہزادون نے لباس عمدہ پرتکلف زیب جسم کیا ہتھیار نفیس و نادر لگاکے گھوڑون پہ سوار ہوکے سلطان سے پہلے رمنہ کے دروازے پر آئے گھوڑون سے اترکے زین پوش بچھاکے بیٹھے۔

اس اثنا میں سلطان خسرو کی سواری آئی دونوں نے تسلیم کو گردن جھکائی سلطان دیکھکر سکتے کے عالم ہو گئے جوش سے کلیجہ منھ کو آنے لگا دل میں سوچنے لگا کہ اے خالق بے نیاز یہ کیا ماجرا ہے طبیعت کے دہلنے کا سبب کیا ہے۔

پھر شکار میں مصروف ہوا اُس روز پرویز نے اپنا فن دکھایا گینڈے کو کمند میں پھنسا کر لے آیا سلطان خسرو پھر تہ سے مسرور ہوا امرا وزرا سے فرمایا کہ نہ تیرے بھائی کا ثانی نہ چھوٹے کا ہمسر ہے دونوں میں سلطنت قسمت لکھ رہی ہے پرویز تسلیم بجالایا نذر دے کر تیرے بھائی بہن کے پاس آیا پھر اُس روز سلطان نے شکار نہ کھیلا شہر کی طرف پھرا راہ میں دونوں سے باتیں کرتا دارالامارۃ میں داخل ہوا جس نے دیکھا بیساختہ اُنکی زبان پر یہ اشعار آئے مبارکباد کے طور پر بادشاہ کو سنائے

کیا ولی عہد اور سلطان اب یہ آئے — برج صدر حشمت کے دو کوکب یہ آئے
دو مسیحا آئے بہر درد ہجر — خاطر طالب کے دو مطلب یہ آئے
دو قمر اکبار آئے ہیں نظر — تھا زبانوں پر یہی جس شب یہ آئے
مژدہ اس آمد کا ہے سامان زیست — جان میں جان آئی گویا جب یہ آئے
بہر استقبال میں پہونچا مگر — کون جانے کون آئے کب یہ آئے
گوش بر آواز لب پر یہ دعا — مجکو مژدہ دے کہیں یارب یہ آئے
دیکھکر گرد سواری یک بیک — منتظر یوں بول اُٹھے سب یہ آئے
ایک کی تھی ایک سے تکرار یہ — میرا جذب شوق لایا جب یہ آئے

ان سب کو بادشاہ نے انعام مرحمت فرمایا شہزادوں کو اپنے قریب دنگل پر بٹھایا جا سدوں کو رشک آیا خاصے کا وقت ہوا انکو دسترخوان پر یاد فرمایا اسکے بعد ارباب نشاط کی طلب ہوئی دیر تک ناچ گانے کی صحبت رہی۔

ایک مطربہ خوش گلو قوس ابرو نے لحن داؤدی یہ غزل گائی مشتاقوں کی جان حزین کثرت شوق سے لبوں پر آئی ؎

موت کا مجکو نہ کھٹکا شب ہجران ہوتا — میرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
گر مرے ہاتھ تری بزم کا سامان ہوتا — میزبان میں کبھی ہوتا کبھی مہمان ہوتا
دین و دنیا کے مزے جب تھے کہ دونوں ہوتے — ایک میں کفر اگر ایک میں ایمان ہوتا
دل کو آسودہ جو دیکھا تو انھیں ضد آئی — اس سے بہتر تو یہی تھا کہ پریشان ہوتا

خلد مین بند رہے عیش کے سامان بیکار
لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا

بے نیازی جو ہوئی میری تمنا سے ہوئی
مجکو ارمان جو نہوتا تجھے ارمان ہوتا

عشق کچھ کھیل نہین ای دل آرام طلب
سیکھنا تھا تجھے وہ کام جو آسان ہوتا

کیا غضب ہے نہین انسانکو انسانکی قدر
ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انسان ہوتا

حشر کے روز مجھے پاس عدالت ہوگا
بخش دیتا جو یونہی جرم تو احسان ہوتا

ای فلک ہجر مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے
دامن ابر بھی میرا ہی گریبان ہوتا

ذبح کے بعد مجھے لطف خلش رہ جاتا
کاش خنجر مین ترے تیر کا پیکان ہوتا

شکر کرتا ہون ملی نعمت غم کھانے کو
آج فاقہ ہے مجھے ای شب ہجران ہوتا

ہو گئی بار گران بندہ نوازی تیری
تو نہ کرتا اگر احسان تو احسان ہوتا

چین تلاشی لیے رہتا نہ کبھی دست جنون
گر مری جیب کے اندر بھی گریبان ہوتا

داغ کو ہم نے محبت مین بہت سمجھایا
وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا

غرض کہ اس جلسۂ باج رنگ مین شام ہوگئی روشنی روز تمام ہوگئی بادۂ گلگون کا دور ہوا آسمان کچھ اور ہوا بادشاہ ذیجاہ جوش محبت اور وفور نشہ سے یہ اشعار زبان پر لائے مارے خوشی کے جامے مین پھولے نہ سماتے کہ خدا نے یہ دن دکھایا دونون شہزادون کو ملایا

مے ارغوانی پلا ساقیا
خدا کے لیے جام بھر بھر کے لا

زمین پر ہے آج اس طرح کی جھلک
ستارون کی جیسے فلک پر چمک

ہوا سے بہاری سے گل لہلہے
چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے

پلا ساقیا مجکو اک جام مل
جوانی پہ آیا ہے ایام گل

غنیمت شمر صحبت دوستان
کہ گل پنج روزست در بوستان

پلا آتشین آب پیر مغان
کہ بھولے مجھے سرد و گرم جہان

کدورت مرے دل کی دھو ساقیا
ابھی شیشۂ مے کو دھو دھا کے لا

درختون نے برگون کے کھولے ورق
کہ لین طوطیان بوستان کا سبق

پلا ساقیا مجکو صہبائے عیش
ملی ہے نصیبون سے یان جائے عیش

بہم مل کے بیٹھے ہین دور شک مہ
قران مہ و مہر ہے اس جگہ

ہر اک برج رشک گلستان ہے آج
بہار وصال عزیزان ہے آج

غرض شہزادے بادشاہ کے حضور مین آداب و کورنش اور شکریہ اس عنایت بیغایت کا بجا لاکر رخصت ہوے بادشاہ نے ہنگام رخصت فرمایا کہ کل پھر موافق معمول کے شکارگاہ مین آنا مین پھر اپنے ساتھ تمکو محل مین لاؤنگا مین چاہتا ہون کہ تم اکثر حاضر ہوکے مجکو اپنی حاضر باشی اور گفتگو سے خوشی اور سرور کیا کرو۔

تمھاری دید سے ہوتا ہون خورسند	سمجھتا ہون تمھین فرزند دلبند

قبل اسکے کہ وہ شہزادے بادشاہ سے رخصت ہوکے اپنے گھر جائین کہ شہزادہ بہمن نے عرض کیا کہ ہماری کمال تمنا اور آرزو یہی کہ کل کے دن جب حضرت واسطے شکار کے قرب وجوار ہمارے غریب خانہ کے رونق افزا ہون تو وقت مراجعت کے ہمارے مکان مین قدم رنجہ فرماکے ذرا توقف و آسائش فرمائین کہ موجب کمال عزت و سرفرازی ہماری اور ہماری ہمشیر کا ہوگا اگرچہ وہ گھر حضور کے جانے کے لائق کہان مگر کبھی کبھی بادشاہان ذوی الاقتدار کلبۂ فقرا مین تشریف لیجاکے انکو سرفراز فرماتے ہین ؎

ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم	ز التفات بمہمان سرای دہقانی
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید	کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانی

ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ۔

بادشاہ نے فرمایا کیا مضائقہ ہی گھر تم ایسے آدمیون کا یقینی اچھا اور موافق تمھاری وضع و حال کے ہوگا مین ضرور تمھارے گھر جاکر تمھارا اور تمھاری بہن کا جسکو مین بے دیکھے ہوے بہت اچھا اور زیرک سمجھتا ہون مہمان ہونگا کل علی الصباح مجکو تم اسی جگہ پاؤگے جہان کہ تم سے پہلے دن ملاقات ہوئی تھی تم وہان حاضر رہنا۔

شہزادہ بہمن و شہزادہ پرویز دونون بادشاہ سے رخصت ہوکے گھر مین آئے اور اس حال کو اپنی بہن سے کہا کہ کل بادشاہ نے ہمارے گھر آنے کا وعدہ فرمایا ہی بعد شکار کھیلنے کے تشریف فرما ہونگے تھوڑی دیر ٹھہر کے روانہ ہونگے۔

شہزادی زہرہ جبین نے یہ کلام سنکر کہا اس صورت مین ضرور ہی کہ تیاری کھانے کی لائق بادشاہ کے کیجائے تا کہ بروقت موجب خجالت کا نہو پھر اسنے اپنے بھائیون سے کہا کہ اس امر مین مشورہ اُس مرغ خوش الحان سے کرنا ضرور ہی بموجب اُسکی صلاح کے وہ طعام جو قابل پسند سلاطین کے ہو تیار کرنا چاہیے شہزادون نے کہا بہت اچھا اس سے صلاح کرکے تیاری کھانون کی کرنا مناسب ہی

یہ کہکے وہ دونوں شہزادے آرام کرنے گئے اور شہزادی نے پنجرہ چڑیا کا اپنے آگے رکھکے کہا کہ بادشاہ نے کل کے دن ہمارے گھر آنے کا وعدہ کیا ہے اس صورت مین ہم کو ضرور ہے کہ اُنکی دعوت کا وسیلا سرانجام کرین باحسن الوجوہ انجام یہ کام کرین جو لائق شاہان اُولو العزم ہے پس کیا کیا کھانا سے پکوائین جو بطیب خاطر وہ نوش فرمائین۔

اتنے مین سے

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح — گلزار شب خزان ہوئی آئی بہار صبح
کرنے لگا فلک زر انجم نثار صبح — سرگرم ذکر حق ہوئے طاعت گزار صبح

تھا چرخ اخضری پہ یہ رنگ آفتاب کا
کھلتا ہے جیسے پھول چمن مین گلاب کا

آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا سماں — تھا جسکے ضو سے وجد مین طاؤس آسمان
ذرون کی روشنی پہ ستارون کا تھا گمان — نہر فرات بیچ مین تھی مثل کہکشان

ہر نخل پُرضیا سے سر کوہ طور تھے
گویا فلک سے بارش باران نور تھے

چمکا ستارہ صبح کا بالائے آسمان — روئے زمین پہ مہر ہوا جب گہر فشان
باقی رہا فلک پہ نہ مہتاب کا نشان — اور مسجدون مین ہونے لگی صبح کی اذان

بیدار سب جہان ہوا شب کے خواب سے
پڑھنے لگے نماز بصد آب و تاب سے

شہرزاد نے بھی خاموشی اختیار کی شہریار نے بعد ادائے نماز تیاری دربار کی تخت سلطنت پر جلوہ کنان ہوا ہر داد خواہ اپنی داد سے کامران ہوا جب دن تمام ہوا اور وقت شام ہوا بادشاہ دربار سے خلوت کدہ مین تشریف لایا اکل و شرب کے بعد آرام فرمایا جب بیدار ہوا قصہ کا خواہان ہوا شہرزاد یون نغمہ سنج بیان ہوئی مدح سرائی مین عذب البیان ہوئی سے

یہ دولت سرا خانۂ نور ہو — سدا عیش و عشرت سے معمور ہو
ہمیشہ خوشی رات دن سبز باغ — نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ — نہ ہو زیست سے کوئی اپنے یہ تنگ
ہنر مند ہون اہل حرفہ تمام — ہر اک نوع خلقت کا ہو اژدحام

ہزاروں پری پیکر اُس کے غلام	کمر بستہ خدمت میں حاضر مدام
سدا ماہرویوں سے صحبت رہے	سدا جامہ زیبوں سے رغبت رہے

حضور چڑیا نے کہا بی بی صاحب اچھے اچھے باورچی تمہارے نوکر ہیں اُن سب سے قسم قسم کے نمکین و شیرین کھانے پکواؤ لیکن قبل سب خاصوں کے ایک قاب کھیر کے اُنکی جس میں موتی کھچے ہوں آگے بادشاہ کے رکھنا۔

شہزادی نے یہ سُنکر کہا میں نے آج تک کھیر کی اُنکی موتیوں کے ساتھ نہیں سُنی بادشاہ اسے دیکھکر نہایت تعجب کرے گا اسواسطے کہ اُسوقت بادشاہ واسطے کھانا کھلانے کے بیٹھے گا نہ موتی دیکھنے کو اور ماورا اسکے اسقدر موتی ہمارے پاس کہاں ہیں کہ ساری قاب پر چنے جائیں اور بادشاہ کے سامنے رکھے جائیں۔

چڑیا نے کہا بی بی جو میں کہوں اُسکو تم ضرور کرو میں تمہاری دولت خواہ ہوں بُرے امر کی کبھی صلاح نہ دونگی اور تم جو موتیوں کے واسطے اندیشہ کرتی ہو کل فجر کے وقت اپنے رمنے میں جاکر دست راست کی طرف فلانے درخت کے نیچے کھُدوانا وہاں تم بہت سے موتی پاؤگی خاطر خواہ اپنا دامن بھر لاؤگی۔

چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ شہزادی ایک باغبان کو اپنے ہمراہ لے کے رمنے میں گئی اور اُس مقام کو جہاں چڑیا نے بتایا تھا کھُدوایا جب اُسنے بڑا گڑھا کھودا اُسکا کودال ایک سخت چیز پر جا کے لگا تب مالی نے ہاتھ سے اُسکی مٹی سرکائی ایک صندوقچہ طلائی یون گز کے مربع میں اُسکے نظر پڑا مالی نے شہزادی سے جاکر یہ سب حال بیان کیا شہزادی نے مالی سے کہا میں تجکو اس کام کے لیے یہاں لائی تھی خبردار تیری کودال سے کہیں اُس صندوقچہ کو صدمہ نہ پہونچے بڑی ہوشیاری سے اُسکو زمین سے نکال کر امانتاً میرے پاس لانا۔

جب وہ صندوقچہ شہزادی کے حضور میں آیا اسنے اُسے کھولا وہ صندوقچہ موتیوں سے بھرا ہوا پایا جسکے سب دانے گول اور مقدار میں برابر و یکساں لائق اُسی کام کے تھے جس کام کو چڑیا نے بادشاہ کے لیے تجویز کیا تھا۔

شہزادی اُن موتیوں کو پاکر بہت خوش ہوئی اور اپنے ہاتھ میں لے کے گھر کو چلی دونوں شہزادے شہزادی زہرہ جبین کو فجر کے وقت مالی کے ہمراہ باغ کی طرف جاتے دیکھکر بہت متحیر ہوے کہ آج خلاف معمول شہزادی وہاں کیوں گئی پھر وہ بھی جلدی سے کپڑے پہن باغ کی طرف روانہ ہوے

دور سے اُسکو دیکھا کہ کچھ لیے آتی ہی جب نزدیک پہونچے اُنھون نے ایک سونے کا بکس اُسکی بغل مین دیکھا پوچھا کہ ای بہن جب تم مالی کے ہمراہ باغ کی طرف جاتی تھین ہم نے تمھارے پاس کچھ نہین دیکھا تھا اب ایک سونے کا صندوقچہ تمھارے پاس دیکھنے مین آتا ہی شاید تم نے خزانہ اُس باغ مین پایا۔

زہرہ جبین نے کہا کہ مین اس باغبان سے فلانے درخت کے نیچے زمین کھدواتی تھی وہان سے مین نے یہ بکس موتیون سے بھرا ہوا پایا ان موتیون کو دیکھکر بہت خوش ہوگے پھر شہزادی نے بکس کھولکر موتی اُنکو دکھائے شہزادے موتیون کو دیکھکر بہت خوش ہوے پھر شہزادی بولی کہ تم میرے ساتھ اُڑ مین بڑے ایک امر مشکل مین ہون۔

شہزادہ پرویز نے کہا کہ وہ امر ہمارے سُننے کے قابل ہی یا نہین شہزادی زہرہ جبین نے وہ مشورہ جو بولتی ہوئی چڑیا نے اُسکو دیا تھا اپنے بھائیون سے ظاہر کیا ا... وہ [illegible] بھائی بہن بال [illegible] سوچتے رہے کہ [illegible] بولتی چڑیا نے کسواسطے کھیرے کی قاب کو موتیون کے ساتھ بادشاہ کے آگے رکھنا تجویز کیا ہی پھر جب کسی امر نے اُنکے قرار نہ پایا شہزادی زہرہ جبین نے کہا کہ کچھ فائدہ اُس چڑیا نے ضرور اپنے نزدیک ٹھہرا کے صلاح اس امر کی دی ہی یہ کہنا اُسکا کسی طرح لغو نہین اُسکے کہنے پر ہم کو عمل کرنا ضرور ہی۔

نصیحت چو خالی بود از غرض		کہ داروے تلخ ست دفع مرض	

پھر شہزادی زہرہ جبین نے اپنے کمرے مین جا کے داروغہ باورچی خانہ کو بلوایا اور حکم کیا کہ کل کے دن سب طرح کے کھانے لائق بادشاہ کے تیار کر اور ایک قاب تو اپنے ہاتھ سے جسمین غیر کو دخل نہو کھیرے کی موتیون کے ساتھ بھی تیار کرکے موجود رکھنا۔

داروغہ باورچی خانہ کا کھیرے کے کھانے کو سُنکر بہت متعجب ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ آج تک ایسا کھانا کسی نے نہین کھایا اور نہ اُسکی فرمائش کی۔

شہزادی نے بفراست اُسکا متعجب ہونا سمجھکر کہا تیرے بشرے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس نئی فرمائش کے کرنے سے مجھے بیوقوف سمجھا ہوگا مین بھی جانتی ہون کہ اس قسم کے کھانے کو کوئی کھاتا نہین ہی مگر تجھے اس سے کیا کام ہی جیسا کہ مین نے حکم دیا ہی اُسی طرح سے تو بجا لا اور اس صندوقچے کے جسقدر موتی خرچ اور درکار ہون اسمین سے خرچ کر اور باقی کو اسی بکس مین رہنے دے کہ وقت ضرورت پھر کام آئینگے۔

داروغہ نے اُسکے جواب مین کچھ نہ کہا اور کہین منہ نکالکر چلا گیا پھر شہزادی زہرہ جبین نے اپنا گھر اور باغ ہر ایک ساز و سامان اور فرش فروش سے سجا اور تیار کیا مکان کی آرایش کیا بیان کیجائے فرش فروش چھت پردے قالین وغیرہ سب اعلے درجے کے شیشہ آلات اور اسباب تحفہ و نادر ہر دیار و امصار قرینے سے ہر دن پر سجا ہوا بارہ دری انواع و اقسام کے تکلفات سے آراستہ و پیراستہ تھی دُلھن کی طرح جھلمک جھلمک کر رہی تھی ایسی کسی نے دیکھی نہ سُنی تھی۔

المختصر دوسرے دن فجر کے وقت شہزادہ بہمن و پرویز اُسی جگہہ پر جہان بادشاہ سے ملاقات ہوا کرتی تھی جا کر حاضر ہوے اور بادشاہ آکر شہزادون کے ساتھ دیر تک شکار کھیلا کیا۔

تصویر بادشاہ کی شکارگاہ مین مع شہزادون کے شکار کھیلنے کی



جب کہ گرمی آفتاب کی تیز ہوئی تب بادشاہ شکارگاہ سے پھر کے متوجہ ان شہزادون کے محل کی طرف ہوا جب گھر اُنکا قریب پہونچا اور نظر آنے لگا شہزادہ پرویز نے آگے سے جا کے اپنی بہن کو بادشاہ کے آنے سے آگاہ کیا۔

شہزادی خبر بادشاہ کے پہونچنے کی سُنکر واسطے استقبال کے آگے بڑھکر کھڑی ہوئی اور جب بادشاہ اُس گھر کے قریب پہونچ کر ڈیوڑھی کے پاس گھوڑے سے اُترا زہرہ جبین نے دوڑکر اپنے تئین بادشاہ کے قدمون پر گرا لا اور اُسکے دونون بھائیون نے عرض کیا کہ یہی ہماری ہمشیرہ ہے

بادشاہ نے اُسے اپنے قدمون پر سے اٹھایا اور اُسکے حسن و جمال کو دیکھکر بہت متحیر ہوا کہ یہ بہن ہر ایک امر مین مشابہ اپنے بھائیون کے ہی اور اُسکے بھائی ہمشکل اُسکے ہین ویسا ہی اور تعجب تھا کہ ایسے حسین اور خوش سلیقہ لوگون کا ہونا بہت تعجب ہی اور ایسا مکان خوبصورت و عالیشان گانون مین نہین دیکھا غور کیا کہ ایک قطعہ ارمکان ہی زرنگار منقش و فرح بار ہر سمت ریاست و امارت کے آثار جا بجا بیش قیمت اسباب وہان ہی مکان کا نفیس ہونا مکین کی نفاست طبع پر دال ہی بلکہ خلد برین کے مثال ہی ؎

ساق سیمین حور تھے وہ ستون — غیرت شمع طور تھے وہ ستون
شیشہ آلات وہ لگا تھا تمام — صبح جنت بھی جس سے نور لے وام
سقف نقاش مین اگر دیکھے — رنگ ہون آنکھیان تحیت سے لگ جاتے
پردے زربفت کے بہت بھاری — شمیر ماہی کی چلمنین ساری

حیرت تھی کہ یا خدا زمین کے کوہ مین یہ کیسا پری خانہ دکھایا کس سبب سراپا انداز کا یہ پرورش کا نشانہ دکھایا ؎

اگر فردوس بر روے زمین ست — همین ست و [illegible]

پھر شہزادی نے ہر ایک مکان بادشاہ کو لے جا کر دکھایا وہ ہر ایک مکان اُس گھر کے دیکھکر بہت خوش ہوا بادشاہ نے بعد دیکھنے محل کے فرمایا کہ مین اب تمھارا باغ کی سیر کرنا چاہتا ہون باغ بھی تمھارا مثل گھر کے عمدہ ہوگا شہزادی زہرہ جبین نے تب وہ دروازہ باغ کا جس سے سب باغ نظر آتا تھا کھول دیا۔

بادشاہ نے چوتھی کی دلھن کیطرح آراستہ میوہ دار باغ دیکھا اُس قصر سلی کا چشم و چراغ دیکھا محل سرا کی سجاوت آنکھون مین کھپی جاتی ہی اور باغ کی لطافت اور بھی دل کو لبھاتی ہی ؎

وہ مسیح کا یاد ہسار مین اثر — نرگس طرح سے ہو زائل تپ درون بیمار
وفور عیش سے ہر دم نشاط ہی گلشن — کلی جو چٹکی تو آئے صداے نغمہ تار
نظر پڑے گل نورستہ تا خسار سے یون — عیان ہو شیشے سے جیسے شراب سرخ ہی آب
گمان غلط ہی کہ بار ثمر سے ہوگئے خم — جھکے ہین شکر کے سجدے کو باغ مین اشجار
عجب نہین پر پروانہ ہو پر طوطی — نہال شمع تاک سبز ہوکے لائے بار
چمن مین نام خدا ہی ہجوم گل ایسا — جگہ نہین جو کرے عندلیب و منقار

فوراً نظر بادشاہ کی پہلے سب کے فوارے پر جا پڑی دیکھا کہ پانی زرد نا مند روئے کے چھٹ رہا ہی پھر بادشاہ نے خوش ہوکے پوچھا کہ یہ عجیب طرح کا فوارہ ہی میری نظر سے ایسا فوارہ نہین گذرا ہی اسکا خزانہ کہان ہی اور کیونکر یہ اسقدر بلند ہوکر چھوٹتا ہی اور تم نے اسکو کہان سے پایا اور کیونکر بنوایا مین اسکو نزدیک سے دیکھونگا۔

شہزادی نے کہا بہت بہتر ہی یہ کہکر وہ بادشاہ کو فوارے کے پاس لے گئی بادشاہ اُس فوارہ کو دیکھ رہا تھا کہ ایکبارگی اُسنے گانے کی آواز سنی کہ طرح طرح کی وادرنا نون سے گانا ہو رہا ہی اُسنے چارون طرف نگاہ اُٹھاکے دیکھا تاکہ گانے والے کو دیکھے اُسکو نہ نزدیک نہ دور گانے والا نظر پڑا فقط آواز گانے کی سُنائی دیتی تھی۔

تب بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آواز گانے کی کہان سے آتی ہی آیا زمین کے اندر سے یا ہوا سے ایسا خوش آیند و دلفریب گانا مین سُن رہا ہون مگر کوئی گانے والا میرے نظر نہین پڑتا بڑے اچنبھے اور تعجب کی بات ہی۔

شہزادی نے مسکراکے کہا یہان کوئی گانے والا نہین جو اس راگ کو گاتا ہو آواز راگ کی اس درخت سے آتی ہی دو چار قدم آگے اگر آپ تکلیف فرماینگے تو اسکو اچھی طرح ملاحظہ کرینگے بادشاہ نے آگے جاکے ایسا اچھا راگ سُنا کہ محو ہو گیا۔

الغرض بادشاہ کبھی فوارہ کی طرف متوجہ ہوتا اور کبھی گانے کی طرف جو درخت سے سُنائی دیتا تھا توجہ فرماتا اور نہایت خوش و محظوظ ہوتا اور تصور کرتا کہ آیا یہ امر واقع مین ہی یا سحر کا کارخانہ ہی خدا کی قدرت مشہور زمانہ ہی صناع حقیقی کی صنعتون کا مدح خوان ہوا اُسکی شان مین یہ اشعار ورد زبان ہوا ؎

نہین تیرا کوئی نہ ہوگا شریک   تری ذات ہی وحدہ لاشریک
پرستش کے قابل ہی تو ای کریم   کہ ہی ذات تیری غفور و رحیم
رہ حمد مین تیرے جزو جل   تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل
تر و تازہ ہی تجھ سے گلزار خلق   تو ابر کرم سے ہی ادرار خلق
کسی سے نہ بر آئے کچھ کام جان   جو تو مہربان ہی تو کل مہربان
اگرچہ بیان کیا ہی اور کیا نہین   پر اس بن تو کوئی کسی کا نہین
وہ ہی مالک ملک دنیا و دین   ہی قبضے مین اُسکے زمان و زمین

وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر	اُسی کے یہ ذرے ہین شمس و قمر
اُسی گل کی ہے بو سے خوشبو گلاب	بھرے ہے لیے ساتھ دریا حباب

تصویر بادشاہ کی شہزادی زہرہ جبین کے ہمراہ سیر باغ کرنے اور عجائبات دیکھنے کی



بعد کیفیت بادشاہ نے زہرہ جبین سے پوچھا یہ درخت عجیب کہان سے تم نے پایا کہ اُسے اپنے باغ مین لگایا کسی نے بطور تحفہ تمہین دیا ہے یا کسی شہر دور دراز سے تم اِسکو لائی ہو بیشک یہ درخت بہت دور دراز جگہ سے آیا ہوگا اس درخت کا نام کیا ہے۔

زہرہ جبین نے عرض کیا کہ خداوند اس درخت کا نام گانے والا درخت ہے اس دیس مین یہ درخت نہین ہوتا اسکے حال کے عرض کرنے مین کہ کہان سے یہ درخت آیا ہے اور کیونکر میرے ہاتھ لگا بہت دیر ہوگی اس درخت اور سونے کے دریے اور بولتی چڑیا کو مین ایک ہی وقت مین لائی ہون اب تیسری چیز جو باقی ہے آپ چل کے دیکھیے جب حضور ذرا شکار کی ماندگی سے سستا لینگے مین ان تینون اشیاء عجیب کا حال بتفصیل عرض کرونگی۔

بادشاہ نے فرمایا بسبب دیکھنے ان عجیب و غریب چیزون کے میری سب ماندگی شکار کی جاتی رہی اب تم مجھے بولتی چڑیا کو دکھاؤ وقت پھرنے کے باغ سے بادشاہ نے پھر فوارے کو اچھی طرح سے دیکھکر فرمایا مین تو اسکا کہین خزانہ دیکھتا ہون کہ جہان سے پانی اسکانل کی راہ سے

کسی ظرف مین آتا ہو اور نہ کوئی ظرف نظر پڑتا ہی۔

شہزادی زہرہ جبین نے کہا آپ سچ فرماتے ہین اس فوارہ کا خزانہ نہین کہ جہان سے یہ پانی آتا ہو فقط ایک ظرف سنگ مرمر کا نہایت چھوٹا سنہرے پانی سے بھرا رکھا ہی وہ پانی خود بخود جوش کھاکے اُبلتا ہی اور فوارہ ہوکے دن رات نکلتا ہی اور پھر وہ پانی بلند ہوکے اُسی ظرف مین گرکے کبھی گھٹتا نہین زیادہ اور بڑھتا نہین۔

بادشاہ یہ سُنکر نہایت متعجب ہوا اور کہا اب بولتی چڑیا کہان ہی تاکہ اُسے دیکھون شہزادی بادشاہ کو بارہ دری مین لے گئی وہان اُسنے سیکڑون جانور خوش الحان دیکھے کہ درختون پر بیٹھے ہوے چہچہا رہے ہین اُسنے متعجب ہوکے پوچھا کہ اس قدر جانورون کا یہان جمع ہوکر قسم قسم کی بولیان خوش آوازی سے بولنا کس سبب سے ہی۔

شہزادی نے کہا یہ سب چڑیان مصاحب اور شاگرد بولتی چڑیا کی ہین جسکا پنجرا اس بارہ دری کی کھڑکی مین لٹکتا ہی اب بہت اچھے راگ سُنیے گا کہ بہتر ان سب چڑیون کے اگون اور بلبل ہزار داستان کے گانے سے ہین پھر جب سلطان اُس بارہ دری مین گیا اُس چڑیا کو سُنا کہ چہچہا رہی ہی نہایت عمدہ طرح سے گا رہی ہی۔

شہزادی زہرہ جبین نے پکارکے کہا کہ ای میری لونڈی چڑیا تو نہین دیکھتی ہی کہ بادشاہ سلامت یہان تشریف لائے ہین اُنکو آداب بجا لا اُس چڑیا نے شہزادی زہرہ جبین سے اس کلام کو سُنکر گانا موقوف کیا ساتھی اُسکے اور سب چڑیان بھی چپ ہو رہی پھر اُس چڑیا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور بہت خیر و عافیت سے ہین اور بہت دعائین دین اور وہین دسترخوان بچھا تھا بادشاہ بارہ دری مین نزدیک اُسی پنجرے کے بیٹھ گیا اور چڑیا کا جواب سلام دے کر کھانے کی طرف متوجہ ہوا انواع و اقسام کے شیرین و نمکین کھانے لذیذ و معطر چنے ہوے تھے مگر پہلے سب کے قاب کھیرے کی جو اُسکے آگے رکھی ہوئی تھی آگے اپنے کھینچ کر قصد کھانے کا کیا اُسکو کھیرے کی آش اور اُسپر موتی چنے ہوے دیکھکر نہایت تعجب ہوا اور شہزادی زہرہ جبین اور اُسکے دونون بھائیون سے پوچھا کہ یہ چیز قابل کھانے کے نہین کسواسطے میرے سامنے رکھی وہ تینون بہن بھائی کہ اس رمز و حکمت سے اصلا واقف نہ تھے خاموش ہو رہے۔

چڑیا نے جواب دیا کہ بادشاہ کو کھیرے کی آش پر موتیون کو چنا ہوا دیکھکر تعجب آیا اور ملکہ اپنی بی بی کے کتا بلی چچھوندر جننے سے تعجب نہ آیا۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے اُن عورتوں سے جو ملکہ کی خدمت میں وقت وضع حمل حاضر تھیں سُنا ہے باور کیا چڑیا نے کہا کہ وہ عورتیں ملکہ کی بہنیں تھیں آپ کی توجہ اور عنایت ملکہ کے حال پر دیکھکر اُنکو حسد پیدا ہوا تھا آپ کے ناخوش کرنے کے لیے اور آپ کا مزاج برہم کرنے کو ملکہ سے یہ فریب کیا تھا اگر آپ اُنسے بہ تہدید پوچھیں تو وہ اپنے قصور کا اقرار کرینگی یہ دونوں بھائی اور اُنکی یہ بہن آپکے فرزند ہیں نور بصر جگر پیوند ہیں اُنکو اُن عورتوں نے ایسے چھپا کے ہر ایک کو وقت پیدا ہونے کے پارچے میں لپیٹ کے اور پٹاری میں بند کر کے نہر میں ڈال دیا تھا یہ تینوں بچے بہکر آپکے داروغہ باغ کے ہاتھ لگے تھے اُسنے اُنکو دھیان رکھکے کمال ناز و نعمت سے پرورش کیا اور ابتدا سے سن تمیز سے تعلیم و تربیت ہر ایک امر سے کرتا رہا اور چونکہ وہ لاولد تھا اپنے بیٹی بیٹا سمجھکر ان دونوں شہزادوں اور شہزادی کو بڑے ناز و نعمت سے پالا آپکے گھر میں بھی اسی طرح پرورش پاتے جیسا کہ یہاں چاہ پیار سے پرورش ہوئے ہیں تو یا وہ گلزار امارت تیرے فرزند ارجمند ہیں اور نظر اور دردمند ہیں—

بادشاہ کو چڑیا سے جب حقیقت اس مقدمہ کی بخوبی معلوم ہوئی مفصل مفہوم ہوئی خون محبت نے جوش کھایا لڑکوں کو گلے سے لگایا مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سمایا حسب حال اپنے یہ بند زبان پر لایا۔

تھی پریشان انتظار سے آنکھ — نہیں ملتی تھی ایک یار سے آنکھ
سنکر ہی ہو گئی قرار سے آنکھ — لڑ گئی یار گلعذار سے آنکھ
اب نہیں چھپتی ہزار سے آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے اک محبت سی — خود بخود چھا رہی ہے الفت سی
صاف ہیں آئینہ کی صورت سی — کچھ وہ حیرت سی کچھ وہ حسرت سی
خوب بنتی ہے انتظار کی آنکھ

یار آنسو بھی جب بہائے ہیں — دل کے ٹکڑے مژہ پہ آئے ہیں
وصل نے رنگ کیا دکھائے ہیں — فرط شادی سے اشک آئے ہیں
واہ آئی ہے کیا بہار سے آنکھ

بزم میں کوئی انجمن آرا — مہرباں ہو اگر تو کیا کہنا
دے وہ بھر بھر کے ساغر مینا — دو بدو یوں ہے کشتی کا مزا

جام سے لب ملے تو یار سے آنکھ

الحمد الحمد رہی نازکی وماغ	گل ہی گل سوجھتے ہین باغ ہی باغ
ہو گیا عیش جاودان سے فراغ	نشہ تیرا اتر گیا اسے داغ

کھل گئی غفلت خمار سے آنکھ

پھر بادشاہ نے کہا ای چڑیا مجکو تیرے کہنے پر یقین ہوا اور جو کچھ کہ تونے کہا سچ کہا اسواسطے کہ جیسے سے مین نے ان تینون کو دیکھا ہی بسبب جوش خون کے بے اختیار مانند فرزندون کے انکو پیار کرتا ہون اور محبت والفت ان تینون کی میرے دل کو ایسا کھینچتی ہی جیسے مقناطیس لوہے کو یہ سب آثار اسی امر پر دلالت کرتے ہین کہ یہ تینون بچے میری اولاد اُس ملکہ بے قصور کے بطن سے ہین یہ فرما کر بادشاہ نے ان تینون فرزندون سے آب دیدہ ہو کر فرمایا اب تم مجکو اپنا حقیقی باپ سمجھو یہ سُنکر وہ کمال محبت وپیار سے دوڑے اور بادشاہ کے گلے لگے اور بیٹھکے بادشاہ کے ساتھ خاصہ تناول کیا جب کھانے سے فراغت ہوئی بادشاہ نے فرمایا ای فرزندو اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون کل پھر تمھارے گھر آؤنگا اور اپنی ملکہ کو جو تمھاری حقیقی مان ہی اپنے ہمراہ لاؤنگا اور تمھارا دیدار دکھاؤنگا۔

یہ کہکے بادشاہ ذیجاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے اپنے دولت خانہ مین آکر وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جلد جا کر اُن دونون نابکارون یعنی ملکہ کی دونون بہنون کو جنھون نے شقاوت قلبی سے یہ فساد اُٹھایا تھا گوہر شب چراغ شہریاری لعل بے بہاے جہانداری کو صدف پٹاری مین بند کرکے نہر مین بہایا تھا اُنکے گھرون سے پکڑکے بعذاب شدید مبتلا کرو اور قفس آہنی مین بند کرو تا حکم ثانی ہرگز نہ رہا کرو۔

وزیر نے فوراً اُن بدبخت حاسدون کو قفس مین داخل کیا پھر بادشاہ سوار ہوکے قید خانہ مین گیا اُس بے جرم کو رہا کیا عذر بے انتہا کیا تلافی مافات مین ملکہ کی نہایت دلجوئی کی شہر مین غلغلہ ہوا ملکہ کے دن پھرے شاہزادی اور شاہزادے بادشاہ کو ملے اہل شہر اس مژدۂ جان بخش وطرب انگیز سے نہایت خوش ہوے۔

بادشاہ خسروشاہ نے ملکہ سے نہایت معذرت کی اور کہا کہ یہ سب ظلم وناانصافی جو بہ نسبت تمھارے ظہور مین آئی ہی لہذا اُسے معاف کرو مین نے اُن دونون تمھاری بہنون کو جنھون نے مکر وفریب سے مجکو تجھ بے گناہ وبے قصور پر غضبناک اور خشمگین کیا تھا سزا کو پہونچایا اب میرے

ساتھ چل کے اپنے دونون بیٹون اور تیسری بیٹی کو کہ سب جوان حسین و خوبرو ہین دیکھو اور انھین اپنی چھاتی سے لگا کے قلب اندوہگین کو سرور و راحت سے فرحناک کرو کہ وہ تینون میرے اور تمھارے فرزند و نور دیدہ ہین اب حمام کر کے پوشاک نفیس اور زیور گران بہا موافق اپنے رتبے کے پہنو اور میرے ساتھ وہان چلو۔

ازبسکہ یہ سب اعزاز و اکرام کرنا بادشاہ کا بہ نسبت اُس ملکہ اور خود بہ نفس نفیس اس مجلس تنگ و تاریک مین جانا اور ملکہ سے عفو قصور چاہنا اور ثبوت تینون فرزندون کا اُسکے بطن سے کرنا اور سزا پانا اُسکی دونون بہنون کا بسبب فریب کرنے کے یہ سب امور جو تمام قلمرو مین مشہور ہوے لہذا تمام خلق ملکہ بے گناہ کی تعریف اور اُسکی بہنون پر نفرین کرتی تھی ۔

دوسرے روز ملکہ بعد حمام کرنیکے پوشاک شاہانہ اور جواہرات ملوکانہ زیب جسم کر کے بادشاہ کے ہمراہ اپنے فرزندون کے گھر جانے کو تیار ہوئین۔

بادشاہ عالی جاہ نے سواری کا اہتمام تزک و احتشام کے ساتھ سرانجام ہونے کا حکم دیا دم سحر دولتخانۂ شاہی سے اُس باغ تک جہان شہزادے رہتے تھے خلقت کا ایسا مجمع ہوا کہ شانہ سے شانہ چھلتا تھا یک صبا کو رستہ نہ ملتا تھا جو ساتھ سے چھٹ گیا پھر اُسکا پتہ نہ لگا چار سمت تماشائیون کا ریلہ تھا ہر طرف انبوہ کثیر جم غفیر سے گویا میلہ تھا۔

دفعتہً شاہنشاہ چہارم سریر احتشام سواری خسرو شاہ و ملکہ پارس کی سیر دیکھنے کو رفق مشرق سے نمایان ہوا پرچم شعاعی کا جلوہ بڑی چمک دمک سے عیان ہوا ماہ باگردہ انجم مغرب کی طرف گرم خیز ہوا نور سحر کی تجلی دیکھ کے ترسان لرزان میدان سپہر سے روان بقدم تیز ہوا ظلمت شب کافور ہوئی نیند آنکھون سے دور ہوئی۔

سلطان صبح نے رخ آفاق فق کیا
اور دور نے قمر کو الٹ کر رمق کیا
باطل کو باطل اسنے کیا حق کو حق کیا
وان رنگ فق کیا یہان خون شفق کیا
خورشید صبح کا گل دستار ہو گیا
پھر تار تار جیب شب تار ہو گیا

شہزاد مہر طلعت آسمان کا رنگ انقلاب کا ڈھنگ دیکھ کے ایسی دل تنگ ہوئی کہ صورت تصویر دنگ ہوئی گوہر تقریر کو درج دہن مین چھپایا شہریار عادت سے واقف تھا کچھ نہ فرمایا بستر راحت سے اُٹھا حوائج ضروری سے فارغ ہو کے مصروف نماز بصد نیاز ہوا پھر اورنگ

سلطنت پر جلوہ دیا عادل و انصاف مین مصروف ہوا کسی ملازم کو مخمصہ سے نجات ملا تھوڑی کسی ظالم نے بد اعمالی کی سزا پائی یہان تک کہ دن تمام ہوا برات کا ہنگام ہوا

ہوا ظلمت مین پھر خورشید پنہان
دکھائی شام نے پھر شکل آکر
نظر آیا محمد وش ماہ تابان
کھلی پھر چار سو زلف معنبر

شہریار دربار برخاست کر کے خلوت سرائین آیا شہرزاد کو یاد فرمایا پہلے استراحت کی پھر بیدار ہو گئے بیان داستان کی اجازت دی۔

وہ غنچۂ رخسار محبوبی یعنی شہرزاد گویا ہوئی کہ شاہنشاہ مطلق شاہ کیوان بارگاہ کی عمر دراز کرے در عیش و عشرت ہمیشہ باز کرے

بجو دش چرخ نہ انجم مایہ فزاست
چنان در دہر داد معدلت داد
چو چو شمع بر پروانہ دیدہ
بقیقش حاتم طی شرمسار است
کہ ایوان ستم از پا در افتاد
بمقراض عدالت سر بریدہ

جب خسرو شاہ نوبت نشان ماہی مراتب بزک و شان سے ملکہ کو سکھپال مین سوار کر کے پیدل و سوارون کا مجمع ساتھ لیکے فرزندون کے مکان کی سمت چلا شہر کا چھوٹا بڑا سواری کے ہمراہ ہوا ادھر سے دونون فرزند دور تک استقبال کو آئے بیٹی دروازے پر کھڑے تھے در دولت شاہی تک آدمیون کی بڑی کثرت تھی بیٹون نے گھوڑون سے اُترکے تسلیم کی مان باپ کی تعظیم کی پھر سکھپال تھامے خراماں خراماں مان کو مکان پر لائے سواری سے اتارا تسلیم کرکے قدم آنکھون سے لگائے۔

پہلے تو وہ غم دیدہ رنج و کلفت رسیدہ بہت روئی پھر گلے سے لگایا پیار کیا بادشاہ نے کہا یہ تینون فرزند تمھارے ہین انکی تشفی کرو ہر ایک کی ولادت کے وقت تمھاری کم بخت بہنون نے انکو نہر مین ڈال کر ایکبار کتے کا پلا دوسری بار بلی کا بچہ تیسری دفعہ چھچھوندر ظاہر کیا کہ ملکہ نے یہی جنا ہی یہی پیدا ہوا ہے۔

ازبسکہ ان بچون کی زیست تھی اور ہم سے ملنا تھا خدا نے انکو بچایا اور سب طرح سے لائق و فائق کیا پھر وہ تینون شہزادے اور شہزادی اپنی مان کے گلے لگ کے خوب روئے جیب و دامن اشکون سے بھگوئے خصوصاً ملکہ بہت روئی اور مصداق ان شعرون کی ہوئی

گہے از گریہ چشمش آب می ریخت
چہ جائے آب بل خوناب می ریخت

بہر قطرہ کہ از مژگان کشادی
گہے از آتشِ دل آہ مے کرد
نہانی رازرا بیرون فتادی
بہ گردون دودِ آہش رہ مے کرد

بادشاہ نے کہا اب رونے دھونے کا کیا کام ہی خوشی کا مقام ہی کہ خدا کے فضل سے جدائی کے بسر ایام ہوے باحسن الوجوہ اتمام ہوے ہنسو بولو ان اشعار پر عمل کرو

شکر صد شکر ہوے ہجر کے ایام تمام
گرچہ آغاز برا تھا یہ ہوا نیک انجام
زندگانی کی ہوئی مجکو امید اے گلفام
صبح وصل آئی نظر گذری مصیبت کی تمام

لائے تشریف جو سے گھر میں سرفراز کیا
جو تصور میں نہ تھا مجھسے وہ انداز کیا

پھر بادشاہ اور ملکہ نے فرط خوشی سے اپنے تینون فرزندون سمیت بیٹھکے خاصہ تناول کیا تمنائے دلی کو حاصل کیا۔

خوشا روزگارے کہ بے رنج و غم
ہمہ خوش دل و خرم و خوش زبان
دمے خوش نشینند بایک دگر
نشینند آسودہ یاران بہم
بر آسودہ از کار بار جہان
بفضل خداوند جن و بشر

دسترخوان پر دنیا کی ہمہ نعمت موجود تھی سلیقہ شعار شہزادی زہرہ جبین نے پہلے سے جملہ انتظام تیاری طعام کا کر لیا تھا تمام جہان کی عمدہ و لذیذ شیرین و نمکین کھانے میوہ و مٹھائی و فواکہات انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات اچار و مربہ و لوزیات سب شاہی دسترخوان پر چنا ہوا تھا اگر ان کھانون کی صفت رقم کیجائے قلم شاخ نبات بن جائے دوات کا قوام شیرینی مضامین سے گاڑھا ہو جائے تختہ کاغذ تختہ زعفران زار ہو اگر ترقیم کھانون کی بو باس عنبر بار ہو۔

الغرض جب کھانے سے فراغت ہوئی بادشاہ ملکہ کو باغ مین واسطے دکھلانے درخت سرایندہ اور فوارے سنہری کے لیگیا ملکہ جا کر پہلے اُن دونون چیزون کو دیکھکر بہت خوش ہوئی پھر بعد اسکے چڑیا کو جسکی تعریف بادشاہ نے ملکہ سے خاصے کے وقت کی تھی دیکھا اور اسکی باتون اور گانون سے بہت محظوظ ہوئی۔

بعد اسکے دور بادۂ گلگون کا گردش مین آیا ملکہ نے پہلے بادشاہ کو پھر لڑکون کو پلایا ناچ رنگ کا جلسہ شروع ہوا دل ہر ایک کا رجوع ہوا ایک رقاصہ نے آن بیا رسے

سرون اور نازک آواز ہی سے یہ غزل گائی کل حاضرین کو غزل عاشقانہ سُنا کے وجد مین لائی سب مثل تصویر یخاموش تھے اور ہمہ تن گوش تھے ؎

گر تری زلف مسلسل کا نہ سودا ہوتا
کیون فرزنجیر پیا موج سے دریا ہوتا

چرخ چارم پہ دماغ آج ہمارا ہوتا
گر کہین ہمنفس اپنا وہ مسیحا ہوتا

نہ شنا ہوگا مسیحا نے نہ دیکھا ہوگا
مرض عشق کے بیمار کو اچھا ہوتا

سُرخ سر باف پڑا ہی جو تری چوٹی مین
شفق و شام کا کسکو نہین دھوکا ہوتا

چرخ کھاتا نہ کبھی چرخ پہ پیلی وبہا
زلف خمدار کا گر تیرے نہ سودا ہوتا

ہی کسی غیرت خورشید کا یہ حلقہ بگوش
بے سبب گرد قمر کے نہین ہالہ ہوتا

دیکھتا گر ترے دندان مسی مالیدہ
چرخ نیلی پہ خجل عقد ثریا ہوتا

ہون مین وہ نخل جنون دشت نوردی کا ثمر
دانہ انگور کا ہر آبلۂ پا ہوتا

جا کے چھپتا نہ اگر دشت عدم مین عنقا
تیر مژگان کا تمہارے نہ نشانہ ہوتا

دل صدچاک کو کرتا ہی پریشان ہیرے
زلف پیچان مین نہین یار کے شانہ ہوتا

کیون نہ کرتا کمر یار کی تعریف رقم
پر عنقا سے قلم گر کہین اپنا ہوتا

کشتۂ ناز قد یار ہون زیبا تھا مجھے
سرو کے چوب سے تابوت کا تختا ہوتا

بولتا خضر کا کا ہے کو جہان مین طوطی
خط سے گر عارض دلدار پہ سبزہ ہوتا

بعد مردن ترے عاشق کے لیے رشک قمر
چاہیے تھا کہ کفن چادر مہ کا ہوتا

فضل حق سے ہی بلاغت ترے شعرون مین مکینؔ
کیون سخن تیرا نہ مشہور زمانہ ہوتا

پھر جب ان سب امور سے فراغت ہوئی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوکر شہزادہ بہمن کو داہنی طرف اور شہزادہ پرویز کو بائین طرف کرکے محل کی طرف روانہ ہوا اور ملکہ نے سکھیان مین شہزادی زہرہ جبین کو اپنے ساتھ بٹھا لیا جب سواری بادشاہ کی مراجعت کے وقت شہر کے اندر پہونچی سر راہ دو رویہ شہر کی خلقت بقدر وسعت سونا چاندی نثار کرتی تھی محتاجون کی ٹکڑی دعائین ہزار ہزار بار کرتی تھی —

کوئی کہتا تھا مہر و ماہ بادشاہ کے ہاتھ آئے ہین کسی کا یہ قول تھا وارث تخت مالک سلطنت بادشاہ کیوان بارگاہ نے پائے ہین

چالیس دن تک شہر مین تمہید رہی برسون کی راہ تک اس عجیب معاملہ کی گفت و شنید رہی

بادشاہ وزیا دل نے زر و جواہر ایسا تقسیم کیا کہ شہر کے گرد و نواح میں بھی محتاج کا نام نہ رہا خلقت کو بجز عیش و طرب کوئی کام نہ رہا۔

جب یہ جلسے ہو چکے منادی نے ندا دی کہ دم بھر چھوٹا بڑا شہر کا امیر وزیر رئیس اہل حرفہ شہر پناہ کے دروازہ پر حاضر ہو کے معائنہ کریں مضمون عبرت خیز آنکھوں سے دیکھیں جس دم یہ مجمع بادشاہ نے ملاحظہ کیا دونوں شاہزادے ہمراہ تھے ملکہ و شہزادی سکھیاں میں باہم بیٹھی تھیں وزیر کو حکم ہوا کہ پنجرے اُن نابکاروں محسن کشوں بدشعاروں کے حاضر کرو۔

وزیر فوراً حکم بجالایا پنجروں کو منگایا خلقت نے دیکھا سب تھرا گئے بہتوں کو غش آ گئے اس طرح کی قید شدید تھی کہ جب وہ سانس لیتی تھیں لوہے کے خار جسم کے پار ہوتے تھے ہر چند شہزادوں نے شفاعت کی اور ملکہ نے بھی عرض کیا کہ میں انتقام سے درگذری مگر بادشاہ نے نہ مانا شکاری کتوں کے روبرو ڈالو انھوں نے تکے بوٹی کر دیا نہ لہو چکھا نہ گوشت زبان پر رکھا کوے چیلوں نے کھایا ایک عالم کو انکے کردار کا بدلا دکھایا جانوروں کو انکی بوٹی بوٹی بٹا گئی آنکی بدکرداری پر نفرین کر کے بیٹھ چھپٹ گئی۔

الغرض بڑی شوکت و عظمت کے ساتھ شہزادہ بہمن اور شہزادہ پرویز اور شہزادی زہرہ جبین کو بادشاہ اپنی دولت سرا میں ہمراہ لایا دل نے چین پایا شب کو بڑی روشنی اور ناچ اور تماشے دکھلا کر اپنے فرزندوں اور ملکہ کی ضیافت کی اور بہت دنوں تک تمام شہر میں کمال خوشی و خرمی رہی اور ہر ایک شخص نے اس سرور سے اپنے گھر میں محفل اور ضیافت کر کے نہایت خوشی کی اور جیسا کہ ملکہ کے قید ہونے سے رعایا مغموم ہوئی تھی اُسکو اب اس حال میں دیکھکر نہایت شاد کام ہوئی خصوصاً اُس چڑیا کو دیکھکر جسکا پنجرا آگے شہزادی زہرہ جبین کے رکھا ہوا تھا اور گروہ طیور خوش الحان کا چاروں طرف سے جمع ہو کے گرد اُس پنجرے کے اُڑتے اور طرح طرح کی خوش الحانی سے بولیاں بولتے جاتے سوا اُنکے اور بہت چڑیاں درختوں اور کوٹھوں پر بازار اور ہر گلی کوچے میں جدھر سے سواری بادشاہ کی گذرتی اور اُس مرغ خوش الحان کا قفس جاتا تھا بیٹھی خوشی میں چہچہا رہی تھیں۔

الغرض بادشاہ جلسہ ہاے عیش و طرب سے فراغت کر کے انتظام سلطنت میں مشغول ہوا سب کا مطلب حصول ہوا۔

غرضکہ یہ سب ہنسی خوشی سے رہنے سہنے لگے خدائے پاک نے اپنے فضل و کرم سے یہ روز سعید دکھایا بڑی بڑی مصیبتوں سے بچایا صدہا زحمتیں سہکر یہ دن دیکھنے میں آیا شہزادی زہرہ جبین کی محنت

ٹھکانے لگی اسکی ہمت مردانہ سے دُرِ مقصود کا سُراغ مل گیا جس غنچے کو پژمردہ سمجھے تھے وہ نسیم لطف ایزدی کے اہتزاز سے کھل گیا آنکھوں کو نور قلب کو سرور ہوا کاشانۂ سلطنت فروغ عیش و عشرت سے معمور ہوا جامع المتفرقین نے سب بچھڑے ہوؤں کو یکجا کر دیا سب سامان عیش و عشرت مہیا کر دیا ۔

جس طرح انھیں بہم ملایا — بچھڑے ہوے سب ملیں خدایا
رنگین نشاط سے ہے سپید و سیاہ دہر — ہے ابلق زمانہ پہ گویا سوار عیش
اس غم کدہ کو چرخ نے عشرت کدہ کیا — اب دیکھیے دکھائے گا کیا کیا بہار عیش
لانے لگا نہال محبت گل مراد — بنتا ہے نخل غم کے لیے برگ و بار عیش
جوش نشاط و فرط خوشی سے عجب نہین — آخر کو غم زدوں کے دلوں پر ہو بار عیش
رحمت سے حق کے وہ نہین جاتی کسیطرح — گر آج دوزخی کو ملیں بے شمار عیش
لکھا کسی نے بھول کے گر کوئی حرف غم — نکلا زبان خامہ سے بے اختیار عیش
گر بس چلے تو ہاتھ سے مینا نے منہ رکھو — پی بھر کے خوب پی کہ جو ہو خوشگوار عیش

جب ملکہ شہرزاد نے اس حکایت کو تمام کیا شہریار کو یہ داستان سُنکے بڑی عبرت ہوئی اور ایک ہزار رات پوری گذر گئی شہرزاد کا احسان مند ہوا قتل و قمع کا باب بند ہوا وزیر اعظم جو شہرزاد کا باپ تھا اُسکو بلایا کہا تیری بیٹی نے بے جرموں کے انتقام خون سے مجکو بچایا پھر شادی کی تیاری کی بہت تکلف انتہا کی دھوم دھام سے شہرزاد کے ساتھ بیاہ کیا اور اُسکی بڑی تعریف اور توصیف کر کے کہا کہ تو نے ایسی عجیب و غریب حکایتیں اور قصے سُنا کے میرے دل کو ملائم اور نرم کیا کہ جنکے سُننے سے میں اس ظلم و نا انصافی سے باز آیا اور سب زنان ناکتخدا کو قتل ہونے سے تو نے بچایا اُنپر رحم کھایا اب امیدوار ہوں کہ تو دعا مانگ کہ تا بہ طفیل تیری پاک دامنی اور عصمت کے حق تعالے میرا جرم و گناہ معاف فرمائے اور روز حشر کے مجھ سے اسکی بازخواست نہ کرے ۔

شہرزاد بادشاہ سے یہ باتیں سُنکر اسکے قدموں پر گری اور نہایت اسکی قدردانی و عزت افزائی کا شکریہ بجا لائی ۔

اس خبر کو سُنکے وزیر اعظم اور شہر کے باشندے بہت خوش ہوے اور بادشاہ شہریار خصوصاً ملکہ شہرزاد کے حق میں بصدق دل دعائیں مانگنے لگے اور بہت برسوں تک شہریار و ملکہ

شہزاد کے ساتھ ہنسی خوشی رہا اور خلق کو اپنے عدل و انصاف سے راضی و خوشنود رکھا ہر طرح بامراد و بہبود رکھا۔
بقیہ زندگانی بخشش و عطا محتاجون کی حاجت روا کرنے مین بسر کی شب عیش و عشرت عدل و داد مین سحر کی جیسے شہزاد کے دن پھرے خداوند عالم اسی طرح پڑھنے سُننے والون کی آرزو پوری کرے آمین ثم آمین۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ و المنۃ کہ حصۂ دوم الف لیلہ جسمین بقیہ داستانین بسبب کثیر الضخامت ہونے کے رہ گئی تھین اس حصہ دوم مین پوری کی گئین اور بقدردانی سرآمد تاجران عالی وقار امیر نامدار قدرشناس علم و ہنر غرث افزاے اہل جوہر جناب منشی پراگ نراین صاحب دام اقبالہ اب کتاب الف لیلہ تمام و کمال زیور طبع سے ہر صفت ہوکر رونق بزم مشتاقان ہوئی۔

نام کتاب	قیمت
فریب حسن - ترجمۂ ناول نوسٹ مصنفہ آرنلڈ صاحب مترجمہ جناب خواجہ اکبر حسین صاحب ساکن ریاست ہنگن پلی۔	عکر ب
طلسم خیالات یعنی افسانہ بنگ وجیتا اولاً اس ناول دلپذیر کو بابو رمیش چندر دت سی۔ ایس۔ سولین بنگال نے جو ایک مشہور ناولسٹ ہین زبان بنگلہ مین تصنیف کیا تھا اب منشی ہردیال صاحب سری واستو متوطن سنرومن نگر ضلع ہردوئی نے زبان اردو مین بہت فصیح و بلیغ ترجمہ فرمایا۔	۸ر
افسانۂ سوزن عشق - ترجمۂ ناول سیمسٹرس مترجمہ پنڈت بشمبر ناتھ صاحب منصرم عدالت فیض آباد عجیب قصۂ دلچسپ ہی جو لائق دید ہی	عہر ب ۱۴ر
افسانۂ آلہ دین ولیلی - ترجمۂ ناول اسٹار آف منگریلیا مترجمۂ منشی محمد امیر حسن صاحب رئیس قصبۂ کاکوری ضلع لکھنؤ تحصیلدار راٹھ ضلع ہمیرپور بہ اضافۂ تصاویر مناسب مقام۔ اس ترجمہ کی عبارت ایسی دلچسپ ہی جو سوا مطالعہ کے زبان قلم سے ادا نہین ہو سکتی۔	عہ ۱۴ر
ونگیر و نسیڈا - ترجمۂ ناول دی وہردولف مترجمۂ منشی محمد امیر حسن صاحب موصوف یہ ناول نہایت عمدہ قابل دید ہی کاغذ سفید گنڈ	عہر ب ۸ر
ایضاً حسب مراتب بالا کاغذ رسمی۔	عہ
اسرار آسیہ مصنفۂ مولوی محمد احسن بلگرامی۔	۵ر ب

نام کتاب	قیمت
ناول روز الیمر - مترجمۂ منشی امراؤ مرزا صاحب حیرت دہلوی حصۂ اول۔	عکر ب
ایضاً حصۂ دوم۔	عہر ب ۸ر
خون ناحق - مترجمۂ منشی خلیل الرحمان آمین علاوہ دیگر مفید مطالب ہونے کے سراغرسانی پولیس قابل ملاحظہ ہی۔	۱۰ر ب
دلستان - مترجمۂ بابو راجی داس بھارگو اسکی ہر دلعزیزی دیکھنے پر منحصر ہی۔	عہر ب ۱۴ر
کامنی - مصنفۂ پنڈت رتن ناتھ۔	عکر ب
بچھڑی ہوئی دلہن مصنفۂ پنڈت صاحب موصوف	۱۰ر ب
گرزم و ظلم۔ 〃 〃	۸ر ب
پی کہان۔ 〃 〃	۸ر ب
ہشو۔ 〃 〃	۶ر ب
ناول اعجوبہ - از منشی لالتا پرشاد صاحب شفق۔	۸ر ب
مجموعۂ افسانۂ دلپذیر - ترجمۂ کتاب ٹیلس فرام اس قصہ سے بہت سے نتائج سودمند نکلتے ہین مولوی احسان اللہ صاحب وکیل عدالت منصفی بانس گانون ضلع گورکھپور نے بڑی قابلیت سے ترجمہ کیا ہی لطف یہ کہ ہر ایک قصہ کی لوح وہندسہ و خاتمہ بھی جداگانہ ہی کاغذ سفید۔	عہ
دام محبت ترجمۂ ناٹک مسمی مچ ایڈو اباوٹ نتھنگ مترجمۂ لالہ سیتارام بی۔ اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس قسمت الہ آباد۔	۲ر

نام کتاب	قیمت
ترجمہ اُردو ناول ارنسٹ مالٹراور ریش الاس مصنفہ رائٹ آنریبل لارڈ لٹن معہ دیگر مضامین یہ دونون ناول اُس عجا ونگار مصنف کی تصنیف ہین جو انگلستان کے ناول نویسون مین سب سے بڑا سمجھا جاتا ہے۔	۸ر ب
جذبہ عشق۔ ایک مشہور ناول ٹرامیٹ اولف کا ترجمہ ہے اسمین ایک یونانی لڑکی کا ذکر ہے جسنے اپنے حُسن اور تمیز سے ایک وحشی کو مہذب بنایا تھا۔	۸ر پ
ہنگامہ عشق۔ ناول پاسٹورا کا ترجمہ ہے ایسا دلفریب ور دلچسپ ناول ہے کہ ایک دفعہ اگر ہاتھ مین آجائے پھر ممکن نہین کہ بے ختم کیے چھوڑنے کو جی چاہے۔	۱۰ر پ
اُردو شیکسپیر یعنے اُردو ترجمہ کنگ لیر مترجمہ لالہ سیتا رام بی۔ اے مجلد۔	۱۲ر پ
ویلس کی ایک شہزادی۔ یہ ناول بھی بڑا دلچسپ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے تصنیف کے وقت ہندوستانی مذاق کا خیال رکھا تھا۔	۱۲ر پ
لعبت فرنگ مسمّی بہ افسانہ نادر الحقیقت اس فسانہ ہر دل عزیز کو کتاب پرو تر اشیحہ یا درجنبز کس سے منشی عدیم النظیر خوش تقریر جناب منشی رام نرائن صاحب نے ترجمہ فرمایا عجب دلچسپ قصہ اور عبارت ہے اگر	

نام کتاب	قیمت
اسکے عنوان کو بھی کوئی صاحب ملاحظہ فرمالین پھر کیا ممکن کہ بغیر تمامی کتاب دل کو چین پڑے	۸ر
قصہ حاجی بابا اصفہانی ۔ترجمہ کتاب ایڈوینچرز آف دی حاجی بابا آف اصفہان مصنفہ کپتان موریر صاحب مشہور سیاح ممالک ایران مترجمہ مولانا مرزا حیرت دہلوی۔	عہ
ناول رقیب ۔جو حال مین اودھ ریویو کے رسالہ مین شائع ہوا۔	۱۲
سفید خاص و عام ملقب بہ لقب حیکت جنونانہ معروف ... [illegible] ... منشی گوپال نرائن اسکالر کالج بنارس نائب محکمہ کلکٹری جونپور نے بغرض ترقی علوم و فنون تدوین و تالیف فرمایا نے الحقیقت یہ ناول عجب مسائل حکمیہ پر مبنی ہے جس سے علاوہ لطف مضامین کے بڑے بڑے نتائج سودمند کا سبق ملتا ہے۔	۱۲ر
رازِ عشق ۔اسمین حال خفیہ پولیس کی کارروائی کا درج ہے۔	عہ
گناہ بے لذت مترجمہ منشی خلیل الرحمن صاحب	۸ر پ
نئے بگڑے۔	۸ر پ
نورِ عین اسی نام کے ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ہے۔	۱۰ر پ
فسانہ حسرت وصل مترجمہ بابو رام جی داس	۶ر پ